بانی مدیرہ — زیب النساء

مدیر اعلیٰ — مشتاق احمد قریشی

مدیرہ — قیصر آرا

نائب مدیرہ — سعیدہ نثار

مدیر خصوصی — طاہر احمد قریشی

مدیرہ معاونین — جویریہ احمد

روشین احمد

جلد	38
شمارہ	07
اکتوبر	2016

ماہنامہ آنچل کراچی

اشتہارات اور دیگر معلومات
0300-8264242

رکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی
رکن کونسل آف پاکستان نیوز پیپرز ایڈیٹرز
رکن چیمبر آف کامرس

aanchalpk.com
aanchalnovel.com
www.aanchalpk.com/blog
onlinemagazinepk.com/recipes
info@aanchal.com.pk
/women.magazine
/pkwomenmagazine

ابتدائیہ

دانش کدہ

ہمارا آنچل

عید قربان

سلسلہ وار ناول

مکمل ناول

ناولٹ

افسانے

پبلشر: مشتاق احمد قریشی پرنٹر: جمیل حسن/ ابن حسن پرنٹنگ پریس
ہاکی اسٹیڈیم کراچی دفتر کا پتا: 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی۔ 74400

سرورق: عشاء نور ... آرائش: روز بیوٹی پارلر ... عکاسی: موسیٰ رضا

مستقل سلسلے

خط و کتابت کا پتہ: "آنچل" پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی 74200 فون: 021-35620771/2
فیکس: 021-35620773 ای میل info@aanchal.com.pk

(روزِ محشر) ہر شخص کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا جس سے اس نے محبت کی ہوگی۔

(سنن ترمذی:2386)

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ

اکتوبر ۲۰۱۶ء کا آنچل حاضرِ مطالعہ ہے۔

تمام قاری، لکھاری، بہنوں کو عیدالاضحیٰ مبارک۔ عید کی تعطیلات کی وجہ سے اس بار آنچل جلدی تیار کرنا پڑا، میں تمام بہنوں کی شکر گزار ہوں ان کے تعاون سے ہی ادارے کو آپ کے آنچل کو سجانے سنوارنے کا حوصلہ ملتا ہے آپ کی قیمتی آراء میری، میری ساتھیوں کی رہنمائی کرتی ہیں۔ ہماری کوشش ہوتی ہے آپ کی پسند کے مطابق آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ بہت سی بہنیں آنچل اور حجاب کے بارے میں ایک ہی خط میں اپنی رائے پسند ناپسند کا اظہار کرتی ہیں اس طرح ان کی رائے کسی ایک ہی پرچے میں آسکتی ہے اگر دونوں پرچوں کے بارے میں اپنی رائے الگ الگ صفحات پر تحریر کریں اور ایک ساتھ ہی پوسٹ کردیں تو بہتر رہے گا، آپ کی رائے اس طرح دونوں پرچوں میں شامل ہوسکے گی اور آپ کی شکایت کا ازالہ بھی ہوجائے گا۔ کچھ بہنوں کا خیال ہے کہ آنچل اور حجاب یکساں ہیں انہیں الگ الگ ہونا چاہیے یقیناً ایسا کرنا ممکن ہے لیکن کیا دو مختلف مزاج کی حامل ایک دوسرے کی سہیلیاں ہوسکتی ہیں۔ حجاب کو آپ کی فرمائش اور آراء کی روشنی میں ہی مرتب کیا گیا ہے قارئین کی بڑی تعداد اسے پسند بھی کررہی ہے آپ کی رائے ہمارے لیے ہمیشہ بہت اہم رہی ہے۔ ادارہ آپ کی رائے کو بہت زیادہ اہمیت دیتا ہے عید کی اس گہما گہمی میں جب ہر طرف بکرے، گائے، بیل اپنی اپنی بولی بول رہے ہیں چاروں طرف میلے کا سماں ہے اس بار بھی آپ سب حسبِ معمول عید قرباں پر مزے مزے کے پکوانوں سے لطف اندوز ہوں گی میری اور ادارے کی طرف سے ایک بار پھر عید مبارک ہو اس کے علاوہ ایک اور بات شیئر کرنا چاہوں گی کہ خواتین گروپ کے چیف ایڈیٹر (مرحوم) محمود ریاض صاحب کی اہلیہ داعیٔ اجل کو لبیک کہتے دارِ فانی سے کوچ کرگئی ہیں، تمام بہنوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ اب چلتے ہیں آپ کے آنچل کے اس شمارے کی طرف۔

❖❖ اس ماہ کے ستارے ❖❖

☆ میرے نصیب کا اجالا — محرومی کے اندھیرے کو مثالی صبح کا اجالا لیے نادیہ فاطمہ اپنے منفرد انداز میں حاضر ہیں۔

☆ ذرا سی مسافت — زندگی کی مسافت میں میاں بیوی کس طرح ایک دوسرے کا ساتھ دیں طلعت نظامی کا موثر افسانہ۔

☆ محبت حرفِ آخر — محبت اپنا آپ منوا کر ہی رہتی ہے نزہت جبیں کا خوب صورت ناولٹ۔

☆ پسِ دیوار کا منظر — پسِ دیوار کے کربناک مناظر کو بیان کرتی حرا قریشی ایک دلکش پیرائے میں منفرد انداز کے ساتھ۔

☆ تیرے ساتھ چلنا ہے — اپنوں کا ساتھ زندگی کی راہ گزر کیسے آسان بناتا ہے راشدہ علی کی اصلاحی تحریر۔

☆ میری عید میری خوشی — بکھرتے گھرانے، بکھرتے شیرازے کیسے سنبھالیں آپ بھی جانئے عابدہ سبین کے سنگ۔

☆ عید سے پہلے — عیدالاضحیٰ کے حوالے سے عرشیہ ہاشمی کی خصوصی تحریر۔

☆ عید قرباں — عید قرباں کے اصل مفہوم سے آشنا کراتی فوزیہ سلطانہ پہلی بار شریکِ محفل ہیں۔

☆ تحفۂ خاص — اللہ کے خاص اور محبوب بندوں کو تحفۂ خاص کیسے ملا، سویرا فلک کی بہترین کاوش۔

☆ قربانی — تمثیلہ زاہد کا مختصر دموثر بہترین افسانہ۔

☆ بادل آنکھیں — عیدالاضحیٰ کے حوالے سے سمیرا غزل کی خصوصی تحریر۔

اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔

دعا گو

قیصر آرا

حمد

تیرے نام پر اے مرے خدا
مرا دل فدا مری جاں فدا
مری روح کی ہے یہی غذا
ترا نام لب پہ رہے سدا
ہو ترے رضا مری آرزو
اللہ جلّ جلالہ

تجھے بے نیازی کا واسطہ
ہو قبول یہ مری التجا
کہ برائے حضرتِ مصطفیٰ ﷺ
ہو معاف مری ہر اک خطا
سرِ حشر رہ جائے آبرو
اللہ جلّ جلالہ

جو حسابِ روزِ حساب ہو
مرے دائیں ہاتھ کتاب ہو
مرے لب پہ نعتِ جناب ہو
نہ سوال ہو نہ جواب ہو
میں رہوں حضور کے روبرو
اللہ جلّ جلالہ

میں گناہ گار ہوں اے خدا
کوئی نیک کام نہ کرسکا
نہیں ہوسکا ترا حق ادا
ترا فضل، فضل ہے بے بہا
مجھے رکھنا حشر میں سرخرو
اللہ جلّ جلالہ

یہ دعا کرو میرے دوستو
کہ عطا ہو ذوق یہ انجم کو
کبھی نعت ہو کبھی حمد ہو
یہ دعا کرو یہ دعا کرو
مری چشم تر رہے باوضو
اللہ جلّ جلالہ

جناب انجم

نعت

دل ٹھکانہ مرے حضور ﷺ کا ہے
جلوہ خانہ مرے حضور ﷺ کا ہے

ہر زمانے کی آپ رحمت ہیں
ہر زمانہ مرے حضور ﷺ کا ہے

ہر خزانے کے ہیں وہی مختار
ہر خزانہ مرے حضور ﷺ کا ہے

نعمتیں سب وہی کھلاتے ہیں
دانہ دانہ مرے حضور ﷺ کا ہے

بے مثالی کو ناز ہے جس پر
وہ گھرانے مرے حضور ﷺ کا ہے

مجھ سا عاصی کہاں مدینہ کہاں
یہ بلانا مرے حضور ﷺ کا ہے

ایک پل میں ہزار عالم میں
آنا جانا مرے حضور ﷺ کا ہے

ذکر شامل نماز میں خالد
پنج گانہ مرے حضور ﷺ کا ہے

خالد محمود

editor_aa@aanchal.com.pk
www.facebook.com/EDITORAANCHAL

اقراء لیاقت...... حافظ آباد

ڈیئر اقراء! سدا مسکراؤ' آپ کی تحریریں ماہنامہ حجاب کے لیے موصول ہوئیں پڑھ ڈالیں لیکن کچھ خاص تاثر قائم کرنے میں ناکام رہیں۔ انداز تحریر میں پختگی کا عنصر مفقود ہے اسی بناء پر یہ تحریریں اپنی جگہ بنانے میں ناکام رہیں' آپ کا پیغام اس مرتبہ شامل ہے اس لیے یہ گلہ تو اب دور ہوگیا کزن کے پیغامات بھی شامل کرنے کی بھرپور کوشش کریں گے۔

مدیحہ نورین مہک...... گجرات

ڈیئر مدیحہ! سدا شاد رہو آپ نے خط میں ہماری عید کا احوال پوچھا ہے تو جناب ابھی عید نہیں آئی بلکہ کی تیاریاں ہورہی ہیں جب آپ یہ سطور پڑھیں گی تو عید ضرور آ کر دبے پاؤں گزر چکی ہوگی۔ اللہ سے دعا ہے کہ سب کی عید اچھی اور خوشیوں سے بھرپور ہو امتحان میں کامیابی حاصل کرنے پر ڈھیروں مبارک باد۔

عظمیٰ جبیں...... لانڈھی' کراچی

ڈیئر عظمیٰ! سدا خوش رہو آپ کے مفصل خط سے آپ کے دلی جذبات واحساسات جان کر اچھا لگا۔ پبلک پیلس پر جس طرح اپنا نام آنچل میں دیکھ کر آپ کی خوشی دیدنی تھی اور بے اختیار شاک کا عالم تھا جان کر خوشی ہوئی بہر حال امی کی خفگی اور بہن کی گھوریوں نے آپ کو مزید بھٹکنے سے روک دیا۔ اس کے لیے ہمارے سامنے کورنش بجا لانے کی ضرورت ہر گز نہیں ہاں البتہ پھولوں کا تحفہ ضرور ارسال کرسکتی ہیں۔ یہ عزت یہ کامیابی آپ کی محنت اور سب سے پہلے خدائے واحد کی مہربانیوں کا نتیجہ ہے اس لیے اس ذات اقدس کا شکر ادا کیجیے۔ آپ کے لفظوں سے بخوبی آپ کی خوشی' شوق اور وارفتگی کا اندازہ ہوگیا ہے امتحان میں کامیابی حاصل کرنے پر مبارک باد قبول کیجیے۔ گفتگو کے شوق کو شغل چراغ ضرور روشن رکھیے لیکن ساتھ میں افسانہ نگاری کی طرف بھی دھیان دیجیے امید ہے محنت کے بعد اچھا لکھ سکیں گی۔

حمیرا قریشی...... حیدر آباد' سندھ

ڈیئر حمیرا! جیتی رہو آپ کی کہانی جلد شامل کرلیں گے نام کی غلطی کو نظر انداز کردیں کیونکہ ہم آپ کا نام اور کام دونوں پہنچاتے ہیں طباعت کی غلطی ہوگی۔ آپ اپنا مکمل پتا ادارہ کو ارسال کردیں تاکہ آئندہ سے خط وکتابت کے لیے استعمال کیا جاسکے۔

عاصمہ انور...... کراچی

عزیزی عاصمہ! سدا سہاگن رہو آپ نے بھی طویل عرصے کی خاموشی کو مٹا کر بالآخر شرکت کر ہی لی' بے حد خوشی ہوئی۔ ردی کی ٹوکری سے ڈرنا کیسا ہم سب خطوط کو پڑھتے بھی ہیں اور تجاویز بھی نوٹ کرتے ہیں ہاں بعض اوقات صفحات کی کمیابی کی بناء پر شرکت سے محروم ہوجاتے ہیں جس میں ہمارا کوئی قصور نہیں۔ اب اپنے میاں جی کو بتا دیجیے کہ یہ نصف ملاقات یونہی نہیں ہوتی بلکہ ہم محبت کے آداب وتقاضوں سے آشنا بھی ہیں اور محبت کرنا اور نبھانا جانتے بھی ہیں بس اب اپنے ان کی دوڑ ہر ماہ لگواتی رہیے گا' آئندہ تبصرے کے سنگ ضرور آنچل کی محفل میں شریک ہوجایئے گا۔

تمنا بلوچ...... ڈی آئی خان

ڈیئر تمنا! سدا سہاگن رہو آپ شادی کا احوال ارسال کردیں ہم ضرور شائع کریں گے اور شادی اور عمرے کی بھی ڈھیروں مبارک باد۔ اس خفگی اور ناراضگی کو عید کے موقع پر قربان کردیجیے پیاری بہنا دیر سویر ہوتی رہتی ہے ڈھیروں خطوط اور سب کو شامل کرنا چاہ کر بھی بعض اوقات نہیں ہوپاتا لیکن بدگمان تو نہیں ہوتے ناں مصلحت بھی ہوتی ہے۔ امید ہے خفگی دور ہوجائے گی اور چہرہ پر جو بارہ بجتے رہتے ہیں اب وہ بھی نو دو گیارہ ہوجانے چاہئیں۔

بشریٰ گوندل...... سرگودھا

ڈیئر بشریٰ! سدا سہاگن رہو یہ جان کر بے حد اچھا لگا کہ آپ پیا دیس سدھار چکی ہیں اور وہاں پیار ومحبت سے اپنے پیارے سے ہمسفر کے سنگ ایک محبتوں بھرے گھر کی

بنیاد رکھ رہی ہیں۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو زندگی کی بہت سی بہاریں دیکھنا نصیب فرمائے' آمین۔ امید ہے آپ کا قلمی تعاون آئندہ بھی ہمارے سنگ رہے گا اور اپنے قیمتی وقت میں سے کچھ پل یونہی ہمارے نام مختص کرتی رہیں گی۔

سمیرا غزل...... کراچی

پیاری سمیرا! شاد رہو' آپ والدہ کے مرتبے پر فائز ہوگئیں اس خبر نے خوشی کے احساسات سے دوچار کردیا۔ آپ سے قلمی رشتے ورابطے کے علاوہ دوستی کا مضبوط رشتہ بھی ہے سو پیارے بھانجے کو بہت سا پیار اور دعائیں۔ اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعاگو ہیں کہ آپ کے بچے کو مکمل صحت و تندرستی عطا فرمائے تاکہ آپ کی زندگی اس ننھے بچے کی قلقاریوں سے پُرمسرت ہوجائے۔ بے شک مصروفیات بڑھ گئی ہوں گی لیکن پھر بھی امید ہے کہ آپ کا ہمارا تعلق یونہی استوار رہے گا اور قلمی تعاون بھی برقرار رہے گا۔

سمیرا شریف طور...... گوجرانوالہ

ڈیئر سمیرا! سدا سہاگن رہو' آپ کے بیٹے کی علالت کے متعلق جان کر بے ساختہ دعاگو ہیں کہ اس ننھے فرشتے کو اللہ سبحان و تعالیٰ صحت کاملہ عطا فرمائے اور آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک برقرار رہے۔ بے شک بچے کو ہلکی سی ایک خراش بھی آتی ہے تو ماں کا دل بے چین ہوجاتا ہے اس پل آپ کی جو حالت ہوگی اس کا بخوبی ادراک ہے یہی دعا ہے کہ آپ کے آنگن کی یہ ننھی کلی سدا مہکتی رہے اس پر کبھی خزاں کا موسم نہ آئے اور آپ کے ہونٹوں کی ہنسی قائم ودائم رہے' آمین۔

سلمیٰ عنایت...... کھلا بٹ ٹاؤن شپ

عزیزی سلمیٰ! سدا مسکراؤ' خفگی وبدگمانی کوئی اچھی بات نہیں ہم کیونکر بے زار ہوں گے بلکہ ہم تو آپ کے طلب گار ہیں۔ جہاں تک شاعری کی بات ہے متعلقہ شعبے میں بھیج دی جاتی ہے ردوقبول کا فیصلہ وہیں طے پاتا ہے اگر معیاری ہوئی تو ضرور لگ جائے گی۔ ایف ایس سی میں اچھے نمبر حاصل کرنے پر ڈھیروں مبارک باد۔

فوزیہ تحریم...... منڈی فیض آباد

ڈیئر فوزیہ! جیتی رہو' بزم آنچل میں پہلی بار شرکت پر خوش آمدید۔ آپ نے نگارشات بھیج دی ہیں جلد شائع کرنے کی کوشش کریں گے' اکتوبر میں آپ کی سال گرہ ہے ڈھیروں مبارک باد قبول کیجیے' اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو زندگی کی بہت سی بہاریں دیکھنا نصیب فرمائے' آمین۔

سنبل ملک اعوان...... شاھدرہ

ڈیئر سنبل! آپ کا خط بمعہ تبصرہ پڑھ کر اچھا لگا لیکن یہ تبصرہ چونکہ پرانا تھا اس لیے شامل نہ کرسکے۔ ہمیں آپ کی مشکلات کا بخوبی اندازہ ہے کہ آپ دور دراز سے نہ صرف خط لکھتی ہیں بلکہ پوسٹ کرانے کے کڑے مراحل سے بھی گزرتی ہیں۔ ہماری کوشش تو یہی ہوتی ہے کہ آپ بہنوں کی شرکت کو یقینی بنایا جائے لیکن بعض اوقات صفحات کی کمیابی یا ڈاک کے تاخیر سے موصول ہونے کی بناء پر آپ کو شکوہ کا موقع مل جاتا ہے بہرحال اب خط کا جواب حاضر ہے آپ کی سوچ بے حد مثبت اور اچھی ہے بے شک دوسروں کے کام آنا ان کی مدد کرنا اچھا عمل ہے' وہ کہتے ہیں ناں......

یہی ہے عبادت یہی دین و ایمان\
کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

آمنہ رحمان مسکان...... ریالی' مری

ڈیئر آمنہ! شادوآباد رہو' ملکۂ کوہسار کی پرنسز سے مل کر بہت اچھا لگا۔ آپ کا انداز تخاطب اور اشعار سب ہی پسند آئے۔ آنچل اور آپ کا تعلق کافی پرانا ہے چلیں اب تو باقاعدہ اجازت مل گئی ہے اس لیے مایوسی اور بدگمانی کو ترک کرکے شرکت کرتی رہیں۔ امید ہے رزلٹ بھی اچھا آیا ہوگا' اگرچہ آپ کی سال گرہ تو گزر چکی ہے بہرحال پھر بھی ہماری جانب سے ڈھیروں مبارک باد قبول کیجیے۔

زھرہ فاطمہ...... نامعلوم

عزیزی فاطمہ! سدا شاد رہو' مفصل خط کے ذریعے آپ کے متعلق جان کر بے حد اچھا لگا۔ نگارشات شائع ہونے پر شکریہ کی قطعاً ضرورت نہیں یہ آپ بہنوں کا پرچہ ہے جو آپ ہی کی نگارشات سے پایہ تکمیل تک پہنچتا ہے۔ دوست کا پیغام میں مسلسل رابطے کے بعد ہی دوستی کا تعلق استوار ہوتا ہے۔ آپ کو بھانجے کی بے حد مبارک باد' کہانی افسانے کی صورت ارسال کردیں اگر معیاری ہوئی تو ضرور حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

رفعت فاطمہ...... نامعلوم

ڈیئر رفعت! سدا مسکراؤ' دس سال سے آپ آنچل

ماہنامہ داستانِ دل ساہیوال

ادب کی دنیا میں ایک نیا نام

نئے لکھنے والوں کے لئے ایک بہترین پلیٹ فارم

اگر آپ لکھاری ہیں اور تحریر کسی مستند ادارے میں بھیجنا چاہتے ہیں تو ابھی داستانِ دل کو بھیجیں۔ آپ کی تحریر قریب کے شمارے میں پبلش کی جائے گی۔ آپ اپنے افسانے، ناولٹ، ناولز، کہانیاں، جگ بیتیاں، آپ بیتیاں، غزلیں یا پھر نظمیں ہمیں ای میل کے ذریعے، ڈاک کے ذریعے یہاں تک کہ وٹس ایپ کے ذریعے بھی بھیج سکتے ہیں۔ بس آپ کی تحریر اردو میں لکھی ہونی چاہیئے۔ اگر آپ نئے لکھاری ہیں تو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، آپ اپنی تحریر ہمیں بھیجیں ہم اس کو صحیح کر کے اپنے شمارے کا حصہ بنائیں گے۔ اگر آپ لکھنا نہیں جانتے تب بھی آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں آپ ہمیں کوئی بھی اچھی سی غزل یا اقوال زریں انتخاب کے لئے بھیج سکتے ہیں۔ وہ بھی داستانِ دل کا حصہ بنے گا۔ اس کے علاوہ آپ اپنی تحریر موبائل پر بھی میسج کر سکتے ہیں بس اردو میں تحریر ہو۔

ہمارے داستانِ دل کے سلسلے کچھ اس طرح سے ہیں

محبت نامے، ملک کی ممتاز شخصیات کا انٹرویو، افسانے ناولز، ناولٹ، غزلیں، نظمیں، حمد، نعت اور انتخاب

اس کے علاوہ آپ کی ہر تحریر کو ہمارے شمارے میں خاص جگہ دی جائے گی۔ آپ ہمارے سارے شمارے پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر پڑھ سکتے ہیں اور پڑھ کر اپنی رائے دے سکتے ہیں

ہمارا ایڈریس ہے۔

ندیم عباس ڈھکو چک نمبر L-5 / 79 ڈاکخانہ 5.L / 78 تحصیل و ضلع ساہیوال

وٹس ایپ نمبر: 03225494228

ای میل ایڈریس ہے abbasnadeem283@gmail.com

کے ساتھ وابستہ ہیں اور آپ پہلی بار بزم آنچل کا حصہ بنی ہیں آپ کی شرکت خوش آئند ہے۔ آپ کی تحریر کا موضوع تو قدرے بہتر معلوم ہو رہا ہے۔ بہر حال حتمی رائے پڑھنے کے بعد ہی قائم کی جاسکے گی، چودہ اگست کے پس منظر میں لکھی یہ تحریر یقیناً آپ کی وطن سے محبت کا بخوبی اظہار ہے، آئندہ بھی شریک محفل رہیے گا۔

صائمہ مشتاق...... سرگودھا

ڈیئر صائمہ! جیتی رہو آپ کے قلمی سفر کے آغاز کے متعلق جان کر اچھا لگا۔ بے شک ہر سفر کا ابتدائی مرحلہ کٹھن اور مشکل ہوتا ہے، آپ کے مطالعہ کی عادت یقیناً لکھنے میں آپ کو مدد دے گی، آپ کی تحریر پڑھنے کے بعد جلد آپ کو آگاہ کردیں گے۔ سالانہ خریدار بننے کے لیے آپ آفس کے نمبر پر رابطہ کر کے تمام معلومات حاصل کرلیں اس طرح آپ کو ہر ماہ پرچہ باقاعدگی سے گھر بیٹھے ملتا رہے گا۔

شہزادی...... راولپنڈی

پیاری شہزادی! جگ جگ جیو اس قدر بدگمانی و خفگی اچھی بات نہیں۔ ریاست آنچل میں آپ کی تشریف آوری کو ہمیشہ ہی سراہا گیا ہے۔ نیرنگ خیال کے لیے ہر ماہ کثیر تعداد میں شاعری موصول ہوتی ہے جسے اصلاح کے عمل سے گزارا جاتا ہے اور پھر متعلقہ شعبے والے ہی رد و قبول کا فیصلہ کرتے ہیں آپ کی شاعری پہلے بھی آنچل کی زینت بن چکی ہے امید ہے اب بھی جلد شامل ہو جائے گی تھوڑا انتظار مزید کرلیجیے۔ آپ کی تحریر کمزور ہے اس بناء پر شامل اشاعت نہ ہوسکی۔

شازیہ خان...... مظفر آباد

پیاری شازیہ! سدا خوش رہو آپ کی کہانی حجاب میں شائع ہوگئی اور آپ کو علم ہی نہیں۔ کیا کہیں سوائے اس کے ہائے یہ بے خبری۔ بہر حال اتنی بے خبری اچھی نہیں ہوتی آپ کی تحریر ہمارے پاس محفوظ ہوتی ہے، اس لیے کسی خدشے کو دل میں جگہ مت دیں، دوسری تحریر بھی آپ ارسال کردیں پڑھنے کے بعد جلد لگانے کی بھرپور کوشش کریں گے، امید ہے بدگمانی کے سائے چھٹ جائیں گے۔

ارم کمال...... فیصل آباد

عزیزی ارم! آپ نانی کے عہدے پر فائز ہوگئی ہیں جان کر خوشی ہوئی۔ اللہ سبحان و تعالیٰ آپ کو ڈھیروں خوشیوں سے نوازے۔ بیٹی نے میٹرک کے امتحان میں کامیابی حاصل کرکے آپ کا سر فخر سے بلند کردیا ہے، آپ کو بھی عید قربان کی ڈھیروں مبارک باد۔

ایماب علی...... گجرات

ڈیئر ایماب! سدا مسکراؤ، آپ کی جانب سے دو تحریریں موصول ہوئیں، دونوں پڑھ ڈالیں آپ کا انداز اگرچہ اصلاحی اور بہتر ہے لیکن بعض جگہ کہانی کی دلکشی متاثر ہورہی ہے اور تحریر بوجھل پن کا شکار ہوکر لیکچر کی صورت اختیار کرلیتی ہے۔ بہر حال آپ کی تحریر "قدم بڑھاؤ دیا جلاؤ" منتخب ہوگئی ہے جبکہ دوسری بے جا طوالت اور الجھاؤ کے سبب خاص تاثر قائم کرنے میں ناکام ٹھہری۔ ابھی صرف اتنا یاد رکھیں کہ مختصر مگر موثر لکھیں امید ہے اس ناکامی سے مزید کامیابیاں سمیٹنے کی کوشش جاری رکھیں گی۔

سائرہ اقبال...... نامعلوم

ڈیئر سائرہ! جیتی رہو آپ کی تحریر "تم دور نظر آئے" پڑھ ڈالی، منتخب ہونے والی تحریروں سے واقعی دور نظر آئی انداز میں بہتری لیکن موضوع کا چناؤ کافی کمزور ہے۔ روایتی محبت، ساری زندگی ناآشنائی اور موت سے ملاقات کچھ خاص دلکشی نہیں تھی۔ اس محبت کے موضوع کے علاوہ بھی بہت سے آلام و مصائب ہیں زمانے میں ان میں سے کسی پہلو کو مختص کرتے مختصر افسانہ لکھیں بہتر لکھ پائیں گی فی الحال طوالت سے گریز کریں۔

کنیز نور علی...... نامعلوم

ڈیئر کنیز! شاد و آباد رہو آپ کی تحریر "تم بن ذات ادھوری" نہایت اختصار کے ساتھ آپ نے نہایت عمدگی سے اپنے موضوع کے ساتھ بھرپور انصاف کیا اسی بناء پر آپ کی تحریر قبولیت کا درجہ حاصل کرنے میں کامیاب ٹھہری آئندہ بھی اسی طرح کے موضوعات پر قلم آزمائی جاری رکھیں، اس کامیابی پر مبارک باد۔

آصفہ شاہین...... ضلع خوشاب

ڈیئر آصفہ! شاد رہو آپ کی تحریر پڑھ ڈالی، اصلاحی موضوع پر لکھی آپ کی یہ تحریر بہت سے لوگوں کے لیے شمع ہدایت کا کام کرسکتی ہے۔ سیکھنے والے تو دوسروں کی زندگی سے بھی بہت کچھ سیکھ لیتے ہیں، آپ کی تحریر جلد آپ کا نام روشن کرنے کا سبب بنے گی۔

خدیجہ جلال...... واہ کینٹ

ڈیئر خدیجہ! سدا مسکراؤ' "وہ ایک خط" کے عنوان سے آپ کی تحریر موصول ہوئی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ میں لکھنے کی صلاحیت موجود ہے جس موضوع کو آپ نے منتخب کیا ہے اسے بھی بطریق احسن نبھایا۔ عمدہ موضوع' اصلاحی تحریر اور کچھ کر دکھانے کا جذبہ بے شک آپ کی یہ تحریر قابل قبول ٹھہری ہماری جانب سے ڈھیروں مبارک باد۔

تہمینہ عباسی...... بہاولپور

ڈیئر تہمینہ! سدا خوش رہو آپ کی تحریر "یہ عہد زندگی ہے" موصول ہوئی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ میں لکھنے کی صلاحیت موجود ہے لیکن آپ نے کہانی کو بے جا طوالت دے کر الجھا دیا ہے اس بناء پر آپ کی تحریر قبولیت کی سند نہیں پاسکی ابھی مختصر موضوع پر طبع آزمائی کرتے ہوئے افسانہ تحریر کریں تاکہ آپ کہانی سنبھال سکیں۔

عمارہ امداد...... سرگودھا

پیاری امداد! جگ جگ جیو آپ کی تحریر "دھرے پیالے" موصول ہوئی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ میں لکھنے کی صلاحیت موجود ہے۔ آپ کی تحریر نے قبولیت کی سند حاصل کرلی ہے ہماری جانب سے مبارک باد۔ انتظار کی گھڑیاں تھام کر رکھیں' جلد اشاعت کی کوشش کریں گے۔

تحریم اکرم چوہدری...... ملتان

ڈیئر تحریم! سدا مسکراؤ' آپ کی تحریر بعنوان "ماں ہوں تمہاری" موصول ہوئی' مکافات عمل کا بہترین اور خوب صورت پیغام لیے یہ ایک عمدہ کاوش ہے۔ انداز تحریر کی پختگی اور موضوع کے چناؤ میں احتیاط نے آپ کی تحریر کو قبولیت کا درجہ بخش دیا۔ اس پہلی کامیابی پر ڈھیروں مبارک باد قبول کرتے عید کی بھی پیشگی مبارک باد قبول کیجیے۔ مطالعہ کو وسیع کرتے اسی طرح کے موضوعات پر قلم آزمائی جاری رکھیں۔

عائشہ اختر بٹ...... سرگودھا

ڈیئر عائشہ! شاد و آباد رہو مفصل خط کے ذریعے آپ سے نصف ملاقات بہت اچھی لگی اور آپ کی ترقی اور کامیابیوں کے متعلق جان کر اچھا لگا۔ ایک خوش خبری آپ کے لیے مزید یہ بھی ہے کہ آپ کی تحریر قبولیت کا درجہ حاصل کرنے میں کامیاب رہی۔ عیدالاضحیٰ کے حوالے سے آپ کی یہ ناولٹ اب جلد حجاب کی زینت بن جائے گی کیونکہ آنچل کا عید نمبر تو آپ کے ہاتھ میں ہے باعث تاخیر شامل نہ کر سکے۔ اس کامیابی پر مبارک باد قبول کیجیے' آپ شاعری ارسال کردیں معیاری ہوئی تو متعلقہ شعبے والے ضرور سراہیں گے۔

کنزہ مریم...... سرگودھا

ڈیئر مریم! خوش رہو آپ کی تحریر "انداز" کے ساتھ شکایتی خط بھی موصول ہوا' آغوش مادر اور تحریر سوچ' خیال و خواب حجاب میں اپنی جگہ اگست کے شمارہ میں بنا چکے ہیں البتہ "رشتے" موضوع اور انداز تحریر میں کمزور ہونے کے باعث اپنی جگہ حجاب میں بنانے میں ناکام ٹھہری' اپنی دونوں تحریروں کو سامنے رکھ کر کوشش جاری رکھیں۔

شیریں گل...... تلہ گنگ

ڈیئر شیریں! گل بن کر مہکتی رہو آپ کی ڈاک تاخیر سے موصول ہوئی' نگارشات آئندہ ماہ آنچل میں شامل کرلی جائے گی۔ پرچہ تکمیل کے مراحل سے گزر رہا ہے اس لیے دل برداشتہ ہونے کی بجائے تھوڑا انتظار کریں۔ آپ کی سال گرہ کے موقع پر ہماری جانب سے ڈھیروں دعائیں اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو یونہی ہنستا مسکراتا رکھے' آمین۔

شہزادی...... خانیوال

پیاری ثوبیہ! خوش رہو آپ کی تحریر "کانچ کی گڑیا" موصول ہوئی' پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کو مزید محنت کی ضرورت ہے۔ دل برداشتہ ہونے کی بجائے محنت جاری رکھیں اور مطالعہ کو وسیع کریں تاکہ آپ کو لکھنے میں مدد ملے۔

نجمہ خان...... مانسہرہ

گڑیا نجمہ! جگ جگ جیو آپ کا شکایت بھرا خط موصول ہوا اور جواب بھی حاضر ہے۔ ہم شہر و گاؤں کی تفریق ہرگز نہیں کرتے' صفحات کی کمی کے باعث کچھ لوگ شامل ہونے سے رہ جاتے ہیں آپ کی طرح کئی اور بہنوں کو بھی یہی شکایت ہے۔ رہی آپ کی تحریر کی بات تو جلدی ارسال کردیں' پڑھنے کے بعد ہی اپنی رائے سے آگاہ کریں گے' امید ہے ناراضگی دور ہوجائے گی۔

عالیہ حسین...... نامعلوم

عزیزی عالیہ! سدا مسکراؤ آپ کی تحریر "ہلال" موصول ہوئی' موضوع کی انفرادیت اور انداز تحریر کی پختگی کی بناء پر

یہ تحریر قبولیت کا درجہ حاصل کرنے میں کامیاب رہی۔ اس کامیابی پر ڈھیروں مبارک باد‘ آئندہ بھی اس طرح کے موضوعات پر افسانے کی صورت قلم آزمائی جاری رکھیں‘ امید ہے مزید بہتر لکھنے میں مدد ملے گی۔

نسرین نعیم سدھیو...... حیدرآباد

ڈیئر نرمین! شاد رہو‘ آپ کی تحریر ”بدگمانی ہی تو“ پڑھ ڈالی‘ بے شک آپ نے منفرد موضوع پر قلم اٹھایا ہے بہرحال ابھی قلمی سفر کی ابتدا ہے اس لیے کمزوری ہے اور رہبری کی ضرورت ہے آپ کی تحریر اصلاح کے عمل سے گزر کر جلد حجاب کی زینت بن جائے گی۔ مزید محنت و مطالعہ جاری رکھیں۔

حاجرہ حیدر...... لکھوال

ڈیئر حاجرہ! سدا مسکراؤ‘ ”سہاگن کی عید“ کے عنوان سے آپ نے جو تحریر بھیجی تھی وہ منظور نظر ٹھہری۔ آپ آئندہ کہانی لکھنے میں رائٹنگ کا خیال رکھیں اور ایک لائن چھوڑ کر لکھیں‘ بہت سے الفاظ آپس میں اس طرح سے ملے ہوئے ہیں کہ کچھ واضح نہیں ہو رہا‘ بہرحال اس کامیابی پر مبارک باد۔

کرن شبیر...... کراچی

ڈیئر کرن! جیتی رہو‘ آپ کی تحریر ”چلو ہم مان لیتے ہیں“ موضوع اور انداز تحریر کی ناپختگی کی بدولت قابل قبول نہ ٹھہری۔ آپ کا موضوع کا چناؤ بہت کمزور ہے‘ ابھی بہت محنت کی ضرورت ہے تاکہ انداز تحریر اور موضوع کا چناؤ بہتر ہو سکے۔ وسیع مطالعہ اور محنت کی بدولت آپ یہ خامی دور کر سکتی ہیں۔

ناقابل اشاعت:۔

دل کو رد کیا‘ شہزادی‘ میری دعا ہوئی تم‘ میری درد کو دے زبان خدا‘ آخر میرا قصور بتا‘ مجھے خدا پہ یقین ہے‘ ہمارا عشق‘ چھوٹی سی غلطی‘ دل کی نگری کے مالک‘ حسنا الفت اور محبت‘ ربا عشق نہ ہووے‘ احسان‘ دیا‘ حاصل محبت‘ القاب کی دہلیز پہ‘ آنچل سی محبت‘ پہلی محبت‘ آخری خواہش‘ جذبہ ایثار‘ چلو مان لیتے ہیں‘ رشتے بھی ایسے ہوتے ہیں‘ سجدہ‘ دل کی امید توڑی ایسے کسی نے‘ دہرا معیار‘ پاکیزہ محبت‘ ایک گھروندہ ریت کا‘ خواہش ناتمام‘ کہانی چور‘ عید بکرا اور آغا جان‘ انجام محبت‘ کانچ کی سلطنت‘ وفا کی دیوی‘ دل سمندر‘ شیشوں کا مسیحا کوئی نہیں‘ آہ جاں سے گزرے لمحہ آگاہی کا‘ میں تو پیا من بھاگئی‘ گڈ نیپ بیس اسٹوری‘ کہ یہ عید زندگی ہے‘ جان لیا ہم نے۔

قابل اشاعت:۔

عشق میرا ست رنگی‘ قومی ہیرو‘ محبت ابر جیسی‘ حرم‘ عزم کا بوجھ‘ آنسو‘ انوکھی عید‘ رُت گلاب کی آئی‘ پس دیوار کا منظر‘ آزاد فضا کے قیدی‘ پیچھی‘ یہ وطن تمہارا ہے‘ کھوٹا سکہ‘ تھم سا گیا ضبط کا دھارا‘ میں بڑی ہوگئی‘ بابت ایک رشتے کی‘ میرا گھر‘ پیارا گھر‘ محبت ست رنگی‘ وہ اوپر والا‘ معراج رحمت‘ عادی‘ دیار عشق‘ تو ملا جیسے دعا ملے‘ عشق اللہ ہو‘ میں قربان جاؤں‘ فخر ہے قوم کا‘ بدگمانی ہٹی تو‘ ملال‘ عید کی شاپنگ‘ روشن راہ‘ بند لفافے‘ سنڈریلا‘ میرا انتظار کرنا‘ آتش بجاں گزر گئی شب‘ اللہ اکبر‘ بدلتا موسم‘ ایثار‘ جانباز مرد مجاہد‘ ماں ہوں تمہاری‘ اس کا گھر‘ قیمتی ہیں‘ مسافر‘ وطن کی مٹی سلام تجھ کو‘ فیس بک پرنس‘ خواب زادی‘ بیٹا‘ اصلی لاش‘ شہید کی موت‘ بلاعنوان‘ سوہنی دھرتی۔

مصنفین سے گزارش

☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ ہاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کرا کر اپنے پاس رکھیں۔

☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔

☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔

☆ فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔ ادارہ نے ناقابلِ اشاعت تحریروں کی واپسی کا سلسلہ بند کر دیا ہے۔

☆ کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔

☆ مسودے کے آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام پتا خوشخط تحریر کریں۔

☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتا پر رجسٹرڈ ڈاک کے ذریعے ارسال کیجئے۔ 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ۔ کراچی۔

السلام علیکم

مشتاق احمد قریشی

روایات میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اس آیت کو تلاوت فرماتے تو فوراً ہی فرماتے تھے۔ ”نہیں بلکہ اللہ ہی بہتر ہے اور وہی باقی رہنے والا اور بزرگ و برتر ہے۔“

مشرکین جب اللہ کی عبادت کے بجائے اپنے معبودان باطل کی عبادت کرتے تھے اور اللہ کو چھوڑ کر ان سے اپنی حاجتوں کے لئے رجوع کرتے تھے اور ان کے آگے ان کے نام کی نذر و نیاز پیش کرتے تھے تو یہ سب بے معنی اور لاحاصل عمل تھا کیونکہ ان معبودوں میں کوئی خیر تھا ہی نہیں اس لئے ہی اس آیت مبارکہ میں ان کے سامنے بالکل صاف الفاظ میں یہ سوال رکھا گیا ہے کہ ”بتاؤ اللہ بہتر ہے یا تمہارے یہ معبود؟“ کیونکہ اس دوٹوک سوال کا جواب کوئی کٹر سے کٹر مشرک بھی دینے کی ہمت نہیں رکھتا تھا۔ اگر وہ یہ بات مان لیتے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ بہتر ہے تو ان کے دین کی حقیقت کھل جاتی لیکن اس کے باوجود کفار اور مشرکین اپنی ہٹ دھرمی اور ضد اور جاہلیت کے باعث، سب کچھ سمجھنے کے باوجود کفر پر قائم رہتے اور دین حق، دین اسلام کی مخالفت کرتے رہتے۔

ترجمہ: اور جب بے ہودہ بات سنتے ہیں تو اس سے کنارہ کر لیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے عمل ہمارے لئے اور تمہارے عمل تمہارے لئے، تم پر سلام ہو۔ ہم جاہلوں سے (الجھنا) نہیں چاہتے۔ (القصص۔۵۵)

تفسیر: آیت مبارکہ میں اہل ایمان کی تربیت و تعلیم کے لئے انہیں بتایا جارہا ہے کہ لغو اور فضول بات کرنے کا کوئی فائدہ نہیں، لاحاصل گفتگو کے پیچھے نہ تو کوئی مقصد ہوتا ہے نہ کوئی فائدہ اور نہ اس سے دل و دماغ میں کسی مفید علم کا اضافہ ہوتا ہے۔ جبکہ بری اور گندی باتیں سوچنے سے انسان کے احساس و شعور اور زبان و کلام میں بھی اکثر گندگی اور برائی در آتی ہے چاہے وہ کسی کے ساتھ مکالمے کی صورت ہو یا کسی غائب شخص کے واقعات بیان کرتے ہوئے ہوں یعنی چغلی و غیبت کا سننا ہو۔

اللہ تبارک وتعالیٰ چاہتا ہے کہ اس کے بندے جو ایمان لاچکے ہیں وہ کسی قسم کی لغو بے ہودہ باتوں میں مشغول نہ ہوں، وہ ہر لحظہ، ہر آن، پاکیزہ کام اور نورانی باتوں اور کاموں میں مشغول رہیں، اگر اس آیت مبارکہ کو باریک بینی سے سمجھا جائے تو یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اسلام اپنے ماننے والوں کی کیسی خیر خواہی چاہتا ہے اور کیسا پاکیزہ معاشرہ اور نظام تشکیل کرنا چاہتا ہے امن اور بھائی چارے کو فروغ دینا چاہتا ہے بری بات پر بھی صبر کی تلقین کی جارہی ہے کہ اس کو سننے سے اپنے آپ کو الگ کرتے ہوئے بھی کسی طیش و غصے کے اظہار کی جگہ نرم روی، تحمل کی تلقین کی جارہی ہے کہا جارہا ہے جب بے ہودہ بات سنو تو اس سے کنارہ کش ہوجاؤ۔ اگر تم اہل لغو پر غصہ کرو گے ان سے الجھو گے یا زبردستی منع کرو گے تو ان کے ساتھ بحث شروع ہوجائے گی اور یوں ان بے ہودہ اور لغویات کرنے والوں کے ساتھ تم بھی لغویات کرنے میں شامل ہوجاؤ گے جو خود ایک لغو کام ہوگا۔

آیت میں کہا جارہا ہے کہ ”ہمارے اعمال ہمارے لئے اور تمہارے اعمال تمہارے لئے، تم کو سلام۔“ ان بے ہودہ لوگوں سے اپنائیت، نرمی اور تحمل کے ساتھ علیحدگی کی تعلیم دی جارہی ہے کہ نہایت ادب سے دعائے خیر کے ساتھ ان سے علیحدگی اختیار کی جائے اس خواہش کے ساتھ کہ وہ بھی ہدایت یافتہ ہوجائیں۔ اس کے باوجود کہ آپ ان کے لئے دعا

کرتے ہیں ان کی لغو باتوں میں شریک نہ ہوں اور ان سے علیحدگی اختیار کریں۔ آیت کے آخری حصے میں وضاحت بھی کردی گئی ہے کہ "ہم جاہلوں کا سا طریقہ اختیار نہیں کرتے۔" جب انسان دائرہ اسلام میں داخل ہوجاتا ہے تو وہ ہدایت یافتہ ہوجاتا ہے اور جاہلیت کی تاریکیوں سے نکل آتا ہے اور ایمان کے باعث روشن اور سیدھے راستے پر چلنے والا بن جاتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ وہ اپنا قیمتی وقت ان کی کٹ حجت جاہلوں کے ساتھ نہ گزارے ان سے علیحدگی اختیار کرکے اپنے آپ کو احکام الٰہی کے مطابق اتباع رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں مشغول کرلے اور صراط مستقیم پر چلتا چلا جائے اور کہیں کسی بھی طرح سے اپنی راہ کھوٹی نہ کرے اور دنیا میں ایک پاکیزہ معاشرہ قائم کرنے اور اخوت بھائی چارے کی فضا بنانے کے لئے محنت کرے۔ اس طرح ایک روشن نفس کی تشکیل اللہ تعالیٰ کرنا چاہتا ہے۔ نفسِ مومنہ ان لوگوں کے لئے رسم وراہ مقرر کرتی ہے جو صحیح راستے پر چلنا چاہتے ہیں یہاں ان کی ہی راہ نمائی و ہدایت کا بندوبست کیا گیا ہے کہ جاہلوں اور کفر پر اصرار کرنے والوں کے ساتھ اشتراک عمل بھی نہ ہو اور ان کے ساتھ مخاصمت بھی نہ ہو ان کے ساتھ تلخ کلامی، ترشی اور غصہ کے اظہار سے بھی روکا گیا ہے اس کی جگہ سنجیدگی، سربلندی اور کشادہ دلی، نیکی بھلائی کی تعلیم دی جارہی ہے تاکہ ان کی اس صلح پسندی اور خیر خواہی سے متاثر ہوکر وہ لوگ بھی اسلام کی طرف راغب ہوسکیں۔ اس آیت میں "سلام" سلام تحیہ نہیں ہے بلکہ سلام متارکہ ہے یہاں سلام سے مراد ترک مخاطبت ہے۔

ترجمہ: جس دن یہ ملاقات کریں گے (اللہ سے ملیں گے) ان کا تحفہ سلام ہوگا، ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے با عزت اجر تیار کر رکھا ہے۔ (الاحزاب۔۴۴)

تفسیر: اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے اہل ایمان بندوں سے اور خصوصاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت سے خصوصی تعلق ومحبت رکھتے ہیں اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ مومنین پر بہت مہربان ہے اور اس کی رحمت مومنین پر دنیا میں بھی ہے اور آخرت میں بھی رحمت باری تعالیٰ کے مستحق ہوں گے اس بات کا اظہار اللہ تبارک وتعالیٰ اس آیت مبارکہ میں فرمارہا ہے کہ جس دن یعنی روز آخرت اہل ایمان اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور پیش ہوں گے اور حساب کتاب سے نمٹ چکے ہوں گے تو تمام اہلِ جنت کو اللہ تعالیٰ خود سلام فرمائے گا اور کہے گا "السلام علیکم" ایک تو سلام خود ہی بڑا اہم اعزاز ہے چہ جائے کہ خود ربِ کائنات کی طرف سے سلامتی کی دعا دیا جانا، سلام تو خود ایک روحانی انعام ہے جس کا حاصل اکرام ہے (ابن ماجہ) اللہ تعالیٰ کی طرف سے مومنین کو السلام علیکم کہنے کا مطلب ایک ایسی خوش خبری ہے جس کا کوئی نعم البدل نہیں اور نہ سوچا جاسکتا ہے کہ مومنین کو ایک بہت ہی اعلیٰ ترین عمدہ ترین صلے کی خبر بھی دی جارہی ہے کہ تمہارے لئے جنت میں باعزت اور اعلیٰ مقام تیار ہے جو تمہارا رب تمہیں عطا فرمائے گا جیسا کہ سورۃ نحل کی آیت نمبر ۳۲ آپ کی نظر سے گزر چکی ہے جس میں کہا گیا ہے "فرشتے کہیں گے تم پر سلام اور تم جنت میں داخل ہوجاؤ اپنے نیک اعمال کی بدولت جو دنیا میں تم کرتے رہے ہو۔" ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا سلام مومنین کے اکرام کے لئے ہوگا۔ مومنین بھی ایک دوسرے کو سلام کریں گے جیسا کہ آپ سورۃ یونس کی تشریح میں پڑھ چکے ہیں۔ سلام کا اعزاز واکرام تو روحانی انعام ہے لیکن اللہ جسمانی انعام کی خبر بھی خود ہی دے رہا ہے کہ مومنین کے لئے نہایت عمدہ صلہ جنت میں تیار رکھا ہوا ہے بس ان کے پہنچنے کی دیر ہے آیت مبارکہ میں سلام تحیہ ہے جو اللہ سے ملاقات کے وقت اللہ کی طرف سے ہوگا اور اپنے مومن بندوں کا استقبال السلام علیکم سے کرے گا۔ اس آیت میں یہ بات بالکل واضح ہوگئی ہے کہ جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے راستے پر بالکل ویسے ہی چلے جیسا کہ بتایا اور دکھایا گیا یعنی اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم اختیار کی اور احکام الٰہی کے مطابق اپنی زندگی گزاری ایسے لوگوں کو ہی خوش خبری دی جارہی ہے روز آخرت جب تہلکہ مچا ہوگا ہر طرف نفسا نفسی کا عالم ہوگا اس روز صرف وہی لوگ مطمئن اور پرسکون ہوں گے جنہوں نے عین اللہ کی مرضی ومنشاء کے

مطابق دنیا میں زندگی گزاری ہو اس لئے ہر مسلمان کو اللہ سے وقت ملاقات سلامتی کی دعائے خیر حاصل کرنے کی کوشش وتیاری اسی دنیا میں کرنا ہوگی کیونکہ یہ دنیا ہی ہمارے لئے دارالامتحان ہے۔

ترجمہ: مہربان پروردگار کی طرف سے انہیں "سلام" کہا جائے گا۔ (یٰسین ۔۵۸)

تفسیر: اس آیت مبارکہ کو سمجھنے کے لئے یہ بات ہمیں ذہن نشین کرلینی چاہئے کہ میدان حشر میں نیک وصالح اہل ایمان کو روک کر نہیں رکھا جائے گا بلکہ ابتداہی میں ان کو بلا حساب یا ہلکی حساب فہمی کے بعد جنت میں بھیج دیا جائے گا کیونکہ ان کا اعمال نامہ اچھا اور صاف ہوگا۔ دنیا میں انہوں نے نیک اعمال کے ساتھ زندگی گزاری ہوگی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کو اختیار کیا ہوگا اس لئے انہیں دوران عدالت انتظار کی زحمت نہیں دی جائے گی۔ بلکہ جواب دہی کرنے والے مجرم افراد کو بتایا جائے گا کہ دیکھو یہ نیک صالح افراد ہیں جنہوں نے اپنی دنیاوی زندگی اللہ کے احکام کے مطابق اطاعت وفرماں برداری میں گزاری تھی' یہ اپنے اچھے نیک وپاکیزہ اعمال کی بدولت آج جنت کے مزے لوٹ رہے ہیں جبکہ تم سب مجرموں کو جنہوں نے احکام الٰہی سے انحراف کیا اور شیطان کے بہکاوے میں پھنس کر دنیا کی چند روزہ زندگی کو ہی سب کچھ سمجھا اب تمہیں اپنے ان ہی بداعمال کا حساب دینا ہوگا۔

آیت مبارکہ میں دوٹوک انداز میں خبر دی جارہی ہے کہ "اس مہربان پروردگار کی طرف سے جنتیوں کو سلام فرمایا جائے گا۔" ابن ماجہ کی ایک حدیث میں ہے کہ رب کریم خود بلاواسطہ اہل جنت کو سلام ارشاد فرمائیں گے۔ ابن ماجہ ہی کی ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی اس جنت میں جانے کا خواہش منداور اس کے لئے تیاریاں کرنے والا اور مستعدی ظاہر کرنے والا ہے' جس میں کوئی خوف وخطر نہیں۔ رب کعبہ کی قسم وہ سراسر نور ہی نور ہے اس کی تازگیاں بے حد ہیں' اس کا سبزہ لہلہاتا رہتا ہے' اس کے بالاخانے مضبوط بلند اور پختہ ہیں۔ اس کی نہریں پر اور رواں ہیں' اس کے پھل ذائقہ دار پکے ہوئے بہ کثرت ہیں' اس میں خوب صورت حوریں ہیں۔ ان کے لباس ریشمی اور بیش قیمت ہیں اس کی نعمتیں ابدی اور لازوال ہیں' وہ سلامتی کا گھر ہے وہ سرسبز اور تازہ پھلوں کا باغ ہے' اس کی نعمتیں بہت کثیر اور عمدہ ہیں' اس کے محلات بلند وبالا مزین ہیں۔ یہ سن کر جتنے بھی صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین موجود تھے سب نے کہا' یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم اس کے لئے تیاری اور کوشش کرنے اور اسے حاصل کرنے کی کوشش کرنے والے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "انشا اللہ کہو" انہوں نے کہا "انشا اللہ۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنتی اپنی نعمتوں میں مشغول ہوں گے۔ اوپر سے ایک نور چمکے گا۔ یہ اپنا سر اٹھائیں گے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہوں گے اور اللہ تعالیٰ فرمائیں گے "السلام علیکم یااہل الجنتہ" جنتی خاص طور سے اللہ رب رحیم کا دیدار کریں گے اس وقت وہ کسی دوسری نعمت کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھیں گے' یہاں تک کہ حجاب حائل ہوجائے گا۔ (ابن ماجہ)

ترجمہ: نوح (علیہ السلام) پر تمام جہانوں میں سلام ہو۔ (الصفت ۔۷۹)

تفسیر: آیت مبارکہ میں رب ذوالجلال فرمارہا ہے کہ ہم نے نوح علیہ السلام پر تمام جہانوں میں سلام بھیجنے کا انتظام کردیا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام اللہ کے جلیل القدر پیغمبر اور سب سے پہلے رسول تھے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے تک دنیا اپنی نشوونما کے ابتدائی دور میں تھی اس لئے اس دوران جو بھی انبیاء کرام مبعوث ہوئے انہوں نے توحید الٰہی کے ساتھ ساتھ ضروریات ومعیشت کی تعلیم وتلقین بھی کی حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں دنیا نے سن شعور کی منزل میں قدم رکھا وہ پہلے نبی ہیں جنہوں نے اپنی قوم کو احکام وشرائع کی تبلیغ کی۔ آج کی تمام دنیا کی کل آبادی حضرت نوح علیہ السلام کی اولادوں پر محیط ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کو اس

لئے ہی آدم ثانی بھی کہا جاتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام سے چھ سو برس بعد نویں پشت میں لامخ کے گھر پیدا ہوئے تھے ان کا نسب نامہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے نوح بن لامخ بن متوشلخ بن اخنوخ بن یارد بن مہلیل بن قینان بن انوش بن شیعث بن حضرت آدم علیہ السلام ان کی عمر نو سو پچاس برس کی تھی جب آپ کی بددعا سے طوفانِ نوح برپا ہوا' وہ اپنی قوم کو نو سو برس تک راہ حق پر چلنے کی ترغیب دیتے رہے۔ اس طوفان کے بعد آپ تقریباً پچاس برس زندہ رہے اس طرح آپ کی کل عمر ایک ہزار سال ہوئی جبکہ ابوالحاتم نے اپنی کتاب "المعمرین" میں ان کی عمر چودہ سو پچاس برس تحریر کی ہے۔ انہیں سمجھاتے بجھاتے رہے لیکن ان کی قوم اپنی گمراہی پر جمی رہی' صرف کچھ پاک باز لوگ ہی ایمان لائے اور کوئی ایمان نہ لایا وہ آپ کو اور آپ پر ایمان لانے والوں کو طرح طرح سے ستاتے' تنگ کرتے اور نت نئی تکالیف پہنچاتے تھے' آخر نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے تنگ آ کر اپنے پروردگار سے فریاد کی کہ میں ان سے تنگ آچکا ہوں' ہدایت وفہمائش کی تمام تدابیر بے کار ہو چکی ہیں' اے میرے رب تو انہیں ہلاک کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کو ان کے گھر والوں اور ان پر ایمان لانے والوں کو دن رات کی ایذا سے بچالیا اور نوح علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے ایک بڑی کشتی بنائی جس میں ان سے متعلق تمام افراد سوار ہو گئے' اس پر بھی ان کی قوم نے ان کا بڑا مذاق اڑایا کہ خشکی پر کشتی کی سیر کرنے چلے ہیں اور بہت سے نازیبا الفاظ بولتے رہے' پھر اللہ کے قہر نے انہیں آ پکڑا اور آسمان سے زمین سے پانی ہی پانی آنے لگا' یہاں تک کہ بڑے بڑے پہاڑ پانی میں غرق ہو گئے' دنیا کی تمام آبادی نیست ونابود ہو گئی' زندگی صرف اور صرف اللہ کے حکم سے بنائی جانے والی کشتی میں سوار لوگوں کی محفوظ رہی۔ آج دنیا کی آبادی حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹوں شام' حام اور یافث کی اولادوں پر ہی قائم ہے۔ اس طوفان کے بعد جسے طوفانِ نوح کہا جاتا ہے' حضرت نوح کی برائی اور تکذیب کرنے والے تمام افراد غرق آب ہو گئے اور ان کی بھلائی اور ذکر خیر کرنے والے ہی باقی بچے' یوں حضرت نوح علیہ السلام کے گزرنے کے ہزاروں سال بعد بھی دنیا ان کا ذکر خیر ہی کرتی چلی آ رہی ہے اور ان پر سلام بھیجتی رہتی ہے چاہے وہ یہود ہوں نصاریٰ ہوں یا اہل اسلام ہر امت ان پر سلام بھیجتی رہتی ہے' سارے جہاں میں حضرت نوح علیہ السلام کہہ کر ہی یاد کیا جاتا ہے۔ علیہ السلام کے معنی ہیں اس پر سلام۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی مہربانی وعنایات اور توجہ ہو اور حضرت نوح علیہ السلام کی بددعا کے اثر سے ان کے تمام دشمن طوفانِ نوح کی نذر ہو گئے کہ ان کا نام ونشان تک مٹ گیا۔ اس سورۃ کی اس آیت سے پہلے کی آیات میں اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے "اور ہمیں نوح (علیہ السلام) نے پکارا تو (دیکھ لو) ہم کیسے اچھے دعا قبول کرنے والے ہیں۔ ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو اس زبردست مصیبت سے بچالیا۔ اور اس کی اولاد کو ہم نے باقی رہنے والی بنا دیا۔ اور ہم نے اس کا (ذکر خیر) پچھلوں میں باقی رکھا۔ (الصفت ۔۷۵تا۷۸) اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کے ذکر خیر کو قیامت تک آنے والے اہل ایمان کے درمیان باقی چھوڑ دیا ہے اس طرح سب کے سب حضرت نوح علیہ السلام پر سلام بھیجتے ہیں اور بھیجتے رہیں گے۔

(جاری ہے)

امبرین ملک

ڈیئر آنچل اسٹاف میری سویٹ اینڈ کیوٹ دوستو اور تمام اہلِ پاکستان کو میری جانب سے محبتوں سے لبریز السلام علیکم! کیا حال ہے آپ سب کا امید ہے سب خیریت سے ہوں گے تو جناب آتے ہیں اپنے تعارف کی جانب تو آہم...... میرا نام امبرین کوثر ہے۔ چھ بھائی بہن ہیں، دو بھائی اور چار بہنیں ہیں۔ میرا نمبر پہلا، مطلب سب سے بڑی ہوں میں، آنچل سے رشتہ بہت پرانا تو نہیں ہے پر ہے بہت گہرا، چار سال سے پڑھ رہی ہوں آنچل۔ مائی سویٹ فرینڈز جن کے دم سے زندگی کا احساس ہوتا ہے۔ شمسہ، ندا اور میری سسٹرز میرے ابو بھی میرے فرینڈ ہیں۔ کاسٹ ہماری ملک اعوان ہے ضلع چکوال کے گاؤں ملتان خورد سے تعلق ہے۔ وفاق المدارس سے درسِ نظام کا کورس کر رکھا ہے، بہت کام چور ہوں کوکنگ کچھ خاص نہیں آتی پر جب کوئی کام سر پرآ ئے تو کر لیتی ہوں بقول میرے جب سر پرآیا سب کرلوں گی (ہاہاہا)۔ مجھے ناول اور رسالے پڑھنے کا شوق ہے، ناول میری چھوٹی بہن نورین لاتی ہے اور رسالے ابو سے منگواتے ہیں ہر ماہ، کافی زیادہ جمع کرکے رکھے ہیں ہم نے۔ بات اگر کلر کی ہو تو سیاہ، سرخ، سفید پسند ہے۔ کپڑوں میں فراک، چوڑی دار پاجامہ، بڑا سا دوپٹہ یا پھر لانگ قمیص اور پاجامہ اچھا لگتا ہے۔ میک اپ کرنا پسند نہیں نہ کبھی کیا ہے، جیولری میں بریسلیٹ اور گولڈ کی چین اور لاکٹ پسند ہیں اور خواہش کی بات ہو تو خواہشات تو بہت ہیں پر ان سب پر حاوی میری خواہش جس کے پورا ہونے کی دعائیں میں کرتی ہوں وہ ہے مدینہ پاک جانے کی اور عمرہ یا حج کی سعادت حاصل کرنے کی ہے۔ بات ہو جائے خوبیاں اور خامیاں کیا ہیں تو اس لحاظ سے میرا اسٹار سنبلہ ہے اس اسٹار خوبیاں یہ ہیں کہ بقول فرینڈز کے امبرین کیئرنگ ہے، دوستوں سے بہت محبت کرتی ہے جس کسی کے ساتھ پانچ، دس منٹ بیٹھ جاؤں میری دوست بن جاتی ہے بقول فرینڈز بہت خوش اخلاق ہوں۔ خامیوں میں سب سے بڑی خامی برداشت کی کمی ہے، بات بات پر رو دینے والی جلد اعتبار کرنے والی اور ہر کسی پر فوراً یقین کرلینے کا نتیجہ ہزار بار بھگت چکی ہوں۔ ماضی میں بے شمار غلطیاں کیں مگر ان سے سیکھا بھی بہت کچھ ہے۔ شمسہ کے بارے میں بے حد پوزیسو ہوں کہ وہ میری ہے اور بس میری ہی رہے اس سے محبت جو بہت ہے میرا بس چلے تو کسی اور کو دیکھنے ہی نہ دوں۔ میرا پسندیدہ شہر لاہور ہے، پسندیدہ ڈائجسٹ آنچل، شعاع اور خواتین ہے، پسندیدہ مصنفہ ماہا ملک، عمیرہ احمد، نمرہ احمد، نازیہ کنول نازی ہیں۔ پسندیدہ ناول "پیر کامل"، امر بیل، یہ چاہتیں یہ شدتیں، جان جاں تو جو کہے" اور نازیہ کنول نازی کا ناول "جھیل کنارہ کنکر" ہے۔ کھانے چنے پلاؤ، بریانی میٹھے میں کھیر اپسند ہے۔ کھٹی چیزیں بہت پسند ہیں مثلاً چاٹ، گول گپے املی وغیرہ۔ شمسہ میں جان ہے میری اس کے علاوہ کوئی دوستی کرنا چاہے، مجھ سے تو میں حاضر ہوں جناب! اب شمسہ کو غصہ آئے گا اس بات پر کہ مجھے دوستی کرنے نہیں دیتی کیسی ہے اور خود کرتی ہو پر خیر میں بہت دور ہوں اس سے اس لیے میری گردن محفوظ ہے ہاہاہا۔ آنچل سے اپنا تعلق ہمیشہ اسی طرح قائم رکھنا چاہتی ہوں، آخر میں ایک بات غلطی ماننے اور گناہ چھوڑنے میں کبھی دیر مت کیجیے کیونکہ سفر جتنا طویل ہوتا جائے واپسی اتنی ہی دشوار ہو جاتی ہے۔ اللہ ہم سب کو اپنے مقاصد میں کامیاب کرے آمین، اللہ حافظ۔

بشریٰ ایمان

السلام علیکم! ڈیئر آنچل اسٹاف ممبران اینڈ پیارے پیارے آنچل کے دیوانو میرا نام تو آپ جان ہی چکے ہیں، میرا نام بشریٰ، پیار کا نام آنسہ اور قلمی نام ایمان اُف...... ہمارے خاندان میں دو دو نام رکھنے کا رواج ہے۔ اب بات ہو جائے کچھ میری تشریف آوری کی، 11 ستمبر جمعۃ المبارک کو ہوئی اس لحاظ سے میرا اسٹار سنبلہ ہے اس اسٹار

والی ساری خوبیاں خامیاں مجھ میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔ تین عدد بھائیوں کی اکلوتی بہن ہوں میرے بھائی امی ابو میری فرینڈز سب بہت پیار کرتے ہیں۔ میں نے (ایم اے ایم ای ڈی) کیا ہوا ہے گورنمنٹ جاب ہے۔ ٹیچنگ مجھے پسند نہیں مگر وہ کہتے ہیں نہ کہ "زندگی ہمیں ہمارے منصوبوں کے مطابق جینے کا حق نہیں دیتی" مجھے سائیکاٹرسٹ بننے کا شوق تھا مگر ضروری نہیں دل جو چاہے وہ پا بھی لیں۔ کچھ بات ہوجائے میری خوبیوں اور خامیوں کی سب سے بڑی خامی میں ہر کسی پر جلد اعتبار کرلیتی ہوں جس کی وجہ سے بہت دھوکے کھا چکی ہوں۔ میری فرینڈز کے بقول معصوم بہت ہوں' امی کے بقول بے وقوف اور مروت کوٹ کوٹ کے بھری ہوئی ہے۔ میرا خیال پوچھیں تو میں خود کو بے وقوف کہوں گی کہ لوگوں کی پہچان ہی نہیں۔ ہر کسی کو مخلص سمجھ لیتی ہوں حالانکہ آج کل کے دور میں ایسا ہے نہیں' لوگ مطلبی بہت ہیں کیونکہ میں جس کے ساتھ مخلص ہوتی ہوں جان دینے کی حد تک ہوتی ہوں۔ غیروں کی نسبت اپنوں سے بہت دھوکے کھائے ہیں کیونکہ میری کزنوں نے میرے ساتھ جو کیا وہ نہ بھی بھول سکتی ہوں اور نہ ہی ان کو معاف کرسکتی ہوں۔ ہاں اپنا معاملہ اللہ پر چھوڑ دیا وہ بہترین انصاف کرنے والا ہے۔ خامی یہ ہے کہ غصہ بہت جلد آتا ہے مگر غلط بات پر اور جھوٹ پر پھر تو میں جو بولتی ہوں تو اگلے بندے کے چودہ طبق روشن کردیتی ہوں کیونکہ جو مجھے برا لگتا ہے منہ پر کہہ دیتی ہوں۔ منافقت نہیں ہوتی بات کہہ کر ختم کردیتی ہوں' دل میں نہیں رکھتی۔ جذباتی بہت ہوں اور ہر چیز اور ہر رشتے میں شدت پسند اپنی کوئی چیز بھی کسی کے ساتھ شیئر نہیں کرپاتی جو چیز یا انسان میرا ہے تو میرا ہے۔ مجھے گاڑی ڈرائیو کرنے کا بہت شوق ہے مگر کوئی اس کی اجازت ہی نہیں دیتا کھانے میں مجھے چائنیز اور چٹ پٹے کھانے بہت پسند ہیں۔ پزا اور آئس کریم میرے موسٹ فیورٹ ہیں۔ مابدولت کو پھوہڑ نہ سمجھ لیا جائے کافی سگھڑ ہوں سوائے روٹی کے سب پکا لیتی ہوں میرا مطلب ہے ہر ڈش مگر دوسروں کو میرے ہاتھ کا پکا ہوا اچار گوشت' کباب اینڈ دودھ والی سویاں بہت پسند ہیں۔ میری اسکول اور کالج کی بیسٹ فرینڈز جن کے ساتھ ابھی تک اللہ کا شکر ہے ویسی ہی دوستی قائم ہے جیسی آپی ان ضیا شازیہ طیبہ رفعت نوشین' اگر سب کے نام لکھنے لگی تو پھر آنچل کے صفحات پر میری دوستوں کا ہی نام درج ہوگا جن کے نام رہ گئے معذرت۔ چھٹیوں میں کراچی میں بہت مزا آیا' لطف دوبالا ہوگیا۔ فیورٹ کلرز بلیک' وائٹ اینڈ پنک ہیں' وائٹ کلر مجھے جنون کی حد تک پسند ہے۔ چوڑی دار پاجامہ' فراک اور لمبا دوپٹہ بہت پسند ہے' فیشن مجھے وہی اچھا لگتا ہے جو مجھ پر سوٹ کرے۔ جیولری میں پائل اینڈ بندیا اور بڑے بڑے جھمکے بہت پسند ہیں۔ مہندی جنون کی حد تک پسند ہے مگر لگانی نہیں آتی۔ موسم میرے نزدیک وہی اچھا ہے جب دل کا موسم اچھا ہو مگر گرمیوں کا موسم میرا فیورٹ ہے' شاعر حضرات میں احمد فراز' وصی شاہ' محسن نقوی' پروین شاکر اور نوشی گیلانی بہت پسند ہیں۔ آنچل کو میں نے "محبت دل پہ دستک" سے پڑھنا شروع کیا اور ایسا چسکا پڑا کہ اب جب تک آنچل پڑھ نہ لوں سکون ہی نہیں آتا۔ فیورٹ رائٹرز میں عمیرہ احمد' فرحت اشتیاق اور عفت سحر طاہر اور نمرہ احمد ہیں۔ مجھے ہر گفٹ پسند ہے جو بھی دل سے دیا جائے کیونکہ گفٹ چاہے چھوٹا سا ہو' دینے والے کا خلوص دیکھا جاتا ہے۔ میری زندگی کا سب سے بڑا دکھ میرے ابو کی وفات ہے اور یہ ایک ایسا دکھ ہے اور ایسا زخم ہے جس کا دنیا کی کوئی دوا مداوا نہیں کرسکتی اور دوسرا بڑا دکھ اپنی کزن پر اعتبار کا مجھے سب نے بہت روکا تھا اور سمجھایا تھا مگر اس وقت میری آنکھوں پر پٹی بندھی تھی میں نے اس کو اتنا پیار' مان اعتبار دیا کہ اگر میری سگی بہن بھی ہوتی تو اس کو بھی اتنا پیار نہ دے پاتی مگر اس نے جو کچھ میرے ساتھ کیا اس کو پوری زندگی معاف نہیں کرسکتی اور جس کی خاطر اس نے مجھے دھوکہ دیا مجھے ابھی تک یقین نہیں آیا کہ وہ اس حد تک گرسکتی ہے میں نے اپنا معاملہ خدا کے سپرد کیا اور جو لڑکی میرے ساتھ مخلص نہیں ہوسکی' جس کو منہ کا نوالہ تک دیا وہ دنیا میں کسی کے ساتھ بھی مخلص نہیں ہوسکتی۔ میری آپ لوگوں سے بھی یہی درخواست ہے کہ کسی غیر پر اعتبار کرلیں مگر کسی اپنے پر ہرگز نہیں اور خاص طور پر کزنز پر۔ محبت میرے نزدیک آج کل کے دور میں ٹائم پاس اور دھوکہ ہے ایک وقت میں بہت سی لڑکیوں سے فلرٹ ہورہا ہوتا ہے اب تو خیر بہت سی لڑکیاں بھی اس ڈور میں شامل ہوچکی ہیں۔ اپنی

روایات، اقدار اور وقار کو بھول کر اور یہ سب جہاں میڈیا کی مہربانی ہے۔ مجھے لگتا ہے اب آپ لوگ بہت بور ہو چکے ہیں کیا خیال ہے کہ آپ کی جان چھوڑ دوں اُف کتنے بے مروت ہیں آپ لوگ ایک بار بھی نہیں کہا کہ نہ جاؤ، خیر آپ خوش ہو جائیں میں آپ کی جان چھوڑ رہی ہوں مگر جاتے جاتے میری فیورٹ شاعری سے لطف اندوز ہوتے جائیں۔

میں اس دور کی لڑکی ہوں
ریت کے گھروندوں کے انجام سے باخبر
ان کے سپنوں کی تعبیر سے آشنا
اس لیے مجھے کسی سے محبت نہیں ہوتی

اللہ حافظ۔

شبانہ اسحاق

السلام علیکم! باادب، باملاحظہ ہوشیار ملکہ عالیہ (یعنی ہم) تشریف لارہی ہیں۔ جی تو پیارے قارئین اینڈ ریڈرز ملکہ عالیہ کو شبانہ اسحاق کہتے ہیں عرف عام میں شَبّی بھی کہہ سکتے ہیں۔ میرا نام مجھے بہت اچھا لگتا ہے کیونکہ میرا نام میرے پیارے بابا جانی یعنی میرے ابو جی نے رکھا (مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے جب میں کہوں کہ میرے ابو حیات نہیں، مجھے ابھی تک یقین نہیں آتا ہے)۔ میرے ابو کی ڈیتھ کو ایک سال ہو گیا ہے وہ بہت اچھے تھے۔ میرے اچھے دوست بھی میرا سب کچھ ان کے بعد میری امی ہیں۔ میرے فیملی ممبر میں پانچ بہنیں چھ بھائی ہیں۔ میرا نمبر پہلا ہے پھر رخسانہ اسحاق، رضوان اسحاق، ریحاق اسحاق، حافظ عثمان اسحاق، فرحان اسحاق، فرحانہ شاہ، عمران اسحاق، مصباح شاہ، حنا شاہ اینڈ اقشا اسحاق میں ان سب سے بہت پیار کرتی ہوں۔ تعلیم میٹرک، آگے پڑھنا چاہتی ہوں اگر حالات نے ساتھ دیا تو لیکچرار بننے کی خواہش ہے۔ تاریخ پیدائش پانچ جولائی ہے، پاکستان کے شہر ملتان میں رہتی ہوں جسے ولیوں کا شہر بھی کہتے ہیں۔ مجھے اپنے ملک پاکستان سے بے تحاشا محبت ہے، جی چاہتا ہے اس کا گوشہ گوشہ گھوموں، اولیاء اللہ بزرگان دین سے بہت محبت ہے۔ پسندیدہ شخصیت میرے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور میرے ابو جی ہیں، کھانے پینے میں کڑی چاول، مٹن بریانی، میٹھا کچھ خاص پسند نہیں اس کے علاوہ آئس کریم، کولڈ ڈرنک میں مینگو جوس اینڈ ڈیو پسند ہے۔ دوستوں میں میری امی سب سے اچھی دوست ہیں، میں ان سے ہر بات شیئر کرلیتی ہوں (ویسے کبھی کبھی ڈانٹتی بھی ہیں)۔ میری دوستوں کی کوئی لمبی لائن نہیں ہے بس ایک دوست باجی رانی ہیں (دیکھ لیں میں نے آپ کو یاد رکھا)۔ مجھے دوستوں سے دھوکے ملے اس لیے کسی پر اعتبار نہیں کرتی، آنچل دوستوں میں کوئی دوست بننا چاہے تو ویلکم۔ رائٹرز میں تمام ہی اچھا لکھتی ہیں لیکن جو چند ہیں جنہیں میں دل کی گہرائیوں سے چاہتی ہوں پہلے نمبر پر میرا شریف طور جن کے بارے میں جاننے کے بعد لگتا ہے میں نے خود کو پڑھا ہے آپ کی زندگی کے بہت سے پہلو میری زندگی سے ملتے ہیں۔ آپ کے لیے بہت کچھ لکھنے کو دل کرتا ہے میرا جی! مختصر یہ کہ جہاں رہو خوش رہو۔ کبھی آپ کے عروج کو زوال نہ آئے آئی مس یو آئی لو یو سوچ۔ اس کے علاوہ نازیہ کنول نازی، عشنا کوثر سردار، اقراء صغیر، ام مریم، سباس گل تمام رائٹرز بہت اچھا لکھتی ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو ڈھیروں کامیابیوں سے ہمکنار کرے۔ رات کا وقت بہت اچھا لگتا ہے خصوصاً جب چودھویں کا چاند اپنی آب وتاب کے ساتھ چمک رہا ہو، تنہائی ہو اور اللہ تعالیٰ کا ساتھ پھر میں اللہ تعالیٰ سے ڈھیروں باتیں کرتی ہوں۔ بارش بہت اچھی لگتی ہے، کلرز میں پنک اینڈ بلیک، لباس لانگ شرٹ کے ساتھ ٹراؤزر اور بڑا سا دوپٹہ اینڈ ساڑھی (جو کبھی پہنی نہیں) ویسے تھوڑی رومینٹک ہوں (بس اپنی حد تک) رومینٹک لوگ پسند ہیں، بے حسی سے سخت نفرت ہے۔ سادگی بہت پسند ہے اور سادہ لوگ۔ گانے سنتی ہوں کوئی ایک پسند نہیں۔ ٹی وی دیکھتی نہیں نا ہمارے گھر میں ہے اس لیے ایکٹرز کے بارے میں کوئی خاص رائے نہیں۔ شاعری پڑھتی ہوں، اچھی لگتی ہے وصی شاہ اور فراز پسند ہیں۔ دینی کتب کا مطالعہ پسند ہے، بھائی عالم ہیں تو ڈھیروں کتابیں ہیں، بڑے بڑے عالم حضرات کی جو بہت شوق سے پڑھتی ہوں اور کبھی موقع ملے تو درس بھی دیتی ہوں۔ نعت خوانی بہت پسند ہے، کبھی کبھی محفل ہو تو پڑھتی ہوں اس کے علاوہ جو دل کی اولین خواہش ہے خانہ کعبہ کی خوب صورت سرزمین جہاں میرے آقا دو جہاں آرام فرما

ہیں کی زیارت کروں اور اپنی فیملی کے ساتھ یعنی حج اکبر کی سعادت نصیب ہو آمین۔ بہت باتیں ہوگئیں پھر بھی تشنگی ہے کہ ختم نہیں ہورہی' زندگی رہی تو پھر ملاقات ہوگی' پلیز قارئین بتایئے گا تعارف کیسا لگا' آپ کی رائے کا انتظار رہے گا' اللہ حافظ۔

السلام علیکم! ہم مابدولت پوری آب وتاب کے ساتھ آپ سب کی خدمت میں اپنے خوب صورت تعارف کے ساتھ حاضر ہیں اپنی دوستوں کے پُر زور اصرار اور بارہا کہنے پر اور کبھی ایموشنلی بلیک میل کرنے کے بعد ہمارے دل میں جو کہ بے حد نرم اور حساس ہے' ترس آ گیا سوچا چلو لکھ مارتے ہیں تعارف ہمارا کیا جاتا ہے۔ تو جناب جیسا کہ جانتے ہیں آپ سب مجھ نا معلوم کو رابعہ اکرم کہتے ہیں۔ نام ہمارے ابوجی نے رکھا' اسکول میں رابعہ شہزادی کہا جاتا تھا تنگ نیم بہت ہیں زیادہ تر سب ہی رابی کہتے ہیں' دوستیں گھر والے رابعہ ہی کہتے ہیں۔ کرن شاہ جو کہتی ہے وہ...... اور عائشہ ملک جگنو کہتی ہے' چند موٹی' ویسے میں ہوں موٹی بہت زیادہ نہیں۔ ماموں کی شہزادی' اور یاد نہیں رہے ہاں آرزو اور جناب کپڑوں میں مجھے آرام دہ لباس پسند ہے جو باوقار بھی ہو۔ بے ہودہ نہیں یعنی ہماری شلوار قمیص اور دوپٹہ' لہنگا بھی پسند ہے۔ رنگوں میں سفید' گلابی اور فیروزی رنگ پسند ہے۔ کھانے میں سموسے' برگر' چاول' مٹر قیمہ' فروٹ چاٹ بہت پسند ہے اور ہاں کباب بھی بہت پسند ہیں۔ کھانا پکانے کا بھی اور نت نئی چیزیں پکانے کا بہت شوق ہے جو کہ اکثر ہم پورا کرتے رہتے ہیں۔ مزاج میں ہم بہت ہنسنے ہنسانے والے ہیں' جولی طبیعت کے مالک لیکن اب غصہ بلاوجہ اور بے مقصد آتا ہے اور بے حساب آتا ہے اپنے اس غصہ کے ہاتھوں بہت تنگ ہیں ہم۔ کرن کو اکثر شکوہ رہتا ہے میرے اس غصے سے' یار کوشش کروں گی کہ غصہ کم کیا کروں۔ اس غصہ کا نزلہ عائشہ بے چاری پر بھی گرتا ہے' توبہ میری معصوم دوستیں اور یہ ظالم غصہ۔ اکثر و بیشتر وہ بھی پھر ناراض ہو جاتی ہیں' سوری مانو بلی (کرن شاہ) اور میری رانی (عائشہ ملک) یہ دونوں میری خاص دوستیں ہیں مطلب بیسٹ فرینڈز انہوں نے ہی مجھے اس قابل سمجھا کہ بیسٹ فرینڈ بنایا' میں ان دونوں کی بے حد شکر گزار ہوں۔ خوبیاں اور خامیاں یہ ہیں کہ مشکل سوال ہے جناب...... پہلے خوبیاں حساس بے حد و بے حساب ہوں۔ کسی بزرگ کو کام مطلب محنت مزدوری کرتے دیکھ لوں تو دل بہت دیر تک بے چین رہتا ہے اور جیسے گدھا گاڑی پر اتنا بڑا پانی کا ڈرم رکھا ہوتا ہے' خدا جانے کتنا ٹن پانی ہوتا ہے اس بے زبان جانور پر اتنا ظلم دیکھ کر دل بہت دکھتا ہے۔ ہم لوگ بہت بے حس ہیں' بھول گئے ہیں کہ آگے جا کر حساب بھی تو دینا ہے' خوف خدا ختم ہو چکا ہے۔ نرم دل کی مالک ہوں' دوستیں کہتی ہیں معصوم ہوں جبکہ میں کہتی ہوں بے وقوف ہوں' لوگ بے وقوف بنا جاتے ہیں۔ پروا کرنے والی ہوں اور جناب اب خامیاں ہو جائیں جیسا کہ پہلے بتایا غصہ بہت آتا ہے' جو کہ حرام بھی ہے اور بے حساب آتا ہے اکثر تو بے وجہ آتا ہے اور میں دوسروں سے لڑتی ہوں اگر بے انصافی ہو ذرا سی بھی چاہے سامنے کوئی بھی ہو' پتا نہیں خوبی ہے یا خامی۔ نماز کی پابندی نہیں کر پاتی جبکہ پہلے ایسے نہیں ہوتا تھا' بے حد بُری عادت اللہ پاک بدلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اپنے ملک کے حالات دیکھ کر بس دل میں خیال آتا رہتا ہے کہ کب ہمارے ملک کے حالات بہتر ہوں گے' کب ترقی کی راہ پر گامزن ہوگا۔ خیر اللہ پاک اپنی رحمتیں برکتیں ہم پر ہمارے اس پاک وطن پر اپنے محبوب کے صدقے ہر وقت رکھے' آمین۔ مشروبات میں پیپسی اور بادام کا شربت پسند ہے۔ خوشبو اپنی مٹی کی' گلاب کی' کلی کی' رات کی رانی کی پسند ہے۔ پودے لگانے کا بے انتہا شوق ہے۔ صحافی بننے کا ارادہ ہے' اللہ مجھے میرے مقصد میں کامیاب کرے' آمین۔ کرن شاہ عرف مانو بلی میری بہت ہی اچھی بہترین دوست جس کا کوئی نعم البدل نہیں' اس کے ساتھ ہی اجازت چاہوں گی' اللہ حافظ۔

عیدِ قرباں
سعیدہ نثار

ایمن اظہر...... بورے والا

1) عید قرباں ہمیں ایک عظیم کی یاد دلاتی ہے' اس لیے یہ ہر لحاظ سے اہم اور خاص ہوتی ہے۔ خاص بات تو قربانی کے جانور لانا اور ان کی دیکھ بھال کرنا ہے' ان کی ہر ضرورت کا خیال رکھنا چاہیے' وقت پر کھانا اور پانی دینا چاہیے۔

2) قربانی کا جانور تو ہفتہ یا چار پانچ دن پہلے ہی آتا ہے۔ اگر بکرا وغیرہ ہو تو ہمیشہ پہلے دن ہوتی ہے اور دوسرے دن بیل یا بچھڑے کی قربانی ہوتی ہے۔

3) خاص ڈش تو ماما ہی پکاتی ہیں' بیف یا مٹن پلاؤ اور مٹن کڑاہی اور پہلے دن کلیجی تو ضروری ہے۔ ہم تو عید پر آرام کرتے ہیں یا اپنے دوستوں اور گھر والوں کے لیے مختلف ڈشز پکاتے ہیں (گوشت کے علاوہ) بریڈ چکن رولز' چنا چاٹ وغیرہ۔

4) عید کا گوشت ہمیشہ پاپا جی بناتے اور بانٹتے ہیں۔ ہمیں تو بس ایک مخصوص حصہ پکانے کے لیے مل جاتا ہے کہ لو بھئی یہ پکالو۔ ہم لوگ پاپا جی کے آرڈر کے مطابق ایک ہفتے کے اندر اندر سارا گوشت ختم کردیتے ہیں' فریز نہیں کرتے۔

5) اللہ کا شکر ہے ہمارے ساتھ ایسا کبھی نہیں ہوا البتہ ایک بار کسی اور کا بیل بھاگ کر ہمارے گھر گھس گیا تھا پھر کیا تھا جی ہم سب بھاگ دوڑ کر کمروں میں چھپ گئے پھر اس کا مالک آکر لے گیا تو باہر آئے ہم۔ آخری بات عید الاضحیٰ پر غریبوں کو خراب گوشت مت دیں' اچھا اور صاف گوشت دیں اور صفائی کا خاص خیال رکھیں' اللہ حافظ۔

عائشہ ابی بی...... جہلم

1) میں عید قرباں کی تیاریوں میں کوئی بھی خاص تیاری اور اہتمام نہیں کرتی۔

2) قربانی کا جانور ابو جان اپنے دوستوں کے ساتھ مل کر ایک یا دو ہفتے پہلے لے آتے ہیں اور چونکہ ابو جان کے دوست بھی ساتھ ہی قربانی کرتے ہیں تو ہم لوگ قربانی عید کے پہلے دن ہی کرتے ہیں۔

3) ہاں جی ایسی ڈش صرف کلیجی ہی ہے جو ہر عید پر ابو جان مجھے ہی تیار کرنے کو کہتے ہیں گزشتہ تین یا چار سال سے معمول ہے کہ ابو کہتے ہیں جاؤ بیٹا کلیجی پکاؤ کیونکہ کلیجی کی فرمائش ابو جان ہی کرتے ہیں تو داد بھی انہی سے وصول کرتی ہوں ورنہ مجھے کوکنگ نہیں آتی ہے (ہی ہی ہی)۔

4) مجھے اگر کسی عید پر زیادہ مذاق سوجھ رہا ہو تو گوشت ابو جان کو کہتی ہوں پکا کردیں اور ہاں مرد حضرات چاچو جی' تایا جی' ابو جان سب ہی گوشت کے برابر حصے کرتے ہیں اور انہیں کاٹ کر بھی امی جان کو دیتے ہیں بس ان سے زیادہ وہ کچھ نہیں کرتے۔

5) نہیں کیونکہ ہم کبھی مویشی منڈی نہیں گئے مگر بقرا عید کے دن جب خبریں آرہی ہوتی ہیں اور جب فنی ویڈیوز میں جانور دکھائے جاتے ہیں کہ کیسے بھاگ جاتے ہیں تب میں دیکھ کر بہت محظوظ ہوتی ہوں اور ہنس ہنس کر برا حال ہوجاتا ہے۔

عائشہ اختر بٹ...... سرگودھا

1) عید قرباں کی تیاریوں میں خاص اور اہم بات' ہاں یاد آیا رخسانہ (سسٹر) گھر کا کونہ کونہ جب تک صاف ستھرا نہ کرلے اسے چین نہیں پڑتا۔ وہ ہر عید پر کمروں کی سیٹنگ تبدیل کرتی ہے اور مجھے اور کائنات (چھوٹی بہن) کو تو بیچ کمرے سے اٹھا کر باہر پھینک دیتی ہے جس پر ہم دونوں خوب احتجاج بھی کرتی ہیں چونکہ مجھے تو ڈسٹ الرجی ہے تو میں تو منہ سر لپیٹ کر سیکنڈ پورشن پر اپنا بوریا بستر لے جاتی ہوں لیکن کائنات کی

خوب درگت بنتی ہے بیڈ ادھر کرواؤ الماری یہاں رکھواؤ یہ کرو وہ کرو وغیرہ وغیرہ اور ہاں قربانی کے لیے ٹوکے چھریاں' چٹائی وغیرہ اور شاپرز ریڈی کر کے رکھتے ہیں تاکہ بھیا عین وقت پر ڈانٹ نہ پلادیں۔

2) قربانی کا جانور لانا بھیا لوگوں کی ذمہ داری ہوتی ہے تو وہ کبھی جلدی کبھی ایک دو دن پہلے بھی لے آتے ہیں مگر ہمیں اس کی تصویر ضرور لا کر دیتے ہیں (جانور گاؤں بابا کے گھر رکھا جاتا ہے' آئی مین کسی نزدیکی باڑے وغیرہ میں) اور ہمارے ہاں قربانی عید کے پہلے روز ہی کی جاتی ہے۔

3) ایسی کوئی انوکھی اور منفرد ڈش تو نہیں ہے بتانے کے لیے مگر میں ہمیشہ کلیجی آنے کا اور پھر پکنے کا انتظار کرتی ہوں جو مجھے بے حد پسند ہے اور قربانی چونکہ ہمارے آبائی گھر کی جاتی ہے لہٰذا یہاں (شہر) گوشت دو تین بجے تک پہنچتا ہے اس لیے لنچ کی ساری ڈشز ہم لوگ جلدی جلدی چکن سے پکاتے ہیں پھر سارا دن فارغ' نان ہوٹل سے منگوا لیے جاتے ہیں۔

4) بالکل کرتے ہیں بلکہ ہمارے گھر میں تو سارا گوشت میرے بھائی خود ہی تقسیم کرتے ہیں' حصے وغیرہ بنا کر ہاں گاؤں میں بابا اپنے ہاتھوں سے کرتے ہیں اپنے حصے کا۔ بابا' دادو (مرحومہ) دادا' چھوٹی امی اور اپنے حصے کی قربانی کا اور بھائی اپنی' یاسر بھائی اور مما کی قربانی کا بانٹتے ہیں (جب دونوں فیملیز اکٹھی تھیں تو بابا ہی کرتے تھے لیکن اب علیحدہ علیحدہ۔

5) مجھے یاد نہیں ہیں چونکہ جانور آبائی گھر ہی لایا جاتا ہے اور وہیں ذبح بھی کیا جاتا ہے لہٰذا اس دفعہ "واقعہ" کے لیے معذرت' سب کو بہت خلوص سے عید مبارک' رنجش مٹاؤ' اچھے سے عید مناؤ' اللہ حافظ۔

ندا علی عباس...... سوہاوہ گجر خان

1) کچھ خاص تیاریاں تو نہیں ہوتیں' ہاں ایک چیز جو میں جوش و خروش کے ساتھ کرتی ہوں' غریبوں میں گوشت بانٹنا۔ وہ تمام ہمسائے لوگ (جو حق دار بھی ہیں اس چیز کے) ان تمام لوگوں کے گھر میں اور میرا بھائی (جڑواں) اوزین دونوں جاتے ہیں۔ خاص کر ہمارے گھر سے آدھا گھنٹہ دور ڈرائیو کر کے ہم دونوں جاتے ہیں۔ جھونپڑیوں میں بہت سے لوگ وہاں رہتے ہیں ان کا حصہ تو ہر بار نکلتا ہے' ہمیں خوشی بھی ہوتی ہے اور کچھ وقت ان کے ساتھ بتا کر اچھا لگتا ہے۔

2) پہلے تو جانور دس پندرہ دن پہلے آجاتا تھا اس حوالے سے میں ایک واقعہ شیئر کرنا چاہوں گی' ایک دفعہ شاہ زین بھیا اور بابا جان بکرے لے کر آئے' دس دن تو بکرے ٹھیک ٹھاک رہے مگر آخری دن (عید سے ایک دن پہلے) ایک بکرے کو ٹھنڈ لگ گئی' جو چیز کھائے قے کردے' کھائے پئے بھی کچھ نہ۔ ایسے پڑا رہا ہے جیسے خدانخواستہ مر گیا ہو' تب میں پندرہ سال کی تھی رو رو کے میرا برا حال (بھئی اتنے دنوں میں اس سے انسیت جو محسوس ہونے لگی تھی) پھر عید کے پہلے دن اسی کو پہلے قربان کیا تھا اس دن کے بعد اب بھیا دو دن پہلے لے کر آتے ہیں ہم ہر سال دو بکرے ذبح کرتے ہیں تو ایک پہلے دن اور دوسرا تیسرا دن کیونکہ عید کے دوسرے دن تایا ابا قربانی دیتے ہیں۔

3) چونکہ کچن میں میرا جانا بہت کم ہوتا ہے۔ اس لیے عید کے دن خاص کر اوزین اور اس کے فرینڈز کے لیے بریانی پکاتی ہوں (جو وہ میرے ہاتھ کی شوق سے کھاتا ہے) اور شاہ زین بھیا کے لیے چکن کڑاہی۔ بس بھائیوں کی فرمائشیں کبھی رد نہیں کر سکتی اس لیے عید کے عید ہی کچن کو اپنا دیدار کروانا فرض سمجھتی ہوں۔

4) عید کے دن گوشت کی تقسیم سب کے ساتھ مل کر کرتی ہوں اور جہاں تک بات ہے دوسرے کاموں کی تو ویسے تو مما ہر روز کرتی ہی رہتی ہیں' میں تو کم کم ہی ہاتھ بٹاتی ہوں۔ ہاں عید والے دن میں اوزین' شاہ زیب بھیا' جازب (بھتیجا جو ابھی پانچ سال کا ہے) ہم سب کچن میں دھاوا بول دیتے ہیں' کزنز بھی آجاتے ہیں' مما

کو باہر نکال دیا جاتا ہے پھر ہم سب لڑکے لڑکیاں مل کر سارا کام سنبھالتے ہیں۔ کھانا پکانا سے لے کر صفائی ستھرائی تک کا' عید کا ہی دن نہیں کوئی بھی خاص دن ہو ماشاء اللہ سے ہمارے گھر کے سارے مرد ہمارے ساتھ ساتھ کھڑے رہتے ہیں۔

5) ہاں ایک بار تایا ابا کے گھر ایسا ہوا تھا پچھلے سال تایا ابا نے گائے کی قربانی دی تھی تو عید کے پہلے دن ہم سارے ان کے گھر اکٹھے تھے تو عید کے دن سارے کزنز اور بڑے بزرگ (مرد حضرات کی بات کر رہی ہوں) عید کی نماز کے لیے گئے تو جو کزنز لڑکے تھے وہ سارے جلد نماز پڑھ کر لوٹ آئے۔ لڑکے آٹھ بجے کی مسجد میں گئے جبکہ بزرگ پارٹی ساڑھے آٹھ بجے نماز کے لیے نکلے اب ہوا کچھ یوں قصائی کے آنے کا ٹائم تھا دس بجے اُدھر لڑکے نماز پڑھ کر لوٹے اُدھر قصائی صاحب آ پہنچے اب لڑکے سارے بوکھلا گئے کبھی بڑوں کے نہ ہوتے ہوئے قربانی کی نہیں تھی اب بڑے تو مسجد میں تھے مرتے کیا نہ کرتے' جوش و خروش سے اٹھ گئے کہ چلو اس بار بڑوں کے آنے سے پہلے قربانی کروا کے داد وصول کرنی ہے۔ ماشاء اللہ سے آٹھ لڑکے تھے بیس سے تیئس سال کی عمر کے تھے سارے جوش سے گائے کو نیچے گرایا۔ قصائی صاحب بھی گائے پر جھک گئے' ہوا کچھ یوں گائے صاحبہ پہلے تو چپ چاپ تماشہ دیکھتی رہیں' جیسے ہی گردن پر چھری پھیری آدھی کٹی گردن کے ساتھ اپنا آپ چھڑوا کے اٹھ بھاگی۔ قصائی صاحب شور مچاتے ہوئے گائے کے پیچھے بھاگے' لڑکے تو ہک دک کھڑے قصائی کو گائے کے پیچھے بھاگتے دیکھتے رہے اور ہم لڑکیاں ٹیرس پر کھڑی لڑکوں کو قصائی کا ساتھ دینے کو چلا رہی تھیں۔ ایک دوسرے کو آگے کرتے رہے۔ میں اور عائشہ (کزن) نے لڑکوں کو بزدلوں والے دو چار طعنے مارے تو پارٹی جوش میں آ گئی جوش میں گائے کو پکڑنے دوڑے' تھوڑی دیر کو منظر کچھ یوں تھا کہ لڑکے آگے بھاگ رہے اور گائے ان کے پیچھے اور قصائی صاحب سر پکڑ کر سڑک پر بیٹھے نظر آئے۔ قصہ مختصر شاہ زیب بھیا' اذہان اور روحان بھیا کو اطلاع دی گئی وہ آئے تب تک گائے بے دم ہو کر بیٹھ چکی تھی۔ پانی وغیرہ پلا کر اسے قربان کیا گیا۔ یہ واقعہ گو کہ اتنا پرانا نہیں ہے مگر جب بھی یاد کرو مسکرانے پر مجبور کر دیتا ہے۔

فیاض اسحاق مہیانہ......

سلانوالی

1) ہمارے ہاں عید قرباں کی خاص اور اہم بات یہ ہے کہ چھوٹی عید کی نسبت اس عید کی تیاری انتہائی زور و جوش سے کی جاتی ہے اور قربانی کی خاص تیاری گھر کو اور جانور کے رکھنے کی جگہ کو صاف کر کے کی جاتی ہے۔

2) قربانی کا جانور عموماً سال پہلے ہی لے لیا جاتا ہے اور گھر میں چاند رات کو لایا جاتا ہے اور قربانی ہمیشہ پہلے ہی دن کی جاتی ہے' ہمارے ہاں پہلا دن ہی قربانی کے لیے مخصوص ہوتا ہے۔

3) قربانی کے گوشت سے ویسے تو بہت سی ڈشیں تیار کی جاتی ہیں لیکن نمکین گوشت پکا کے خوب داد وصول کی جاتی ہے۔

4) عید پر چاہے گوشت کی تقسیم ہو یا گھریلو امور ہمارے مرد حضرات ہمارے ساتھ بالکل بھی تعاون نہیں کرتے' عید کے دن سارا کام ہم خواتین کو ہی مینج کرنا پڑتے ہیں۔

5) ہم نے اپنے مویشی کو کبھی بھی بھاگنے کا چانس ہی نہیں دیا' اس کو اتنا پیار دیتے ہیں کہ جانور خود ہی کہتا ہے کہ بھاگنے سے بہتر ہے آپ ہمیں ابھی ذبح کر دو' یہ ہے ہماری جانور کے ساتھ لو اسٹوری۔

ثناء اعجاز حسین قریشی......

ساہیوال

1) ہمارے ہاں عید قربان کی تیاریاں اتنی خاص نہیں ہوتیں' چاند نظر آنے کے بعد گھر کی صفائی ستھرائی شروع ہو جاتی ہے۔ تھوڑی سی شاپنگ بھی کر لیتے ہیں' ہاں اس دفعہ میں کچھ زیادہ ہی خوش ہوں کیونکہ عید کے

چوتھے دن 17 ستمبر کو میری برتھ ڈے ہے اور کچھ دن بعد میری باربی ڈول تمثین زہرہ کی بھی دوسری سالگرہ ہے تو پھر ہم نے بہت زبردست سا پلان بنایا ہے۔ عید کے پہلے تین دنوں میں دونوں بڑی بہنیں اپنے گھروں میں مصروف ہوتی ہیں۔ ہاں اب دوسرے سال سے باجی شہلا عید یہاں آ کر کرتی ہیں تو بہت مزہ آتا ہے۔ عید کے دوسرے دن وہ اور بھائی منیر ہمارے گھر آ جاتے ہیں تو پھر ایسا لگتا ہے کہ اب اصل عید ہے کیونکہ پھر دوسری بہنیں بھی آ جاتی ہیں اور عید کی اصلی خوشیاں بہن بھائیوں سے مل کر ہی ملتی ہیں نا۔

2) ہمارا پیشہ ہی کھیتی باڑی ہے اور جانور پالنا۔ قربانی کا جانور تقریباً ایک ماہ پہلے ہمارے ہاں آ جاتا ہے اور پھر اس کی خوب تواضع کی جاتی ہے اور اس کو بادشاہ کی طرح رکھا جاتا ہے اور اس کا نام اللہ کی گائے رکھا جاتا ہے، ہمارے ہاں قربانی ہمیشہ پہلے دن ہی کی جاتی ہے۔ ہر چہرہ خوشی سے مسکرا رہا ہوتا ہے تو بہت اچھا لگتا ہے۔ عید کا ہر دن اپنے ساتھ خوشیاں اور ایک منفرد احساس لے کر آتا ہے۔

3) ہاہاہا...... بہت اچھا اور مزے کا سوال ہے، پہلے میری بہنیں ہر عید پر کوئی نہ کوئی ڈش پکاتی تھیں۔ ہم تو صرف دور سے بیٹھ کر دیکھتے تھے اور باجی شہلا تو باقاعدہ پروگرام کرنے لگ جاتی۔ عید کے ہر روز دونوں بڑی بہنیں کچھ نہ کچھ پکا لیتی تھیں، میں اور باجی شہلا تو صرف کھانے کے ٹائم پر پہنچ جاتی تھیں اور وہ دونوں ہم سے کہتیں کہ تم دونوں تو مفت خور ہو بیٹھ کر کھانے کی ترکیب تو کوئی تم دونوں سے پوچھے۔ ہم ڈھٹائی سے صرف مسکرا دیتی تھیں، ہائے واہ کیا زمانے تھے وہ بھی، اب یاد آتے ہیں تو آنکھیں نم ہو جاتی ہیں اور لبوں پر مسکراہٹ پھیل جاتی ہے۔ اللہ ان کو اپنے گھروں میں ہمیشہ خوش رکھے، آمین۔ اب میں خود ہی ڈائجسٹ سے کوئی نہ کوئی ڈش تلاش کر کے پکا لیتی ہوں اور اللہ کا شکر ہے ہمیشہ تعریف ہی ہوتی ہے اور سب اس ڈش کو دوبارہ پکانے کا کہتے ہیں کہ وہ ہمیں پکا کر دو بہت ذائقہ دار تھی (ارے یہ اپنے منہ میاں مٹھو نہیں بن رہی واقعی سب ایسا کہتے ہیں۔ اب ہم معصوم اور بھولے آپ سے جھوٹ تو بولنے سے رہے ہاہاہا) ویسے اس دفعہ میرا ارادہ شامی کباب تیار کرنے کا ہے پھر دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے۔

4) ہمارے گھر جب گوشت آتا ہے تو ہم اس کو ایک چٹائی پر رکھ دیتے ہیں اور پھر اس کے حصے کرتے ہیں، دونوں بھائی ادھر اُدھر رشتہ داروں کو جا کر دے آتے ہیں، سارا گوشت ابو ہی تقسیم کرتے ہیں۔ ہمارا تو ایک پاؤں کچن میں دوسرا ٹی وی والے کمرے میں ہوتا ہے اور جب کوئی کام وغیرہ کرنے باہر آتی ہوں تو ٹی وی دیکھ لیتی ہوں تاکہ پتا چلتا رہے کہ اب ٹی وی پر کیا لگ رہا ہے ویسے ہم صرف پی ٹی وی ہوم دیکھتے ہیں جو ہمارا قومی چینل ہے۔

5) ہوں اس بارے میں تو سوچنا پڑے گا مگر جہاں تک ہماری سوچ جاتی ہے ہمیں تو ایسا کوئی واقعہ یاد نہیں آتا ویسے بھی ہمارے ہاں جب کوئی گائے آتی ہے تو ہم اس کو دوسرے جانوروں کے ساتھ باندھ دیتے ہیں اس طرح وہ صبر و تحمل سے رہتی ہے۔

عائش کشمالے...... رحیم یار خان

1) عید قربان کی تیاریوں کی جہاں تک بات ہے ہماری تیاری تو کچھ نہیں ہاں امی اور بہن کی سب مل کر ارینج کرتی ہیں اور ہم صرف بیچی بریانی اور گوشت سالن ہی پکاتے ہیں یعنی ہماری امی اور سسٹر اور ہم لوگوں کو پکانا ہی نہیں آتا اور اہم بات یہ کہ سب ہی شوق اور رغبت سے کھاتے ہیں مگر جب آپ لوگوں کے اسپائسی کھانوں کے بارے میں پڑھتی ہوں تو دل کرتا ہے ہمیں بھی کچھ پکانا آ جائے، دعا کیجیے گا۔

2) قربانی کا جانور پچھلے کچھ سال سے ہمارے گھر میں ہوتا تھا مگر اب ابو کسی دوست کے ساتھ مل کر اپنا حصہ رکھ لیتے ہیں اور ہم تو ہر سال پہلے دن ہی قربانی کرتے ہیں۔

3) ایسی ڈش نہ یاد کرنے دیں ارے ہم ایسے اہل کہاں ہماری سسٹر اور ہماری امی جان ہی مزے دار کھانے پکاتی ہیں اور ہم سب بہن بھائی' امی ابو' کزنز وغیرہ کی فیورٹ بریانی اور گوشت سالن ہے جو میری سسٹر اور پیاری امی جان بڑے مزے کا پکاتی ہیں۔

4) گھر کے امور میں تو ہر گز نہیں ہاں بھیا کو باغبانی کا شوق ہے جو وہ خوب صورت پودوں سے سجاتا رہتا ہے مگر گوشت کی تقسیم میں صرف ابو ہی امی اور سسٹر کے ساتھ ہاتھ بٹاتے ہیں۔ ابو اور بھائی لوگ نماز عید ادا کرنے کے بعد فوراً ہی قربانی کا فریضہ ادا کرنے چلے جاتے ہیں۔

5) ابھی ابھی میرے بھائی نے مجھے دو واقعے سنائے ہیں مگر میں نے ابھی تک ایسے دیکھا تو نہیں ہاں وہی سنا دیتی ہوں۔ ایک دفعہ عید قرباں کی نماز (ہمارے گھر کے ساتھ ہی مسجد ہے) ادا کی جا رہی تھی' ابو' کزنز بھائی سب ہی موجود تھے۔ نماز کے دوران مسجد کے امام صاحب کا بڑا جانور (اب کیا لکھوں جانور کا نام نہیں آتا) اپنا کھونٹا توڑ کر میرے کزن کے پیچھے لگ گیا' میرا کزن آگے آگے اور جانور پیچھے پیچھے' دو تین نمازیوں کو بھی کچلتا گیا۔ بڑی مشکل سے قابو کیا اور دوسرا واقعہ بستی کا ہے جہاں قربانی ہو رہی تھی۔ ابو بھائی وغیرہ سب وہیں پر تھے قربانی کے جانور پر چھری پھیری گئی جانور تکلیف سے بھاگ رہا تھا' گردن سے خون بہہ رہا تھا پھر بھی بڑا جانور بڑی مشکلوں سے چند آدمیوں نے قابو میں کیا۔ مجھے تو یہ سن کر ہی رونا آ گیا' کتنا زخمی تھا۔ سب بھائیوں سے التجا ہے کہ آپ پہلے جانور کو مضبوطی سے پکڑ لیا کریں تاکہ اسے بھی تکلیف نہ ہو اور آپ کو بھی۔ آپ سب کو میری طرف سے دلی عید مبارک' اللہ حافظ۔

عنزہ یونس انا...... حافظ آباد

1) عید قرباں کی تیاریوں میں گوشت ہی خاص ہوتا ہے مگر معذرت میں کسی قسم کا گوشت نہیں کھاتی تو اپنے ہار سنگھار کے علاوہ کوئی تیاری نہیں کرتی (آہم)۔

2) قربانی کا جانور مہینہ بھر پہلے آ جاتا ہے تاکہ اچھی دیکھ بھال کی جا سکے اور قربانی کے لیے زیادہ تر پہلا دن ہی مخصوص ہے۔

3) ہاہاہا...... کافی مزے کا سوال ہے مگر میں نے بتایا ناں میں گوشت نہیں کھاتی تو پکانے سے گریز کرتی ہوں مگر چونکہ میں اچھی کوکنگ کر لیتی ہوں تو کبھی کبھار چکن پلاؤ' اچار گوشت اور قورمہ پکا لیتی ہوں۔

4) عید کے دن بہت کام ہوتے ہیں مگر امی تائی ممانی لوگوں کو سو وہ خود ہی کرتی ہیں۔ مرد حضرات کچن کا سامان اور قربانی کا گوشت لا کر فری ہوتے ہیں' کوئی خاص ہاتھ نہیں بٹاتے چند ایک کزنز میں جو ہاتھ تو نہیں ہاں مگر کاموں کے دوران کچن میں ٹانگ ضرور اڑاتے ہیں' ہاہاہا۔

5) ہاہاہا...... بالکل جی ہے ایک قصہ' ہوا کچھ یوں کہ ماموں جان بکرا لے کر آئے (ہمارے گھر میں بڑے جانوروں کے ساتھ ساتھ ایک دو بکرے لازمی بچوں کی خوشی کے لیے لائے جاتے ہیں اور قربانی تو بے شک اللہ کی رضا کی خاطر کرتے ہیں) تو وہ بکرا لے کر آئے' بکرا کافی الھڑ ہوشیار اور باغی تھا۔ ماموں نے حویلی میں باندھ دیا ہم چونکہ چھوٹے تھے ابھی بھاگ کر دیکھنے گئے پتا نہیں وہ ڈرا تھا کہ ویسے ہی رسہ تڑوا کے بھاگنے لگا اس کوشش میں بھائی آگے بڑھے مگر میں نے اور میری کزن اقراء نے منع کر دیا' خوشی خوشی خود پیار سے باندھنے لگی مگر ہائے ری قسمت' بکرا میں میں کرتا' ارے جوان امتیاز کی طرح کدکڑے لگانے لگا' ہم نے کمال جرأت سے باندھنا چاہا مگر ایسی ٹکر ماری کے منہ کے بل گریں' پنڈال میں کھڑے بچے دانت نکوس کر ہنسنے لگے۔ درد سے بے حال اٹھی تو بہت رونا آیا' ماتھا سہلاتے گھر آ کر آئینہ دیکھا کہ آیا چوٹ کہاں لگی ہے مگر عین ماتھے کے اوپر گومڑہ دیکھ کر (وہ بھی عید کے دن) ایسی چیخیں نکلیں کہ خدا کی پناہ پھر کزنز مل کر ہنستے ہی رہے جبکہ میں اور اقراء کپڑا گرم کر کے (بھاپ) لیتی رہیں

گوشت ٹھیک کرنے کے لیے ہاہاہا۔ آپا نمرہ تو پلیز ایسے بکرے کے نزدیک مت جائیے گا عید مبارک۔

سنبل ملک اعوان...... شاہدرہ، لاہور

1) میرے لیے عید قربان کی تیاریوں میں خاص بات محرم سے ہی شروع ہوجاتی ہے، بتاتی ہوں جناب! وہ ایسے کہ میں محرم کے مہینے سے ہی قربانی کے جانور کے لیے پیسے جمع کرنے شروع کردیتی ہوں اور الحمدللہ اب میں اس قابل ہوں کہ ایک حصہ قربانی کا بڑے جانور کا اور دوسرا ہم چھوٹا جانور خود کرتے ہیں۔ میری تو خاص تیاری یہی ہے سب کی تیاری وہ بھی خاص اپنے اپنے حوالے سے مختلف ہوگی۔

2) بھئی پہلے تو قربانی کا جانور ہمارے ہاں پورا مہینہ پہلے سے خرید لیا جاتا تھا، اس کی خدمت کی جاتی، ماما پورے مہینے اسے دال کھلاتیں۔ صبح کھانڈ میں مکھن ڈال کر کھلاتیں، دوپہر میں آرام کروانے کے لیے سہ پہر کو گھومانے بھی لے کر جاتے بلکہ صبح کی سیر بھی کرواتے تھے مگر آہاہاہا...... وہ وقت نہیں رہا تو یہ وقت بھی کٹ جائے گا مگر پنچھی جب اڑ جائیں تو پنجرا خالی رہ جاتا ہے۔ میرے بھائی بھی اڑان بھر چکے ہیں، دیکھو واپس آتے ہیں یا نہیں ویسے لگتا نہیں کیونکہ دونوں کو سسرال پیارا ہے وہ جوتیوں پر بھی روٹی دیں تو سر آنکھوں پر اور ہم بات بھی کریں تو بس بُرے...... مگر اب تو ہم چاند رات کو ہی جانور خرید کرلاتے ہیں اور عید کے دن ہی ہم لوگ قربانی کرتے ہیں۔

3) جی ہاں...... قربانی کا گوشت ہو اور گھر میں ڈش نہ تیار ہو ایسا تو ہو نہیں سکتا تو جناب ہم آپ کو مزے دار نمکین گوشت کی ترکیب بتاتے ہیں جیسے ہی قربانی کا جانور ذبح کیا ویسے ہی ہم لوگ گھیرا ڈالے بیٹھ جاتے ہیں اور گوشت کی تقسیم کے بعد اپنے حصے کا گوشت لے کر سائیڈ پر رکھتے ہیں اور ساتھ ہی گوشت نکال کر دیگچی میں ڈال، دھویا، نمک اور پانی ڈال کر چولہے پر رکھ دیا۔

ترکیب:

بکرے کا گوشت	ایک کلو
نمک	حسب ذائقہ
پانی	گوشت گلانے کے لیے

گوشت کو اچھی طرح دھو کر چولہے پر رکھ دیں، دیگچی میں صرف نمک اور پانی ڈالنا ہے اور دھلا ہوا گوشت بھی دیگچی میں ڈال کر دھیمی آنچ پر پکائیں۔ قربانی کا گوشت جلد گل جاتا ہے، تب تک آپ آرام سے گوشت کی تقسیم کرسکتی ہیں جب گل جائے تو ڈش میں نکال کر سرو کریں۔ اوپر ادرک، دھنیا اور سبز مرچ کاٹ کر گارنش کرلیں۔ کہتے ہیں نمکین گوشت کے بعد آپ جتنا مرضی گوشت کھائیں بدہضمی نہیں ہوگی۔

4) عید پر گوشت کی تقسیم یا گھریلو امور میں مرد حضرات کا تعاون نہ ممکن، بھائی خیر سے تین ہیں ماشاء اللہ اللہ زندگی دے، خوشیاں دے مگر ایک بھی ایسا نہیں جو مدد کروائے حتیٰ کہ اپنے کام بھی مجھ سے کرواتے ہیں۔ پانی تک نہیں پیتے خود سے، دو کی تو شادیاں ہوگئیں، وہ تو بالکل سیدھے ہوگئے ہیں۔ اب تو بچوں کے پیمپر تک بدل لیتے ہیں، جو سبزی نہیں کھاتے تھے وہ بھی کھالیتے ہیں بلکہ خود لاکر دیتے ہیں۔ باقی میرے پاپا، ہاہاہا...... کچھ نہ پوچھو، تکبیر پڑھ کر قربانی کرنی ہے اس کے بعد گوشت کے حصے کرکے ماما کے حوالے، ماما بے چاری کچن دیکھ رہی ہیں، مہمان بھگت رہی ہیں۔ گوشت محلے میں خود دینے جارہی ہیں، رشتہ داروں کے گھر خود دینے جارہی ہیں، وغیرہ وغیرہ۔ مگر گھر کے مرد کام میں ہاتھ بٹادیں، بالکل بھی نہیں۔

5) جی ہاں واقعہ تو یاد ہے اور بڑا ہی دلچسپ واقعہ ہے کہ 2012ء میں ہم لوگوں نے قربانی کرنے کا ارادہ ترک کردیا پھر اچانک سے مجھے کمیٹی مل گئی، میں نے ماما سے مشورہ کیا تو ماما نے پاپا سے پوچھا، پاپا نے کہا کہ "دیکھ لو حالات تمہارے سامنے ہیں بیٹے تو الگ ہوگئے پتا نہیں کیا بنے میرا تو دل بجھ ہی گیا ہے۔" پاپا دراصل

چھوٹے بھائی کے باہر چلے جانے کی وجہ سے بھی پریشان تھے لہٰذا ماما نے بتایا کہ سنبل کی کمیٹی نکلی ہے ہم قربانی کا جانور خرید سکتے ہیں۔ ہم لوگ عید سے تین دن پہلے خوشی خوشی بکرا منڈی گئے‘ 25 ہزار کا خوب تگڑا چھترا خریدا اور خوشی خوشی گھر لوٹ آئے۔ گھر لاکر پانی پلایا‘ چارہ کھلایا‘ چھترا خوب صورت اور پیارا تھا کہ محلے کے سارے بچے اس کے اردگرد اکٹھے ہوگئے۔ چھترا اتنے زیادہ بچوں میں اپنے آپ کو ہیرو سمجھ کر زورآزمائی کرنے لگا‘ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ رسّی سمیت لے کر بھاگ نکلا۔ پاپا منڈی سے ہی اپنے دوست کے گھر چلے گئے‘ میں اور ماما چھترا ویگن پر لے کر گھر آئے تھے لہٰذا حواس باختہ بھی ہم دونوں ہوئے۔ ابھی منڈی کی تھکاوٹ اتری نہیں تھی کہ چھترے نے ہمیں میراتھن ریس میں شامل ہونے کے لیے ہوم ورک کروانا شروع کردیا‘ اللہ جی ہم دونوں ماں بیٹیاں چھترے کے پیچھے پیچھے اور بچے ہمارے پیچھے گاؤں کی گلیوں میں بھاگتے پھر رہے تھے اور اتنا شوق تھا کہ کچھ نہ پوچھیں۔ آخر چھترا نہ جانے کدھر چھپ گیا‘ وہ تو ایسے بھاگ رہا تھا جیسے قاتل ہو اور ہم پولیس والے‘ خیر چار گھنٹے کی ایکسر سائز کے بعد چھترا تو نہ ملا مگر منہ لٹکا کر ہم لوگ مایوس سے گھر واپس آگئے۔ ہم نے دل میں سوچنا شروع کردیا‘ اللہ تم کو ہماری نیت کا پتا ہے کہ ہم نے کتنے چاؤ سے جانور خریدا ہے‘ ماما نے تسلی دی جو اللہ کو منظور مگر دل کو منظور نہ تھا۔ آنسو تھے کہ ابل ابل کر چہرہ دھو رہے تھے‘ رہ رہ کر پچیس ہزار کے نوٹ آنسو کے درمیان میں ہی نظر آتے۔ پانی وغیرہ پی کر چادر تان کر میں لیٹ گئی کہ محلے کی ایک اماں بھاگی بھاگی آئی اور ماما سے بولی ”سیما...... سیما...... جلدی قصائیوں کے گھر جاؤ‘ ان کو ایک چھترا ملا ہے‘ لگتا ہے وہ تمہارا ہے جلدی جاؤ‘ وہ ذبح کرکے بیچ دیں گے۔“ ماما بھاگی بھاگی گئیں‘ چھری کے نیچے سے چھترا نکالا اور پکڑ کر گھر لائیں‘ میں نے اسی وقت نماز نوافل ادا کی یہ یادگار واقعہ ہے عید کے حوالے سے۔ محبت قرض ہوتی ہے آنٹی کوثر کی محبت کا شکریہ سب کو خوشیاں مبارک۔

انیلا طالب...... گوجرانوالہ

1) عید قربان کے دن خاص بات یہ ہوتی ہے کہ سب لوگ عزیز واقارب آتے تو ہیں بھنی کلیجی سے ان کی تواضع کی جاتی ہے اور پھر قریبی عزیز واقارب کے ساتھ ساتھ ہر مستحق کو اچھا خاصا گوشت بطور تحفہ دیتے ہیں جنہوں نے قربانی نہیں دی ہوتی۔ ان کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔

2) قربانی کا جانور چند دن پہلے ہی آتا ہے اور کسی شخص کے سپرد کردیا جاتا ہے اسے پورا معاوضہ دیتے ہیں اور قربانی کے لیے پہلے دن کو ترجیح دی جاتی ہے۔

3) ماما اس دن کھانا پکاتی ہیں‘ اس لیے ایم سوسوری۔

4) ہمارے گھر بہت میلہ لگا ہوا ہوتا ہے‘ گھر کے مرد تو بس ایک ہی ہیں وہ ہیں بہت ہی اچھے میرے والد صاحب‘ لیکن وہ گھر کے کام نہیں کرتے‘ ہاہاہا۔ ہاں اپنی نگرانی میں وہ ہی گوشت تقسیم کرواتے ہیں‘ ہمیں تو پتا بھی نہیں ہوتا۔

5) جی ایک بار جب ہم نے مینڈھا قربان کیا تھا وہ قصاب کے ہاتھ میں چھری دیکھ کے بھاگا تھا پھر بڑی مشکل سے اسے مردوں نے قابو کیا اور بڑی دیر بعد اسے سنبھال کے قربان راہ خدا کردی۔

سباس گل...... رحیم یار خان

1) خاص اور اہم بات تو قربانی کے جانور اور ان سے متعلق انتظامات ہوتے ہیں‘ سب گھر والوں کی عید سے کپڑوں‘ جوتوں کی تیاری‘ اہتمام چاند رات سے پہلے کرلیا جاتا ہے تاکہ صبح کسی کو پریشانی نہ ہو اور ہم بھی بوکھلاہٹ کا شکار نہ ہوں‘ اس کے علاوہ عید قربان کی خاص تیاری مختلف پکوان کے حوالے سے ہوتی ہے ہم تمام مصالحہ جات تیار کرکے رکھتے ہیں مثلاً لہسن‘ ادرک کا پیسٹ کافی سارا بنالیتے ہیں‘ پیاز بھی دو کلو تو کاٹ کر رکھ ہی لیتے ہیں۔ آج کل گرمیاں ہیں تو یہ کام صبح سویرے کرلیں گے ان شاء اللہ۔ دو تین قسم کی چٹنیاں پیس کر

رکھتے ہیں اور گوشت میں استعمال ہونے والے تمام لوازمات دہی ٹماٹر' پیاز' لہسن ادرک' ہری مرچیں' ہرا دھنیا' لیموں وغیرہ وافر مقدار میں منگوا کر فریج میں رکھتے ہیں کیونکہ عید قرباں کے دن اور اس کے بعد کئی دن تک سبزی کی دکانیں نہیں کھلتیں اور اگر پہلے سے ضروری اشیاء خرید کر رکھ لی جائیں تو عید کے دنوں میں پکاتے ہوئے پریشانی کا سامنا بھی نہیں کرنا پڑتا۔

2) قربانی کا جانور بکرے تو بچوں کی وجہ سے دو چار دن پہلے گھر آجاتے ہیں تاکہ بچے بکروں کی خدمت کرکے ان کے ساتھ اپنا وقت گزار کر اپنی خوشی پوری کرلیں اور گائے' بیڑی عید کی صبح ہی گھر لائی جاتی ہے اکثر اور قربانی ہمارے گھر ہمیشہ عید کے پہلے روز ہی کی جاتی ہے۔

3) بھئی ہمارے ہاتھوں کی بنی ہر ڈش ہی خاص ہوجاتی ہے (آہم)۔ عید کے روز ہم کلیجی' مغز اور مٹن قورمہ پکاتے ہیں جو الحمدللہ! سب کو ہمیشہ پسند آتا ہے اور عید کے دوسرے روز یخنی والا پلاؤ اور شامی کباب ہوتے ہیں خوب داد وصول کرتے ہیں یقین نہ آئے تو آجائیے اس عید پر آپ کی ایسی خاطر مدارت کریں گے کہ آپ ہمیشہ یاد رکھیں گے ارے ارے آپ تو گھبرا گئے بھئی آزمائش شرط ہے۔

4) عید قرباں کے موقع پر گھر کے مردوں کو آرام کرنے کا موقع کم ہی ملتا ہے' جانور ذبح ہونے سے لے کر تقسیم ہونے تک سب ہمارا ہاتھ بٹاتے ہیں خواتین گوشت کے پیکٹ بناتی ہیں اور مرد گوشت تقسیم کرنے کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ غرباء اور مساکین کو بھی گوشت گھر کے مرد پہلے ہی تقسیم کر آتے ہیں' رشتے داروں کا اور گھر والوں کا حصہ گھر آتا ہے اور پھر حسب مراتب سب کے حصے تقسیم کردیئے جاتے ہیں۔

5) ایسا کوئی نہیں کئی واقعات ہیں جو خود ہمارے اپنے تجربے اور مشاہدے میں آئے۔ ایک واقعہ ہم آپ کو بتائے دیتے ہیں یہ چند سال پرانی بات ہے' عید الاضحیٰ سے چار پانچ دن قبل انکل بیڑی لے کر آئے (عرف عام میں بیڑی کہا جاتا ہے ہمارے علاقے میں جوان گائے کو آپ گائے کہہ لیں) تو جناب جونہی پک اپ گھر کے گیٹ کے قریب رکی اور گائے لانے والے آدمیوں نے اسے پک اپ سے اتارنے کی کوشش کی تو گائے صاحبہ نے زمین پر قدم رکھتے ہی سڑک کی جانب رخ کیا اور رسّی چھڑا کر اس تیزی سے بھاگیں کہ وہ آدمی جس کے ہاتھ میں گائے کی رسی تھی وہ اس اچانک حملے کے لیے تیار نہ تھا سو وہ بے چارا جھٹکے سے نیچے جا گرا اور پھرتی سے اٹھ کر جس سمت گائے نے دوڑ لگائی تھی وہ بھی پوری رفتار سے اس کے تعاقب میں دوڑنے لگا۔ بھائی نے فوراً بائیک اسٹارٹ کی اور وہ بھی اس سمت روانہ ہوگئے۔ انکل جی جو یہ سپر گائے خرید کر لائے تھے دونوں ہاتھوں میں اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔ پریشانی میں کہنے لگے ''میں اپنے دوست کو کیا جواب دوں گا۔'' اب جناب بھائی بائیک پر تھے راستے میں انہوں نے گائے والے اس آدمی کو پیچھے بٹھایا اب گائے پُرہجوم سڑک پر بھاگ رہی تھی' جہاں بہت زیادہ ٹریفک تھا۔ وہ آدمی کہنے لگے کہ بائیک گائے کے قریب لے جاؤ میں رسی کھینچ لوں گا بڑا فلمی سین ہو رہا تھا خیر یہی ہوا کہ آخر کار بھائی اس مزدور آدمی کے ساتھ گائے کے قریب پہنچ گئے کہ رسّی کھینچی تو گائے نے پھر سے دوڑ لگانے کی کوشش کی وہ بے چارا آدمی رسّی کے ساتھ سڑک پر کافی دور تک گھسٹتا چلا گیا مگر اب کی بار اس نے رسی نہ چھوڑی اور گائے بھی اتنے ایڈونچر کے بعد شاید تھک گئی تھی یا اسے اس آدمی اور بھائی پر ترس آگیا تھا یا بہت زیادہ ٹریفک اور تماشائی راہگیروں سے خوفزدہ ہوگئی تھی جو بھی وجہ تھی وہ سڑک پر کھڑی ہوگئی اور وہاں سے ایک اور راہ گیر کی مدد سے گھر واپس لایا گیا اور اس کے گھر آنے پر انکل کی جان میں جان آئی اور ہم نے بھی اللہ کا شکر ادا کیا بعد میں بھائی نے اس ایڈونچر کا حال سنایا تو سب کو خوب ہنسی آئی اور عید کے دن وہ گائے قربان کی گئی تو اس نے قصائی

حضرات کو ذرا بھی مشکل میں نہ ڈالا اور آرام سے سنت ابراہیمی ادا کرنے کو سر خم کرلیا۔

سلمیٰ غزل......

1) عید کی تیاری میں سب سے اہم بات جانوروں کی خریداری ہے' جو شروع سے ہی میرے میاں خود خریدتے ہیں میں ہمیشہ گائے میں حصہ ڈالتی ہوں وہ دو بکرے کرتے ہیں مگر جب سے چھوٹے بیٹے کی ملازمت شروع ہوئی ہے وہ خود کرتا ہے دونوں بیٹے امریکہ میں ہیں۔ گائے میں دونوں ایک ایک حصہ پاکستان میں ڈالتے ہیں اور بکرا وہیں ذبح کرتے ہیں' گزشتہ سال میں امریکہ میں تھی تو چار حصے پاکستان میں بیٹی کے ساتھ ڈال دیئے تھے۔

2) پہلے بچے چھوٹے تھے تو قربانی کا جانور تین چار دن سے پہلے آجاتا تھا بچوں کو گلی میں ٹہلانے کا شوق پھر دوستوں سے مقابلہ بازی کہ میرا جانور بڑا ہے۔ بڑا بیٹا عموماً باپ کے ساتھ مویشی پسند کرنے منڈی جاتا تھا' ہمیشہ سے یعنی شادی سے پہلے اور بعد میں بھی ہمارے یہاں قربانی پہلے دن اور بہت صبح ہوجاتی ہے سالوں سے ایک قصائی مقرر ہے جو ایک دن پہلے سامان وغیرہ رکھ جاتا ہے اور صبح نماز کے بعد فوراً آجاتا ہے اور زیادہ تر قربانی گیارہ بجے تک پوری ہوجاتی ہے۔

3) عید والے دن کلیجی اور چانپیں بنتی ہیں جن کے لیے میں ایک دن پہلے مصالحے تیار کرکے رکھ لیتی ہوں ترکیب لکھ رہی ہوں۔

کلیجی...... کھولتے ہوئے گرم پانی میں کلیجی پانچ منٹ ڈال کر نکال لیں' دوسری پتیلی میں تیل ڈال کر کلیجی فرائی کرلیں پھر لہسن ادرک لیں' ایک ڈلی پسی پیاز' ایک چمچہ لال مرچ' ایک چمچہ پسا دھنیا' ڈیڑھ چمچہ ہلدی' نمک حسب ذائقہ اور دہی ایک پاؤ ڈال کر اچھی طرح بھون لیں' کلیجی گل جائے تو تھوڑی سے قصوری میتھی اور گرم مصالحہ ڈال کر دم پر رکھ دیں' کلیجی تیار ہے۔

فوائد چانپیں...... چانپوں میں کوئی بھی نمک

مصالحہ

ہلدی	تھوڑی سی
پسا دھنیا	ڈیڑھ چمچ
پسی اجوائن	آدھ چائے کا چمچ
دہی	ڈیڑھ پیالی
پیاز	ڈیڑھ پیالی تلی ہوئی

اور تھوڑا سا تیل ڈال کر ایک گھنٹے کے لیے فریج میں رکھ دیں' میرینیٹ ہوجائے تو چولہے پر رکھ کر گلالیں' پانی بالکل خشک ہوجائے تو دہکتا ہوا بڑا کوئلہ اندر رکھ کر تھوڑا تیل ڈالیں' فوراً ڈھک دیں۔ ڈیڑھ گھنٹے بعد دہی کے رائتے اور سلاد کے ساتھ یا کچپ سے کھائیں' مزے دار چانپیں جو بچوں کو بے حد پسند ہیں۔ آپ اپنے مصالحے سے بھی بنا سکتی ہیں لیکن پھر ایک چمچ کچا پپیتا بھی لگائیں۔

4) اب میں کام اپنی ماسی کی مدد سے خود کرتی ہوں' میاں کے علاوہ کوئی اور ہے نہیں اور وہ نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔ میرے والد مرحوم باقاعدہ ترازو سے وزن کرکے تین حصے کرتے تھے اور شرعی طریقے سے تقسیم بھی۔ میں بھی بالکل اسی طرح کرتی ہوں پہلے خالی پلاٹوں میں جھونپڑیاں تھیں وہاں دے آتی تھی اب ماسیوں' چوکیداروں اور مالیوں کو دینے کے بعد قریب کے مدرسے میں دے آتی ہوں اور یہ سب پورے محلے کے ہوتے ہیں۔ پہلے دن قربانی کرکے میں تھوڑی دشواری ضرور ہوتی ہے لیکن بچپن سے یہی سنتے رہے ہیں کہ اگر استطاعت ہے تو اول دن کا ثواب زیادہ ہے تو زیادہ کیوں نہ لیں۔

5) ایک مرتبہ بڑی عجیب صورت حال ہوئی تھی' بچے چھوٹے تھے دونوں بکروں کو لان میں ٹہلا رہے تھے وہ رسّی چھڑا کر بھاگے وہ آگے آگے اور ہم سب پیچھے پیچھے دو گاڑیاں آگے پیچھے لائن سے کھڑی تھیں' بونٹ پر چڑھے اور چھت پر چڑھ کر کھڑے ہوگئے اب ڈر یہ لگ رہا تھا کہ اگر انہوں نے چھلانگ ماردی اور ٹانگ وغیرہ

ٹوٹ گئی تو قربانی نہیں ہوسکے گی مگر کیا غضب کے بکرے تھے چھلانگ مار کر کود گئے اور بالکل ٹھیک ٹھاک رہے اس وقت تو جان پر بن گئی تھی مگر بعد میں بڑی ہنسی آئی وہ دونوں بکرے کافی جاندار اور خوب صورت تھے مگر اللہ کی راہ میں قربان تو کرنا ہی تھے۔

مدیحہ نورین مہک...... گجرات

1) سب سے پہلے تو سب کو عید قربان کی مبارک باد اور ہاں جی عید قربان کی خاص اور اہم بات یہ ہوتی ہے کہ نئے نئے کھانوں کی تراکیب یاد کی جاتی ہیں' تین دن عید ہے تین جوڑوں کا شور ہوتا ہے اور وہی مہندی' چوڑیاں' جوتے' جیولری خریدی جاتی ہے۔ گھومنے پھرنے کے پلان بنائے جاتے ہیں ہر طرح سے انجوائے کیا جاتا ہے۔

2) قربانی کا جانور زیادہ سے زیادہ ایک ماہ پہلے گھر میں آجاتا ہے اور اس کو مہندی اور رنگ لگاتے ہیں' سجاتے اور سنوارتے ہیں' بہت خوشی بھی ہوتی ہے اور بہت مزہ بھی آتا ہے۔ قربانی ہم لوگ عید کے پہلے دن ہی کرتے ہیں۔

3) قربانی کے گوشت سے پہلی دفعہ قورمہ اور اچار گوشت پکایا تھا جو سب کو بے حد پسند آیا تھا' اب ہر دفعہ یہ دو ڈشز ضرور پکاتی ہوں اور بہت اچھی بھی پکاتی ہوں اور داد بھی ملتی ہے اس کے علاوہ بریانی بھی پکاتی ہوں اور سب کو پسند آتی ہے۔

4) قربانی کے لیے ابو جی ہی بزی رہتے ہیں' قربانی کا گوشت تیار کرواتے ہیں اور گھر دے کر جاتے ہیں۔ گوشت کی تقسیم تائی امی کرتی ہیں' اس کام میں مرد حضرات کوئی مدد نہیں کرتے۔ گھر کی خواتین ہی کرتی ہیں اور بھائی تو بالکل بھی قابو نہیں آتے' عید کے تینوں دن وہ اپنی من مانی اور موج مستی کرتے ہیں۔

5) ہمارے گھر زیادہ تر بکرا ہی آتا ہے قربانی کے لیے اور دیکھا ہے جب بکروں کا گروپ گزرتا ہے تو وہ ادھر ادھر بھاگتے ہیں کچھ بہت آگے نکل جاتے ہیں' کچھ پیچھے رہ جاتے ہیں ان کو ہانکنے والے ان کے پیچھے بھاگتے رہتے ہیں۔ یہ واقعہ تو ہر سال دیکھنے کو ملتا ہے اور بہت اچھا بھی لگتا ہے۔

عریشہ سہیل...... کراچی

1) عید قربان کے قریب آتے ہی میری کوشش ہوتی ہے کہ گھر میں صفائی ستھرائی کے کام کے ساتھ ساتھ اللہ کے مہمان کے لیے ایسی جگہ بنائی جائے جہاں وہ آرام سے اپنا وقت گزار سکے۔

2) ہمارے گھر قربانی کا جانور عموماً ذوالحج کا چاند ہوتے ہی آجاتا ہے اور کوشش ہوتی ہے کہ عید کے پہلے دن ہی قربان کردیا جائے۔

3) عید پہ میں تو کچھ نہیں پکاتی لیکن ہمارے گھر میں بکرے کے گوشت کی کڑاہی اور روسٹ ہوئی ران بہت شوق سے کھائی جاتی ہے۔

4) عید قربان پہ اگر مرد وعورت مل کر کام نہ کریں تو عید خراب ہوجاتی ہے اور کوئی کام ٹھیک سے نہیں ہوتا۔ اللہ کے شکر سے عید پہ ہمارے گھر میں سب مل کر کام کرتے ہیں۔ مرد حضرات جانور کٹوانے اور گوشت بنوانے کا کام کرتے ہیں اس کے بعد ہم گوشت کے حصے لگواتے ہیں اور مرد قصائی سے فارغ ہونے کے بعد گوشت تقسیم کرنے نکل جاتے ہیں۔ اس کے بعد گوشت کا قیمہ بنوانا، سری پائے بنوانا بھی مرد حضرات کے ہی ذمہ ہے۔

5) شاید میں اس دنیا کی واحد لڑکی ہوں جس نے اپنی زندگی میں کبھی کسی جانور کے بدکنے کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ ہمارے ہاں جو بھی جانور آتا ہے نہایت شریف آتا ہے جو بنا کسی چوں چرا کے ذبح ہو جاتا ہے۔ محلے میں بھی کبھی کسی جانور نے بھاگنے کی کوشش نہیں کی۔

افشاں شاھد...... کراچی

1) میں عید قربان کی تیاریاں تو ہفتے پہلے شروع کر دیتی ہوں سارے مصالحہ جات پیس کر ائیر ٹائیٹ جار

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

میں رکھ دیتی ہوں تاکہ جلدی جلدی ساری چیزیں پکا کر سب کی داد وصول کرسکوں فریج پہلے سے صاف کرلیتی ہوں تاکہ اچھی طرح سے بکرے کو فریز کرسکوں (ہاہاہا) اور بہت سے لوگ اس عید پر کپڑوں کی کوئی خاص تیاری نہیں کرتے لیکن میرے عید کے تینوں دن دعوتوں کی نذر ہوتے ہیں کبھی سسرال میں تو کبھی میکے میں اس لیے میں تین چار سوٹ اس عید پر بھی بنوا کر رکھتی ہوں بس یہی خاص تیاری ہوتی ہے۔

2) قربانی میرے گھر پر نہیں ہوتی امی کے گھر اور سسرال میں ہوتی ہے اور بچوں کے ماموں بچوں کے پر زور اصرار پر چاند دیکھتے ہی فوراً قربانی کا جانور لے آتے ہیں اور قربانی دوسرے دن ہوتی ہے۔

3) ارے ہمارے ہاتھ سے پکائے ہوئے کھانے تو پورے خاندان میں مشہور ہیں۔ (یہ کچھ زیادہ ہوگیا) ویسے میں کلیجی مصالحے دار مصالحہ اور مصالحے والی بوٹیاں بہت اچھی پکاتی ہوں سب کو بہت پسند آتی ہیں۔

4) بس اتنا تعاون کرتے ہیں کہ گوشت قصائی سے کٹوا کر گھر پر پہنچاتے ہیں اور قیمہ وغیرہ بنوا کر آتے ہیں باقی ہم جانے اور ہمارا کام۔

5) جی بالکل اور ایسا قصہ جسے جب بھی یاد کرتی ہوں ہنسی آجاتی ہے، میری بڑی بہن گائے بکروں سے بہت ڈرتی ہے، ہم لوگ عید کے دنوں میں کچھ چیزیں لینے کے لیے بازار نکلے اور راستے میں ایک گائے بھاگی اب میری بہن جو ڈری اس نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ فوراً ایک مردانہ ٹیلر کی دکان میں گھس گئی اور کانچ کا دروازہ بند کردیا اور میں اپنی بہن کو ڈھونڈتی پھر رہی تھی کہ میری بہن کہاں چلی گئی۔ اس کے بعد سے میں کبھی بھی عید قربان میں اپنی بہن کے ساتھ باہر نہیں نکلتی۔

ریمل آرزو...... اوکاڑہ

1) عید قرباں کی تیاریوں کی فکر ہم سے زیادہ اماں جان کو ہوتی ہے سو وہ ہی جانتی ہیں کہ اس بار کیا خاص اہتمام کیا جارہا ہے۔

2) قربانی کا جانور ہمارے گھر عید کی رات آتا ہے اور قربان عید کے دوسرے روز کیا جاتا ہے کیونکہ عید ہم بڑے بابا جان کے گھر کرتے ہیں اور عید کے دوسرے روز بڑے بابا جان کی فیملی ہمارے گھر مدعو ہوتی ہے۔

3) معذرت کے ساتھ کوکنگ سے کوئی خاص ربط نہیں عید پر اماں اور بھابی مزے مزے کے پکوان تیار کر کے داد وصول کرتیں ہیں۔

4) جی بالکل عید پر گوشت کی تقسیم میں بابا جان بھرپور تعاون کرتے ہیں۔

5) عید کے حوالے سے دلچسپ واقعہ ایک بار بچپن میں ہمارے گھر عید پر بہت ہی شریر بکرا تشریف لے آیا تھا ایک پل بھی اس کی روح کو سکون نہیں تھا ہر دم باہر کی جانب بھاگنے کو تیار سب کی دوڑیں لگوا دی تھیں خاص کر بھیا کو اس نے خوب ناکوں چنے چبوائے تھے بھیا نے بکرے کی رسی کرسی سے باندھ دی اور خود کرسی پہ بیٹھ گئے بکرا اتنا تگڑا تھا کہ کرسی کو بھیا سمیت گھسیٹ کر لے گیا اور بھیا دھڑام سے گر پڑے اور ہماری ہنسی چھوٹ گئی اور پھر بھیا کی وہ عید بستر پر بکرے کو یاد کرتے ہوئے گزری تھی۔

ماورا بشارت چیمہ...... وزیر آباد

1) عید قربان کی سب سے اہم تیاری تو قربانی کی ہوتی ہے مگر ایک اور خاص بات قصائی کے ملنے کی دعائیں ہوتی ہیں بھئی ان کا دن ہوتا ہے اور ان کے نخرے بھی آسمانوں پر ہوتے ہیں تو جب بھی بولو بھوک لگی ہے جواب ملتا دعا کرو قربانی ہوجائے تو ہم دعاؤں میں مصروف رہتے ہیں ساتھ ساتھ۔

2) قربانی کے جانور کا کوئی خاص وقت نہیں ہے کئی دفعہ تو عید کے دن بھی آتے ہیں کیوں کہ یہ ذمہ داری میرے بھائی کی ہوتی ہے تو معجزہ ہی ہوتا ہے اگر چاند رات سے پہلے جانور آجائے' بھائی سے معذرت کرتے ہوئے۔

3) مجھے چکن کے علاوہ کوئی گوشت نہیں پسند۔ اس

لیے میرے لیے چکن کی علیحدہ ڈش تیار ہوتی ہے تو جو کھاتی نہیں وہ پکانے کی کیا (اللہ مجھے گوشت کھانے کی توفیق عطا فرمائے)۔

4) عید میں گوشت کی تقسیم میں بھائی بہت مدد کرتے ہیں۔ گوشت بنوانا' اس کے حصے کرنا اور اس کو بانٹنے کی ذمہ داری بھائیوں کی ہوتی ہے باقی صفائی اور پکانا عورتوں کے کام ہوتے ہیں۔

5) یہ سوال سب سے مزے کا ہے۔ مجھے جانوروں سے بہت پیار ہے مگر میرا پیار ذرا وکھری ٹائپ کا ہوتا ہے۔ میرا پیار ہوتا ہے اور دوسروں کو لگتا میں ان کو تنگ کرتی ہوں۔ اب آپ بتائیے بندہ اس کو نہلائے بھی نہیں اسے بھی تو گرمی لگتی ہے نا؟ ان کے کان دانت بھی تو دیکھنے ہوتے ہیں نا اگر گندے ہوتو...... میرا سب سے مزے کا واقعہ پچھلی عید کا ہے بچے اکثر ڈرتے ہیں مگر میری 3 سالہ چھوٹی بہن اس کی آنکھوں میں انگلی ڈالتی تھی اس کی دم کھینچتی تھی اور بکرے صاحب اس سے جان چھڑاتے تھے (آخر بہن کس کی ہے)۔

طالب مھوش......

1) کپڑے جیولری کے علاوہ عید کے دن تیار ہونے والے پکوانوں کی لسٹ بنانا' عید کے جانور کو آخری بار پیار بھری نظروں سے دیکھنا۔

2) ہمارے گھر عید کا جانور کم از کم تین دن پہلے اور زیادہ سے زیادہ دس دن پہلے آتا ہے اور کوشش ہوتی ہے کہ ساری قربانی پہلے روز ہی ہوجائے۔ پہلے دن کا جو مزہ ہے وہ دوسرے یا تیسرے روز نہیں (یہ میرا ذاتی خیال ہے)۔

3) یہ سوال تو مجھے بے اختیار شرمندہ کرگیا عید کے دنوں میں ہونے والی دعوتوں کی تمام تیاری میری امی کرتی ہیں۔ ہم بہنوں کا تعاون بس سلاد کاٹنے' برتن لگانے تک ہوتا ہے' جو کہ یقیناً کوئی قابلِ فخر بات نہیں ہے ویسے ایک مرتبہ میں نے فوڈ میگزین سے دیکھ کر عید کے لیے ایک نئی ریسپی ٹرائی کی تھی' جو زیادہ اچھی نہیں بنی اس دن کے بعد سے میں نے فوڈ میگزینز پر اعتماد کرنا چھوڑ دیا۔

4) بھائی کا تعاون اور مدد یہ ہوتی ہے کہ قربانی کا جانور بروقت گھر آتا ہے۔ عید کے روز قصائی کی مدد سے اس کی قربانی ہوتی ہے۔ گوشت بن کر گھر آتا ہے پھر سارا کام امی کے ذمہ ہوتا ہے' تجربہ کار خاتونِ خانہ کے سوا کوئی یہ کام احسن طریقے سے نہیں کرسکتا۔

5) بالکل ہے' ہاہاہا...... جب پرانا گھر ہوتا تھا تو اس کے بڑے سے صحن میں جانور کو باندھ دیتے تھے مگر چند سال پہلے کی بات ہے ہم لوگوں نے چاند رات کو جانور (چھترہ) لیا۔ اسے رکھنے کے لیے چھت کے علاوہ کوئی جگہ موزوں نہ لگی کہ نئے گھر کے صحن میں پودوں کی بہتات تھی۔ اپنی طرف سے تو ہم نے جانور کو مضبوطی سے باندھا تھا مگر (ہائے یہ بے خبری) ہم لوگ لاؤنج میں بڑے مزے سے ٹی وی دیکھ رہے تھے جب دھڑ دھڑ کسی کے سیڑھیاں اترنے کی آواز آئی اور جب تک ہم سمجھے وہ ہینڈسم چھترہ سج سج آخری سیڑھی سے اتر رہا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنا بھاری بھرکم سر ہماری پسلیوں میں پیوست کرتا' ہم سب فوراً سے کچن میں بھاگے اور دروازہ بند کیا اب وہ جانور بے بسی سے شیشے کے دروازے سے ہمیں تکتا رہا کچھ دیر بعد بھائی آئے اور اسے قابو کیا۔

چراغ خانہ
رفعت سراج

دنیا کو سنبھالیں کہ دل زار کو دیکھیں
ہم نیم نفس کون سے بیمار کو دیکھیں
آنکھوں میں چکا چوند ہے سینے میں اندھیرا
سورج سے نبھائیں کہ شب تار کو دیکھیں

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

پیاری کے کمرے میں آتے ہی دانیال اس کا ہاتھ تھام لیتا ہے اور محبت بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھتا ہے۔ پیاری کے لیے اس کا یہ انداز نیا ہوتا ہے۔ پیاری اسے یہ کہہ کر روک دیتی ہے کہ جب تک مشہود بھائی کے علم میں ہمارے نکاح والی بات نہیں آجاتی ہم اجنبی ہی رہیں گے جس پر دانیال رضا مند ظاہر کرتا مشہود کے کمرے میں آجاتا ہے مشہود دواؤں کے زیر اثر سو رہا ہوتا ہے۔ کمال فاروقی تھکن سے چور وجود لے کر گھر میں داخل ہوتے ہیں تو گھر کی تمام لائٹس آف دیکھ کر چند لمحے اپنی جگہ ٹھہر جاتے ہیں گھر میں سوئی گرنے کی آواز پیدا ہونے والی خاموشی کا راج ہوتا ہے کمال فاروقی سعدیہ کا سوچتے ہوئے اپنے کمرے میں آتے ہیں۔ ان کے خیال میں سعدیہ اس وقت خواب آور دواؤں کے زیر اثر سو چکی تھی اللہ نے کمال فاروقی صاحب کو دو ہی بیٹوں سے نوازا ہوتا ہے اور اب وہ اپنی فطری ذمہ داریوں سے عہدہ برآں ہو چکے ہوتے ہیں اب انہیں اپنی زندگی وقت گزاری کے لیے لگ رہی ہوتی ہے وہ شب خوابی کا لباس پہن کر بستر پر دراز ہو جاتے ہیں نیند بھی فوراً ہی ان پر مہربان ہو جاتی ہے رات کے آخری پہر کے ختم ہونے کا عمل اور صبح کاذب کے آثار ہوتے ہیں تب سعدیہ ان کا کندھا ہلا کر انہیں گہری نیند سے بیدار کرتی ہے اور اسی وقت طلاق دینے کا مطالبہ کرتی ہے جس پر کمال فاروقی ششدر رہ جاتے ہیں لیکن پھر فوراً ہی خود پر قابو پا کر سعدیہ کو صبح بات کرنے کا کہتے ہیں۔ مشہود کی نور تڑکے ہی آنکھ کھل جاتی ہے اس نے کمرے میں نظر گھمائی تو پہلو میں سوئے دانیال پر نظر جاتی ہے مشہود احتیاط سے کہنیوں کے بل اٹھ کر بیٹھ جاتا ہے مشہود اپنی پلاسٹر چڑھی ٹانگ پر آہستہ سے ہاتھ پھیرتا ہے اور بے معنی سا مسکرا دیتا ہے اسے بوا کی باتیں یاد آتی ہیں۔ مشہود اپنی کوشش سے واش روم جانا چاہتا ہے لیکن اپنا توازن برقرار نہ رکھتے ہوئے زمین پر گر جاتا ہے جس سے دانیال کی آنکھ کھل جاتی ہے اور وہ اٹھ کر مشہود کو سہارا دیتا ہے جس پر مشہود اسے اغوا ہونے کی چند باتیں بتاتا ہے۔ پیاری کی آنکھ فجر کی اذان کے ساتھ کھل جاتی ہے رات کے واقعات کسی فلم کی طرح ذہن پر اترنے لگتے ہیں پیاری کو شدید ذمہ داری کا احساس ہوتا ہے وہ بھائی مشہود اور دانیال کو سوتا سمجھ کر کچن میں آ کر ناشتہ تیار کرنے لگتی ہے۔ مشہود دانیال کو اغوا ہونے کے بعد کے واقعات بتاتا ہے کہ کس طرح اغوا کرنے والے آپس میں لڑ پڑے تھے اور مشہود کو وہاں سے ایک آدمی لے جانے میں کامیاب ہوا تھا شروع شروع میں پیاری کے پاس ان لوگوں کی کافی کال آتی تھیں وہ آدمی مشہود کو اپنے ساتھ اس لیے لایا تھا کہ تاوان کی رقم خود حاصل کر سکے۔ پیاری کے آنے سے مشہود کی بات ادھوری رہ جاتی ہے پیاری انہیں ناشتہ کرنے کا کہتی ہے۔ ایک سادہ کاغذ اور بال پوائنٹ سعدیہ کمال فاروقی کے سامنے رکھتی ہے اور اس پر طلاق لکھنے کا کہتی ہے جس

پر کمال فاروقی صاحب آرام سے بیٹھ کر بات کرنے کا کہتے ہیں لیکن اب سعدیہ کچھ بھی سننا نہیں چاہتی ہے۔ عالی جاہ دانیال کا نکاح ماموں (کمال فاروقی) کے گھر نہ ہونے کی وجہ ماں سے پوچھتا ہے جس پر مانو آپا سعدیہ کا اس رشتے کے حق میں نہ ہونے کا بتاتی ہیں۔ عالی جاہ کی سوچ ایک نیا رخ اختیار کر لیتی ہے وہ جلد ہی مامی (سعدیہ) سے ملنا چاہتا ہے۔ دانیال گھر میں داخل ہوتا ہے تو کچن سے برتن کھڑکھڑانے کی آوز آرہی ہوتی ہے جس سے گھر آباد ہونے کا نشان ملتا ہے وہ سیدھا کمال فاروقی کے کمرے کی طرف بڑھ جاتا ہے کمال فاروقی دانیال کو سعدیہ کی بلیک میلنگ سے آگاہ کرتے ہیں ساتھ ہی اسے کسی ماہر نفسیات کو دکھانے کا بھی کہتے ہیں دانیال کو زمین ہلتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

❁......❁......❁

"پاپا کیا ہوا' کچھ پتہ تو چلے۔ اب ممی نے اپنا ردعمل دکھانا ہے تو کرنا ہے اور ہمیں برداشت کرنا ہے یہ تو طے ہے۔" کمال فاروقی کا غصہ پہلی بار دیکھتا تو پریشان بھی ہوتا' مگر پریشان ہو رہا تھا تو اس لیے کہ اس سے پہلے کمال فاروقی نے میاں بیوی کے جھگڑے میں اولاد کو ملوث نہیں کیا تھا۔ بلال اور دانیال ان دونوں کو الجھتا دیکھتے تو اپنے اپنے کمرے میں بند ہوجاتے تھے۔

"کیا ہوا ہے؟ رات سے اس عورت نے دماغ خراب کیا ہوا ہے' ٹرنکولائزر کھا کر سونا پڑا۔ صبح پھر سر پر سوار ہوگئی۔ طلاق مانگ رہی ہیں موصوفہ...... مجھے تو کوئی اعتراض نہیں' مگر اس عمر میں طلاق دوں گا تو تم دونوں بھائی مجھ سے پوچھو گے کہ آپ نے ہماری ماں کے ساتھ ظلم کیوں کیا؟" کمال فاروقی شدید اعصابی دباؤ کا شکار تھے۔ ان کی آنکھوں سے واضح تھا کہ وہ بری طرح الجھے ہوئے ہیں۔

"طلاق......!" کا لفظ سن کر واقعی دانیال کے ہوش اڑ گئے تھے۔ یہ کیا تماشہ ہونے جارہا ہے؟ کیا اپنی خوشی پوری کرنے کی اتنی بڑی قیمت چکانا پڑے گی اس انتہا تک تو انہوں نے سوچا بھی نہیں تھا۔ وہ چند سیکنڈ باپ کو تکتے کی کیفیت میں کھڑا رہا۔ ذہن بالکل سن ہو رہا تھا۔

"میں نے صرف اور صرف اپنی اولاد کو "بروکن فیملی" کا ممبر بننے سے بچایا ہے...... ورنہ اس عورت سے کب کی جان چھڑا لیتا۔ سچی بات یہ ہے کہ پہلا جواء بری طرح ہارنے کے بعد دوسرا جواء کھیلنے کی ہمت کبھی نہیں تھی۔" غیظ وغضب کی شدت سے کمال فاروقی کے الفاظ ٹوٹ ٹوٹ جاتے تھے۔

"پلیز کول ڈاؤن پاپا...... ریلیکس...... یہ وقت فیصلوں کا نہیں' خاموشی کا ہے۔" اب دانیال کو احساس ذمہ داری نے چوکس کردیا۔ اپنا کردار نبھانے کے لیے آخر کار میدان میں تو اترنا تھا۔

"وہ تو بھتنی کی طرح میرا پیچھا کر رہی ہے' مسلسل ٹارچر کر رہی ہے۔ کیسے خاموش بیٹھوں۔ سادہ پیپر اور پین لے کر آجاتی ہے کہ طلاق لکھو......" کمال فاروقی غصے اور بے بسی کی کیفیت میں کہہ رہے تھے۔

"پاپا...... آپ ایسا کریں دو چار دن کے لیے بھوربن کاٹیج میں جاکر رہیں۔ ویسے بھی کافی دنوں سے وہاں مین ٹیننس کا کام نہیں ہوا' تالے زنگ پکڑ چکے ہیں۔ آپ وہاں جاکر ضروری کام بھی کرالیں اور ریسٹ بھی کریں۔ آفس کا کام میں دیکھ لوں گا۔"

"اس عورت کی خاطر گھر سے بے گھر ہوجاؤں؟" کمال فاروقی پھر سیخ پا ہو کر سوال کرنے لگے۔

"پاپا پلیز...... اپنی انا کو سائیڈ میں رکھ دیں۔ کرائسس سے نکلیں' آپ نے میری خوشی کے لیے اتنا کچھ کیا' اب مجھے آپ کو اس کرائسس سے نکالنا ہوگا...... اور بے گھر کیوں ہوں گے؟ وہ کاٹیج بھی تو آپ کا ہی ہے' آپ نے اسی لیے بنایا تھا کہ جب بہت زیادہ تھک جائیں تو وہاں جاکر ریسٹ کریں...... دیکھیں جب آپ دونوں وقتی طور پر ایک دوسرے سے دور ہوں گے تو سکون سے سوچیں گے۔ پاپا پلیز میری بات مان لیں' یہ آگ اسی ترکیب سے ٹھنڈی ہوگی ورنہ کوئی بڑا نقصان ہوجائے گا۔"

دانیال نے قریب آ کر باپ کے بازو تھام لیے۔ دانیال کا انداز ولہجہ خلوص سے پُر تھا اور خالص پن کی صفت ہے کہ اثر پذیری رکھتا ہے' جیسے ریت میں پانی جذب ہوجاتا ہے' خلوص اپنی جگہ خود بناتا ہے۔

"تمہارا مشورہ قابل غور ہے۔ ورنہ یہ دن رات کا دباؤ کسی بری خبر پر بھی اینڈ ہوسکتا ہے۔" کمال فاروقی اس وقت اس بچے کی مانند تھے جو اپنی عقل پر بھروسہ کرنے کے بجائے ماں باپ کی سوچ پر متفق ہوجاتا ہے۔ کیونکہ وہ تجربہ کار نہیں ہوتا اس لیے عقل کے ہفت پہلو کو دیکھنے سے قاصر ہوتا ہے۔ یہاں صورت حال یہ تھی کہ ساری دانشوری ایک عورت کی ہٹ دھرمی سے چڑ گئی تھی اور وہ خود کو خالی الذہن محسوس کررہے تھے' باپ کو اتفاق کرتا پا کر دانیال کے سر سے خوف واندیشے کے پہاڑ سرکنے لگے۔

"میں آج ہی سارا انتظام کرتا ہوں۔ آپ کو کچھ نہیں کرنا پاپا' صرف ایئر پورٹ تک جانا ہے۔" دانیال بہت پیار سے کہہ رہا تھا۔ بے بسی و گومگو کی کیفیت میں دانیال کوئی افلاطون ہی لگ رہا تھا۔ ان کو محسوس ہوا کہ وہ ایک عورت سے ہار گئے ہیں۔ اپنی اولاد کی خاطر انہیں اپنی مردانہ انا کی قربانی دینا پڑی ہے۔

"ٹھیک ہے' میرے اعصاب تو جواب دے رہے ہیں۔ دو چار جوڑے کپڑے رکھ دو اور تین ٹاولز' شیر گل کو میں فون کردوں گا' وہ بیڈ روم کی جھاڑ پونچھ کردے گا۔" وہ شکستہ سے لہجے میں بات کررہے تھے۔ دانیال کے رگ وپے میں سکون کی لہریں دوڑنے لگیں۔ خطرہ ٹل گیا تھا۔

"اور ایک آخری بات......" دانیال نے واپسی میں عجلت کی تو کمال فاروقی نے اس کے قدموں کو زنجیر پہنائی۔

"جی پاپا......" اس نے پلٹ کر دیکھا۔

"اس عورت کو روکے رکھو میں اس کی شکل نہیں دیکھنا چاہتا' اب یہ مجھ سے کلام نہ کرے' میرا بی پی زیادہ شوٹ کر گیا تو برین ہیمبرج بھی ہوسکتا ہے۔" وہ گرنے کے انداز میں بیڈ کے کنارے پر ٹک گئے۔

"اللہ کرے پاپا..... آپ ریلیکس کریں۔ ممی اس وقت تک آپ کے سامنے نہیں آئیں گی جب تک آپ نہ چاہیں۔ اب یہ میرا کام ہے کہ میں انہیں کس طرح روکتا ہوں۔" دانیال پھر قریب چلا آیا اور بہت محبت سے باپ کے شانے پر ہاتھ رکھ کر تسلی دی۔ آخر اسی باپ کی وجہ سے تو اس نے اپنی زندگی کی سب سے بڑی خوشی حاصل کی تھی۔ کمال فاروقی نے بھی اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر محبت کا اظہار کیا۔

"بہر حال میں اتنا خوش نصیب تو ہوں کہ اللہ نے سعادت مند اولاد دی۔"

"تو بس اسی بات پر ممی کو معاف کردیں۔"

"معاف کردوں؟" کمال فاروقی پھر ہتھے سے اکھڑنے لگے۔

"پاپا...... ضد اور انا انسان کے اپنے لیے بہت بڑا مینٹل ٹارچر ہے' اس طرح کے انسانوں پر غصہ نہیں رحم کھانا چاہیے۔ تصور کریں' کتنی تکلیف بھری زندگی ہے۔ انسان خوش ہوکر ہی نہیں دیتا' حالانکہ کوئی اس کو خوش ہونے سے منع نہیں کررہا۔ یہ گرم لوہے کی زنجیر تو وہ اپنی مرضی سے پہنتا ہے۔" کمال فاروقی ہکا بکا ہوکر دانیال کی شکل تکنے لگے۔ وہ تو بیٹے کی ذہانت و سمجھداری کے قائل تھے' مگر اس وقت تو وہ پائے کا دانشور محسوس ہورہا تھا۔

حقیقت یہ ہے محبت میں بگڑنے والے ہی سنورتے ہیں۔ مدتوں ایک نقطے پر سوچنے والے ہی خیال کی لطافت میں اتر سکتے ہیں۔

اسی لیے شاعر نے صاف صاف کہہ دیا تھا

"عشق کوئی کھیل نہیں جسے گلی کے لونڈے کھیلیں"

❁ .... ❁ .... ❁

عشق تو انکشافات کا ایک سلسلہ ہے' انسان خود پر بتدریج منکشف ہوتا ہے۔

دانیال کے جانے کے بعد دل کے چور کی وجہ سے مشہود سے اپنی طرف کی کوئی بات نہیں کررہی تھی' پتہ نہیں اس کا وجدان کیوں سہما ہوا تھا۔ رشتے کی اہمیت کا تقاضا تھا

کہ فوراً سے پیشتر بھائی کو اس اہم خبر سے آگاہ کردیا جائے کہ یہ اس کا فطری حق ہے لیکن مشہود پر نظر پڑتے ہی اس کی ہمت جواب دے جاتی تھی آخر ایسا کیوں تھا؟ شاید بھائی کی بے بسی کی حالت اسے روکتی تھی کہ اس کے زخموں میں ٹیسیں اٹھتی ہیں اور وہ اسے وہ خبر سنائے جو سب سے بڑی خوش خبری سمجھی جاتی ہے۔

"بھائی آپ کہیں تو آپ کے لیے میل نرس کے لیے بات کروں......؟" اس نے خود کو سنبھالنے کے لیے مہلت نکالی اور مشہود کی موجودہ حالت کے پیش نظر بات کی۔

"ارے نہیں...... تمہارے اور دانیال کے ہوتے ہوئے مجھے کسی نرس یا اٹینڈنٹ کی ضرورت نہیں۔ تم سوچ بھی نہیں سکتیں اس وقت میں کتنا پُرسکون ہوں' اپنے گھر میں ہوں' بیڈ پر سب کچھ مل رہا ہے۔ تم پریشان مت ہو ان شاء اللہ دو چار روز میں پہلے کی طرح چلنے پھرنے لگوں گا۔" مشہود نے بہت محبت سے بہن کی طرف دیکھا۔

"ان شاء اللہ......" مشہود کے جواب سے درحقیقت اسے بہت تقویت پہنچی وہ تو بہن تھی مگر دانیال کی اہمیت کا اعتراف کرکے مشہود نے اس کے اندر کی گھٹن خاصی حد تک کم کردی تھی۔ جس وقت دانیال نے دوستی کو رشتے داری میں بدلنے کی بات کی تھی اس وقت صورت حال کچھ اور تھی اور اس وقت حالات بالکل مختلف تھے۔

اگر اس تنہائی میں بھی اس نے بھائی کو اس اہم ترین خبر سے بے خبر رکھا تو اور زیادہ مشکل ہوجائے گی۔ مشہود یہ ضرور کہے گا کہ اسے اتنی دیر سے کیوں مطلع کیا...... تو وجہ بیان کرنا مشکل ہوگا۔ اس وقت وہ دونوں ہیں درمیان میں صرف اللہ ہے' مشہود کا موڈ بھی نارمل ہے' اس سے بہتر موقع اور کیا ملے گا؟ کم از کم ذہن سے ایک بوجھ تو اتر جائے گا...... ذہنی تناؤ سے تو نجات ملے گی۔ اس نے ہمت مجتمع کرنے کے لیے کھنکار کر گلا صاف کیا اور آہستہ سے بولی۔

"مشہود بھائی آپ سے ایک بہت ضروری بات کرنا ہے۔" مشہود نے اس کی جھجک دیکھتے ہوئے حیرانی سے کہا۔

”تو اتنا تکلف کیوں کر رہی ہو کیا بات کرنے کے لیے تمہیں اجازت کی ضرورت ہے؟ بولو......“

”بھائی، میری شادی ہوگئی ہے۔“ اس نے دل کڑا کر کے جانے کیسے کہہ دیا۔ مشہود نے یوں دیکھا جیسے زوردار دھماکے کی آواز سنی ہو۔

”ش...... ش...... شادی...... کس سے ہوئی ہے؟ کب ہوئی اور......“ تیسرا سوال جذبات کی آندھی میں خاشاک کی طرح اڑنے لگا۔ گرفت میں نہ آیا۔

”شادی کل ہی ہوئی ہے دانیال کے ساتھ...... جس وقت آپ کا فون آیا اس وقت شادی کی تقریب ہی ہورہی تھی۔“ پیاری نے نظر جھکا کر کہا...... مشہود کی حیرت اور سوالات پر وہ اندر سے بری طرح سہم گئی تھی۔ مشہود پتھر کے مجسمے کی طرح ایک ٹک پیاری کی طرف دیکھے جارہا تھا۔ اس کی خاموشی پر پیاری نے لحظہ بھر کے لیے نظر اٹھا کر دیکھا مگر اسے اپنی طرف دیکھتا پاکر گھبرا کر نظر جھکالی۔

مشہود کی خاموشی اسے ہولانے لگی۔ اسے تو حیرت کے ساتھ ساتھ خوشی کا اظہار بھی کرنا چاہیے تھا۔ وہ چپ کیوں ہوگیا؟ اس کا مطلب ہے اسے کوئی اعتراض ہے؟

”میں تمہاری خاطر موت سے پنجہ آزمائی کررہا تھا جان کی بازی لگا کر تم تک پہنچنا چاہ رہا تھا، نہ نیند بھر سویا نہ پیٹ بھر کھایا اور تم شادی کے جشن منارہی تھیں؟ تم نے اتنی جلدی فرض کرلیا کہ میں مرچکا ہوں، دنیا میں نہیں ہوں؟“ مشہود صدمے کی شدت سے روہانسا ہوگیا۔

”یہ بات نہیں ہے بھائی...... یہ شادی جشن نہیں تھی، مجبوری تھی۔“ پیاری مشہود کے تاثرات، کلمات برداشت نہ کرسکی، بھل بھل رو پڑی۔ مشہود اس وقت، زمان و مکان کی قید سے آزاد صرف اور صرف دکھ کے شکنجے میں جکڑا ہوا بس پیاری کی طرف دیکھے جارہا تھا۔

”بھائی میں اس گھر میں اکیلی نہیں رہ سکتی تھی، دانیال کی پھوپو کے گھر کب تک رہتی۔“ وہ روتے ہوئے یوں کہہ رہی تھی جیسے اس نے کسی بھیانک جرم کا ارتکاب کیا ہو اور اقبالی بیان ریکارڈ کرارہی ہو۔

”دانیال کی پھوپو کے گھر......! کیا مطلب؟ تم دانیال کے گھر بھی رہ سکتی تھیں، دانیال کی ماں اس کی پھوپو سے زیادہ اہم ہیں۔ وہ بھی تمہارا خیال رکھ سکتی تھیں، پھر اس کی پھوپو کے گھر جانے کی تک کیا تھی؟“ مشہود کا دکھ اب حیرت کے بہاؤ میں بہنے لگا۔

”دانیال کی می شاید مجھے پسند نہیں کرتیں، پتہ نہیں کچھ ہے جو مجھے ابھی تک سمجھ نہیں آیا۔“ پیاری نے کچھ وضاحت کرنے کی کوشش کی۔

”کیا مطلب؟“ مشہود کو پھر ایک زوردار جھٹکا لگا۔

”دانیال کی می تمہیں پسند نہیں کرتیں مگر بیٹے کے ساتھ شادی کرنے پر راضی ہوگئیں؟“

”وہ راضی نہیں ہوئیں، انہوں نے تو شادی میں شرکت بھی نہیں کی، بس...... دانیال کے پاپا نے دانیال کا ساتھ دیا...... اور دے رہے ہیں۔“ پیاری نے دوپٹے سے آنسو پونچھتے ہوئے مطلع کیا۔

”دانیال کا ساتھ دیا؟...... مطلب یہ دانیال کا اپنا فیصلہ تھا جس میں اس کے پاپا نے ساتھ دیا اور ماں نے ساتھ نہیں دیا......“ مشہود اب گتھی کا سرا ٹٹولنے لگا۔ پیاری جواب میں کچھ کہنے کے بجائے خاموش رہی اور ہمیشہ سے خاموشی کا مطلب ”ہاں“ سمجھا جاتا ہے۔

”اوہ...... میں ایک پرخلوص دوست کی دوستی پر ناز کرتا تھا، اچھا تو وہ تمہارے چکر میں، میرا اتنا خیال کرتا تھا۔“ اب مشہود کے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ کھیلنے لگی۔

”بوا سے بھی اس کی بہت پکی دوستی ہوگئی تھی، یقیناً اس نے بوا سے اپنے دل کی بات کی ہوگی، تب ہی بوا نے اس کا ذکر کیا تھا اور شادی کی بات چھیڑی تھی۔ بہت خوب، خوب گزر رہی تھی میرے بعد بھی...... میں احمقوں کی طرح بہن کے پاس پہنچنے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔“ پیاری تو طنز کے تیر افتاد کی طرح برسنے لگے...... اس نے تڑپ کر مشہود کے ہاتھ پر دونوں ہاتھ رکھ دیے۔

”بھائی اس طرح نہ سوچیں، میں سب کے لیے پرابلم بن رہی تھی، گھر ہوتے ہوئے گھر سے محروم تھی۔“

”بس اب زیادہ صفائیاں پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔“ مشہود نے پیاری کی بات کاٹ کر بہت غصے میں کہا اور اس کا ہاتھ جھٹک دیا تھا۔ اس کا غصہ دیکھ کر پیاری کی رہی سہی ہمت بھی جاتی رہی۔

”بھائی آپ بدگمان نہ ہوں، میں نے راتوں کو جاگ جاگ کر آپ کی زندگی اور واپسی کی دعائیں کی ہیں۔ میں وہ لڑکی ہوں جو اپنی شادی کے موقع پر خوش ہونے کے بجائے بھائی کو یاد کر کے رو رہی تھی۔ آپ میری محبت اور میرے خلوص پر شک نہ کریں، آپ راتوں کو جاگتے تھے تو میں کب سوتی تھی۔“

”دیکھ لیا سب کا خلوص...... جیسے سب میرے مرنے کا ہی انتظار کر رہے تھے۔“ مشہود بھڑک اٹھا، پیاری سہم کر اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی اور آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔

”بھائی......“ اس نے کچھ مزید کہنا چاہا مگر مشہود نے بات آگے بڑھنے نہیں دی اور ہسٹریائی انداز میں چلایا۔

”میرے سامنے سے ہٹ جاؤ...... اس وقت میرے پرانے زخم بھی درد کر رہے ہیں۔“

”بھائی......“ پیاری مزید خوف زدہ ہو گئی۔

”مر گیا تمہارا بھائی، جاؤ خوشیاں مناؤ، ساری خوش فہمیاں غرق ہو گئی ہیں۔ کتنا ارمان تھا کہ اپنی بہن کی شادی کروں، اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر رخصت کروں، جہیز میں چھوٹا سا فرنشڈ گھر دوں، تاکہ وہ زندگی بھر اپنے گھر میں رہے، چھت روٹی دے کر لوگ اس سے عمر بھر غلامی نہ کرائیں۔“ مشہود کی آواز دکھ سے ٹوٹ رہی تھی۔ ”پیاری اس وقت میرے سامنے سے ہٹ جاؤ، میں ذرا خود کو یقین دلاؤں کہ میں زندہ ہوں، کہیں ایسا تو نہیں کہ میں واقعی مر چکا ہوں۔“ پیاری اب برداشت نہ کر سکی...... بے اختیاری کیفیت میں مشہود کے گلے لگ گئی اور بلک بلک کر رو پڑی۔

”بس کریں بھائی، بس کریں، جو کچھ آپ سوچ رہے ہیں، محسوس کر رہے ہیں، ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ میری خاطر موت سے لڑ رہے تھے تو میرے حلق سے بھی نوالہ نہیں پھنستا تھا، راتوں کو نیند نہیں آتی تھی، اٹھ اٹھ کر نفل پڑھ کر آپ کے لیے دعائیں کرتی تھی۔“ مشہود ایک بت کی طرح بیٹھا سن رہا تھا، اس نے نہ پیاری کے سر پر ہاتھ رکھا نہ تسلی دینے کی کوشش کی۔

پیاری خود ہی رو رو کر ہلکان ہو گئی، بے دم ہو کر اس سے الگ ہوئی اور دوپٹے سے آنکھیں پونچھنے لگی۔

”اب تو تم اسی طرح بات کرو گی، یہی کہو گی کیونکہ تم اس کے علاوہ کچھ اور کہہ بھی نہیں سکتیں۔ سارے خواب جل کر راکھ ہو گئے، ساری امیدیں خاک ہو گئیں۔“ وہ بڑبڑانے کے انداز میں کہہ رہا تھا۔

”ایک ہی بہن تھی میری، میرے پیارے ماں باپ کی نشانی، اسے خوشیاں منانے کی کتنی جلدی تھی۔“ اب مشہود کی آنکھوں سے چند آنسو ٹپک پڑے، پیاری تڑپ کر بے بسی کی تصویر بن گئی، مشہود کے انداز ایک دم اتنے اجنبی سے ہو گئے کہ اپنائیت کا اظہار کرنا پہاڑ انگلی پر اٹھانے جیسا لگ رہا تھا۔

”بھائی...... آپ اطمینان رکھیں، سچائی کبھی نہیں چھپتی، ایک دن آپ حقیقت کو خود مان لیں گے، ہر طرح کا سچ سامنے آ جائے گا۔“ پیاری کو بے بسی کی انتہا پر یہی الفاظ سوجھے۔ مشہود نے جواب میں اب کچھ نہیں کہا البتہ پیاری کی طرف سے رخ موڑ لیا، پیاری کے سینے میں درد کی ٹیس اٹھی، جو سہنا تھی کہ موت کا تو وقت مقرر ہے۔ وہ سسکیاں دباتی کمرے سے باہر نکل گئی، پلٹ کر دیکھنے کی تو ہمت ہی نہیں تھی ورنہ دیکھ لیتی کہ مشہود دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپائے بچوں کی طرح رو رہا تھا، بس یونہی دل ٹوٹ گیا تھا، ورنہ دنیا میں کیا نہیں ہوتا، پاؤں سے چلتا صحت مند انسان گھر سے جاتا ہے، چار کندھوں پر اٹھا کر سفر آخرت کی طرف روانہ کر دیا جاتا ہے۔

مشہود کی نظروں کے سامنے گزرے وقت کی ایک فلم سی چل رہی تھی۔ دو نیلی آنکھیں جو اس قید تنہائی میں چار طرف سے جھانکتی محسوس ہوتی تھیں اور جس کے احسان

عظیم ۔۔۔نا۔۔۔آزادی کی فضا میں دوبارہ پہنچایا تھا۔

⁂ ...... ⁂ ...... ⁂

مشہود ایسے کمرے میں قید تھا جس میں صرف ایک چھوٹی سی کھڑکی تھی وہ بھی اتنی اونچائی پر کہ اس کا اوپری حصہ چھت کے کنارے کو چھوتا تھا' ایک مضبوط دو پٹ کا بھاری بھرکم دروازہ تھا جس کے ذریعے وہ اس عقوبت گاہ میں داخل ہوا تھا' اس کا کھلنا اور بند ہونا ایسا تھا جیسے پانی کے جہاز کو ہاتھوں سے دھکیلا جارہا ہو۔ وہ اس دوزخ کے داروغہ کے ساتھ یہاں تک تو پہنچ گیا تھا' جرم وگناہ کے ساتھیوں میں ٹھن گئی تھی۔ زد پر مشہود تھا۔ جو اغوا ہونے کے بعد ان سب کے لیے "ہاٹ کیک" تھا اور اب اس باغی کا اکلوتا شکار......

کھانا پانی وہ خود سپلائی کررہا تھا' واش روم یا بڑا سا دیہاتی غسل خانہ بڑے سے صحن کے آخر میں تھا۔ ایک چھوٹی عمر کا لڑکا وقفے وقفے سے دروازہ کھول کراسے واش روم جانے کا پوچھتا تھا' اسے ساتھ لے کر واش روم تک جاتا تھا اس کے بعد غائب ہوجاتا تھا۔ کمرے کی اکلوتی کھڑکی کے پٹ نہیں تھے صرف موٹی موٹی سلاخیں تھیں اسی طرز کی کھڑکی تھی جو صدیوں پہلے کال کوٹھڑی میں بنائی جاتی تھی (شاہی قلعہ میں آج بھی اس طرح کی کال کوٹھڑیوں کا نظارہ کیا جاسکتا ہے)۔

رات کو نیند نہیں آتی تھی' بڑے سے پلنگ پر لیٹا کھڑکی کی طرف تکتا رہتا تھا کہ اس کھڑکی سے دن طلوع ہونے کا سراغ ملتا تھا۔ ایک رات وہ اسی طرح ٹکٹکی باندھے کھڑکی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اسے لگا کسی نے باہر سے کھڑکی پر پردہ لگادیا' کیونکہ کھڑکی سے نظر آنے والا آسمان اوجھل ہوگیا تھا۔ ایک لمحے کو تو بڑی گھبراہٹ اور وحشت سی ہوئی' مگر درندوں کی کچھار سے نکل آنے کے بعد اب وہ فوراً اپنے اعصاب قابو کرلیتا تھا۔ وہ کھڑکی کی طرف ٹکٹکی باندھے گتھی سلجھانے لگا کہ باہر سے کھڑکی کیونکر بند ہوئی؟ اچانک ایک سفید چمکتا ہوا نسوانی ہاتھ سلاخوں سے راہ بنا کر اندر آیا اور ایک شاپر پھینک دیا۔

مشہود ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا تھا...... چھلانگ مار کر بستر سے اترا اور کھڑکی کے قریب جا کر سر اٹھا کر دیکھنے لگا۔ انتہائی رات ہونے اور کمرے میں بہت مدھم روشنی ہونے کی وجہ سے پہلی نظر میں کچھ بھی واضح نہیں تھا...... لیکن چند سیکنڈ نظر جمائے رکھنے کے بعد اسے پتہ چلا دو آنکھیں مسلسل اس کو گھور رہی ہیں۔

"کون ہو تم......؟" طویل خاموشی گزرنے کے بعد مشہود کو اپنی ہی آواز اجنبی سی لگی۔

جواب ملنے کے بجائے آسمان دوبارہ نظر آنے لگا...... اس کا مطلب تھا کہ کھڑکی سے جھانکنے والا وجود غائب ہوچکا تھا۔ مشہود چند ثانیے خالی الذہن کھڑکی کی طرف متوجہ رہا پھر اس کا دھیان پھینکے گئے شاپر کی طرف گیا۔ چند قدم آگے بڑھ کر اس نے جھک کر شاپر اٹھایا' کھول کر دیکھا۔ اس میں دو سیب اور تین چار آڑو تھے۔ فروٹ دیکھتے ہوئے اس کی غیر ارادی نگاہ پھر کھڑکی کی طرف گئی' مگر آسمان پر اڑتے ہوئے سفید بادلوں کے ٹکڑوں کے سوا کچھ نظر نہ آیا۔ بہت عرصے سے فروٹ نہیں کھایا تھا' فروٹ کھائے بغیر ہی وجود میں توانائی سی دوڑنے لگی۔

دوسرے...... تنہائی کا اذیت ناک احساس ہوا ہوگیا تھا...... آس پاس کوئی ہے' کوئی فرشتہ' کوئی فرستادہ' کوئی انسان' یہ خیال اپنے اندر بہت قوت رکھتا تھا۔ وہ اس فوجی جوان کی طرح از سر نو تازہ دم ہوگیا جو سارے ہتھیار ضائع ہونے کے بعد مایوسی کے عالم میں اچانک نئی کمک پاتا ہے اور پہلے سے زیادہ جذبے سے لڑنے کے لیے تیار ہوجاتا ہے۔ مدت بعد فروٹ کھایا تھا' مدت بعد فطری نیند آئی تھی۔

⁂ ...... ⁂ ...... ⁂

"بھائی یہ ٹیبلیٹ کھالیں' یہ ناشتے کے ایک گھنٹے بعد کھانا تھی۔" پیاری پانی کا گلاس اور ہتھیلی پر ٹیبلیٹ لیے ڈرے ڈرے انداز میں اس کو متوجہ کررہی تھی۔ وہ اتنے مضبوط تصور کے حصار میں تھا کہ اسے پیاری کی آمد کا پتہ ہی نہ چلا کہ وہ کب اس کے سامنے آن کھڑی ہوئی۔

”ٹیبل پر رکھ دو.....“ مشہود کا لہجہ برف ہو رہا تھا۔

پیاری نے جلدی سے گلاس رکھا اور ساسر میں ٹیبلیٹ رکھ دی۔ مشہود کے چہرے پر ایسا کچھ تھا کہ پیاری کو وہاں ٹھہرنا محال تھا وہ سر پر آنچل سنبھالتی باہر کی طرف بڑھی۔

”پیاری ایک منٹ.....“ اسے پشت سے مشہود کی سپاٹ آواز سنائی دی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔

”جی بھائی.....“ لہجے میں گویا کائنات کی محبت سمٹ آئی۔ دل کو کچھ ڈھارس سی ہوئی۔

”میں جس دوستی پر ناز کرتا تھا وہ تو میرے دل کا دھوکہ تھا' اس دوستی کے پیچھے تو تم تھیں..... رات بھی وہ تمہاری خاطر میری خدمت کرتا رہا..... میں کیا سمجھا اور وہ کیا نکلا؟ ویسے بھی غلطی تو میری اپنی ہے' دوست کو ڈرائنگ روم تک محدود رکھنا چاہیے' اندھا اعتبار ہی ہمارا اپنا دشمن ہوتا ہے' اسے کہہ دینا مجھ سے ملنے کی ضرورت نہیں۔“ چھت سر پر آ رہی..... کس موڑ پر مشہود بے لچک فیصلے سنا رہا تھا۔

”مجھے آپ کی خوشی سے غرض ہے اگر یہ آپ کا حکم ہے تو میں کہہ دوں گی کہ وہ اب یہاں نہ آئیں.....“ پیاری نے پیار سے آسمان اوڑھ لیا۔

اس کا خیال تھا اتنی فرماں برداری دیکھ کر کھل اٹھے گا..... مگر مشہود اب پہلے کی طرح خاموش ہو چکا تھا۔

”بھائی اپنی طرف دیکھیں آپ کی حالت اجازت نہیں دیتی کہ آپ کوئی ٹینشن لیں' آپ جو کہیں گے میں وہی کروں گی۔“ اس کی خاموشی سے پیاری کو کچھ کہنے کا حوصلہ ہوا لیکن مشہود اب بھی خاموش تھا۔ جیسے عظیم دکھ نے اسے پتھر کر دیا ہو۔ پیاری بھاری نقصانات کے بوجھ سر پر لادے اپنی خواب گاہ کی طرف جا رہی تھی۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

”عالی جاہ تم..... کیا غلطی سے آ گئے ہو؟“ سعدیہ حیرت سے عالی جاہ کو دیکھ رہی تھیں۔

”ارے نہیں مامی..... بندہ کتنا بھی مصروف ہو' رشتے داروں کو خوشی کے موقع پر مبارک باد دینے کا وقت تو نکالنا چاہیے۔ اب ایسا بھی کیا ہے؟“ سعدیہ جو بند کمرے کی وحشت ناک تنہائی سے گھبرا کر لاؤنج میں آ گئی تھیں' سر میں درد کی ٹیسیں بھی اٹھ رہی تھیں سوچا نوکر سے کہہ کر ایک کپ کافی ہی پی لیں' مگر عرصہ دراز بعد عالی جاہ کو گھر میں پا کر وقتی طور پر اپنی کیفیت فراموش کر بیٹھیں۔

مانو آپ کا بیٹا ہونے کے ناطے اس سے انسیت تو محسوس نہیں کرتی تھیں مگر اس وقت جب کوئی بھی اپنا نظر نہیں آ رہا تھا تو اسے دیکھ کر ایک تقویت سی محسوس ہوئی' بہر حال اسی گھر میں آتے جاتے کھیلتے کودتے جوان ہوا تھا۔

”ویسے دانیال کی شادی بڑی ایمرجنسی میں ہوئی' میرے لیے تو سرپرائز ہی ہے' میں تو سوچ رہا تھا آپ رشنا کو جب بہو بنانے جائیں گی تو سارے شہر میں دھوم مچ جائے گی۔“ عالی جاہ نے اس بات کا انتظار نہیں کیا کہ سعدیہ اسے تشریف رکھنے کو کہیں گی تو وہ براجمان ہو۔

اپنے حیرت آمیز خیالات کا اظہار کرتے ہوئے صوفے میں دھنس گیا' سعدیہ کے چہرے پر ایک رنگ آ اور جا رہا تھا۔

”اپنی ماں والی حرکتیں چھوڑو' تم نے مجھے شادی میں دیکھا تھا جو اس طرح کی باتیں کر رہے ہو؟“ سعدیہ جیسے پھٹ پڑیں۔ چھپکلی کی طرح عالی جاہ نے اپنی آنکھوں کو حرکت دی اور مسکرانے لگا۔

”یہی تو آپ سے سننے آیا ہوں' آپ کل کی تقریب سے کیوں آؤٹ تھیں' دلہا کی ماں تو V.V.I.P ہوتی ہے۔“

”تمہاری ماں نے تمہیں سب کچھ بتایا ہوگا' لگتا ہے تم میری جان جلانے آئے ہو' مگر آج اپنی ساری حسرتیں پوری کر لو پھر شاید موقع نہ ملے ترستے رہ جاؤ' میں تمہارے ماموں سے خلع لے رہی ہوں۔ تمہاری ماں کی دلی مراد پوری ہو رہی ہے۔ اس گھر میں ایک ایک گھڑی اب ایک صدی کے برابر لگ رہی ہے' تم بھی مبارک باد دے کر فارغ ہو چکے اب چلتے پھرتے نظر آؤ۔“ سعدیہ اب اپنی فطرت پر واپس آ گئیں' مانو آپا کے بیٹے کی عزت افزائی

کرنا ان کے اختیار سے باہر کی بات تھی۔

اتنی بے عزتی اور بدلحاظی دیکھ کر پہلے تو عالی جاہ ششدر رہ گیا' پھر چند سیکنڈ کو سوچا اور ایک دم پینترا بدل لیا...... سعدیہ تو اس کے اندر چھپی ہوئی کدورت و پرخاش باہر لانے کا راستہ دکھا رہی تھیں' قدرت خود بخود آگ لگانے کا موقع فراہم کررہی تھی اور اسے اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہیے تھا۔ موقع سے فائدہ اٹھانا اس کی سرشت میں تھا۔ مجبوری میں فروخت ہونے والی گاڑی خریدنے میں اس نے کبھی دیر نہیں لگائی' پھر اس کو سرخی پوڈر لگا کر شوروم کی زینت بنا کر دیکھ دیکھ کر خوش ہوتا تھا...... اور اس گاڑی کے منہ مانگے دام وصول کرتا تھا...... وہ جانتا تھا موقع ملنے کو خوش قسمتی کہتے ہیں۔

"مجھے احساس ہے مامی آپ اس وقت بہت دکھی ہیں' آپ کے ساتھ بہت زیادتی ہوئی ہے' آپ کو آپ کے حق سے محروم کیا گیا' میں آپ کی تکلیف کو محسوس کرسکتا ہوں اور کررہا ہوں۔" عالی جاہ نے اپنے چہرے پر جی بھر کر مغموم تاثرات لانے کی کوشش کی۔ سعدیہ طنزیہ مسکرائیں۔

"تم کیسے میری تکلیف کو محسوس کرسکتے ہو' تمہیں تو پتہ ہی نہیں کہ تکلیف کس چڑیا کا نام ہے۔ بہرحال اپنی ماں کو جا کر کہہ دینا...... قدرت نے اسے اجاڑ دیا تھا' اور بدلے اس نے مجھ سے لیے' چھوڑ رہی ہوں اس کے بھائی کو' اب سارے شہر کو دعوت کھلائے' چالیس دن خیرات تقسیم کرے' بہت چلتا پھرتا دواخانہ بنی پھرتی ہے' میرا بیٹا مجھ سے چھین لیا' ایک دن اس کا بیٹا بھی کوئی ڈائن چھین کرلے جائے گی۔" اب سعدیہ غیظ وغضب کے عالم میں کف اڑانے لگیں' اس سے زیادہ وہ مروت نہیں کرسکتی تھیں جو چند منٹ انہوں نے عالی جاہ کے ساتھ برت لی تھی۔

"مامی...... مامی پلیز...... کام ڈاؤن...... پلیز پلیز' میں آپ سے زیادہ دکھا ہوا ہوں...... اس لڑکی نے شادی کا وعدہ مجھ سے کیا تھا...... مجھے خواب دکھا کر قیمتی گفٹ وصول کیے' مگر اماں جان کو یقین نہیں آتا...... شاید آپ یقین کرلیں۔" عالی جاہ نے کمال پھرتی و مہارت سے سیلاب کے آگے بند باندھا تھا۔ سعدیہ ہکا بکا عالی جاہ کی مظلومیت کا شاہکار اس کی شکل تک رہی تھیں۔

"ایک ہفتے میں اس نے مجھے ٹھیک ٹھاک بے وقوف بنالیا...... مجھے کیا پتہ وہ دانیال کو بھی لائن دے چکی ہے۔ اماں جان بھی اس کی بہت تعریف کرتی تھیں۔ ترس کھاتی رہتی تھیں کہ بے چاری کا بھائی کڈنیپ ہوگیا' گھر بیچ کر تاوان دینا پڑے گا' بے چاری بے گھر ہونے جارہی ہے وغیرہ وغیرہ...... اب میرا دل ہی اتنا نرم ہے مجھے بھی اس پر ترس آنے لگا۔ ذرا سی بات چیت کرلی تو گلے ہی پڑ گئی' خیر میں نے سوچا' لڑکی خوب صورت ہے' ویل ایجوکیٹڈ ہے۔ آخر کسی نہ کسی سے تو شادی کرنا ہی ہے۔ مامی آپ اس کی چالاکی دیکھیں' اپنے پاس سیل فون نہیں رکھتی...... ورنہ میں آپ کو کمپنی سے کال ریکارڈ نکلوا کر دکھا دیتا...... صحیح کی پکڑی جاتی...... اماں جان سو جاتیں تو دو دو گھنٹے مجھ سے باتیں کرتی رہتی...... اب میں آپ کو کیا کیا بتاؤں؟" عالی جاہ نے یوں ظاہر کیا گویا بول بول کر تھک گیا ہو۔ سعدیہ تو حیرت سے پتھر ہورہی تھیں...... یہ صدمہ کیا کافی نہیں تھا کہ ایک ناپسندیدہ لڑکی ان کی بہو بن گئی ہے۔ اس پر مستزاد انتہائی کرپٹ لڑکی...... ماں کی فطرت بلبلا کر رہ گئی...... یہ تو ایک طرح سے ان پر قیامت سی ٹوٹ پڑی تھی۔

"تم کیا دودھ پیتے بچے ہو...... اپنی ماں کو کیوں نہیں بتایا یہ سب......؟" سعدیہ نے حیرانی کو بدقت تمام قابو کیا۔

"کیا بتاؤں مامی' وہ لڑکی شطرنج کا ٹائٹل جیت سکتی ہے اماں جان تو اس کے خلاف ایک لفظ سننے کو تیار نہیں...... آپ ذرا بات کرکے تو دیکھیں...... ایسا لگتا ہے وہ اس کی ماں ہیں...... میری نہیں۔" عالی جاہ نے زمانے بھر کا دکھ اپنے لہجے میں سمو کر کہا۔

"مجھے تو پہلے ہی شک تھا کہ اس لڑکی کی نظر ہماری دولت پر ہے' اس کے بھائی کا دوست ہے' آخر سب جانتی تھی کہ یہ بزنس ایمپائر ایک دن دانیال ہی کی ہونی ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے' اگر اس نے دانیال سے ہی شادی کرنا تھی تو تم سے چکر کیوں چلایا......" دماغ سے

جذبات کا جھاگ اترا تو سعدیہ نے قدرے چونک کر منطقی سوال جڑ دیا۔

"کچھ غلطی میری بھی ہے' وہ مجھے پہلی نظر میں اچھی لگی تھی۔ میں نے تھوڑا سا انٹرسٹ شو کیا تو وہ خود ہی کمبل ہوگئی۔ اس نے سوچا' چلو دو تین لاکھ کے گفٹس یہاں سے بھی بٹور لے۔" عالی جاں نے اسی طرح مغموم شکل بنا کر کہا۔

"دو تین لاکھ......؟" سعدیہ پھر حیرت سے ادھ موئی ہوگئیں۔

"چند دنوں میں تم نے دو تین لاکھ لٹا دیے؟ دماغ خراب ہوگیا تھا تمہارا؟" سعدیہ اب بھول چکی تھیں کہ وہ مانو آپا کے بیٹے سے بات کررہی ہیں...... درد مشترک بھی ایک خصوصی رشتہ ہوتا ہے۔

"دماغ ہی تو خراب ہوگیا تھا مامی...... آپ کو تو پتہ ہے میں بہت زیادہ بیوٹی کانشس ہوں۔"

"دو تین لاکھ کی ایسی کیا چیز دے دی تھی تم نے؟" سعدیہ کو جیسے یقین ہی آ کر نہیں دے رہا تھا۔

"ایک رولیکس ریسٹ واچ تھی اور ایک ڈائمنڈ کی رنگ......" عالی جاہ نے مجرموں کی طرح سر جھکا کر جواب دیا۔

"مجھے تو سنا بیٹھے ہو جا کر اپنے ماموں جان کو سناؤ' تو بات ہے۔ دنیا زمانے کے عقل مند اور مردم شناس بنتے ہیں' کھوٹا سکہ ہاتھ لگا ہے' جو مجھ پر ظلم کرتے رہے ہیں' خوب بدلہ لیا ہے قدرت نے۔"

"سب کچھ چھوڑیں مامی' میری طرف دیکھیں' میرے دکھ کو محسوس کریں' میں آپ کچھ بھی کہیں' کون یقین کرے گا؟ سب ثبوت مانگیں گے' وہ میں کہاں سے لاؤں گا' بس پتہ نہیں مجھے کیا ہوا' آپ سے سب کچھ شیئر کرلیا...... دل پر بوجھ بہت تھا' سوچ کر بھی شرم آرہی ہے کہ وہ میری بھابی بن چکی ہے۔" عالی جاہ نے یوں آنکھیں رگڑیں جیسے غم زدہ ہونے کی وجہ سے نم ہوگئی ہوں۔ سعدیہ ششدر سی دیکھے جارہی تھی۔

"اب میں چپ رہوں گا مامی' آپ یہ باتیں دنیا کو بتادیں مجھے پروا نہیں' لٹنے کے بعد میرے سارے خوف ختم ہوچکے ہیں۔"

"دنیا کو بتادوں؟" سعدیہ لاشعوری طور پر ڈر گئیں۔

"دنیا کو تو پتہ ہے کہ دانیال کو جنم دینے والی ماں میں ہوں' کپڑا اٹھانے سے پیٹ تو اپنا ننگا ہوگا' بے عزتی تو ان کی اپنی ہوگی' وہ اس گھر میں رہیں یا خلع یافتہ ہوکر زندگی گزاریں' اولاد تو بہرحال ان کی ہے' دنیا تو یہی کہے گی بہو تو تمہاری ہے۔ تمہارے بیٹے کو یہی ملی تھی؟ مجھے کیا پڑی ہے کہ دنیا کو بتاتی پھروں؟ یہ سب تمہارے ماموں کا کیا دھرا ہے' جس دن خود بخود حقیقت کھلے گی تو تماشہ دیکھوں گی' دونوں بہن بھائی کی شکلیں دیکھنے والی ہوں گی۔" سعدیہ کی رو اب دوسری طرف بہنے لگی تھی۔ وہ بھول بیٹھی تھیں کہ رات سے وہ کس مشن پر تھیں۔

"اب مجھے اجازت...... سنبھلنے میں وقت تو لگے گا' آپ دعا کیجیے گا کہ اللہ مجھے صبر دے۔" یہ کہتے ہی عالی جاہ اٹھ کھڑا ہوا اور سعدیہ کی طرف دیکھے بغیر غم کی تصویر بن کر سر جھکا کر باہر کی طرف چل پڑا۔ ایک ایک اٹھتا قدم رقص کی حالت میں تھا۔

"ہر بازی جیت جاتا تھا' ماں نے طعنے دے دے کر کان کھالیے' ہر بات میں دانیال کی مثال' ساری لائف میں ایک لڑکی سچ مچ دل پر چڑھی اس پر بھی ہاتھ صاف کرلیا......" وہ اپنی ایک کروڑ دس لاکھ کی سواری کی طرف بڑھتے ہوئے کلیجہ ٹھنڈا ہونے پر مسکرارہا تھا۔

سعدیہ کو درحقیقت آج پتہ چلا تھا کہ صحیح کی مات کیا ہوتی ہے' یوں محسوس ہورہا تھا' دس بارہ چور دیوار پھاند کر اندر آگئے ہوں اور گھر کا صفایا ہورہا ہو' رات سے جو بلیک میلنگ کا سلسلہ جاری تھا اس کو خود بخود روک لگ گئی تھی۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

دانیال رات ٹھیک سے سو نہیں سکا تھا۔ دن بھر بھاگ دوڑ رہی' رات کے آخری پہر آنکھ لگی اور سویرے ہی کھل گئی۔ ماں کا سامنا کرنے کے لیے خود کو پرسکون کرنا از حد

ضروری تھا۔ یہی سوچ کر اپنی خواب گاہ میں چلا آیا تھا کہ کچھ دیر سستانے کے بعد فریش ہو کر ماں کے سامنے بیٹھے گا۔ مگر اپنے بستر کا مخصوص احساس پاتے ہی آنکھ لگ گئی تھی۔ دن رات کی بے آرامی کا فطری ردعمل تھا۔ آنکھ کھلی تو سہ پہر کے تین بج رہے تھے۔ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا' پہلا دھیان مشہود کی طرف ہی گیا تھا کہ وہ کیا سوچ رہا ہوگا کہ جان چھڑا کر رفوچکر ہوگیا۔ فوراً ہی دوسرا خیال ماں کی طرف گیا۔

"اوہو...... اسے تو ممی سے اہم میٹنگ کرنا تھی۔ اتنی دیر تک سوتا رہا۔ جانے اس سارے وقت میں کیا کچھ ہوتا رہا۔" وہ عجلت میں بیڈ سے اتر کر ڈریسنگ کی طرف بڑھا تاکہ کمرے سے باہر جانے کا شریفانہ حلیہ بنائے اور اس دوران ماں سے ہونے والی بات چیت کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لے۔ وارڈروب کھول کر آرام دہ شلوار قمیص نکالا اور واش روم میں چلا گیا۔ ذہن مستقل مشہود اور سعدیہ کے درمیان گردش کررہا تھا۔ ابھی ایک اہم مرحلہ باقی تھا' پیاری سے اسے امید نہیں تھی کہ وہ خود سے مشہود کو کچھ بتا پائے۔ نیم گرم پانی سے شاور لینے کے دوران ایک پل بھی ذہن کو سکون نہیں تھا۔ بحرانی صورت حال تھی' ماں باپ' پیاری' مشہود اس وقت یہ چار نام نہیں' چار کام تھے۔ جھٹ پٹ تیار ہو کر سیدھا ماں کی عارضی قیام گاہ کی طرف دوڑا۔ دروازہ بند تھا۔

اس نے دروازے کے قریب پہنچ کر خود کو مرتب کیا' شرٹ کا کالر دو سے تین مرتبہ درست کیا' ہاتھوں کو آپس میں رگڑ کر حرارت پیدا کی تاکہ رگوں میں زندگی کی گرم جوشی دوڑنے لگے۔ کچھ کر گزرنے کا جذبہ طاقت پکڑے۔ پھر شہادت کی انگلی سے محتاط انداز میں دستک دی۔

"کون؟" سعدیہ کی آواز میں متوقع درشتی نہیں تھی جس سے دل کو خاطر خواہ تقویت پہنچی۔

"ممی' میں دانیال۔" اس نے ذرا بلند آواز میں جواب دیا۔ کھٹ کی آواز سے دروازہ کھل گیا' گویا دروازے کے ساتھ ہی لگی کھڑی تھیں۔ خفا خفا نظروں سے دانیال کی طرف دیکھا۔

"ہوگئے ارمان ٹھنڈے' آگیا ممی کا خیال؟" ایک طنز کا تیر کمان سے نکلا۔

"ممی بیٹھ کر بات ہوسکتی ہے......؟" دانیال اب اعتماد سے بات کررہا تھا' کیوں کہ آخری راستہ یہی تھا' وہ چوراہے دوراہے پر نہیں بند گلی میں کھڑا تھا۔

"اب کون سی بات رہ گئی ہے؟ ساری باتیں ہی ختم ہوگئیں۔ ایک چھٹی ہوئی آوارہ لڑکی کو اس گھر کا تخت سونپ دیا۔ شادی شدہ ہوگئے۔ میں نے پال پوس کر اسی لیے تو بڑا کیا تھا کہ خاندان کو رسوا کرو۔" وہ شعلہ برساتی نظروں سے دانیال کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

"ممی...... آپ نے اس وقت حد کردی ہے' ایک شریف پاک باز لڑکی کے بارے میں جو الفاظ آپ نے استعمال کیے ہیں سن کر بہت ہی دکھ ہوا۔" دانیال شدید صدمے کی کیفیت میں کہہ رہا تھا۔ پیاری کی حیا ہی نے تو اسے گرفتار کیا تھا' ورنہ اسے لڑکیوں کی کمی تو نہیں تھی۔

"تمہارا کوئی بھی دکھ میرے دکھ کا مقابلہ نہیں کرسکتا' کھڑے کھڑے میری عمر بھر کی محنت زیرو ہوگئی' آئندہ مجھ سے ملنے کی کوشش مت کرنا۔ چالاک مکار لڑکیاں اسی طرح شریف بیبیاں بن کر جال میں پھنساتی ہیں' جاؤ یہاں سے' مجھے تمہاری اور تمہارے باپ کی ضرورت نہیں ہے۔" یہ کہہ کر انہوں نے دروازہ بند کرنا چاہا مگر دانیال نے مضبوطی سے پٹ تھام لیا۔

"میں تو صرف اتنا کہنے آیا ہوں کہ آپ کی ضد سے دوسروں کا ہی نہیں آپ کا بھی نقصان ہوگا۔ میں سب کچھ صبر سے صرف اس لیے برداشت کررہا ہوں کہ ایک دن جب ساری حقیقت آپ کے سامنے آئے گی تو آپ کو شرمندگی ہی ہوگی۔ شادی ہر انسان کا سو فیصد ذاتی معاملہ ہے' قانون اور مذہب دونوں شادی کے لیے دلی رضامندی کو تسلیم کرتے ہیں۔"

"بند کرو یہ تقریر اور چلے جاؤ۔ حقیقت تو ایک دن تمہیں پتہ چلے گی جب کسی دن اسے رنگے ہاتھوں پکڑو گے' دس

کے ساتھ خوش ہونے دانیاں ایک ... کے ساتھ گزارا نہیں کرتیں۔ پتہ چل جائے گا تمہیں۔" سعدیہ کو احساس تھا کہ دانیال ان کو دروازہ بند نہیں کرنے دے گا' لاحاصل سعی کرنے کے بجائے پشت کر کے چل پڑیں' دانیال پیچھے پیچھے چلا آیا۔

"ممی...... میری آخری بات سکون سے سن لیں' پھر آپ جو کہیں گی میں سنتا رہوں گا۔ کچھ نہیں بولوں گا۔" سعدیہ جواب میں خاموش رہیں۔ شاید غصے کی شدت نے گنگ سا کر دیا تھا۔

"میں پیاری کو اس گھر میں کبھی نہیں لاؤں گا' آپ اپنے گھر میں رہیں' یہ گھر اور اس گھر کی ایک ایک چیز آپ کی ہے آپ سے کوئی کچھ نہیں چھینے گا' آپ تسلی رکھیں اور پاپا کو اب مزید مینٹل ٹارچر نہ کریں۔ وہ کچھ دنوں کے لیے گھر سے باہر جا رہے ہیں' اس دوران آپ سکون سے ہر اینگل سے سوچیں' پھر آپ جو فیصلہ بھی کریں گی میں اور پاپا دونوں قبول کرلیں گے۔" یہ کہہ کر اب وہ رکا نہیں' جہاں تک آیا تھا' وہیں سے پلٹ گیا' اب سعدیہ بری طرح چونکی تھیں۔

گھر سے باہر جا رہے ہیں؟ Punching Bag ہاتھوں سے نکل رہا تھا۔ اب کیا وہ دل کی بھڑاس دیواروں پر نکالیں گی؟ تڑپ کر جی چاہا دانیال کو پشت سے آواز دیں اور پوچھیں تمہارے پاپا کہاں جا رہے ہیں؟ مگر سارا مسئلہ انا ہی کا تو تھا' انا کی لال آندھی میں عقل کی حیثیت خس وخاشاک جیسی ہوتی ہے۔ ہزاروں طنز کے نشتر مچل مچل گئے' کڑوی کسیلی سینے میں گھٹنے لگی۔ جی چاہا اپنے بال نوچنے لگیں' یا چہرہ کھسولیں۔ اشتعال اور بے بسی کی لاجواب کیفیت تھی۔

❋ ...... ❋ ...... ❋

دھپ کی آواز سے فرش پر کچھ گرنے کی آواز آئی گویا بلی نے بلندی سے چھلانگ لگا کر کبوتر دبوچنے کی کوشش کی ہو۔ مشہود نے پٹ سے آنکھیں کھول دیں...... نظر سیدھی اکلوتی کھڑکی پر گئی' وہاں سے اب چھوٹا سا آسمان غائب تھا اور دو آنکھیں اندر جھانک رہی تھیں۔ مشہود کو کھڑکی کی طرف دیکھتا پا کر وجود کا پردہ سرک گیا اور تھوڑا سا آسمان پھر سے نظر آنے لگا۔ مشہود نے اٹھ کر سب سے پہلے فرش کی طرف دیکھا کہ کھڑکی سے کیا پھینکا گیا ہے۔

وہ کپڑے کی چھوٹی سی پوٹلی تھی۔ متجسس کیفیت میں اٹھ کر اس نے فرش سے پوٹلی کو انگلی سے چھو کر اندازہ لگانا چاہا کہ اس میں کیا ہو سکتا ہے؟ مگر کچھ اندازہ نہیں ہوا۔ اس نے پوٹلی کھولی تو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ پرانی روئی میں لپٹا ہوا ایک ریوالور تھا۔ ریوالور دیکھ کر وہ ششدر رہ گیا۔ بے اختیار اس کی نظر کھڑکی کی طرف گئی مگر کھڑکی میں گڑی سلاخیں اور تاریک آسمان کے سوا وہاں کچھ نہ تھا۔

اب فوراً ہی اس پر گھبراہٹ طاری ہوگئی۔ وہ انسان نما درندہ کسی بھی وقت زنجیر گرا کر اندر آ سکتا تھا...... جو تین چار مرتبہ اس کمرے میں ضرور آتا تھا...... اور کچھ کہتا بھی تھا...... مشہود کو اس کی بولی تو سمجھ نہ آتی تھی مگر اس کی حرکات وسکنات سے مطلب سمجھنے کی کوشش کرتا تھا۔

اس ریوالور کو کہاں چھپائے بان کے بڑے سے کھردرے پلنگ پر چادر نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ ایک تکیہ اسے میسر تھا۔ مگر اس پر سالوں کی میل نے پالش جیسی چمک پیدا کر دی تھی۔ جس پر نظر پڑتے ہی گھن آتی تھی۔ کونے میں پانی کا چھوٹا سا مٹکا رکھا ہوا تھا' جس پر مٹی کا پیالہ اوندھا پڑا تھا۔ اس کے علاوہ کمرے میں سازوسامان نام کی کوئی شے نہ تھی۔ چند لمحے غور کرنے کے بعد یہی سجھائی دیا کسی طرح تکیے کا منہ ادھیڑ کر ریوالور اس میں چھپا دے...... اس وحشی کے تو وہم وگمان میں بھی نہیں آ سکتا تھا کہ تکیے میں ریوالور بھی ہو سکتا ہے؟ شدید کراہیت کے باوجود چاروناچار اسے تکیے کے ساتھ زور آزمائی کرنا پڑی' بڑھے ہوئے ناخن بھی خوب کام آئے' ٹانکے بھی میل کچیل کی وجہ سے لوہے کی تاریں بن گئے تھے۔ گزارے لائق راستہ بنا تو اس نے روئی رومال سمیت ریوالور اندر ٹھونس دیا...... ریوالور چھپانے کے بعد خوف کا عنصر ہوا ہو گیا تو اس نے سکون سے غور وخوض شروع کیا۔

"کون ہے یہ..... کیوں میرے ساتھ ہمدردی کررہی ہے؟"

❀......❀......❀

"بھائی..... چائے لاؤں آپ کے لیے.....؟" پیاری کی آواز اسے کسی کنوئیں سے آتی محسوس ہوئی۔

مشہود نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں۔ گہرے تصور سے باہر آنے میں وقت لگا.....وہ خالی خالی آنکھوں سے پیاری کی شکل تکنے لگا' پیاری اس کے دیکھنے کے انداز سے خوف زدہ ہوگئی۔

"بھائی میں نے سوچا آپ چائے کے ساتھ بسکٹ وغیرہ لے لیں' اتنی ہائی پوٹینسی کی میڈیسن لے رہے ہیں۔" وہ ڈرے ڈرے انداز میں گویا ہوئی۔ مشہود نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پیاری کو اب مزید بات کرنا دوبھر لگا' چپ چاپ کمرے سے نکل آئی۔ بے آواز آنسو گالوں پر تواتر سے لڑھکنے لگے۔

❀......❀......❀

کمال فاروقی اتنے شدید ذہنی دباؤ کا شکار تھے کہ دانیال کا مشورہ انہیں راہ نجات محسوس ہورہا تھا۔ دانیال نے پانچ منٹ کے اندر اندر بزنس کلاس میں ان کی سیٹ کنفرم کرادی تھی۔ ڈرائیور باہر مستعد منتظر کھڑا تھا چند سوٹ' نائٹ سوٹ اور ضروری اشیاء ان کے ہینڈ کیری میں تھیں۔ اتنی جلدی اور اتنے کم سامان میں وہ شاید پہلی بار سفر کررہے تھے۔ تیاری مکمل ہونے کے بعد وہ یوں محسوس کررہے تھے کہ گویا وہ اپنے نادیدہ پروں سے اڑ کر کسی مرغزار میں اترنے والے ہیں۔

اب ان کا ذہن دانیال کی طرف گیا' نوکر نے بتایا تھا کہ چھوٹے صاحب سورہے ہیں۔ کمال فاروقی نے سوچا کیا کرنا چاہیے؟ دانیال کو فون پر بتا کر نکلیں یا اسے سونے دیں.....؟ چند لمحات تذبذب کی کیفیت میں گزر گئے۔

کیا خبر رات کو سویا بھی تھا یا جاگتا رہا..... مشہود کو بھی وقت دیا ہوگا' کچھ وقت اپنی نئی نویلی دلہن کے ساتھ بھی گزارا ہوگا۔ بہتر یہی ہے کہ اسے نہ جگایا جائے' میرے جانے کے بعد چاروں طرف سے کھلا محاذ بھی تو اسی نے فیس کرنا ہے۔ فیصلہ کن کیفیت کے ساتھ کمرے میں چاروں طرف نظر دوڑا کر باہر نکل گئے۔ ابھی ڈرائیور نے بیک ڈور کھولا ہی تھا کہ دانیال تقریباً دوڑتا ہوا آ گیا۔

"واہ پاپا..... ملے بغیر ہی جارہے ہیں؟" وہ سانسیں سنبھالتا ہوا کمال فاروقی کے گلے لگ گیا۔

"ارے تم تو بڑے فریش نظر آرہے ہو میں تو یہی سمجھ رہا تھا کہ سورہے ہوگے۔" کمال فاروقی نے دانیال کو بازو کے حصار میں لے کر اس کے گال پر بوسہ دیا۔

"گڈ لک پاپا..... آپ بالکل ریلیکس کریں' اس طرف سے بے فکر ہوجائیں' میں ممی کو بھی سنبھال لوں گا اور آفس بھی دیکھ لوں گا۔" دانیال نے بھرپور انداز میں باپ کو تسلی دی۔

"اتنا بڑا دعویٰ ممی کو سنبھال لوگے؟" اب کمال فاروقی ہلکے پھلکے موڈ میں بات کررہے تھے کیونکہ ان کو یقین تھا وہ کچھ عرصے کے لیے اس جہنم سے باہر جارہے ہیں۔

"ماں ہیں میری..... اور ماں کو آخر کار اس کے بچے ہی سنبھالتے ہیں۔"

"باپ کو بھی..... جیسے اس وقت تم مجھے سنبھال رہے ہو۔ خوش رہو بیٹا' تمہیں خوش دیکھنے کے لیے اتنا بڑا قدم اٹھایا ہے۔" کمال فاروقی نے ایک بار پھر دانیال کو سینے سے لگالیا۔

"تھینک یو پاپا' حالانکہ یہ لفظ بہت معمولی ہے اور آپ کی مہربانیاں بہت بڑی ہیں۔" دانیال کا انداز تشکرانہ تھا۔

کمال فاروقی کار میں بیٹھ گئے۔ دانیال نے دروازہ خود بند کیا۔ ڈرائیور پھرتی سے ڈرائیونگ سیٹ پر جا بیٹھا اور گارڈ کو ہارن بجا کر گیٹ کھولنے کا اشارہ دیا۔ اسی وقت سعدیہ اپنا کلچ کھولتی نک سک سے تیار اپنی کار کی طرف بڑھی تھیں۔ کمال فاروقی کی کار بیک ہورہی تھی۔ گیٹ چوپٹ کھلا ہوا تھا' دانیال ہاتھ ہلاتا ہوا گیٹ کے قریب پہنچ چکا تھا۔

سعدیہ ایک لمحے کو ٹھٹکیں پھر مغرورانہ انداز میں ابرو تان

لیے اور خود کو بے نیاز ظاہر کرتے ہوئے کار کا ڈور کھولنے لگیں۔ دانیال نے کار باہر نکلنے کے بعد سوالیہ انداز میں گارڈ کی طرف دیکھا کہ وہ گیٹ بند کرنے کے بجائے مؤدبانہ کیوں کھڑا ہوا ہے' اسی لمحے سعدیہ نے کار کا ڈور کھولا اور بیٹھنے کے بعد دھاڑ سے بند کیا...... تب دانیال نے چونک کر دیکھا تھا۔

سعدیہ نے انجن اسٹارٹ کرنے کے بعد کار تیزی سے بیک کی تھی' دانیال اچھل کر ایک طرف ہوگیا تھا' سعدیہ نے اس پر ایک نگاہ غلط ڈالنا بھی گوارا نہیں کیا تھا۔ مگر دانیال اللہ کا شکر ادا کررہا تھا کہ اگلے چند گھنٹوں تک اس چار دیواری کے اندر امن ہی امن ہے۔

....

پیاری سر جھکائے خاموش بیٹھی تھی۔ مشہود لیٹا ہوا تھا اور بازو آنکھوں پر رکھا ہوا تھا۔ مشہود کی خاموشی میں گہری رنجش اور خفگی تھی۔ پیاری کی خاموشی میں صبر کا عنصر تھا۔ وہ مشہود کو جاگتا پاکر اپنے کمرے میں نہیں جاسکتی تھی۔

وہ پل میں کسی معجزے کی منتظر تھی۔ مشہود کو اچانک حقائق سمجھ آجائیں...... وہ تسلیم کرلے کہ جو کچھ ہوا وہ حالات کا تقاضا تھا اور پھر وہ پہلے کی طرح اس سے مسکرا کر بات کرنے لگے۔ مجروح بھائی کی بدگمانی ناقابل برداشت تھی مگر برداشت کرنا پڑ رہی تھی۔

اچانک ماحول میں لینڈ لائن فون کی گھنٹی نے ارتعاش پیدا کردیا۔ مشہود کے پاس سیل فون نہیں تھا۔ پیاری نے عرصے سے اپنا سیل فون استعمال نہیں کیا تھا لیکن لینڈ لائن نمبر آن تھا۔ وہ بہت ذمے داری سے بل جمع کراتی تھی اور مشہود کے اغوا ہونے کے بعد تو اس نے بل جمع کرانے میں ایک دن تاخیر نہیں کی تھی کہ امید ہوتی تھی جانے کب اس کا فون آجائے یا کسی اور کا...... جس سے مشہود کا سراغ مل جائے۔ پیاری اٹھ کر فون سننے گئی تو مشہود نے آنکھوں سے بازو ہٹا کر کان لگادیے تاکہ پتہ چلے کہ کس کا فون ہے؟ پیاری کو دھڑکا تھا کہ فون دانیال کا ہی ہوگا...... اور وہ اب اپنے نہ آنے کی وجہ بتانا چاہتا ہوگا۔

لرزتے ہاتھوں سے ریسیور اٹھایا' لاشعوری طور پر مشہود کے بیڈروم کی طرف دیکھا اور بہت آہستہ سے ہیلو کہا۔

"پیاری' آئی ایم سوری' میں لیٹ ہورہا ہوں' پاپا اسلام آباد کے لیے نکل گئے۔ کچھ مسئلہ تھا' وہ آکر بتاؤں گا' بس یہ بتادو مشہود کی طبیعت کیسی ہے؟" دانیال کے اندر ایک لاشعوری احساس جرم تھا کہ وہ دیر تک سونے کی وجہ سے لیٹ ہورہا ہے' اس لیے اپنی صفائی میں بولتا چلا گیا۔ پیاری کی مجال نہیں تھی کہ اپنی طرف سے کوئی بات کرے' بس بہت اختصار سے گویا ہوئی۔

"کوئی بات نہیں۔"

"مشہود سیٹ ہے ناں......؟ بس میڈیسن کی ٹائمنگ کا خیال رکھنا۔ میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں۔" دانیال نے اب کمال اپنائیت لہجے میں سمو کر کہا تھا۔

"وہ...... دانیال...... آپ سے ایک ریکوسٹ ہے۔" پیاری اسی طرح گھبرائی گھبرائی سی دھیمی آواز میں بات کررہی تھی۔

"ارے...... ریکوسٹ...... بیگم جان' بہترین شوہر حکم کا غلام ہوتا ہے' آپ حکم کیجیے۔" دانیال کے لہجے میں شوخی اترنے لگی۔

"پلیز...... سیریس ہوکر میری بات سنیں' آپ یہاں مت آئیے گا' نہ آج نہ آئندہ......" پیاری نے دانیال کے کان میں انگارے انڈیل دیے۔

(انشاءاللہ باقی آئندہ شمارے میں)

خط میں لکھا تھا عید کب ہوگی
ہم کو تاریخ لکھ کر بھجوائیں
چونکہ جھگڑا تھا اس لیے ہم نے
لکھ دیا آپ جب بھی آجائیں

وہ پچھلے ساڑھے تین گھنٹے سے اپنی باری کی منتظر تھی‘ مارے بھوک کے اس کے پیٹ میں جیسے چڑیا گھر دوڑ رہا تھا۔ آنتیں الگ اینٹھ کر بس قل پڑھنے کو تھیں‘ اوپر سے دو کپ بے حد اسٹرونگ اور بدمزہ چائے نے اس کے خالی معدے کی ایسی تیسی کردی تھی۔ صبح انٹرویو دینے کی ہڑبڑاہٹ میں وہ صرف پاپے ہی بمشکل کھا کر نکلی تھی حالانکہ بے چاری روشین نے اس کے لیے کتنا خستہ گرما گرم پراٹھا تیار کیا تھا مگر اسے تو بس گھر سے جلدی نکلنے کا بھوت سوار تھا اور اب چار گھنٹے ہونے کو آئے تھے اس کی باری آ کر ہی نہیں دے رہی تھی۔

”اُف اللہ...... اس ملک کی بے روزگاری کا عالم ایک سیٹ کے لیے یہاں سیکڑوں لڑکیاں وارد ہوگئیں۔“ عائزل منہ ہی منہ میں اپنے اطراف میں نگاہیں دوڑا کر خود سے بولی مگر دوسرے ہی لمحے اس نے اپنے خیالات کی خود ہی تردید کر ڈالی۔ ان میں سے زیادہ تر لڑکیاں برینڈڈ لان کے اسٹائلش سوٹ

پہنے ساتھ والی اپنے قیمتی پرس سے لیے ہر تھوڑی دیر بعد اپنا میک اپ ٹھیک کررہی تھیں۔

''اونہہ...... لگتا تو نہیں ہے کہ یہ لڑکیاں ضرورت مند ہیں' چھ' سات ہزار کا سوٹ پہن کر یہاں انٹرویو دینے آئی ہیں۔ سب شوقین لگتی ہیں' یا اللہ کہیں ان میں سے کوئی لڑکی سلیکٹ ہوکر مجھ جیسی ڈیزروینگ لڑکی کا حق نہ مار دے۔'' عائزل بے ساختہ دل میں خود سے بولی' ابھی وہ مزید کچھ سوچتی کہ ریسپشن میں موجود لڑکی نے آواز بلند اس کا نام پکارا۔

''مس عائزل حسن۔'' وہ بے اختیار چونک کر فوراً اپنی نشست سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

''جی میں ہوں عائزل حسن۔'' اس کے انداز پر کئی لڑکیوں نے استہزائیہ نگاہوں سے اسے دیکھا تو وہ تھوڑا خفیف سی ہوئی پھر بے اختیار اس کی نگاہ اپنے لان کے سستے سے سوٹ پر پڑی جو اس وقت وہ زیب تن کیے ہوئے تھی۔

''اونہہ...... پہناوے سے کیا ہوتا ہے انسان کا اصل حسن اس کی خود اعتمادی اور کردار کی پختگی ہوتی ہے۔'' اس کے ذہن میں ایک سوچ ابھری اور پھر بڑے کانفیڈنٹ انداز میں اس لڑکی کے کہنے پر ایک کمرے کی جانب بڑھی جہاں سے کچھ منٹ پہلے ایک لڑکی نکلی تھی اس نے ہلکے سے دروازہ ناک کیا تو ''یس کم اِن'' کی آواز پر دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگئی۔ فل فرنیشڈ آفس کے اس روم میں دو کافی مہذب اور معقول حضرات ایک میز پر بڑے بارعب انداز میں بیٹھے ہوئے تھے۔ عائزل انہیں سلام کرکے ان کے مقابل والی کرسی پر بیٹھی ہی تھی کہ ان میں سے ایک شخص جو کافی دلچسپی سے اسے دیکھ رہا تھا' بڑے مہذبانہ انداز میں بولا۔

''مس عائزل حسن' ہم نے آپ کا پروفائل دیکھا ہے ماشاء اللہ آپ کافی ایجوکیٹڈ اور قابل ہیں مگر وی آر ویری سوری کہ...... اس سیٹ کے لیے ہم نے کنڈیڈیٹ سلیکٹ کرلیا ہے۔''

''کیا......؟'' عائزل جو اس کی حسن گفتگو سے متاثر ہوچلی تھی آخری جملے پر جیسے اسے بجلی کا جھٹکا لگا' وہ بے ساختہ اپنی سیٹ سے اچھلی اور پھر بے حد کاٹ دار نگاہوں سے ان موصوف کو دیکھا۔

''اوہ تو آپ مجھے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ آپ نے یہاں صبح سے آئیں تمام لڑکیوں کو بے وقوف بنا کر چار گھنٹے انہیں بٹھائے رکھا اور پھر سفارش پر ایک لڑکی کو رکھ کر ہم سب کو ہری جھنڈی دکھا دی ہنہہ......'' عائزل کی بے حد صاف گوئی اور سچائی پر بلال بے ساختہ سٹپٹایا۔

''نہ...... نہیں مس عائزل' ایسی کوئی بات نہیں ہے دراصل......''

''کیا ایسی بات نہیں ہے مسٹر......؟''

''بلال۔'' دوسرے بندے نے بے ساختہ کہا۔

''ہاں جناب بلال......'' وہ تو جیسے آستینیں چڑھا کر بلال پر چڑھ دوڑی تھی' بھوک کی شدت اور بے آرامی کی بدولت اس لمحے اس کا دماغ بالکل الٹ گیا تھا۔

''آپ جیسے لوگوں کی وجہ سے آج ہمارا ملک اس موڑ پر کھڑا ہے ٹیلنٹ اور قابلیت کی کوئی قدر نہیں کرتا' بس سفارش آئی نہیں کہ ہر بات کو فراموش کرکے اسی بندے کو سیٹ دینی ہے چاہے وہ انگوٹھا چھاپ ہی کیوں نہ ہو۔''

''مس عائزل' یقیناً تقریری مقابلوں میں آپ ہمیشہ فرسٹ آتی ہوں گی۔'' دوسرا شخص جو اس تمام وقت میں خاموش سامع بنا بیٹھا تھا' پہلی بار لب کشائی کرتے ہوئے بولا تو عائزل نے رخ موڑ کر اس بے حد ڈیسنٹ سے بندے کو دیکھا جو بلیک تھری پیس سوٹ میں رائل بلو ٹائی باندھے چہرے پر سنجیدگی لیے بہت منفرد لگ رہا تھا۔

''آپ کا تجربہ بالکل ٹھیک ہے سر میں ہمیشہ اول آتی رہی ہوں مگر کاش آپ جیسے لوگ' ہم جیسے اول آنے والے لوگوں کی قدر کرتے ہوئے انہیں ان کا جائز مقام دے دیں تو شاید ہمیں دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلانے کی ضرورت نہ پڑے۔'' عائزل نے بے حد گہری بات کہی تھی وہ دونوں اپنی جگہ چپ کے چپ رہ گئے۔ عائزل

نے کرسی سے اٹھ کر بلال کے سامنے رکھی فائل اٹھائی اور ابھی مڑنے ہی والی تھی کہ دوسرا بندہ یک دم بولا۔

"مس عائزل پلیز بیٹھیے۔" عائزل نے اسے استفہامیہ نگاہوں سے دیکھا پھر دھیرے سے کرسی پر ٹک گئی۔

"دیکھیے یہ ویکنسی پرسنل سیکرٹری کے لیے ہے اور آپ کی ایجوکیشن اور اکیڈمک ریکارڈ کو مدنظر رکھا جائے تو یہ جاب آپ کے شایان شان نہیں۔" وہ سہولت سے بولا تو عائزل تخی سے مسکرا کر بولی۔

"دیکھیں سر...... ان سب کے باوجود جب مجھے یہ معمولی سی جاب نہیں مل رہی تو پھر اپنی ایجوکیشن کے مطابق مجھے کیسے جاب ملے گی؟" وہ دوسروں کو لاجواب کردینے کی صلاحیت رکھتی تھی وہ دونوں ایک بار پھر ہونق سے ہوگئے۔

"اوکے مس عائزل...... میں آپ کو یہ جاب دینے کو تیار ہوں۔" وہ اچانک بولا تو بلال بے حد متعجب سا ہوکر آہستگی سے بولا۔

"یہ کیا کہہ رہا ہے تو......" جبکہ شانزل نے بلال کی جانب دھیان ہی نہیں دیا۔

"مگر آپ میری صرف آفس کی ہی پرسنل سیکرٹری نہیں ہوں گی بلکہ ہوم سیکرٹری بھی ہوں گی۔"

"ہوم سیکرٹری......" عائزل جو پہلے اسے یوں اچانک جاب دینے پر حیران ہورہی تھی' ہوم سیکرٹری کے لفظ پر بے حد اچنبھے سے اسے دیکھ کر منہ ہی منہ میں بڑبڑائی جبکہ بلال نے بہت پریشان ہوکر اسے دیکھا۔

"شانزل تو ہوش میں تو ہے' ماموں تجھے کچا چبا جائیں گے اور......" یک دم بلال کو عائزل کی موجودگی کا احساس ہوا تو منمنا کر خاموش ہوگیا البتہ اس کے چہرے پر ہوائیاں برس رہی تھیں۔

"کیوں آپ کے ماموں آدم خور ہیں' کیا جو یوں کچا چبا ڈالیں گے اور آپ تو انہیں ایسے ڈرا رہے ہیں جیسے یہ چار سال کے بچے ہوں۔" عائزل جو شانزل کے منہ سے لڑکی مل جانے کا مژدہ سن کر اب اندر ہی اندر بے پناہ خوش ہورہی تھی بلال کے اسے ٹوکنے اور باز رکھنے پر وہ کافی ناگواری سے اس سے بولی پھر شانزل کی جانب دیکھ کر بولی۔

"جی سر...... آپ کیا کہہ رہے تھے۔" اور پھر شانزل نے اسے جو کچھ بتایا وہ منہ کھولے بے حد ہونق ہوکر سب کچھ سنے گئی جب کہ بلال اب باقاعدہ سر پکڑے بیٹھا تھا۔

"مگر سر میں یہ......"

"مس عائزل حسن...... آپ کو میں ڈبل سیلری کے علاوہ دیگر الاؤنسز بھی دوں گا۔" شانزل اسے متذبذب دیکھ کر تیزی سے بولا تو چند لمحوں کے لیے اس نے کچھ سوچا پھر خود اعتمادی سے بولی۔

"اوکے سر...... مجھے منظور ہے۔"

"ڈیٹس گڈ۔" شانزل دھیرے سے مسکرا کر بولا تو وہ وہاں سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

❊ ...... ❊ ...... ❊

وہ بڑے جوش وانبساط میں گھر پہنچی تو روشین کو لاؤنج میں ٹی وی کے آگے ایستادہ پایا جو بڑے مگن انداز میں ایک میوزیکل شو سے لطف اندوز ہوتے ہوئے ساتھ ساتھ اپنا بایاں پیر بھی ہلا رہی تھی۔ عائزل نے اسے تادیبی نگاہوں سے دیکھا اور دھپ سے اس کے برابر میں بیٹھتے ہوئے فہمائشی لہجے میں بولی۔

"روشی کچھ تو شرم ولحاظ کرو۔ امی کو ابھی اس دنیا سے گزرے ہوئے صرف ایک مہینہ ہی ہوا ہے اور تم کتنے مزے سے یہ فضول سا میوزیکل پروگرام دیکھ رہی ہو۔"

"اونہہ امی نہیں بلکہ سوتیلی امی...... ارے نہیں...... نہیں ان کے لیے تو امی کا لفظ بھی استعمال مت کرو وہ خاتون کسی ہٹلر اور جلاد سے کم نہیں تھیں۔" روشین ہنوز ٹی وی پر نگاہیں جمائے برے برے منہ بنا کر بولی تو عائزل محض اسے دیکھ کر رہ گئی پھر معاً اسے کچھ یاد آیا تو بے حد خوش ہوکر بولی۔

"ارے روشی سنو تو یار...... چھوڑو اس پروگرام کو میری بات سنو نا مجھے جاب مل گئی ہے۔" روشین نے چونک کر اس کی جانب دیکھا پھر بڑی خوش گواری سے بولی۔

"واقعی...... اوہ اللہ کا شکر ہے عائزل اب ہمیں کم از کم اپنی چھوٹی چھوٹی ضروریات کے لیے ابو کے آگے ہاتھ تو نہیں پھیلانا پڑے گا۔"

"ہوں تم ٹھیک کہہ رہی ہو روشی۔" یہ کہہ کر وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اپنے کمرے کی جانب بڑھی تو عقب سے روشین کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔

"آج پھر آرزو باجی آدھمکی تھیں اپنا وہی پرانا تقاضا لے کر۔" یک دم عائزل کے اندر بے حد بے زاری پھیلتی چلی گئی۔ اس نے رخ موڑ کر اپنی چھوٹی بہن کی جانب دیکھا جو ہنوز ٹی وی دیکھنے میں مگن تھی۔

"اب اس آرزو باجی کا کچھ تو کرنا پڑے گا۔" وہ اندر ہی اندر خود سے بولی پھر سر جھٹک کر اپنے کمرے میں چلی آئی۔

❁......❁......❁

"میرے تو کچھ بھی پلے نہیں پڑ رہا شانزل کہ بھلا تم نے اس جنگجو طیارہ جیسی لڑکی کو کیوں اپائنٹ کر لیا وہ بھی ماموں کی کہی ہوئی لڑکیوں کو ریجیکٹ کر کے۔" بلال پچھلے دو گھنٹے سے شانزل کے سر پر سوار اس سے یہی پوچھے جا رہا تھا جب کہ وہ ٹال مٹول سے کام لے رہا تھا یک دم اس پل بلال کے ذہن میں اسپارک ہوا تو اس نے بے حد مشکوک نگاہوں سے اسے گھورتے ہوئے کٹیلے انداز میں کہا۔

"کہیں وہ لڑکی تمہیں اچھی تو نہیں لگ گئی؟ شانزل اگر ایسی کوئی بات ہے نا تو یہ بات تو اچھی طرح جان لے بریحہ تیرا بھرتہ بنا دے گی اور ماموں تجھے اپنی شکار والی بندوق سے شہید کر دیں گے آ گئی سمجھ۔" بلال کی بات پر اپنے لیپ ٹاپ میں مصروف شانزل نے بڑے پُرسکون انداز میں سر اٹھایا پھر نارمل لہجے میں اپنے مخصوص انداز میں بولا۔

"تمہاری ساری باتیں بالکل غلط اور بے بنیاد ہیں ایسا کچھ بھی نہیں ہے بلال...... اور اس لڑکی میں مجھے تو ایسی کوئی خاص بات نظر نہیں آئی جو وہ مجھے اچھی لگتی۔" شانزل کی وضاحت پر بلال نے ایک اطمینان آمیز سانس لیا پھر کچھ سوچ کر بڑی دلکشی سے بولا۔

"خیر اب ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے وہ لڑکی کافی کیوٹ اور اٹریکٹو تھی مگر لباس وغیرہ سے اس کی شخصیت کچھ دب رہی تھی وگرنہ وہ ذرا ٹِپ ٹاپ ہو کر آتی تو تمہاری بریحہ اس کے سامنے پانی بھرتی نظر آتی۔"

"ہوں میری جان...... یہی تو خوبی ہے دولت میں روپے پیسے میں اگر بھکاری کو بھی مل جائے تو بادشاہوں جیسی آن بان اور شان ہو جاتی ہے اس کی۔ میرے دوست دولت چیز ہی ایسی ہے۔"

"شانزل تمہیں دولت سے بہت محبت ہے نا۔"

"آف کورس ڈیئر...... دولت روپیہ پیسہ اسے کون ناپسند کرتا ہے۔" وہ اپنے کام میں مگن ہنوز نارمل انداز میں بولا۔

"بلال تم جانتے ہو نا کہ میری پیدائش اس گھر میں ہوئی ہے جہاں دولت اس گھر کی باندی تھی میں سونے کا چمچہ منہ میں لے کر پیدا ہوا ہوں...... ان لگژریز کا بچپن سے عادی ہوں اور پاپا کے بزنس کی گرتی ساکھ اور کرائسس سے تم بھی اچھی طرح واقف ہو۔ میری بریحہ سے شادی اپنے بزنس کو اسٹیبلش کرنے کے لیے محض ایک ڈیل ہے اور میرے خیال میں اس میں کوئی حرج بھی نہیں۔"

"مگر شانزل کیا تم یہ نہیں جانتے کہ بریحہ کی نگاہ میں تمہاری کیا عزت ہوگی؟ وہ ہمہ وقت تمہیں اپنی دولت کا طعنہ دے کر تمہیں لیٹ ڈاؤن کرے گی اپنی برتری جتائے گی تمہیں اپنی مرضی کے مطابق ہانکنے کی کوشش کرے گی۔"

"سو واٹ ڈیئر...... شادی کے بعد سب لڑکیاں یہی کرتی ہیں طعنے دینا اپنی مرضی چلانا اور خود کو عاقل و فاضل

سمجھنا۔" شانزل نے کندھے اچکا کر بے پروائی سے بولا تو بلال اچھا خاصا چڑ گیا۔

"تمہیں تو سمجھانے سے بہتر ہے کہ بندہ اپنا سر کسی دیوار سے پھوڑ لے۔" شانزل بلال کے جلے بھنے انداز پر قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

❀......❀......❀

وہ کچی نیند میں ڈوبی الٹے سیدھے خوابوں کے زیر اثر اپنے بستر پر محو آرام تھی کہ موبائل کی تیز بیپ نے اسے حال کی دنیا میں بڑی بے دردی سے لا پٹخا بے تحاشا ہڑبڑا کر اٹھ کر وہ یونہی ہونق سی بیٹھی رہی پھر کچھ سنبھلی تو بڑی بے زاری سے اپنے بستر پر پڑے سیل فون کو اٹھا کر اپنے کان سے لگا کر ہیلو کہا۔

"ہیلو جان عائزل! کیسی ہو تم؟" اسپیکر سے عاطف کی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔

"تم کتنے ڈھیٹ اور بے غیرت ہو عاطف...... میں نے تمہیں کتنی بار منع کیا ہے کہ مجھے فون مت کیا کرو آخر تمہیں میری بات سمجھ میں کیوں نہیں آتی۔" عائزل دانت کچکچا کر بولی تو عاطف ایک دلکش ہنسی ہنس کر بولا۔

"یاد کرو عائزل ڈیئر...... وہ تم ہی تھیں جو میری ایک فون کال کا کیسے پاگلوں کی طرح انتظار کرتی تھیں۔"

"ہاں وہ میں ہی تھی اور واقعی پاگل بھی تھی تم جیسے گھونچو کا انتظار بھی کرتی تھی مگر اپنی اس حماقت اور بے وقوفی کو کھلے دل سے تسلیم کر کے خود کو بارہا لعنت ملامت بھی کر چکی ہوں۔ تم سے دوستی اور تمہاری چاہ میری زندگی کی سنگین غلطی تھی، عاطف تم میرا ماضی ہو اور میں اپنے ماضی کو بہت پہلے دفن کر چکی ہوں، سمجھے۔" یہ کہہ کر اس نے بے حد مشتعل ہو کر فون بند کر دیا اس پل اس کا تنفس مارے غصے کے بے حد تیز ہو گیا تھا وہ گہری گہری سانسیں لے کر خود کو کمپوز کرنے لگی کہ اسی دم میسج بپ بجی عائزل نے بے دھیانی میں ان بکس کھولا تو عاطف کا میسج آنکھوں کے سامنے لہرایا۔

"میں تمہیں ایک بار چھوڑنے کی غلطی کر چکا ہوں اس بار ہرگز نہیں کروں گا۔" عاطف کے ان جملوں پر عائزل اپنے ہونٹوں کو غصے سے بھینچ کر رہ گئی اندر ہی اندر بے حد ناگواری اور بے زاری پھیلتی چلی گئی تھی۔

❀......❀......❀

عائزل اور روشین دونوں بہنیں تھیں جن کی ماں کا انتقال ان کے بچپن میں ہی ہو گیا تھا۔ راحیلہ خاتون کا چہلم ہوا ہی تھا کہ اگلے دن اختر حسن کسی عورت کو بیاہ کر اس گھر میں یہ کہہ کر لے آئے کہ فرزانہ میرا اور میری دونوں بچیوں کا خیال رکھے گی۔ فرزانہ خاتون ایک روایتی سوتیلی ماں ثابت ہوئی جو ایک بیوہ عورت تھی اور جس کی ایک بیٹی آرزو تھی۔ اختر حسن نے آرزو کے سر پر باپ کی طرح دست شفقت رکھا اور پھر اپنی نئی فیملی بیوی اور بیٹی میں وہ اتنا مگن ہو گئے کہ انہیں عائزل اور روشین کا کبھی خیال ہی نہیں آیا۔ فرزانہ خاتون کا رویہ دونوں بہنوں سے شوہر کی غیر موجودگی میں بے حد خراب اور ہتک آمیز ہوتا جب کہ ان کے سامنے وہ تھوڑا بہت اچھائی کا ناٹک کر لیتیں۔

اختر حسن کو روشین اور عائزل کی ذات سے کوئی خاص دلچسپی پہلے بھی نہیں تھی جبکہ آرزو اور فرزانہ خاتون کے آجانے سے جو تھوڑی بہت توجہ اور دھیان وہ انہیں دے دیا کرتے تھے وہ بھی مفقود ہو گیا تھا۔ دونوں بہنوں نے جیسے تیسے کر کے بی اے کیا تو ابو نے دونوں کو گھر پر بیٹھنے کا الٹی میٹم دے دیا روشین جاب کرنا چاہتی تھی مگر وہ ابو کے غصے اور فرزانہ خاتون سے کافی خائف رہتی تھی لہٰذا خاموشی سے گھر پر بیٹھ گئی مگر عائزل روشین کے مقابلے میں ذرا دلیر اور خود اعتماد تھی اس نے ابو کی مرضی کے خلاف جا کر یونیورسٹی میں ایڈمیشن لیا اور بچوں کو ٹیوشنز پڑھا کر اور چھوٹی چھوٹی نوکریاں کر کے انگلش میں ماسٹرز کمپلیٹ کیا ساتھ ساتھ اس نے مختلف پروفیشنل ایوننگ پروگرام میں ایڈمیشن لے کر ایم بی اے کی ڈگری حاصل کر لی۔ اب وہ چاہتی تھی کہ اس کی قابلیت کے مطابق اسے جاب دی جائے اسی زعم میں اس نے اپنی کمپنی کو اپنی تعلیم کے

مطابق پروموشن دینے کی درخواست دی جو ریجیکٹ ہوگئی اور عائزل نے بے حد بدظن ہوکر وہاں سے ریزائن دے دیا پھر تقریباً کچھ ماہ اپنی جوتیاں گھسیں مگر اسے ایک اچھی نوکری تو کیا معمولی درجے کی بھی جاب نہیں ملی وہ بے حد مایوس ہوچلی تھی۔ اس کا دل چاہتا تھا کہ وہ اپنی تمام ڈگریوں کو آگ لگا ڈالے جو اسے اب تک ایک معقول جاب نہیں دلا سکی تھیں۔

چھ مہینے کی انتھک کوششوں نے اس کے سارے کس بل نکال ڈالے تھے جب ہی آج وہ ایک پرسنل سیکرٹری کی پوسٹ پر اپنی قسمت آزمانے چلی آئی تھی اور بے حد مجبوری میں وہ شانزل کی بے حد الٹی سیدھی جاب کی نوعیت پر حامی بھر آئی تھی۔

❀......❀......❀

”تم اندازہ بھی نہیں لگاسکتیں کہ میں آج کل تم کو کتنا مس کرنے لگا ہوں' تمہارا یہ خوب صورت چہرہ مجھے ہر جگہ دکھائی دیتا ہے' پھول میں کانٹوں میں جھاڑیوں اور درختوں میں یہاں تک کہ......“

”پلیز اسٹاپ......“ شانزل جو بڑی روانی سے بول رہا تھا یک دم عائزل کی مداخلت پر وہ رکا اور استفہامیہ نگاہوں سے میز کے دوسری جانب سی گرین لان کی جوڑے میں ملبوس اپنے ڈارک براؤن بالوں کو اس پل جوڑے کی شکل میں باندھے اسے دیکھا۔

”کیا ہوگیا ہے سر آپ کو...... یہ پھول تک تو ٹھیک تھا مگر کانٹے کہاں سے آگئے اور آپ جھاڑیوں اور درختوں پر کیوں چڑھ گئے۔ م...... میرا مطلب ہے پہنچ گئے وہاں تو آپ کو بھوت اور چڑیلیں نظر آسکتی ہیں بریجہ میڈم نہیں۔“

”اوہ اچھا تو اب آگے مجھے کیا بولنا ہوگا۔“ شانزل اپنی ابرو اچکا کر بولا تو عائزل نے دانشوروں کی طرح بال پوائنٹ اپنی کنپٹی پر بجاتے ہوئے کچھ پل سوچا پھر جلدی سے گویا ہوئی۔

”آپ یہ بولیے کہ تمہارا حسین چہرہ مجھے ہر پل دکھائی دینے لگا ہے پھول میں' بہتے آبشاروں میں' شور مچاتی اٹھکیلیاں کرتی ندی کے پانی میں......“

”کیا بکواس ہے مس عائزل...... میں یہ سب بھلا کیسے کہہ سکتا ہوں وہ مجھ سے پوچھے گی نہیں کہ تم بہتے آبشاروں اور ندی نالوں میں کہاں نکل پڑے تھے۔“ اس بار شانزل نے اس کی بات مکمل ہونے نہیں دی تھی۔

”او گاڈ سر...... آپ سمجھے نہیں' دراصل اس طرح کی باتیں کی جاتی ہیں مگر اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ آپ واقعی آبشاروں اور ندی میں ان کا چہرہ دیکھ رہے ہیں۔“ آخر میں وہ کافی تپ کر بولی تو شانزل نے اسے خاموشی سے دیکھا۔

”دیکھیے سر...... آپ کو تھوڑی بہت محنت کرنا پڑے گی' ایسا کریں آپ دو تین رومانوی ناولز پڑھ لیجیے اور ایک آدھ شاعری کی کتاب تو لازمی پڑھنی چاہیے۔“ وہ اپنی کرسی پر الرٹ ہوکر پہلو بدلتے ہوئے بولی تو شانزل نے بے حد بےزار ہوکر دیکھا۔

”رومانوی ناولز اور شاعری...... اوہ نو...... نو...... ناٹ آٹ آل مس عائزل' یہ کام تو میں اگلے سات جنموں میں بھی نہیں کرسکوں گا' اردو لٹریچر میں بمشکل پاس ہوتا تھا میں۔“

”اوکے سر آپ ٹینشن مت لیں ہم کوئی دوسرا طریقہ نکالتے ہیں۔“ شانزل کو بے حد پریشان اور گھبرایا ہوا دیکھ کر عائزل جلدی سے بولی اور پھر کوئی دوسری ترکیب لڑانے لگی۔

❀......❀......❀

وہ تھکی ماندی آفس سے گھر پہنچی تو لاؤنج میں آرزو کو دیکھ کر اس کا منہ حلق تک کڑوا ہوگیا۔ تھکن اور الجھن دو چند ہوگئی وہ بڑے طمطراق سے صوفے پر ایسے براجمان تھیں۔ جیسے کسی ریاست کی ملکہ اپنے تخت پر بیٹھی ہے اور ان کے خادمین دل وجان سے ان کی خدمت میں مصروف عمل ہیں جبکہ ابو موسمی پھل کاٹ کاٹ کر ان کی پلیٹ میں ڈال رہے تھے۔

”ارے بھئی یہ عائزل بھی آگئی۔“ ابو کی نظر اس پر

پڑی تو بے پناہ خوش گوار انداز میں بولے ان کی یہ شگفتگی اور خوش مزاجی عائزل اور روشین کو فقط آرزو کے سامنے ہی دکھائی دیتی تھی۔ عائزل نے بے حد بددلی سے دونوں کو سلام کیا' جس کا بڑی گرم جوشی سے جواب ملا۔

"دیکھا ابو...... چھوٹی ساخت کا کتنا فائدہ ہوتا ہے نا' اپنی عائزل اب ستائیس سال کی ہوجائے گی مگر لگتی ابھی بھی اٹھارہ انیس سال کی لڑکی ہے۔" آرزو نے بظاہر ہنستے ہوئے ابو سے کہا جب کہ روشین اور عائزل اس کے طنزیہ لہجے کو بخوبی محسوس کرگئی تھیں۔

"بھئی یہ تو تمہاری محبت ہے بیٹا جو تمہیں عائزل اٹھارہ انیس برس کی لگتی ہے۔" ابو نے آرزو پر نچھاور ہوتے ہوئے کہا دونوں بہنیں ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئیں۔

"میرے سر میں درد ہے۔ میں ذرا آرام کرنے جارہی ہوں۔" عائزل قدرے رکھائی سے بولتی' اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

"دیکھا ابو آپ نے عائزل کو میرا یہاں آنا اچھا ہی نہیں لگتا' ایک میں ہی ہوں جو اپنی بہنوں کی محبت میں یہاں بھاگی بھاگی چلی آتی ہوں۔ دراصل یہ مجھے اپنی بہن سمجھتی ہی نہیں۔ ہمیشہ سوتیلا جانا اور میں......" بولتے بولتے آرزو نے چھکوں پھکوں رونا شروع کردیا تو ابو کے ہاتھ پاؤں اور روشین کا چہرہ مارے غصے کے پھول گیا۔

"اُف پھر اس ڈرامہ کوئین کے ڈرامے شروع اونہہ......" روشین دل ہی دل میں بولی پھر کچھ پریشان بھی ہوگئی یقیناً ابو آرزو کے جانے کے بعد عائزل کی کلاس لینے والے تھے۔

❁......❁......❁

شانزل بڑی بے صبری سے عائزل کا منتظر تھا' آج وہ خلاف معمول لیٹ ہوگئی تھی وہ دوبار پیون سے عائزل کی بابت دریافت کرچکا تھا مگر وہ اب تک آفس نہیں پہنچی تھی اس نے عائزل کے سیل فون پر بھی ٹرائی کیا تھا مگر وہ سوئچ آف تھا۔ شانزل نے پیون سے کہہ دیا تھا کہ وہ جیسے ہی آفس پہنچے فوراً اس کے کمرے میں آئے لہٰذا اب وہ شانزل مرزا کے روبرو بیٹھی تھی۔

"مس عائزل...... کم سے کم آپ اپنا سیل فون تو آن رکھا کریں' ایک تو آپ لیٹ ہوگئیں' اوپر سے آپ کا فون بھی بند جارہا تھا۔" شانزل اسے سرزنش کرتے ہوئے خاصا جھنجھلایا ہوا دکھائی دے رہا تھا معاً عائزل کو یاد آیا کہ صبح عاطف کی آنے والی فون کالز سے تنگ آکر اس نے اپنا موبائل فون سوئچ آف کردیا تھا۔

"اوہ ایم سوری سر...... میں اسے آن کرنا بھول گئی تھی۔" وہ یک دم شرمندہ ہوکر بولی تو شانزل تیزی سے گویا ہوا۔

"تم ان سب چیزوں کو چھوڑو دراصل مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔" شانزل نے آپ سے تم کا سفر ایک ہی جست لگا کر طے کیا تھا۔ عائزل نے کافی حیرت سے اسے دیکھا جو نان اسٹاپ بولے جارہا تھا اور عائزل کہیں اور گم ہوگئی تھی۔

"اب بتاؤ میں کیا کروں؟" شانزل نے اس سے استفسار کیا تو عائزل نے بے حد ہونقوں کی طرح اسے دیکھا پھر متعجب ہوکر گویا ہوئی۔

"میں کیا بتاؤں سر...... آپ پوچھ کیا رہے ہیں؟"

"یہی کہ انٹارکٹیکا میں اتنی سردی کیوں پڑتی ہے۔"

"سر وہ برفانی خطہ ہے تو ظاہر ہے نہ وہاں سردی ہی ہوگی۔" عائزل کچھ عجیب سی ہوکر بولی جیسے اسے شانزل کے بچکانہ سوال پر کوفت ہوئی ہو۔

"آ...... چھا......" وہ بے حد استہزائیہ انداز میں فقط اتنا بولا پھر مزید دریافت کرنے لگا۔

"اور یہ بی کا علاقہ اتنا گرم کیوں ہے۔"

"اُفوہ سر...... کیا آپ کو یہ ضروری بات مجھ سے کرنی تھی کہ انٹارکٹیکا اتنا سرد اور بی اتنا گرم کیوں ہے؟" وہ کافی چڑ کر بولی تو شانزل نے انتہائی تلملا کر اپنے سیدھے ہاتھ کا مکا بنا کر میز پر دے مارا' عائزل ایک پل کو سہم سی گئی۔

"کیا ہوا سر؟"

"مس عائزل...... آپ پلیز مجھے یہ بتانا پسند کریں گی کہ زلیخا عورت تھی یا مرد......"

"ہائیں......" بے اختیار اس کا منہ پورا کا پورا کھل گیا اس پل اسے اپنے ہینڈسم سے باس کی ذہنی حالت پر شبہ سا ہوا۔

"اب یہ زلیخا کہاں سے آ گئی۔" وہ دھیرے سے بڑبڑائی' جب کہ شانزل نے اس کی بڑبڑاہٹ کو سن کر اب حقیقی معنوں میں اپنا سر ہاتھوں میں گرا لیا تھا پھر کچھ توقف کے بعد وہ سر اٹھا کر بے حد طنزیہ لہجے میں گویا ہوا۔

"مس عائزل...... آج میرے سامنے آپ کی عقل اور سمجھ داری بہت کھل کر واضح ہو گئی ہے واقعی آپ تو ماشاء اللہ بہت سمجھ دار ہیں۔"

"سر میں......"

"مطلب اتنی دیر سے جو میں کچھ بول رہا تھا وہ آپ کے بالکل بھی پلے نہیں پڑا۔"

"کیا سر؟"

"مطلب یہ کہ میری فیانسی بریحہ دبئی سے آ گئی ہے آج شام میری اس سے ملاقات ہے اور مجھے اس کو یہ یقین دلانا ہے کہ آئی لو یو ڈیئر......" وہ لفظوں کو چبا چبا کر ادا کر رہا تھا جب کہ عائزل پر گھڑوں پانی آن پڑا تھا وہ شانزل کو بولتا دیکھ کر بے اختیار ہی اس کی دلکشی میں ایسی کھوئی تھی کہ اس کی بات کو سن ہی نہیں سکی تھی۔

"آ...... آئی ایم ویری ویری سوری سر' دراصل میرا دھیان کسی اور جانب چلا گیا تھا' اچھا اب مجھے بتائیے۔" پھر وہ پورے انہماک سے اس کی بات سننے لگی تھی۔

❀......❀......❀

"قصر انمول" میں وہ آج شانزل کے ہمراہ آئی تھی انمول شانزل کی مرحومہ ماں کا نام تھا جو پانچ سال پہلے اس دنیا سے رخصت ہو گئی تھیں جنھوں نے اس گھر کا چپہ چپہ بڑی محنت' لگن اور محبت سے سجایا اور سنوارا تھا۔ ڈھلتی دوپہر کے اس پل "قصر انمول" میں کافی خاموشی تھی۔

"دراصل عائزل میں تمہیں آج اپنی نانی اماں سے ملوانے لایا ہوں۔ ممی کی ڈیتھ کے بعد وہ کافی اداس اور خاموش سی رہنے لگی ہیں چونکہ میری مدران کی اکلوتی اولاد تھیں لہٰذا وہ ہمیشہ سے ہمارے ساتھ ہی رہتی ہیں۔" شانزل نے اسے بتایا تو وہ خاموشی سے سنتی رہی مگر اسے یہ بات ابھی تک سمجھ میں نہیں آئی تھی کہ شانزل اسے اپنی نانی سے کیوں ملانا چاہتا ہے۔

"نانی بریحہ کو کچھ خاص لائیک نہیں کرتیں' تمہیں نانی کے دل میں اس کے لیے جگہ بنانی ہو گی۔" شانزل نے اب اپنا مدعا بیان کیا تو جواباً عائزل نے محض اثبات میں سر ہلایا۔

"عائزل کو شانزل کی نانی بے حد پسند آئی تھیں' انتہائی شفیق نرم خو اور محبت لٹانے والی بھلا ایسی شخصیت سے اس کا واسطہ کب پڑا تھا۔ ماں تو بہت پہلے ہی انہیں چھوڑ کر جا چکی تھی بس ایک خالہ اور ماموں تھے جو شروع سے بیرون ملک مقیم تھے۔ بہن کے مرنے کے بعد انہوں نے روشین اور عائزل سے بھی تعلقات ختم کر لیے تھے وہ دونوں اپنی اپنی فیملیز میں مگن و مطمئن اور خوش گوار زندگیاں گزار رہے تھے۔ اپنی مرحومہ بہن کی بیٹیوں سے ملنے کی نہ ہی انہیں فرصت تھی اور نہ چاہت بس وہ دونوں بہنیں ہی ایک دوسرے کی ساتھی اور سہارا تھیں۔ عائزل اکثر و بیشتر نانی اماں کے پاس آنے لگی تھی جس کی وجہ سے وہ بھی اب خوش خوش رہنے لگی تھیں۔ عائزل انہیں اتنے دنوں میں بہت عزیز ہو گئی تھی آج چونکہ سنڈے تھا لہٰذا آفس میں چھٹی ہونے کی وجہ سے وہ صبح ہی ان کے پاس چلی آئی تھی۔

"نانی آج میں آپ کے لیے اپنے ہاتھوں سے گرما گرم ناشتا تیار کروں گی بتائیے آپ کو کیا کھانا ہے۔" وہ چہک کر بولی تو نانی دھیرے سے مسکرا کر بولیں۔

"تم کچھ بھی پکا دو بیٹا...... یقیناً جو بھی پکاؤ گی وہ مزے دار ہی ہو گا۔" مرتضٰی مراد شانزل کے والد ان دنوں فارن کنٹری میں تھے لہٰذا اس پل صرف وہ اور نانی موجود

تھے جبکہ شانزل اپنے کمرے میں سو رہا تھا۔
"ویسے نانی جب شانزل سر کی شادی ہو جائے گی نا تو گھر میں خاصی رونق ہو جائے گی۔ بریحہ میڈم کے آ جانے سے یہاں کی خاموشی ٹوٹ جائے گی۔" ناشتے سے فراغت کے بعد عائزل اپنی ڈیوٹی انجام دینے کی غرض سے بولی تو نانی نے ایک نگاہ عائزل کی طرف دیکھا پھر دھیرے سے بولی۔
"تم نے دیکھا ہے بریحہ کو؟"
"نہیں، دیکھا تو نہیں ہے مگر مجھے یقین ہے کہ آپ کے نواسے کی پسند یقیناً اچھی ہی ہوگی۔" وہ مگن سی بولی تو نانی کے لبوں پر پھیکی سی مسکراہٹ بکھری پھر فوراً بولیں۔
"عائزل بیٹا...... تم ذرا اس شانزل کو تو اٹھا دو آفتاب بھی سبزی وغیرہ لینے گیا ہے اس لڑکے کی نیند اتنی گہری ہے کہ سر پر بینڈ باجا بھی بجا دو نا تب بھی نہ ٹوٹے۔"
"میں...... اٹھا دوں نہیں؟" وہ قدرے الجھ کر بولی۔
"ہاں بیٹا...... تم ہی اٹھا دو۔ میرے تو گھٹنوں میں بہت درد ہے، سیڑھیاں چڑھنے کی بالکل ہمت نہیں۔" وہ بادل نخواستہ شانزل کے کمرے کی جانب آ گئی اور پھر کافی جھجک کر دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔ کمرہ اس پل مکمل تاریکی میں ڈوبا آدھی رات کا سماں پیش کر رہا تھا۔
"اُف یہ اتنا اندھیرا کر کے سونے کی کیا تک بنتی ہے۔" وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے بڑبڑائی، دروازے کے باہر سے آتی مدہم سی روشنی میں سے بیڈ نظر آیا تو وہ سہولت سے چلتی ہوئی اس جانب آ گئی اور کچھ فاصلے پر آ کر ٹھہر گئی۔
"اب ان کو میں کیسے اٹھاؤں، ایک تو اتنا اندھیرا ہے اوپر سے ان کی نیند بھی گہری۔" وہ خود سے بولی پھر تقریباً دس منٹ تک وہ وہیں کھڑی اسے آوازیں دیتی رہی۔
"سر پلیز اٹھ جائیے صبح کے بارہ بج گئے...... سر اٹھیے صبح ہو گئی...... شانزل سر اٹھ جائیے نانی آپ کا انتظار کر رہی ہیں...... اللہ کے واسطے اٹھ جائیے ورنہ میں اپنا سر دیوار سے پھوڑ لوں گی......" جب ان گنت آوازیں لگا کر بھی شانزل کا وجود ٹس سے مس نہیں ہوا تو آخر میں وہ بے حد تلملا کر زور سے بڑبڑائی۔
"نہیں بھئی اس شخص کو میں نہیں اٹھا سکتی۔" وہ انتہائی تپ کر ایک قدم آگے بڑھی ہی تھی کہ نجانے کیا چیز اس کے پیروں سے ٹکرائی نتیجتاً وہ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکی اور پوری کی پوری شانزل مرتضیٰ پر آن گری۔ شانزل جو اس کی مسلسل آوازوں سے کچھ کسمسا رہا تھا اپنے اوپر نرم و نازک بوجھ کو محسوس کر کے یک دم بے حد حیران ہو کر اس نے اپنی آنکھیں کھولی تھیں۔
"یہ آفتاب کو کیا ہو گیا ہے میرے اوپر لینڈ کیوں کر گیا۔" وہ دل ہی دل میں خود سے بولا جب کہ عائزل کو اس لمحے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کا پورا وجود ناکارہ اور معطل ہو گیا ہو ایک جنبش بھی کرنے کے لائق نہ رہا ہو۔ شانزل کا مضبوط اور توانا وجود جیسے اس کی ساری حسیات کو منجمد کر گیا تھا اس نے بے حد دقتوں سے خود کو سنبھال کر اس کے وجود سے الگ کرنا چاہا مگر ہاتھ پاؤں جیسے حرکت کرنے سے انکاری ہو گئے۔
"او آفتاب کے بچے...... تیرا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا مجھے آرام دہ بستر سمجھ کر تو مجھ پر ہی پھیل کر لیٹ گیا۔" اس نے آفتاب سمجھ کر اسے سرزنش کرتے ہوئے جونہی اس کے بازوؤں کو تھاما ایک کرنٹ سا اسے لگا، گلاب کی پنکھڑیوں کی مانند بازوؤں کو ہاتھ لگاتے ہی عائزل کو بھی پوری طرح ہوش آیا تھا وہ انتہائی سرعت سے اٹھ کر کھڑی ہوئی تھی۔ شانزل نے بے حد متعجب ہو کر جلدی سے اپنے سائیڈ لیمپ کا بٹن آن کیا تو سامنے عائزل حسن کو دیکھ کر اس پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔
"ت...... تم یہاں کیا کر رہی ہو؟" ٹی پنک رنگ کے شلوار سوٹ میں بالوں کی پونی بنائے وہ اس وقت بہت کنفیوژ اور خفیف سی لگی۔
"وہ...... وہ دراصل سر میرا آج نانی سے پروگرام سیٹ تھا کہ ہم دونوں ناشتا ساتھ کریں گے تو......" اپنی انگلیوں کو آپس میں مروڑتے ہوئے وہ گہری شرمندگی

سے فقط اتنا ہی کہہ پائی۔ شانزل نے اسے ایک نگاہ دیکھا پھر گہری سانس بھر کر گویا ہوا۔

"اوکے تم نیچے جاؤ اور ہاں ذرا بریحہ کی کچھ تعریفیں بھی کر دینا۔"

"اوکے سر۔" وہ سعادت مندی سے بولتی وہاں سے پلٹی البتہ دل ہی دل میں اس پل وہ خود کو یہاں آنے پر کوسنے کے ساتھ ساتھ بریحہ کو بھی نجانے کیوں برا بھلا کہہ رہی تھی۔

آرزو دن بہ دن اس کے لیے ٹینشن بنتی جارہی تھی دراصل وہ اپنے عمر رسیدہ رنڈوے جیٹھ کے لیے عائزل کے رشتے کی متمنی تھی جو عائزل کو بے حد زہر لگتا تھا۔ آج گھر پر ابو نہیں تھے لہٰذا عائزل کو میدان صاف مل گیا' وہ آرزو کی طبیعت اچھی طرح صاف کرنے کی ٹھان کر اس کے سامنے آ بیٹھی۔

"آرزو یہ جو تم اپنے اس بڈھے کھوسٹ ٹھرکی جیٹھ کے لیے یہاں آس لگائے بیٹھی ہو نا تو اچھی طرح کان کھول کر سن لو تمہاری یہ آرزو حسرت بن کر رہ جائے گی لہٰذا یہاں وقت ضائع کرنے سے بہتر ہے کہ تم کہیں اور محنت کرو۔"

"ارے واہ بھئی خود پر بڑا ناز ہے تمہیں' تم تو میرا احسان مانو کہ پورے شہر میں یوں شتر بے مہار پھرنے والی پکی عمر کی لڑکی کا رشتہ اپنے کماؤ پوت اور شریف جیٹھ سے جوڑنا چاہتی ہوں وہ بھی صرف اپنے ابو کا خیال اور احساس کرتے ہوئے۔" آرزو کی زبان بھی قینچی تھی جو تیزی سے چلنے لگی۔

"دیکھو آرزو بی بی...... تمہارے اس کماؤ پوت شریف جیٹھ کی شرافت کی گواہی تو پورا محلہ ہی دیتا ہے اور رہا ابو کا خیال اور احساس تو ہم ان کی سگی بیٹیاں ہیں تمہیں ان کی فکر میں دبلا ہونے کی ضرورت نہیں۔" عائزل بھی بھلا کیوں پیچھے رہتی وہ بھی اسے کھری کھری سناتے ہوئے بولی۔

"تو تمہیں تو ابو ہی دیکھیں گے عائزل۔" آرزو نے جیسے اسے دھمکی دی تھی جسے عائزل نے ہوا میں مکھی کی طرح اڑا دیا جب کہ روشین اس صورت حال سے خاصی پریشان ہوگئی تھی۔

❀......❀......❀

وہ بریحہ کو دیکھ کر چند ثانیے مبہوت سی رہ گئی تھی' سنگ مرمر کی طرح تراشیدہ وجود حسن و نزاکت کا پیکر وہ لڑکی اسے چینی گڑیا لگ رہی تھی جو ہاتھ لگنے سے بھی میلی ہوجائے۔ واقعی شانزل مرتضٰی کی چوائس لاجواب تھی۔ فائیو اسٹار ہوٹل کے ہال میں منعقد اس پارٹی میں شانزل اسے خاص طور پر بریحہ سے ملوانے لایا تھا۔

"بریحہ...... یہ میری پرسنل سیکرٹری ہے عائزل حسن۔" شانزل نے اسے بریحہ سے متعارف کروایا تو اس نے بے حد نخوت بھرے انداز میں اسے سر سے پیر تک دیکھا پھر رعونت بھرے انداز میں محض "ہیلو" کہا پھر تمام وقت وہ بریحہ کے ہمراہ رہا اور عائزل ایک کونے میں بیٹھی شانزل کو گاہے بگاہے دیکھتی رہی اسے اس پل وہ دن یاد آگیا جب وہ انٹرویو دینے شانزل کے آفس آئی تھی۔

"واٹ سر...... یہ کس طرح کی جاب ہے میں بھلا آپ کو یہ کیسے سکھا سکتی ہوں کہ ایک لڑکی کو کس طرح امپریس کیا جاتا ہے اور آپ خود کیوں نہیں اپنی فیانسی کو بتادیتے کہ آپ ان سے محبت کرتے ہیں۔" وہ بے حد متعجب ہوکر شانزل کو دیکھتے ہوئے بولی تھی اسے اس پل شانزے کی ذہنی حالت پر شبہ ہوا تھا۔

"اُفوہ مس عائزل...... آپ سمجھ نہیں رہیں' بریحہ کو مجھ سے بہت ساری شکایتیں ہیں اس کے بقول مجھے لڑکیوں سے کیسے بات کی جاتی ہے' انہیں کس طرح کے گفٹس دیئے جاتے ہیں ان کی کیسے تعریف کی جاتی ہے یہ سب کچھ نہیں آتا۔"

"تو پھر......؟"

"تو پھر یہ کہ آپ مجھے گائیڈ کریں گی کہ میں بریحہ کے

دل میں اپنی چاہت کیسے پیدا کروں اسے کس طرح سے خوش رکھوں آپ خود ایک لڑکی ہیں اور ایک لڑکی ہونے کے ناطے دوسری لڑکی کی نفسیات کو بخوبی سمجھتی ہوں گی، مجھے بس ہر حال میں بریحہ کے دل میں اپنی محبت کی شمع جلانی ہے۔"

"مگر سر یہ......"

"میں آپ کو ڈبل سیلری دوں گا مس عائزل۔" اس کے مزید کچھ بولنے سے پہلے ہی شانزل مرتضٰی تیزی سے بولا تو یک دم اس کی زبان کو بریک لگا۔ روشین اسے دنیا میں سب سے زیادہ عزیز تھی اور چھوٹی چھوٹی ضرورتوں اور خواہشوں کے لیے اس کا دل مارنا اسے خون کے آنسو رلا دیتا تھا اور پھر وہ یہ اوٹ پٹانگ جاب کرنے پر راضی ہوگئی تھی۔ واپسی پر وہ بے حد خاموش تھی جب کہ شانزل مرتضٰی خاصا خوش دکھائی دے رہا تھا۔

"معلوم ہے عائزل...... آج پہلی بار بریحہ نے میرا دیا ہوا بریسلیٹ پہنا ورنہ اس سے پہلے میں جو بھی گفٹ دیتا تھا وہ اسے پسند نہیں آتا تھا۔" گولڈ کا بے حد نفیس بریسلیٹ شانزل نے عائزل کو اپنے ہمراہ لے جا کر خریدا تھا وہ کچھ سوچ کر بے حد سنجیدگی سے گویا ہوئی۔

"سر...... بریحہ میڈم کا جب آپ دل جیت جائیں گے تو پھر کیا مجھے نوکری سے نکال دیں گے۔" اس لمحے اس کے لہجے میں اتنی معصومیت تھی کہ بے اختیار شانزل نے ڈرائیو کرتے ہوئے رخ موڑ کر فرنٹ سیٹ پر بیٹھی عائزل کو دیکھا جو آف وائٹ کلر کے سلک کے سوٹ پر جس پر ملٹی کلر کا بہت نازک سا کام تھا بے حد لائٹ سے میک اپ میں وہ بہت پُروقار اور پیاری لگ رہی تھی۔ شانزل بے ساختہ بے حد دلکشی سے مسکرایا تو وہ ایک بار پھر اس کی مسکراہٹ کے جادو کے حصار میں آنے لگی مگر اگلے ہی پل اس نے خود کو سنبھالا۔

"یہ چاند تو آسمان کا نصیب ہے ہم بھلا خاکساروں کی تقدیر میں کہاں۔" وہ دل ہی دل میں اپنے آپ سے بولی۔

"ڈونٹ وری عائزل...... اس کے بعد تمہاری جاب آسان ہوجائے گی میرا مطلب ہے کہ بعد میں تم صرف میرے آفس کے امور کو دیکھو گی۔" شانزل کے جواب پر وہ مطمئن سی ہو کر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

❁......❁......❁

آرزو نے ابو سے عائزل کی شکایت کی تھی نتیجتاً اختر حسن عائزل پر بم کی طرح پھٹے تھے اور اسے بے حد ڈانٹا ڈپٹا تھا اور آرزو کی جیٹھ کے رشتے کی حمایت کرتے ہوئے اس پر بھی ہاں کرنے پر زور دیا تھا جبکہ عائزل نے صاف انکار کر دیا تھا۔ بات سنگین رخ اختیار کر گئی تھی جس پر اختر حسن نے عائزل کو تھپڑ دے مارا تھا' عائزل کے ساتھ ساتھ روشین کو بھی ابو کے یوں ہاتھ اٹھانے پر بے حد صدمہ تھا۔

"عائزل تم پلیز ہرٹ مت ہو ابو تو شروع سے ایسے ہی ہیں دیکھو تو ہمارا نصیب' ہمیں ماں کا پیار ملا اور نہ باپ کا اس پوری دنیا میں ہم دونوں کا تو کوئی نہیں ہے۔" عائزل کو گم صم بیٹھا دیکھ کر روشین اس کی دل جوئی کرتے ہوئے بولی تو عائزل نے سر اٹھا کر روشین کو دیکھا جو اس وقت بے حد اپ سیٹ اور ڈپریس لگ رہی تھی۔ عائزل اپنا دکھ اور تکلیف یکسر فراموش کر کے اس کا ہاتھ تھام کر اپنے پاس بٹھاتے ہوئے بولی۔

"تم فکر کیوں کرتی ہو روشی' میں ہوں نا تمہاری بہن' تمہاری سہیلی اور تمہاری ماں۔" روشین نے اسے تڑپ کر دیکھا پھر دونوں بہنیں ایک دوسرے کے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دیں۔

❁......❁......❁

مرتضٰی احسان شانزل اور نانی تینوں بے حد خوش گوار موڈ میں ناشتے کی ٹیبل پر موجود تھے۔ مرتضٰی صاحب جو گزشتہ دنوں اپنے بزنس میں آئے کرائسس کی وجہ سے بے حد پریشان تھے اب خاصے ریلیکس تھے وہ ایک سخت گیر باپ ہونے کے ساتھ ساتھ خاصے ہٹ دھرم اور ضدی انسان تھے۔ اپنے فیصلوں میں وہ ایک انچ کی بھی

تبدیلی نہیں لا سکے تھے ان کی بیوی انمول بیگم بھی ان کی سخت فطرت کے باعث خاصی دل برداشتہ رہتی تھیں جو اپنے آگے کسی کی بھی چلنے نہیں دیتے تھے جبکہ ان کی سختی اور ہٹ دھرمی کا شکار شانزل مرتضیٰ بھی بچپن سے رہا تھا اور آج جوان ہونے کے باوجود وہ ان کے فیصلوں سے سرتابی کرنے کی جرأت نہیں رکھتا تھا اور بریحہ رئیس ان ہی کا انتخاب تھی۔ جس کا باپ بزنس ٹائیکون تھا اور جس کی مدد کی وجہ سے آج وہ ایک بار پھر اپنے بزنس کو اس کے پیروں پر کھڑا کرپائے تھے۔ شانزل مرتضیٰ جو بے پناہ وجاہت اور دلکشی کا نمونہ تھا اس کا پروپوزل ایک بزنس ڈیل کے تحت مرتضیٰ احسان نے رئیس خانزادہ کی بیٹی بریحہ رئیس کے لیے دیا تھا جسے بخوشی قبول بھی کرلیا تھا۔

''شانزل ہم سوچ رہے ہیں کہ اب تمہاری اور بریحہ کی شادی کردی جائے' آج اسی سلسلے میں میری رئیس خانزادہ سے ملاقات طے ہے' بس اب تم بھی ریڈی ہوجاؤ۔'' بوائل ایگ کا پیس کانٹے میں پھنسا کر مرتضیٰ احسان اپنے مخصوص حکمیہ انداز میں بولے تو شانزل نے انتہائی تحیر کے عالم میں اپنے باپ کو دیکھا پھر دوسرے ہی لمحے نانی کی جانب نگاہ ڈالی جو بے حد خاموشی سے اپنی نشست سے اٹھ گئیں۔

کہ انہوں نے مجھے خرید لیا ہے۔'' اپنی ہتک کا احساس اس کی آنکھوں میں بار بار نمی لا رہا تھا۔ ذہن انگارے کی طرح سلگ رہا تھا دل چاہ رہا تھا کہ شانزل مرتضیٰ کو خوب کھری کھری سنا کر وہ اپنے اندر لگی آگ کو ٹھنڈا کرے مگر دوسری صورت میں اسے نوکری سے ہاتھ دھونے پڑجاتے۔ شانزل نے اسے اپنی ذاتی پک اینڈ ڈراپ دی تھی جب چھٹی ہوئی تو باہر آ کر اس نے ڈرائیور کو ندارد پایا تو خود ہی جانے پر کمربستہ ہوگئی حالانکہ اس وقت بھی اچھی خاصی بارش شروع ہوگئی تھی مگر غصے اور جذبات نے جیسے اس کے دماغ کو بالکل ہی ماؤف کردیا تھا ایک تو اسٹاپ اتنا دور تھا اوپر سے کوئی بھی کنوینس نہیں مل رہی تھی۔ کالے سیاہ بادلوں نے اس پل ماحول کو گہری رات کا روپ دے دیا تھا۔

''یااللہ اب میں کیا کروں' کیسے گھر جاؤں ایسا کرتی ہوں شانزل سر کو فون کرتی ہوں۔'' وہ بے حد پریشان ہوکر خود سے بولتی اپنا پرس کھولنے لگی اور جب اس نے اپنا سیل فون نکالا تو وہ ڈیڈ پڑا تھا شاید اس میں پانی چلا گیا تھا کیونکہ اس کا پرس بھی پوری طرح بھیگ چکا تھا۔

''اُف...... اب میں کیا کروں گی؟'' وہ بے حد متوحش سی ہوکر خود سے بولی۔

❁ ✿ ❁

تیز بارش نے جب طوفان کا رخ اختیار کیا تو عائزل بے تحاشا سہم گئی اس نے وزدیدہ نگاہوں سے اپنے اردگرد دیکھا جہاں جامد سناٹا اور اندھیرے کا راج تھا اس پل اسے اپنی حماقت پر عود کر غصہ آیا بھلا کیا ضرورت تھی اسے یوں منہ اٹھا کر آفس سے چلے آنے کی۔ ڈرائیور کا انتظار بھی تو کرسکتی تھی مگر اسے تو شانزل پر بے حد غصہ تھا جس نے آج اتنی معمولی سی غلطی پر اسے بُری طرح ڈانٹا تھا۔ عائزل نے پہلی بار اس کا غصہ دیکھا تھا وہ اندر ہی اندر اس سے خائف ہونے کے ساتھ ساتھ بے پناہ دل برداشتہ بھی ہوئی تھی۔

''اونہہ چند ہزار روپے دے کر موصوف سمجھ رہے ہیں

شانزل کو اس پل اپنی ماں بے حد یاد آرہی تھیں وہ اپنے روم میں خاموشی سے بیٹھا انہیں یاد کررہا تھا باہر بارش شدت اختیار کرگئی تھی جب ہی اس کا سیل فون بج اٹھا وہ اپنے خیالوں کی دنیا سے واپس آیا اور ایک گہری سانس کھینچی پھر اپنے سیل فون کی جانب متوجہ ہوا جو میز پر دھرا زور و شور سے بج رہا تھا۔ اس کے ڈرائیور عنایت محبوب کا فون تھا۔

''ہاں بولو عنایت کیا کام ہے؟''

''سر...... بارش کی وجہ سے گاڑی خراب ہوگئی ہے۔ جی بہت بہت معذرت میں عائزل بی بی کو ڈراپ کرنے نہیں آسکوں گا۔'' اس نے بے اختیار دیوار پر لگی گھڑی کو

دیکھا جواس پل سات بجے کا اعلان کررہی تھی۔

"اوکے نو پرابلم تم گاڑی کو دیکھو۔" یہ کہہ کر شانزل باہر آیا تو پورا آفس بھائیں بھائیں کررہا تھا وہ تو سمجھا تھا کہ عائزل باہر انتظار کررہی ہوگی۔

"اوہ یہ عائزل کہاں چلی گئی۔" وہ خود سے بولا پھر جب نیچے آیا تو گارڈ کی زبانی معلوم ہوا کہ وہ تو پانچ بجے ہی نکل گئی تھی۔ شانزل بے حد پریشانی کے عالم میں گاڑی لے کر نکلا' چہار سو اندھیرا پھیل چکا تھا' سڑک پر بس اکادکا لوگ ہی دکھائی دے رہے تھے۔ اس کا کہیں کوئی شائبہ بھی نہیں تھا۔

"یہ عائزل کہاں رہ گئی' گھر تو نہیں پہنچ گئی۔" وہ خود سے بولا کہ اسی دم اس کے موبائل پر عائزل کے گھر کا نمبر بلنک ہونے لگا شانزل نے فون ریسیو کیا۔

"ہیلو شانزل صاحب میں عائزل کی بہن روشین بات کررہی ہوں' عائزل اب تک گھر نہیں پہنچی' بارش بہت تیز ہورہی ہے وہ اس وقت آفس میں ہے کیا؟"

"آ...... ہاں...... جی روشین عائزل بس ابھی آفس کی گاڑی میں نکلی ہیں' آپ پریشان مت ہوں وہ جلد گھر پہنچ جائیں گی۔" وہ خود کو بمشکل سنبھال کر بولا تو دوسری جانب روشین مطمئن سی ہوکر بولی۔

"تھینک یو سر...... وہ دراصل عائزل کا موبائل بند جارہا تھا تو میں نے آپ کو زحمت دی۔"

"نو پرابلم۔" شانزل خوش اخلاقی سے بولا پھر فون بند کرکے ڈیش بورڈ پر پٹختے ہوئے بے حد ہراساں ہوکر خود سے گویا ہوا۔

"عائزل کہاں چلی گئی ہو تم؟" جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا' شانزل کا دل ڈوبے جارہا تھا اسی دم دوبارہ اس کے موبائل کی گھنٹی بجی تھی اس بار فون اس کے آفس کے گارڈ کا تھا۔

"سر وہ عائزل میڈم ادھر آیا ہوا ہے ہم نے انہیں آفس کی چابی دے دی ہے وہ اوپر چلا گیا ہے۔" شانزل کو اس پل بے حد طمانیت کا احساس ہوا اسے یک گونہ سکون ملا۔ وائلن کے تاروں کی طرح کھنچے اس کے اعصاب یک دم نارمل ہوئے تھے۔

"ٹھیک ہے میں آفس آرہا ہوں۔" اس نے واپس گاڑی موڑی اور کچھ دیر بعد وہ عائزل پر بری طرح برس رہا تھا۔

"دماغ تو خراب نہیں ہوگیا تھا تمہارا' اتنی تیز بارش میں یوں اونٹ کی طرح منہ اٹھا کر چل پڑیں تم' ایسی بھی کیا جلدی تھی ڈرائیور کا انتظار نہیں کرسکتی تھیں کیا۔" وہ کافی دیر تک اسے ڈانٹتا رہا جب کہ عائزل گردن جھکائے نادم سی سب سنے گئی اس بار اسے شانزل کی ڈانٹ پر غصہ بالکل نہیں آیا تھا۔ انتہائی خوف ناک صورت حال کو دیکھ کر اور کافی دیر رکشہ ٹیکسی کا انتظار کرنے کے بعد اس نے واپس جانے کی راہ لی تھی۔

"آئی ایم سوری سر...... مجھ سے واقعی بہت بڑی غلطی ہوگئی' مجھے اس طرح بارش میں نہیں نکلنا چاہیے تھا۔" وہ اپنے ابو کے رویے کی بناء پر بھی کافی ڈپریس تھی' یہی وجہ تھی کہ شانزل کی ڈانٹ کو اس نے کچھ زیادہ ہی دل پر لے لیا تھا' وہ کپکپاتے لبوں سے بولی تو اس تمام وقت میں شانزل نے قدرے چونک کر اسے بغور دیکھا۔ جامنی رنگ کے اسٹائلش سے سوٹ میں وہ بار بار اپنے کپڑوں کو درست کررہی تھی جو پورے بھیگ چکے تھے۔ گیلے بالوں کی ایک آدھ لٹیں اس کے چہرے پر چپکی اس پل اسے بے حد حسین بنا گئی تھیں۔ شانزل بے ساختہ اسے دیکھتا ہی چلا گیا' عائزل نے اس کی محویت اور آفس کی تنہائی سے خائف ہوکر شانزل کی طرف بنا دیکھے آہستگی سے کہا۔

"سر پلیز مجھے گھر چھوڑ دیجیے۔" وہ اس کی آواز پر یک دم چونکا پھر سر جھٹک کر کہتے ہوئے مڑا۔

"آئیے میرے ساتھ۔" جب کہ عائزل اس کے پیچھے تیزی سے لپکی۔

❀ ❀ ❀

"آج بہت دنوں کے بعد اپنی نانی کی یاد آئی' کیا

بات ہے عائزل...... تم کچھ اداس لگ رہی ہو؟"

"بس نانی کوئی خاص بات نہیں۔" وہ ٹالنے والے انداز میں بولی۔

"اچھا تو پھر عام سی بات ہی بتادو۔" نانی مسکرا کر بولیں تو عائزل بھی ہولے سے مسکرادی پھر سنجیدگی سے بولی۔

"نانی میں نے آپ کو اپنی بہن روشین کے بارے میں بتایا تھا نا میں چاہتی ہوں کہ اس کی شادی ہو جائے۔"

"ہوں...... اور تم...... تم کب کرو گی شادی؟"

"میری شادی ہونی ہوگی تو ہو ہی جائے گی مجھے فی الحال اپنی بہن کی شادی کی فکر ہے۔"

"مگر بیٹا...... تمہارے ابو کو پہلے تمہاری فکر کرنی چاہیے پھر ان شاء اللہ تمہاری چھوٹی بہن کا بھی نمبر آجائے گا۔" نانی پُرشفیق لہجے میں بولیں تو عائزل بے اختیار استہزائیہ انداز میں کہنے لگی۔

"اونہہ...... ابو کو میری فکر ہوگی بھلا؟"

"کیا مطلب عائزل...... تمہارے باپ کو تمہاری فکر کیوں نہیں ہوگی۔" وہ کچھ حیرت سے گویا ہوئیں۔

"ہوں...... ہوگی فکر۔" وہ گول مول سے انداز میں بولی تو نانی نے بے حد حلاوت سے اس بابت استفسار کیا۔ عائزل ان دنوں خود بہت اپ سیٹ تھی۔ نانی کی محبت میں پگھل کر اس نے اپنا دل ان کے آگے کھول کر رکھ دیا جب کہ نانی کے کمرے میں آتا شانزل بے اختیار دروازے پر کھڑے ہو کر سب کچھ سننے لگا تھا۔

"نانی اگر ابو مجھے محبت سے اپنے سینے سے لگا کر آرزو کے اس ٹھرکی جیٹھ سے شادی کرنے کا کہتے تو میں خوشی خوشی اپنے ابو کی خاطر اس سے شادی بھی کر لیتی۔" آخر میں اس کی آواز بھرا گئی تھی۔

"ارے اللہ نہ کرے جو تمہاری شادی اس ٹھرکی بڈھے سے ہو میری اس پیاری سی شہزادی کے لیے تو کوئی شہزادہ ہی آئے گا۔" وہ اسے خود سے لپٹا کر محبت سے بولیں تو روتے روتے عائزل نے سر اٹھا کر شکوہ کناں لہجے میں کہا۔

"ہاں جیسے آج کل شہزادے تو درختوں پر لٹکے ہوئے ہیں نا۔" عائزل کے انداز پر نانی بے ساختہ ہنس دیں جبکہ دروازے کی اوٹ پر کھڑا شانزل بھی دھیرے سے مسکرا کر وہاں سے پلٹ گیا تھا۔

***

عید قرباں کی آمد نے کافی رونق سی بکھیر دی تھی مرتضٰی احسان عید قرباں کے دوسرے دن ہی شانزل کو قربان کرنے کا پروگرام بنائے بیٹھے تھے جب ہی انہی دنوں رئیس خانزادہ کی طرف سے اس رشتے کے ٹوٹنے کی خبر انہیں ملی تھی وہ انگشت بدنداں سے رہ گئے تھے۔ بریحہ نے دراصل خود ہی شانزل سے شادی کرنے سے انکار کردیا تھا مرتضٰی احسان نے جب خود بریحہ سے بات کی تو اس نے انتہائی نخوت اور کافی بدتمیزی سے ان سے بات کی۔

"آپ کا بیٹا شانزل اپنی اس مڈل کلاس معمولی سی سیکرٹری سے بے حد انسپائر ہے آپ اسی سے اس کی شادی کردیجیے اور ہاں اپنے بزنس سے متعلق آپ پریشان مت ہوں میرے ڈیڈ کو ویسے ہی چیرٹی کا بہت شوق ہے وہ آپ کی بھی مدد کریں گے۔" مرتضٰی احسان کو اس پل بریحہ کی بات طمانچے کی طرح لگی کس قدر حقارت اور رعونت تھی اس کے لہجے میں اپنے باپ کی دولت اور اسٹیٹس کا کس قدر غرور اور گھمنڈ تھا۔ آج زندگی میں پہلی بار انہیں اپنے کسی فیصلے پر بے پناہ پچھتاوا ہوا تھا اپنا ہیرا صفت بیٹا وہ کوئلے کی کان کے حوالے کرنے چلے تھے صرف اپنے بزنس کو بچانے کے عوض انہوں نے اپنے بیٹے کی قیمت لگا ڈالی تھی بھلا کتنی دولت کمانی تھی کتنی تجوریاں بھرنی تھی اپنے اگلے سانس کا انسان کو بھروسہ نہیں ہوتا اور مال و زر وہ ایسے اکٹھا کرتا ہے جیسے وہ ہمیشہ ہی یہاں رہے گا۔ مرتضٰی احسان اس پل خود احتسابی کے عمل میں گرفتار ہو گئے تھے۔

***

وہ نجانے کتنی ہی دیر ایک ہی پوزیشن میں بیٹھی غیر

مرئی نقطے کو گھورے جارہی تھی جب ہی روشین چائے کی ٹرالی لے کر کمرے میں داخل ہوئی تھی۔

"کیا سوچ رہی ہو عائزل؟" روشین نے اسے مخاطب کیا تو وہ اپنے دھیان سے چونکی پھر ایک تھکن آمیز سانس لبوں سے آزاد کرتے ہوئے بولی۔

"کچھ نہیں بس ایسے ہی۔" روشین بغور اسے دیکھے گئی اس کی غیر موجودگی میں آج پھر آرزو آ دھمکی تھی اور ابو کو الٹی سیدھی پٹیاں پڑھا گئی تھی۔ روشین بخوبی دیکھ رہی تھی کہ عائزل آج کل کافی ڈسٹرب اور اپ سیٹ ہے لہٰذا وہ یہ بات اس سے چھپا گئی۔

"عائزل تم عاطف کو معاف کیوں نہیں کردیتیں۔"

"کیا مطلب روشین......!" وہ ناسمجھی والے انداز میں اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

"مطلب یہ کہ تم عاطف کو معاف کرکے اس سے شادی کرلو۔"

"تمہارا دماغ تو اپنی جگہ پر ہے روشی......! عاطف ایک مفاد پرست خود غرض لڑکا ہے پہلے اس نے ایک امیر لڑکی کی خاطر مجھے چھوڑ دیا اب اپنی بچی کو پالنے کی خاطر مجھے اپنانا چاہتا ہے۔"

"بچی سے کیا فرق پڑتا ہے عائزل؟"

"مجھے بچی سے نہیں عاطف سے فرق پڑتا ہے یہ حقیقت ہے کہ ماضی میں وہ میری پسند میری خواہش ضرور رہا تھا مگر میرا انتخاب غلط تھا۔ عاطف انتہائی خود غرض لڑکا ہے اب بھی محض اپنی غرض اور مفاد کے عوض وہ میری جانب بڑھا ہے۔" وہ چیخ کر بولتی چلی گئی پھر قدرے رک کر دوبارہ گویا ہوئی۔ "پسند اور محبت میں زمین آسمان کا فرق ہے روشی' عاطف چھ سال پہلے میری پسند تھا اور آج وہ میرے لیے صرف ناپسندیدہ شخصیت میں شامل ہے۔"

"اور محبت......؟"

"شانزل مرتضیٰ!" روشین کے اچانک استفسار پر نجانے کیسے اس کے ہونٹوں سے نکلا اور اگلے ہی پل وہ خود بھی ہک دک سی بیٹھی رہ گئی۔

✿......✿......✿

بلال کی زبانی عائزل کو شانزل اور بریحہ کی منگنی ٹوٹنے کا علم ہوا تو حیرت کے ساتھ ساتھ تھوڑا بہت افسوس بھی ہوا مگر جو دکھ تکلیف وہ شانزل کے چہرے پر دیکھنا چاہ رہی تھی اس کا دور دور تک شائبہ بھی نہیں تھا وہ بالکل نارمل انداز میں اپنے روٹین کے کاموں میں مگن تھا۔ شانزل کا یہ رویہ اسے ورطہ حیرت میں مبتلا کرگیا تھا' مگر پھر سر جھٹک کر وہ بھی اپنے کام میں مصروف ہوگئی تھی۔ شانزل کے وعدے کے مطابق اب اس کی سرگرمیاں آفس تک محدود ہوگئی تھیں۔

نانی نے اپنے جاننے والوں کا بہت ہی اچھا رشتہ روشین کے لیے بھجوایا تھا۔ لڑکا بینک میں منیجر تھا' اچھا اور سلجھا ہوا گھرانہ تھا۔ ابو کو لڑکا اور اس کا گھرانہ بے حد پسند آیا تھا۔ آج شاید زندگی میں پہلی بار انہوں نے روشین کو اپنی بیٹی سمجھ کر اس معاملے میں دلچسپی لی تھی اور اس کے سر پر دست شفقت پھیرا تھا جبکہ روشین کی آنکھوں میں نمی سی در آئی تھی۔

"بھائی صاحب...... عائزل کی بھی بالکل فکر مت کیجیے گا بہت جلد اس کے سوالی بھی آپ کے دروازے پر آنے والے ہیں' مجھے پورا یقین ہے کہ وہ لوگ بھی آپ کو پسند آئیں گے۔"

"ہائے اللہ...... کیا نانی میرا بھی رشتے طے کرنے والی ہیں؟" نانی کی بات پر عائزل کے کان کھڑے ہوگئے تھے پھر دوسرے ہی پل ایک نامعلوم سی اداسی اس کے رگ و پے میں اترتی چلی گئی تھی۔ آرزو کو جب رشتے کی بابت معلوم ہوا تو اتنا اچھا رشتہ مل جانے کی بدولت وہ اندر ہی اندر خوب جل بھن گئی تھی مگر بظاہر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے بولی۔

"ابو...... اب آپ جلد ہی ثاقب بھائی کے لیے بھی ہاں کردیجیے تاکہ میں اپنی بہن کو اپنی جٹھانی بنا کر اپنے گھر لے جاؤں۔" اور آج پہلی بار اختر حسن آرزو کی بات پر

متذبذب ہوئے۔

❀ .... ❀ .... ❀

وہ نانی سے مل کر باہر نکلی تو شام اپنے پر پھیلائے جلوے دکھا رہی تھی اس پل وسیع وعریض لان بے حد خوب صورت لگ رہا تھا۔ وہ اکثر چھٹی والے دن نانی سے ملنے چلی آتی تھی عائزل گیٹ کی جانب بڑھی ہی تھی کہ چھوٹے گیٹ سے شانزل اندر آتا دکھائی دیا وہ غالباً کلب سے لوٹا تھا۔

''اوہ عائزل..... تم کیسی ہو؟'' وہ کافی نارمل انداز میں بولا۔ عائزل نے ایک نگاہ اس کی جانب دیکھا ابھی وہ کچھ کہنے والی ہی تھی کہ وہ اندر چلا گیا' عائزل کو اس کی بداخلاقی پر عود کر غصہ آیا۔

''اونہہ کیسے اونٹ کی طرح منہ اٹھا کر اندر چلے گئے جیسے میں ان سے بات کرنے کے لیے مری چلی جارہی تھی۔'' وہ خود سے بڑبڑاتے ہوئے سر جھٹک کر وہاں سے نکل گئی۔

❀ .... ❀ .... ❀

اختر حسن کو رات کے آخری پہر سینے میں تکلیف اٹھی درد تھا کہ بے پناہ بڑھتا چلا جارہا تھا لمحوں میں ہی وہ پسینے میں بری طرح نہا گئے انہوں نے بے حد گھبرا کر روشین اور عائزل کو پکارا۔ وہ ایک ہی آواز میں دوڑی چلی آئیں روشین تو باپ کو اس حال میں دیکھ کر رونے لگی البتہ عائزل نے اپنے حواسوں کو کنٹرول میں رکھا اور پڑوس کے انکل کی مدد سے وہ انہیں ہسپتال لے کر دوڑی۔ شکر ہوا کہ ان کی جان بچ گئی تھی مگر اس حادثے سے ان کی آنکھوں سے غفلت و بے پروائی کی بندھی پٹی اتر گئی تھی اپنی بچیوں کا حسن سلوک دیکھ کر وہ پہلی بار ان کے سامنے رو دیئے تھے اور معافی کے طلب گار تھے جب کہ عائزل اور روشین بے حد خوش تھیں آج انہیں ان کا باپ مل گیا تھا اور آرزو جو ہمہ وقت ان کے آگے اپنی محبت کا دکھاوا کرتی تھی وہ ایک بار بھی ان کو دیکھنے نہیں آئی تھی۔

اختر حسن اب اپنے اور پرائے کا فرق اچھی طرح جان گئے تھے۔ نانی اور شانزل بھی ان کی عیادت کے لیے آئے تھے اور پھر ایک دن عاطف عائزل کے گھر آدھمکا تھا۔

''عائزل پلیز مجھے صرف ایک بار معاف کردو میں مانتا ہوں کہ میں نے تمہارے ساتھ واقعی بہت زیادتی کی۔''

''عاطف..... تم خوامخواہ میں اپنا اور میرا وقت ضائع کررہے ہو میں تمہیں معاف کرچکی ہوں۔'' وہ کافی رکھائی سے بولی جب کہ دوسری جانب عاطف کھل اٹھا۔

''مجھے معلوم تھا کہ تم مجھے معاف کردو گی۔'' جواباً وہ خاموش رہی تو وہ گلا کھنکھارتے ہوئے گویا ہوا۔

''میں اپنی امی اور بڑی آپا کو تمہارے گھر لانا چاہتا ہوں عائزل..... اب میں مزید دیر نہیں کرنا چاہتا۔''

''کیوں..... کیوں لانا چاہتے ہو اپنی امی اور بہن کو ہمارے گھر؟''

''تمہارے اور میرے رشتے کے لیے عائزل۔'' اس کے استفسار پر وہ جوش وانبساط سے بولا۔

''تم کہیں پاگل تو نہیں ہوگئے عاطف..... بھلا میں ایک کنواری لڑکی تمہارے جیسے پہلے سے شادی شدہ مرد سے وہ بھی ایک بچی کے باپ سے کیونکر شادی کروں گی؟''

''عائزل وہ..... وہ میں.....'' وہ بری طرح گڑبڑایا پھر اپنی اصل فطرت پر اترتے ہوئے بولا۔

''تم شاید یہ بھول رہی ہو عائزل کہ مرد ذات ایک کیا دو بھی شادی کرے تو اسے ہر بار بڑی آسانی سے لوگ لڑکی دے دیتے ہیں اور مجھے تو ابھی بھی لوگ اپنی کم عمر لڑکیوں کے لیے رشتہ دینے کے لیے میرے ایک اشارے کے منتظر ہیں۔'' اس پل عاطف کے لہجے میں بے پناہ رعونت وغرور تھا۔ عائزل نے اسے سر سے پیر تک بے حد استہزائیہ انداز میں دیکھا اور پھر انتہائی طنزیہ لہجے میں بولی۔

''تو جایئے مسٹر عاطف..... انہی کم عمر لڑکیوں میں

سے ایک کا انتخاب کر کے اپنی بچی کے لیے دوسری اس لے آیئے اور میری جان چھوڑ دیجیے۔" عاطف نے اسے ایک نگاہ دیکھا پھر خاموشی سے ہارے ہوئے کھلاڑی کی مانند دروازے سے باہر نکل گیا۔

❁.......❁.......❁

کل عید تھی اور عید قرباں کی تمام تیاریاں مکمل تھیں' عائزل اور روشین اپنے گھر آئے بکرے کی خوب خدمت کر رہی تھیں جب کہ عید کے تیسرے دن روشین کا نکاح بھی طے ہو چکا تھا۔

"ہائے اللہ...... عائزل ہمارے بکرے کی آنکھیں دیکھو شانزل سر سے نہیں مل رہیں۔" روشین بکرے کو چارہ کھلاتے ہوئے اچانک بولی تو عائزل نے اسے فہمائشی نظروں سے گھورا' روشین اب نہ صرف عائزل کی چھوٹی بہن تھی بلکہ اس کے ہر راز میں شریک تھی عائزل کی آنکھوں میں شانزل کی پرچھائی دیکھ کر اس نے عائزل سے سب کچھ اگلوایا تھا اور اس نے بھی اچھے بچوں کی طرح سب کچھ بتا ڈالا تھا۔

"زیادہ بکنے کی ضرورت نہیں ہے۔" اس نے روشین کو جھاڑا پھر کچھ سوچ کر گویا ہوئیں۔

"روشین ایک بات میری سمجھ میں نہیں آرہی کہاں تو وہ بریحہ میڈم کے فراق میں ٹھنڈی آہیں بھرتے دکھائی دیتے تھے اور کہاں اب منگنی ٹوٹ جانے کے بعد وہ اتنے ریلیکس نظر آتے ہیں جیسے وہ اس منگنی کے ختم ہو جانے سے بہت خوش ہوں۔"

"ہوں تو تم یہ بات نانی سے کیوں نہیں پوچھ لیتی۔" روشین مگن سے انداز میں بولی تو وہ ایک دم بڑی زور سے اپنی جگہ سے اچھلی۔

"یہ خیال مجھے پہلے کیوں نہیں آیا۔" وہ تیزی سے بولی اور اسی وقت نانی کے پاس جانے کی ٹھانی اور اب وہ ان کے سامنے موجود تھی۔

"دراصل میرے نواسے نے اپنے باپ کے ساتھ ایک چال چلی تھی۔"

"چال چلی تھی...... کیا مطلب نانی؟" وہ بے تحاشا الجھ کر بولی تو وہ بڑی خوش گواری سے گویا ہوئیں۔

"مطلب یہ کہ بریحہ اس کے باپ کی پسند اور بزنس کی مجبوری تھی اور شانزل کو وہ کسی طور قبول نہیں تھی۔"

"کیا......؟" بے تحاشا تحیر و استعجاب کے عالم میں اس کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

"اور نہیں تو کیا...... پہلے تو میں بھی اس سے خفا تھی مجھے بھی وہ امیر زادی ایک آنکھ نہیں بھاتی تھی مگر شانزل بہت بڑی مشکل میں گرفتار تھا۔ مرتضیٰ کے فیصلوں سے انحراف کرنا اس کے بس کی بات نہیں تھی بس پھر اس نے ایسا گیم کھیلا کہ بریحہ نے خود اپنے منہ سے منع کر دیا۔" وہ انتہائی انبساط بھرے لہجے میں بولے گئیں جب کہ عائزل جیسے کھولتے تیل کی کڑاہی میں غوطہ زن ہوگئی۔ انتہائی سرعت سے اس کی آنکھوں کے سامنے سے کھٹا کھٹ ایک کے بعد دوسرا پردہ اٹھتا چلا گیا۔ وہ تمام مناظر جس میں وہ شانزل کو بریحہ کے سامنے بولنے والے محبت بھرے مکالمے سکھاتی تھی وہ سب یاد آتے چلے گئے۔

"اس کا مطلب ہے شانزل نے مجھے خوب پیٹ بھر کر بے وقوف بنایا۔" وہ خود سے بولی پھر آن واحد میں اس کے سر پر جا کھڑی ہوئی جو اس وقت اتفاق سے گھر میں ہی تھا اور لان میں کسی سے موبائل فون پر محو گفتگو تھا۔

"مجھے آپ سے ابھی اور اسی وقت بات کرنی ہے۔" شانزل نے چونک کر اسے دیکھا جو تیکھے چتونوں سے اسے گھورتے ہوئے کافی غصے میں لگ رہی تھی۔

"میں تھوڑی دیر بعد فون کرتا ہوں۔" وہ سہولت سے بولا پھر فون بند کر کے استفہامیہ نظروں سے دیکھا۔

"آپ مجھے کتنی آسانی اور مزے سے الو بناتے رہے اور میں بنتی رہی۔ آپ کو جب بریحہ سے محبت تو دور وہ پسند بھی نہیں تھی تو میرے ساتھ ایسا بھونڈا ڈرامہ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟" وہ بے تحاشا جل کر بولی تو شانزل نے اسے بے حد گہری نظروں سے دیکھا پھر بڑی نرمی سے گویا ہوا۔

"میں تم سے بات کرنے ہی والا تھا یہاں آؤ تمہیں سب کچھ تفصیل سے بتاتا ہوں۔" وہ اسے لیے گارڈن چیئر پر چلا آیا اور پھر اسے اپنے مقابل بیٹھا کر دھیرے سے بولا۔

"سات سال پہلے جب میں ایم بی اے فائنل ایئر کا اسٹوڈنٹ تھا تو ہماری یونیورسٹی میں فن فیئر ہوا اور ایک دن تقریری مقابلہ بھی ہوا ایک بے حد پیاری سی چلبلی سی لڑکی جس کا نام عائزل حسن تھا اس نے فرسٹ پرائز جیتا۔" اس پل عائزل نے بے حد حیران نگاہوں سے اسے دیکھا جو اس لمحے جیسے اسی وقت میں چلا گیا تھا۔

"وہ لڑکی مجھے پہلی ہی نگاہ میں اتنی اچھی لگی کہ میں چاہنے کے باوجود اس کے چہرے کے نین نقوش کو اپنے دماغ سے نہیں مٹا سکا پھر ایک دن خود سے ہار مان کر میں اسے ڈھونڈتا ہوا اس کے ڈیپارٹمنٹ میں پہنچا تو......" وہ قدرے رکا پھر دوبارہ گویا ہوا۔

"معلوم ہوا کہ وہ اپنے کلاس فیلو عاطف حمید میں انوالو ہے میں نے اسی دن اپنے قدموں کو واپس موڑ لیا مگر اپنے دل و دماغ کو نہیں واپس لا سکا اس کی شبیہ میرے دل و دماغ سے زندگی کے جھمیلوں میں گھر کر بھی محو نہیں ہو سکی پھر ایک دن وہ لڑکی میرے آفس چلی آئی۔" وہ ہونق سی بیٹھی اسے یک ٹک دیکھے گئی اسے بے ساختہ وہ دن یاد آ گیا جب وہ انٹرویو دینے شانزل کے آفس پہنچی تھی۔

"میں اسے وہاں دیکھ کر اندر ہی اندر بے پناہ چونکا اور بے حد خوش بھی ہوا۔" شانزل ایک ٹرانس کی کیفیت میں بولے جا رہا تھا۔ "چونکہ ڈیڈ اپنے دوست کی سفارش پر کسی اور لڑکی کو سلیکٹ کر چکے تھے لہٰذا بلال نے اسے ریفیوز کر دیا مگر میں اس بار اس کو کسی قیمت پر بھی کھونا نہیں چاہتا تھا اس وقت مجھے ڈیڈ کی ناراضی کا رتی برابر بھی خیال نہیں آیا۔ میں نے اسے سلیکٹ کر لیا اور پھر میں جیسے یک دم ہوش کی دنیا میں واپس آیا' مجھے یاد آیا کہ ڈیڈ نے میری مرضی کے خلاف جا کر میرا سودا اپنے بزنس فرینڈ کی بیٹی

کے ہاتھوں کر دیا ہے اور میں شازل مرتضٰی کسی بھی قیمت اور صورت میں ان کے حکم کے خلاف نہیں جاسکتا تھا پھر میں نے اسی وقت یہ پلان بنایا کہ تمہاری مدد سے بریحہ رئیس سے چھٹکارا حاصل کرلوں۔ اپنے اس فل پروف پلان کی بھنک میں نے بلال کو بھی نہیں پڑنے دی اس دن حقائق جان کر وہ بھی بہت خفا ہو رہا تھا۔'' اس تمام وقت میں وہ اب پہلی بار اس کی جانب متوجہ ہو کر بولا تو عائزل کو اس لمحے بڑے زور سے جھٹکا لگا۔

''کیا مطلب آپ نے کس طرح بریحہ سے چھٹکارا حاصل کیا وہ بھی میری مدد سے؟'' وہ تھوڑا خائف ہو کر بولی تو شازل نے اسے مسکرا کر دیکھا پھر سنجیدگی سے بولا۔

''ایک طرف میں نے انتہائی غیر محسوس انداز میں بریحہ کے دماغ میں یہ بات ڈالی کہ مجھے اپنی پرسنل سیکرٹری کچھ زیادہ ہی اچھی لگنے لگی ہے دراصل میں یہ چاہتا تھا کہ سانپ بھی مرجائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ مطلب بریحہ خود ہی مجھ سے شادی کرنے سے انکار کردے اور دوسری جانب میں تمہیں ہر پل اپنے پاس اپنی نگاہوں کے سامنے رکھنا چاہتا تھا۔'' عائزل نے اس کی آخری بات بے حد مشکلوں سے سنی پھر تو جیسے غصے و اشتعال کے مارے وہ پھٹ پڑی۔

''آپ اتنے بڑے چیٹر' فریبی اور ڈرامہ باز ہیں اس کا مجھے بالکل اندازہ نہیں تھا۔ آپ نے میرے ساتھ اچھا نہیں کیا مجھے اتنا بے وقوف بنایا میں...... میں آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گی۔'' بولتے بولتے اس کی آواز رندھ گئی آنکھوں میں بے ساختہ آنسو در آئے۔ وہ تیزی سے اٹھ کر وہاں سے پلٹی تو اگلے ہی پل اس کا ہاتھ شازل کے مضبوط ہاتھ میں مقید تھا۔

''میں نے تمہارے ساتھ جو کچھ کیا سو کیا مگر ایک بات تم میری سنتی جاؤ۔ آئی لو یو عائزل...... مجھے تم سے محبت ہے بے پناہ محبت...... پچھلے سات سالوں سے تمہارا خیال تمہارا احساس ایک پل کے لیے بھی میرے دل و دماغ سے محو نہیں ہوا۔ کیا اپنے خطاوار کو اس کے اتنے سالوں کے ہجر کے عوض معاف نہیں کروگی؟'' آخر میں اس کا لہجہ سرگوشی میں ڈھل کر اسے موم کی طرح پگھلانے لگا' بے اختیار اس کے ہاتھ پیروں میں سنسناہٹ سی دوڑ گئی۔ میرون اور پیچ رنگ کے جدید اسٹائل کے لان کے سوٹ میں اپنے سادے سے حلیے میں وہ اسے بے حد پزل اور کیوٹ لگی۔

''مگ...... مگر آپ نے میرے ساتھ اچھا نہیں کیا۔ آپ نے مجھے......''

''تم جو سزا دو گی میں ہنس کر جھیل لوں گا مگر پلیز اب تم انسانوں کی بھیڑ میں کھو کر مجھ پر ستم مت کرنا۔'' وہ اتنی لاچاری و بے بسی سے بولا کہ عائزل کی آنکھوں میں بے اختیار نمی در آئی' اس نے سر اٹھا کر وسیع و بیکراں نیلگوں آسمان کو بے پناہ تشکر آمیز نگاہوں سے دیکھا جس کے مالک نے ایک پل میں ہی اس کی جھولی خوشیوں سے بھر دی تھی جبکہ اطراف میں یک دم اجالے ہی اجالے پھیل گئے تھے اس نے بے پناہ طمانیت و انبساط سے شازل مرتضٰی کی جانب دیکھا جو اس کے نصیب کا اجالا بن کر اس کو سرتاپا روشن و پرنور کر گیا تھا۔ جس نے اس کے بخت پر چھائے ہر اندھیرے کو مٹادیا تھا۔

''شازل بچے اگر میری بہو سے تمام مذاکرات طے پاگئے ہیں تو اختر حسن کے گھر تمہارا رشتہ طے کرنے چلیں' کل عید بھی ہے اور بھی ڈھیروں کام ہیں۔'' دروازے پر کھڑی نانی او نچی آواز میں بولیں تو عائزل نے بے پناہ سٹپٹا کر پیچھے مڑ کر دیکھا پھر انتہائی روہانسی ہو کر بولی۔

''نانی آپ بھی......'' پھر دوسرے ہی پل نانی اور شازل زور سے ہنس دیے جب کہ عائزل بھی جھینپ کر مسکرادی تھی۔

ذرا سی مسافت

طلعت نظامی

> جب ہو سکے تو بھلا دینا رنجش دل کی
> کہ محبتوں کا اصول ہے در گزر کرنا
> تیرے طرز تغافل سے ، گلہ تو نہیں
> ہمیں آتا نہ تھا دلوں میں گھر کرنا

دونوں ہاتھوں میں بھاری بھرکم شاپنگ بیگ لیے ہجوم میں راستہ بنانا بھی دشوار ہو رہا تھا۔ اوپر سے چنچناتا چنگھاڑتا' مزاج کی سب گرمیاں دکھاتا سہ پہر کا سورج سر پر جیسے ساتھ ساتھ سوار ہو کر چل رہا ہو' کبھی کبھار ہی باہر کا دیدار کرنے والی عدینہ کے لیے یہ شاپنگ کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف تھا لیکن مجبوری صد مجبوری کہ ان دنوں نکلنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ دیورانی کے سنگ وہ اس مہم کو سر کرکے اب واپسی کے لیے لوگوں کی بھیڑ سے راستہ بنا رہی تھی۔ شدید گرمی میں پسینہ چوٹی سے ایڑی تک بہہ رہا تھا یوں لگ رہا تھا یہاں ہی پگھل جائے گی۔ ہاتھ میں پکڑا ٹشو پیپر بھی بار بار کے استعمال سے چرمرا کر فریاد کر رہا تھا۔ ہجوم اس قدر تھا کہ سامان رکھ کر چادر سے بھی چہرے کا پسینہ نہیں صاف کر پا رہی تھی اور رانی مزے سے ہجوم کو چھانٹ کر دھکے دے کر ایسی بے فکری سے چل رہی تھی جیسے پھولوں سے مہکتی لہکتی وادی میں محوِ سفر ہو' عادی جو تھی باہر کے ہر مسائل سے نمٹنے کی۔

''لوگ کہتے ہیں مہنگائی ہے اور رش دیکھو تا جیسے فری سامان بٹ رہا ہو۔'' گرمی سے اکتا کر وہ جیسے بڑبڑائی ایک بھاری بھرکم عورت اس کے دھان پان سے وجود کو دھکا دے کر آگے بڑھ گئی' وہ لڑکھڑا کر ایک مرد سے ٹکراتے ٹکراتے بچی۔

''ضروریات نکلنے پر مجبور کرتی ہیں بھابی اور پھر ہمارے ملک کی آبادی ماشاء اللہ دن دگنی رات چوگنی ترقی کر رہی ہے تو ضروریات اتنی ہی تیزی سے پھل پھول رہی ہیں۔ جتنے لوگ اتنی ضروریات اور خواہشات' ہر کوئی آپ کی طرح تھوڑی ہے کہ سال میں ایک آدھ بار بازار کو رونق بخشنے نکلے اور دھکے کھا کر' خوف وہراس میں مبتلا ہو کر واپس جائے۔'' رانی نے مقدور بھر مذاق اڑایا وہ بس دیکھتی رہ گئی۔

''صحیح کہہ رہی ہو' حالات ہی انسان کو بہادر اور بزدل بناتے ہیں۔ تم تو آگاہ ہو میرے مسائل سے'

دیکھنے کو دونوں بھائی فراز اور شیراز میرے سامنے ہیں جاتے پر عادتاً فطرتاً دونوں ایک دوسرے کے بالکل مخالف۔ فراز شروع سے ہی مجھے گھر سے باہر نکلنے نہیں دیتے‘ میکے کے گھٹے گھٹے ماحول سے نکلنے کے بعد سوچا تھا سسرال میں آزادی وخودمختاری کی سانس لوں گی پر پتا نہ تھا یہ تو قسمت کا لکھا ہے۔‘‘ نظریں ٹرانسپورٹ پر گاڑتے ہوئے ٹھنڈی سانس اپنے اندر اتاری۔

’’سسرال تو صحیح ہے پر فراز بھائی......‘‘ چنگ چی رکوا کر بیٹھنے کے بعد چادر ناک سے سرکا کر تھوڑی دیر تازہ ہوا کو نتھنوں کے ذریعے پھیپھڑوں اتار ا میں سمویا۔

’’آپ بھی ذرا سا پردہ ہٹائیں‘ کوئی نہیں دیکھ رہا ابھی۔ چنگ چی ایسے فراٹے سے چلے گی کہ پائلٹ کو پتا بھی نہیں چلے گا کوئی اس کے جہاز سے لڑھک بھی گیا ہے۔‘‘ ہنستے ہوئے اس نے بھی ناک سے نقاب کی گرفت ڈھیلی کی۔

’’فراز ہی کا تو سارا مسئلہ ہے انہوں نے کبھی مجھ پر اعتبار نہیں کیا جس کی وجہ سے میں آج بھی کوئی چیز خریدنے میں‘ کہیں آنے جانے میں ڈرتی ہوں اور بالفرض ضرورت کی کوئی چیز چھپ چھپا کر لے بھی لوں تو میرے ساتھ دھوکا ہو جاتا ہے۔‘‘ مانوس سی آواز‘ جانا پہچانا لہجہ‘ اگلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے فراز کا سارا وجود سامع بن گیا۔ اس آواز‘ فان کلر کی کڑھائی والی چادر میں ملفوف اس کے نازک سراپے کو وہ ہزاروں میں پہچان سکتا تھا جو اتنی سخت گرمی میں چھوٹے بھائی کی بیوی کے ساتھ اس سے چھپ کر نکلی تھی جانے کس ضرورت کے تحت۔ فطری مردانگی اور ازلی رعب و ادب کے ساتھ اسے مخاطب کرنے ہی والا تھا کہ لہجے کی اداسی ویاسیت نے خاموش رہنے پر مجبور کر دیا اور پوری طرح رخ موڑ کر بیٹھ گیا۔ کچھ جان لینے کا تجسس بھی تھا۔ وہ باتوں میں اتنی محو تھی کہ جان نہ پائی عین عقب میں کس کی پیٹھ ہے۔

’’اب پچھلے سال کی ہی بات لے لو‘ ہم پانچ بندوں کے کپڑوں کے لیے دو ڈور کی الماری ناکافی پڑتی تھی جب بھی کوئی کھولتا اوندھی آرہی ہوتی۔ سارے کپڑے رپٹ جاتے تھے‘ ان سے کہہ کہہ کر تھک گئی کہ ایک الماری دلوا دیں لیکن مجال ہے جو کبھی انہوں نے میری ضروریات کی پروا کی ہو’’ہاں دلا دوں گا‘ لے دوں گا‘‘ کی گردان سنتے سنتے جب تھک گئی تو فری باجی کے جیٹھ کے سالے سے منگوالی ان کی فرنیچر کی دکان تھی لیکن منگوا کر بھی میری ضرورت ادھوری ہی رہ گئی۔ دو ماہ بعد ایک ڈور نکل گیا‘ جابجا داغ دھبے اور گڑھے نمودار ہونے لگے‘ پتا چلا سیکنڈ ہینڈ الماری پر پالش کر کے مجھے بے وقوف بنا دیا۔ جب ہر کام میں مرد کی سرپرستی نہ ہو تو قدم قدم پر دھوکے بازوں سے واسطہ پڑ جاتا ہے۔ یہی ضرورت اگر تمہارے فراز بھائی پوری کر دیتے تو میں نقصان میں نہ پڑتی لیکن انہیں تو جی بھر کے میرا مذاق اڑانا مقصود تھا۔ خوب مذاق اڑایا باتیں الگ سنائیں کہ اور اپنی مرضی کی اڑان اڑو......حالانکہ ان کی رضا کے بغیر میں خود کوئی قدم نہیں اٹھانا چاہتی لیکن کبھی مجبوری میں اپنی چلائی بھی تو بے بھاؤ کی بے عزتی مقدر بنی۔‘‘

’’اور آپ مزید سہم کر زندگی کی دوڑ میں دو قدم اور پیچھے ہو گئیں۔ بھابی اگر فراز بھائی آپ کو بے اعتبار کر رہے ہیں اور آپ کو حوصلے کی سیڑھی پر سوار نہیں ہونے دے رہے تو آپ کو خود پر بھروسہ ہونا چاہیے‘ ان کی کوشش ہے آپ کبھی ان کی مرضی کے خلاف نہ چل سکیں۔ ایسے لوگوں کو میں بخوبی جانتی ہوں وہ دوسروں کو اپنی مرضی کا غلام بنانا چاہتے ہیں۔‘‘ اتنی تعریف پر وہ پہلو بدل کر رہ گیا۔ غصہ تو عدینہ پر بھی بے انتہا آیا پر

کیا کرتا راستے کا سوال تھا۔ دوسری بات کچھ جان لینے کی آرزو بھی مچل گئی تھی کہ اس کی شریک حیات جس کی باگ ڈور کٹھ پتلی کی طرح وہ اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہتا تھا آخر اس کے بارے میں کیا رائے رکھتی ہے اسی جستجو نے اندر کے غصے پر چھینٹے کا کام کیا۔

"نہیں رانی...... فراز ایسے نہیں ہیں اصل میں میرا کام بھی تو احمقانہ ہوتا ہے نا کہ انہیں غصہ آجاتا ہے۔ سارے کام تو میرے ایسے ہی فضول ہوتے ہیں اسی طرح رمشہ کی سال گرہ پر سوچا کوئی ایسا گفٹ دوں جو بعد میں بھی کام آئے۔ بہت عرصے سے بچت کر کے رکھا تھا سوچا دونوں بہنوں کے لیے رنگ لے لوں اس لیے چھپ چھپاتی سنار کی دکان پر گئی اور رنگ لے آئی لیکن بدنصیبی دیکھو اس کم بخت نے بھی نقلی سونا دے دیا کچھ ہی دنوں بعد اپنا اصلی رنگ کھونے لگے دونوں رنگ۔"

"آپ کے ساتھ ایسا ہی ہونا چاہیے بلکہ آپ کو تو نقلی سونا بھی نہیں دینا چاہیے تھا۔ اس ہوائیاں اڑاتی شکل کو دیکھ کر تو آپ کو گھاس پھوس پکڑا دینا چاہیے تھا حد ہوگئی بھابی......"

"اب تم تو مذاق نہ اڑاؤ رانی...... یہ بات میں نے فراز کو بھی نہیں بتائی اور مفت میں میرے دس ہزار روپے چلے گئے۔"

"میں مذاق نہیں اڑا رہی آپ کو آپ کی احمقانہ شخصیت سے آگاہ کر رہی ہوں۔ جانتی ہیں نا آپ آج بازار میں کتنی بار گرتے گرتے بچی ہیں یہ سب آپ کے بے اعتماد حوصلے کا نتیجہ ہے یہاں ہزاروں کی تعداد میں عورتیں تھیں کیا سب ہی ایک دوسرے پر گر پڑ رہی تھیں۔ کب تک آپ فراز بھائی کی انگلی پکڑ کر چلیں گی اور کبھی جو گرفت ڈھیلی پڑی تو لڑکھڑا کر گر پڑیں گی۔ یہ صحیح ہے کہ شوہر کے حکم کے مطابق چلنا چاہیے لیکن

اب ایسا بھی نہیں کہ انہیں اپنا اعتماد حوصلہ بھروسہ سب دان کردیں ایسی چال چلنے والے ہمیشہ منہ کی کھاتے ہیں۔ کیا آپ اپنی مرضی اور خواہش سے کچھ بھی نہیں خرید سکتیں۔ دن رات بچوں کی الجھنوں میں سر کھپانے کے بعد' گھریلو کاموں سے نبرد آزما ہونے کے بعد کیا آپ کا اتنا بھی حق نہیں کہ آپ اپنے یا اپنے بچوں کے لیے کچھ خرید سکیں' کچھ اور سوچ سکیں اگر آپ میں اعتماد ہوتا تو نقلی سونا بیچنے والے کو جا کر پکڑنے کا بھی حوصلہ ہوتا' بھوسے والی سیکنڈ ہینڈ الماری کبھی نہ خریدتیں۔ آپ کے پیسوں کو حرام میں ڈالنے والے فراز بھائی ہیں جنہوں نے آپ کے اندر سے بھروسہ ختم کردیا ہے تاکہ سدا آپ ان کی محتاج رہیں۔ یہ آخر سوداگری نہیں بھابی...... آئندہ بھی آپ اپنی مرضی سے کچھ لیں گی تو آئندہ بھی منہ کی کھائیں گی۔''

''اسی لیے تو اب تمہیں ساتھ لے کر نکلتی ہوں تاکہ من پسند چیز مناسب داموں خرید سکوں ورنہ فراز تو کبھی لے بھی جاتے ہیں تو سرپٹ چال چلاتے ہوئے واپس لے آتے ہیں۔ کتنی ہی ضروریات ہوتی ہیں عورت کی' بچوں کی جنہیں وہ نہیں سمجھتے۔ صحیح کہتی ہو اگر وہ میری بھی سنتے تو مجھے آج یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔ ابھی پوری زندگی پڑی ہے' بچے بھی بڑے نہیں ہوئے تو ضروریات کا دائرہ کیسے سمٹ سکتا ہے۔ وہی ہوگا ڈرتے ڈرتے چوری چھپے کتنی ہی چیزوں کے لیے آگے بڑھوں گی اور بے حوصلگی کی شہہ پا کر سب اپنا اپنا حصہ وصولتے رہیں گے۔ اب دیکھنا یہ شاپنگ دکھاؤں گی نا تو سو سو میں میخ نکالیں گے' ہزار عیب ڈھونڈیں گے ان کی مرضی کے خلاف جو قدم اٹھایا ہے۔'' کیسا کبیدہ لہجہ تھا۔ ایک درد' ایک ملامت تھی اس کی شریکِ حیات کے لہجے میں جو کبھی اس نے آشکارا کرنے کی کوشش نہیں کی بتاتی بھی تو کیسے اس نے اپنی مردانگی کے زعم میں اس کے دکھ کو کبھی محسوس جو نہیں کیا تھا یہ حوصلہ پنپتا بھی تو کیسے۔ کبھی جاننے کی کوشش ہی نہیں کی کہ اس کی شریک سفر اس کی بے نیازی کے کتنے کانٹے اپنے پاؤں میں چبھو کر اس کے ساتھ محو سفر ہے۔ کبھی اس کی آنکھوں کی نمی دیکھنے کی سعی ہی نہیں کی۔ وہ دکھ جو وہ دوسروں سے بیان کررہی ہے کبھی دل کھول کر اس کے آگے کیوں نہیں رکھا۔ اگر آج یہ تھوڑی دور کا سفر نہ ہوتا یا آغاز میں ہی اس کی باتوں کو سن کر اپنے غصے کو قابو میں نہ رکھتا یا تجسس اور دلچسپی ان کی باتوں سے پیدا نہ ہوتی تو زندگی ایسی ہی ہٹ دھرمی کے سائے تلے گزر جاتی۔ منزل آگئی تھی دونوں اتر کر اس کی نظروں سے دور ہورہی تھیں اور وہ یہی سوچ رہا تھا اس نے عدینہ پر اعتماد نہیں کیا یا عدینہ نے اسے اس قابل نہیں سمجھا۔

''صاحب اترنا ہے یا چلاؤں گاڑی......'' چنگ چی ڈرائیور نے ٹھوکا دیا تو جیسے ایک لمبی مسافت کی تھکان سے وہ چونکا۔

''اترنا ہے۔'' پیسے ادا کر کے تھوڑی دیر کے لیے کہیں اور مڑ گیا' ابھی اپنا احتساب کرنا تھا کیونکہ ابھی ایک طویل سفر طے کرنا تھا یہ ذرا سی مسافت آئندہ کے ایک لمبے سفر کے لیے آنکھیں کھول گئی تھی۔

تیری زلف کے سر ہونے تک
اقرا صغیر احمد

بہتر ہے اسے گھر کے کسی طاق میں رکھ دو
ٹوٹا ہوا دل لے کے کہاں جانے لگے ہو
آشوب نظر سے بھی بھڑکتی ہے کبھی آنکھ
تم یہ نہ سمجھنا اسے یاد آنے لگے ہو

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

یہ کہانی داور ہاؤس کی فیملی کے گرد گھومتی ہے۔ مدثر صاحب کی ازدواجی زندگی ابتری کا شکار ہے۔ اپنی بیگم عمرانہ کے ساتھ ان کے تعلقات انتہائی سرد مہری کے حامل ہیں وہ عمرانہ کی شکی طبیعت سے بے حد نالاں ہیں زندگی کی بے حد تلخیاں جھیلنے کے بعد وہ دوسری شادی کر لیتے ہیں ایسے میں عمرانہ کا رویہ مزید جارحانہ ہو جاتا ہے۔ وہ اپنی اولاد مائدہ اور زید کو بھی باپ سے متنفر کر دیتی ہے۔ زید باپ کے اس اقدام پر نہایت تلخ ہو جاتا ہے اور باپ کا سامنا کرنے سے کتراتا ہے۔ دوسری طرف مدثر بھی زید کی ان حرکتوں پر اسے شکی نظروں سے دیکھتے ہیں۔ مدثر اپنی بھانجی سودہ سے بے حد محبت کرتے ہیں سودہ حساس دل کی مالک سب کا خیال رکھنے والی لڑکی ہے جو زید اور مدثر کے تعلقات کی سرد مہری پر بے چین رہتی ہے۔ سودہ اور اس کی ماں صوفیہ باپ کی رحلت کے بعد سے بھائیوں کے گھر پر مقیم ہیں لیکن صوفیہ کے مزاج کی سختی اسے یہاں بھی سب سے گھل مل کر رہنے نہیں دیتی اسی وجہ سے صوفیہ اور عمرانہ کے تعلقات کشیدہ رہتے ہیں۔ نوفل اپنی ماں زرقا بیگم سے بے حد محبت کرتا ہے زرقا بیگم گھر کے دیگر افراد کے برعکس سوشل ایکٹیوٹیز سے دور بھاگتی اور اپنے گھر کی جنت میں خوشی محسوس کرتی ہیں جبکہ دوسری طرف دیگر افراد سیاسی تعلقات کی بناء پر آئے روز پارٹی اور گیدرنگ میں مصروف ہوتے ہیں۔ یوسف صاحب کا ماضی میں سیاست سے کافی گہرا تعلق تھا اور یہی وجہ ہے کہ آج بھی ان سے گہرے مراسم ہیں سامعہ اور اذہان اپنے بیٹے لاریب کے ساتھ خوشگوار زندگی گزار رہے ہیں آسائشات کی فراہمی نے لاریب کو بگاڑ ڈالا ہے وہ زندگی کے ہر رنگ سے لطف اندوز ہونا چاہتا ہے اور صحیح غلط کی پہچان بھی کھو بیٹھا ہے لیکن سامعہ یہ تمام باتیں اس کی عمر کا تقاضا سمجھ کر نظر انداز کر دیتی ہیں گھریلو ملازموں کے ساتھ بھی اس کا رویہ انتہائی خراب اور قابل تحقیر ہوتا ہے نوفل اسے اپنے طور سمجھانے کی کوشش کرتا ہے لیکن وہ اس کی باتوں کو سنجیدگی سے نہیں لیتا۔ جہاں آرا اپنی نواسی انشراح کے ساتھ کراچی شہر میں مقیم ہوتی ہیں تاکہ وہ اپنی تعلیم اچھے طریقے سے مکمل کر سکے۔ روشن آرا کو یہ بات بالکل پسند نہیں آتی جب ہی وہ ماں کو فون کر کے واپس جانے کا کہتی ہے لیکن جہاں آرا روشن کی بات ماننے سے انکاری ہو جاتی ہیں۔ وہ انشراح کو کسی مقصد کے تحت استعمال کرنا چاہتی ہیں۔ انشراح آؤٹنگ کی غرض سے باہر نکلتی ہے تو اس کی گاڑی سے نوفل اور بابر کا ٹکراؤ ہو جاتا ہے نوفل انشراح کی اس حرکت پر طیش میں آ جاتا ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

❀ ❀ ❀

”اے مسٹر! آپ کو لڑکیوں سے بات کرنے کی تمیز نہیں؟“ اس کے بگڑے تیوروں اور بے حد توہین آمیز رویے نے

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

انشراح کو پتے لگا دیے تھے۔ وہ بھی اسی انداز میں کہتی ہوئی اس کے مقابل کھڑی ہوئی تھی جبکہ بالی ماحول میں گرما گرمی دیکھ کر تیزی سے دوسری طرف سے باہر نکلی۔

"مائی فٹ؟" کیا شعلوں بھرا انداز تھا' لہجے میں اتنی کڑواہٹ' اتنا زہر تھا کہ اسے اپنی رگ رگ میں کڑوے پن کا احساس ہونے لگا تھا لمحے بھر کو وہ شاکڈ رہ گئی تھی۔ یہ سنا تھا سانپ ڈس لے تو زہر چڑھ جاتا ہے مگر...... یہ ابھی معلوم ہوا تھا انسان بھی ڈس لیتا ہے لہجوں کے بھی دانت ہوتے ہیں۔

"ارے ہیرو صاحب...... غلطی ہوگئی ہے بے بی سے معاف کردیں پلیز۔" بالی نے دیکھا تھا ہیرو کے تیور بہت خراب تھے سفید رنگت میں سرخی پھیل گئی تھی اور اس کی بڑی بڑی خوب صورت آنکھوں میں بجلیاں سی چمک رہی تھیں اور انشراح کو بھی جنگلی بلی کی مانند پنجے تیز کرتے دیکھ کر وہ پھرتی سے درمیان میں آئی تھی اور لجاجت سے گویا ہوئی۔

"آپ چپ رہیں بالے بھائی...... کوئی ضرورت نہیں ہے آپ کو کسی ال مینرڈ شخص سے معافی مانگنے کی۔" وہ بے خوفی سے اس کی سرخ شرارتے بھری نگاہوں میں دیکھتی ہوئی گویا ہوئی۔

ایک پل کو نوفل بھی حیران سا رہ گیا۔ وہ نازک سی لڑکی جس کی آنکھیں ہیروں کی مانند چمکتی تھیں اور جس کی اونچی ناک نے چہرے کو عجیب جاذبیت بخشی تھی اس نے لڑکیوں کو خود پر ہمیشہ سے فدا ہوتے دیکھا تھا اس کی سرد مہری' بے رخی' اکھڑ پن و بیگانگی کے باوجود یہ صنف اس پر پروانہ وار نثار رہتی تھی۔ یہ عجیب لڑکی تھی جو اس کی وجاہت سے مرعوب ہوئی تھی نہ شاندار پرسنلٹی سے متاثر ہونے کے بجائے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے اسے للکار رہی تھی۔ اس اثناء میں بابر بھی ان کے قریب آگیا تھا۔

"جب کار ڈرائیو کرنی نہیں آتی ہے تو ڈرائیو کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ قسمت اچھی ہے تمہاری جو کچھ نہیں ہوا اگر خراش بھی آجاتی تو میں شوٹ کردیتا تمہیں۔" وہ اسی طرح سخت لہجے میں گویا ہوا۔

"ارے ایسے کیسے شوٹ کردیتے' ہمت ہے تو ابھی کر کے دکھاؤ۔"

"ہائے اللہ...... آپ نے تو یہاں بھی جھگڑا شروع کردیا' میں کہتی ہوں چلو یہاں سے اگر اماں کو خبر ہوگئی تو خیر نہیں ہے۔" بالی نے اس کے چیلنجنگ انداز پر مقابل کے چہرے پر ابھرے کچھ ایسے جارحانہ نقوش دیکھے تھے کہ پھرتی سے انشراح کا ہاتھ پکڑ کر کھینچنے لگی تھی۔

"چوری اور سینہ زوری...... میں تم جیسی لڑکیوں کی عقل ٹھکانے لگانا اچھی طرح جانتا ہوں۔" شدید غصے سے کہتے ہوئے اس نے کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈال کر پستول نکالنا چاہا تھا تب ہی آگے بڑھ کر بابر نے اس کا ہاتھ جکڑ لیا۔

"کیا ہوگیا ہے ایک لڑکی پر گولی چلاؤ گے؟" ہاتھ اسی طرح جکڑے جکڑے وہ سرگوشیانہ لہجے میں گویا ہوا۔

"مرا تو نہیں نہ زندہ کھڑا ہوں تمہارے ساتھ یہاں......"

"جبھی وہ بھی زندہ کھڑی ہے۔" اس بحث کے دوران اس کا سیل بج اٹھا۔

"ہاتھ چھوڑو میرا۔" وہ جھنجلا کر بولا۔

"تمہیں ماما کی قسم ہے پستول مت نکالنا جھگڑا ختم کرو۔"

"ماما کی کال ہے تم خاموش رہنا بلکہ میں دور چلا جاتا ہوں۔" سیل اسکرین پر موجود ماما کی تصویر نے اس کے بھڑکتے جذبات پر گویا نرم و ٹھنڈی سی پھوار برسانا شروع کردی تھی لمحہ بھر میں وہ سب بھول کر آگے بڑھ گیا تھا۔ انشراح اور بالی کی طرف اس نے نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھا تھا جبکہ بالی کا برا حال تھا مارے خوف کے اس نے جس جارحانہ انداز میں نوفل کو جیب میں ہاتھ ڈالتے دیکھا تھا بلا مبالغہ اسے محسوس ہوا تھا کہ دوسرے لمحے ان دونوں کی لاشیں سڑک پر پڑی ہوئی ہوں گی مگر

بھلا ہو اس دوسرے شخص کا جس نے اسے ارادوں سے باز رکھا تھا۔

''اب چلو بھی میں کہتی ہوں جان بچ گئی ہے وہ تو گولی مارنے والا تھا یہ تو بھلا ہو اس لڑکے کا جس نے کسی فرشتے کی طرح آ کر ہماری جان بچالی۔'' بالی خوف زدہ لہجے میں کہہ رہی تھی اور انشراح نوفل کو گھور رہی تھی۔

جہاں لمحہ بھر قبل اس کے چہرے پر خشونت و درندگی برس رہی تھی، پل بھر میں وہاں اب بہاریں رقصاں تھیں ایسے جیسے سیاہ گھنگھور بادلوں کی اوٹ سے ایک دم ہی چاند جلوہ افروز ہو جائے۔

''سوری میم...... یہ میرا دوست ہے اس نے نامعلوم غصے میں آپ کو کیا کچھ کہہ دیا میں اس کی طرف سے آپ سے معافی مانگتا ہوں۔'' نوفل کے آگے جاتے ہی بابر وہاں آ کر انشراح سے مخاطب ہوا۔

''کوئی بات نہیں بھیا...... غلطی ہماری بے بی کی ہی تھی ان سے کار کو بریک ہی نہیں لگ رہا تھا اور شکر ہے حادثہ ہوتے ہوتے رہ گیا۔''

''شٹ اپ بالے بھائی...... غلطی اگر ہماری تھی بھی تو کسی ایرے غیرے شخص کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ یوں کسی لڑکی کی انسلٹ کرے اور مارنے کی دھمکی دے......'' وہ اب تک بپھری ہوئی تھی۔

''میم...... میں نے کہا نہ میں تہہ دل سے معافی کا خواست گار ہوں، معاف کردیں۔ میرے فرینڈ کو غصہ بہت جلدی آ جاتا ہے ورنہ وہ دل کا بہت سویٹ ہے۔'' اس کے لہجے میں خلوص تھا۔

''اپنے دوست کا دل اپنے پاس ہی رکھیے، ہمیں غرض نہیں ہے ان کے دل کلیجی، گردوں کی اور ایک مشورہ یہ ہے کہ...... ان کے گلے میں پٹہ ڈال کر رکھیے۔'' پلٹ کر آتے نوفل نے اس کے جملے با سانی سنے تھے۔

❁ ❁ ❁

''مگر کان کھول کر سن لو تمہاری اس بے راہ روی و آوارہ پن سے میرے خاندان کی شرافت و ناموس پر آنچ بھی آئی تو......''

''کس عزت و شرافت کی بات کررہے ہیں آپ؟'' وہ ان کی طرف گھوم کر سخت استہزائیہ انداز میں بولا۔

''وہ خاندانی شرافت جس کو بیس سال پہلے آپ خود داغ دار کرچکے ہیں۔'' لہجہ تھا یا زہریلے اژدھے کی پھنکار۔ مدثر کے علاوہ وہاں موجود ہر ذی روح ساکت رہ گیا تھا، سخت متعجب۔

''ز...... ید......'' پہلے مدثر کا ہی سکتہ ٹوٹا اور وہ پوری قوت سے چیخے تھے۔ حواس سے بیگانہ ہو کر زید کی طرف بڑھے تھے، سودہ کے ہاتھ سے مگ چھوٹ گیا۔

''گستاخ...... بدتمیز، بے ادب...... تمہاری اتنی جرأت کہ تم مجھ سے زبان درازی کرو۔'' وہ غیظ و غضب کا شکار قبل اس کے کہ زید پر ہاتھ چھوڑ بیٹھتے وہ بھاگ کر ان کے درمیان حائل ہوئی اور ان کا اٹھا ہوا ہاتھ تھام کر ان کے شانے سے لگ کر رونے لگی تھی، لمحوں میں یہ سب ہوا تھا۔

زید کی جلتی نگاہوں میں اپنے جانب اٹھے باپ کے ہاتھ کو دیکھ کر ایک ساعت کو بے یقینی و تحیر جھلکا تھا اور اگلے لمحے ہی وہ ان کی طرف سے مزید نفرت و تنفر کا شکار ہوتا چلا گیا تھا کہ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا وہ اس حد تک چلے جائیں گے۔

''کیا بکواس کی ہے تم نے ذرا پھر سے کہو؟'' روتی ہوئی سودہ کو نرمی سے دور ہٹا کر وہ اس کی طرف پھر بڑھے اور اسی لمحے مونس اور صوفیہ نے انہیں پکڑا اور زمرد زید کا بازو تھام کر وہاں سے لے گئی تھیں، وہ قہر آلود نگاہوں سے سر جھکائے روتی ہوئی سودہ کو گھورتا ہوا گیا تھا۔

اسے ہر وہ شے ناپسند تھی جس کو اس کا باپ پسند کرتا تھا جس میں سر فہرست وہ کول سی لڑکی بھی تھی جس کا نام سودہ تھا۔

”آج حد کردی ہے مدثر تم نے پہلے لفظوں سے کھاڈنکا ئے پھر ہاتھ بھی اٹھا دیا ہر بار کی طرح زیادتی کی حد کردی ہے تم نے جوان بچہ ہے وہ۔“ زید کے جاتے ہی مونس صاحب تاسف زدہ لہجے میں گویا ہوئے۔

”آپ اس کی گستاخی نہیں دیکھ رہے ہیں' آدھی رات کو گھر میں آ رہا ہے پھر فون بھی آف کر رکھا تھا اور پوچھنے پر کہہ رہا ہے بزی تھا۔“ ان کا غصہ کم ہونے کے بجائے بڑھتا ہی جا رہا تھا' سو وہ وہاں سے چلی گئی تھی۔

”وہ بزی ہوگا تب ہی کہہ رہا ہے۔“

”آپ کے اسی لاڈ پیار نے اسے بگاڑ دیا ہے بھائی صاحب' اب وہ کوئی بچہ نہیں رہا چھبیس ستائیس سال کا بھرپور جوان ہے۔“

”ساٹھ ستر سال کا بھی ہو جائے گا تو ہمارے لیے بچہ ہی رہے گا وہ' تم نے زید کو اس کی عمر سے بڑھ کر سمجھنا شروع کردیا ہے یہی اختلاف کی وجہ بھی ہے۔“

”آخر وہ ہی ہوا جس کا مجھے ڈر تھا جس طوفان کا مجھے خدشہ تھا وہ آ گیا' آہ یہ دن بھی دیکھنا تھا' کس دیدہ دلیری سے وہ بدتمیزی کر کے گیا ہے۔“ صوفیہ سر پکڑ کر صوفے پر بیٹھتے ہوئے گلوگیر لہجے میں گویا ہوئی تھیں۔

”یہ سب عمرانہ بھابی کی چلتر بازیاں ہیں وہ ہی رات دن کان بھرتی ہیں زید کے اور دیکھیں آج تو حد ہی ہوگئی باپ بیٹے کے رشتے کی لاج ہی ختم ہوگئی۔“

”صوفیہ..... بات کو بڑھانے کی سعی مت کرو' یہ وقت جلتی پر تیل ڈالنے کا نہیں..... موقع و وقت کی نزاکت دیکھ کر بات کیا کرو۔“ وہ سنجیدگی سے گویا ہوئے۔

”میں نے کیا غلط کہا بھائی صاحب' وہ کل کا بچہ کیسا جوتا مار کر گیا ہے۔“

”پھر بالکل غلط بات کہہ رہی ہو' زید جذباتی ہو گیا تھا اور ایسے میں سمجھ کہاں ہوتی ہے کہ بندہ کیا کہہ رہا ہے' کس کو کہہ رہا ہے۔“ مونس بولے۔

”مانتی ہوں آپ نے اسے اپنے بیٹے کی طرح پالا ہے' بے انتہا محبت کرتے ہیں اس سے لیکن بھائی صاحب..... یہ طرف داری توازن بگاڑ نہ دے۔“ صوفیہ کا غصہ کم نہ ہو رہا تھا جبکہ مدثر صاحب' مونس صاحب کے قریب ہونٹ بھینچے بیٹھے تھے' ان کا چہرہ ابھی بھی غصے کی زیادتی سے سرخ تھا۔

”جب تک میں زندہ ہوں' ایسا کچھ نہیں ہونے دوں گا۔ تم بھی مٹی ڈالو اس سارے قصے پر' بچوں کی غلطیوں پر ان کو نرمی سے سمجھانا چاہیے' جارحانہ پن بغاوت و گستاخی پر اکساتا ہے۔“

”آپ کی باتوں پر مجھے کوئی اختلاف نہیں ہے مگر آپ ہی بتایئے آدھی رات کو گھر میں آنا زیب دیتا ہے نالائق کو؟“

”وہ روز دیر سے نہیں آتا آج آیا ہے تو یقیناً کوئی وجہ ہی ہوگی۔“

”بھائی صاحب..... یہ محض قیاس آرائیوں کا وقت نہیں ہے زید عمر کے اس دور میں داخل ہو چکا ہے جہاں اس کے ہر قدم پر نگرانی کی ضرورت ہے وقت تو آپ دیکھ رہے ہیں کیسا بے لگام ہے بزرگوں کی عزت لمحوں میں مٹی کر دیتا ہے۔“

”میں زید کو اچھی طرح سے جانتا ہوں' تم اس کی فکر مت کرو۔“

”بھائی جان..... میں کہتی ہوں رات گہری ہوگئی ہے آپ رک ہی جائیں۔“

”میں نہیں رک سکتا۔“ وہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

❀ ❀ ❀

وہ جلے پیر کی بلی کی مانند کمرے میں چکر لگا رہی تھی مائدہ بے خبر سو رہی تھی۔ لیمپ کی روشنی میں اس کے چہرے کا حسن

نمایاں تھا۔ تکیے پر بکھرے ہوئے سیاہ ریشمی بالوں میں چمکتی اس قدر رنگت وستواں ناک کے نیچے گلابی ہونٹوں پر بڑی دھیمی و پُرسکون مسکان تھی۔

سودہ نے اسے دیکھا اور گہری سانس لیتی ہوئی اپنے بیڈ پر بیٹھ گئی۔ کمرے میں سناٹا پھیلا ہوا تھا اور اس سناٹے میں مدثر صاحب کی کار اسٹارٹ ہونے اور پھر جانے کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔ آنسو مومی موتیوں کی طرح اس کی آنکھوں سے ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے کچھ دیر قبل گزرا ہوا کرب ناک وقت پھر ذہن کی اسکرین پر روشن ہو گیا تھا۔ ماموں کی غضب ناک حالت...... زید کا زہریلا انداز...... لمحوں میں قیامت بیت گئی تھی سب ہی ریزہ ریزہ ہو گیا تھا۔

''کس قدر سفاک و بے رحم ہیں زید بھائی آپ' ماموں جان کے انتظار کا کیا خوب صلہ دیا آپ نے۔ ایسا گھاؤ لگایا کہ وہ تاحیات اس زخم کو بھر نہ پائیں گے۔'' وہ روتے ہوئے بڑبڑا رہی تھی۔ رات کی ساری سیاہی اس کی سوچوں میں سمٹ آئی تھی۔

بھیگے موسم کی تمام سردی بھی اس کے اندر بھڑکتے الاؤ کو کم نہ کر سکی تھی۔ تائی اسے لے کر آئی تھیں اور خاصی دیر تک اسے سمجھاتی رہی تھیں وہ سر جھکائے ان کی باتیں سنتا رہا تھا۔ وہ ہمیشہ سے ان کی اور تایا کی باتیں اس طرح سنتا رہا تھا اس نے آج سے قبل باپ کے سامنے کبھی زبان درازی نہ کی تھی حالانکہ وہ ان سے بات کرنے' ان سے بات سننے کا روادار نہ رہا تھا۔ چند گھنٹوں قبل جو ہوا' بلا ارادہ ہی ہوا تھا۔ بات دراصل کچھ یوں ہوئی تھی کہ وہ اپنے ایک دوست کی تدفین کے بعد گھر واپس آیا تھا' حسن اس کے بچپن کا دوست تھا جس کی آج شام روڈ ایکسیڈنٹ میں ڈیتھ ہو گئی تھی اس کی موت نے اسے ذہنی طور پر مفلوج کر ڈالا تھا۔

زندگی و موت' وصل و ہجر' ملن و جدائی...... ان بھول بھلیوں میں اس کا ذہن بری طرح جکڑا ہوا تھا کہ کل تک زندگی کی بھرپور پلاننگ کرنے والا حسن آج موت کی آغوش میں منوں مٹی تلے سو رہا تھا۔ اسے کل تک زندگی سے کس قدر امیدیں وابستہ تھیں' خواہشوں کے پھول تر و تازہ تھے۔ تمناؤں کے گل مہک رہے تھے اور آج سب غبار بن کر ہواؤں میں تحلیل ہو گیا تھا' یہی زندگی کا المیہ ہے انسان لمحوں میں ''ہے'' سے ''تھا'' ہو جاتا ہے۔ حال سے ماضی بن جاتا ہے' انسان کی خواہشات کی کوئی حد محدود نہیں مگر اختیار کی حدیں بے حد محدود ہیں۔ وہ منتشر ہوتے احساسات و شل ہوتے ذہن کے ساتھ گھر میں داخل ہوا تھا۔ پورچ میں کھڑی بلیک سیوک دیکھ کر اس کا دل و دماغ مزید بوجھل پن کا شکار ہو گیا تھا۔ دل تو چاہا تھا واپس پلٹ جائے لیکن فرار ناممکن تھا سو وہ آگے بڑھتا چلا آیا' لاؤنج کی گلاس وال سے دکھائی دیتا منظر اس کے اندر جلتی حسد کی آگ کا شعلہ اور بھڑکاتا چلا گیا تھا۔ اس سے ایک لفظ محبت کا نہ کہنے والے پاپا بڑی محبت سے اپنی لاڈلی سے باتوں میں مصروف تھے۔ ان کے چہرے پر بڑی نرمی و گداز پن تھا' چاند کی روشن نرم کرنوں کی مانند' تمام شفقت و محبت' حلاوت صرف اس ایک وجود کے لیے ہی وقف تھی۔ وہ ہونٹ بھینچتا اندر داخل ہوا اور پھر وہ ہمیشہ کی طرح اس پر حملہ آور ہوئے تھے پھر وہ ہوا جس کا تصور بھی ممکن نہ تھا۔

پاپا نے اس قدر سنگ دلی سے اپنے اندر پنہاں نفرت و بے التفاتی کا اظہار کیا کہ وہ پہلے ہی بکھرا ہوا تھا پھر وہ ہوا جو نہیں ہونا چاہیے تھا۔ اس نے بڑے کرب سے سر دونوں ہاتھوں میں جکڑ لیا تھا۔ سرد موسم کے باوجود اس کے چہرے پر پسینے کے قطرے دمک اٹھے تھے اسے لگ رہا تھا کسی الاؤ میں بھڑ بھڑ جل رہا ہو شاید ان کے ہاتھ اٹھانے کا صدمہ اسے اس حد تک نہ ہوتا جتنا صدمہ و خفت اسے اس لڑکی کے سامنے ہاتھ اٹھانے پر ہوئی تھی انا و خودداری بری طرح مجروح ہو کر رہ گئی تھی پھر وہ ساری رات اس پر بھاری گزری تھی۔

”رات کیا خوب تماشا ہوا تھا۔“ وہ ناشتے کے برتن اٹھا رہی تھی تبھی اندر آتی مائدہ کی آواز سن کر سر اٹھا کر چونکتے ہوئے گویا ہوئی۔

”تماشا......؟ تمہیں کیا معلوم تم اس وقت سو رہی تھیں۔“

”ارے تمہیں نہیں معلوم میری جان‘ دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں اور پھر جب دو بندے رات کے سناٹے میں چیخیں اور چلائیں گے تو پھر کون سو سکتا ہے ایسے شور شرابے میں‘ میں بھی جاگتی رہی تھی۔“

”پھر تم اٹھ کر کیوں نہیں آئیں؟ تمہارے آنے سے بات وہیں کی وہیں ختم ہو جاتی آگے ہرگز نہیں بڑھتی۔“

”ہونہہ...... یہ محض تمہاری سوچ ہے وگرنہ سچ یہی ہے کہ پاپا کو ہم سے محبت بالکل نہیں ہے وہ ہمیں صرف یہاں دکھ دینے اور ذلیل کرنے آتے ہیں‘ جس کا مظاہرہ انہوں نے رات کو کیا۔“ اس کے مسکراتے لہجے میں طنز کی آگ تھی۔

”اس بدگمانی و تکلف نے ہی تم لوگوں اور ماموں کے درمیان فاصلے بڑھا دیئے ہیں۔ زید بھائی مرد ہیں اور مرد کبھی بھی دلی جذبات و محبت کو سمجھنے کی اہلیت نہیں رکھتے۔“ وہ برتن ٹرالی میں رکھ کر اس کے قریب چلی آئی۔

”رشتوں کو مربوط رکھنا عورت کا کام ہوتا ہے خواہ وہ کسی بھی روپ میں ہو۔ ماں‘ بہن‘ بیٹی و بیوی رشتوں کو باہم استوار کرنے کے لیے تمہیں‘ بہن و بیٹی کا حق نبھاتے ہوئے اس دیوار کو گرانا ہوگا۔“

”اُف...... “ مائدہ نے اپنا سر تھامتے ہوئے اسے گھورا۔

”عمر میں تم مجھ سے بھی چند ماہ چھوٹی ہی ہو مگر باتوں سے پچاس سال بڑی دکھائی دیتی ہو۔ تمہارے چاہنے سے کچھ نہیں ہوگا‘ کوئی تبدیلی نہیں آئے گی‘ بھائی کی رگوں میں بھی پاپا کا خون ہے وہ ٹوٹ جائیں گے مگر جھکیں گے نہیں۔“ وہ آزردگی سے گویا ہوئی۔

”ایسا کب تک چلے گا؟ مجھے بہت دکھ ہوتا ہے یہ سب دیکھ کر۔“ سودہ کی آواز بھر آگئی تھی‘ کومل سے چہرے پر دکھ ہی دکھ پھیل گیا تھا۔

”تم اچھی طرح جانتی ہو ابتدا ہمیشہ پاپا کی طرف سے ہوتی ہے۔“

”ہوں...... لیکن زید بھائی بھی تو سرینڈر کرنے کو تیار نہیں...... معاملہ کچھ بھی ہو میں یہ جانتی ہوں باپ کے نہ ہونے سے زندگی محرومیوں سے بھر رہتی ہے۔“ آنسو موتیوں کی مانند ٹوٹ کر رخساروں پر بہہ نکلے تھے۔

”اور باپ کے ہوتے ہوئے بھی نہ ہونا زندگی سزا لگنے لگتی ہے۔“ مائدہ نے برجستہ کہا۔ ”ممادن و رات جس اذیت میں زندگی بسر کر رہی ہیں وہ تم سے ڈھکا چھپا نہیں۔ ان کا ہر در د‘ ہر کرب و اذیت ہم پر گزرتی ہے اسپیشلی بھائی تو ان دنوں نہ سوتے ہیں نہ کھاتے ہیں اور یہ سب پاپا کی وجہ سے ہے‘ جس پر وہ شرمندہ بھی نہیں۔“ ہمیشہ کی طرح وہ اس سے بحث کرنے میں مصروف تھی۔

❁......❁......❁

میں زمین ہوں میرا ظرف آسمان کا ہے
کہ ٹوٹ کر بھی میرا حوصلہ چٹان کا ہے
قفس تو میرے مقدر میں تھا لیکن
ہوا میں شور ابھی تک میری اڑان کا ہے

”بیگم صاحب......“ چند دنوں قبل رکھی گئی ملازمہ نے سہمے سہمے انداز میں اندر آ کر ان کو پکارا۔ وہ بیڈ پر نیم دراز انہماک سے کسی میگزین کا مطالعہ کرنے میں مصروف تھیں۔

''ہوں...... کیا بات ہے؟'' ان کی نگاہیں میگزین پر مرکوز تھیں۔

''روشن بی بی کی بار بار کال آ رہی ہے وہ آپ سے بات کرنا چاہتی ہیں۔''

''کہہ دو اس سے میں ابھی بزی ہوں بعد میں فون کروں گی۔''

''جی میں نے کہا تھا مگر وہ بہت ناراض ہو رہی ہیں' کہہ رہی ہیں بات کر کے ہی فون رکھیں گی۔'' وہ موبائل ہاتھ میں دبائے کھڑی تھی۔

''اچھا جاؤ تم۔'' وہ موبائل لیتی ہوئی حکمیہ لہجے میں بولیں۔ ملازمہ فوراً ہی دروازہ بند کرتی چلی گئی۔

''کیوں چھپ رہی ہو اماں...... اس طرح بھاگنے سے کیا ہوگا؟'' روشن کی غصے بھری طنزیہ آواز انہوں نے تحمل سے سنی۔

''اس شہر میں آ کر پہلے ہی آپ نے مجھے بے سکون کر دیا ہے میرے لاکھ بار سمجھانے کے بعد بھی آپ یہاں سے جانے کو تیار نہیں اس پر مستزاد آپ نے ڈائریکٹرز اور پروڈیوسرز سے بھی رابطے شروع کر دیئے ہیں۔''

''اس مردود بالی کے تو اتنے جوتے لگاؤں گی کہ سارا کٹنا پن ہوا ہو جائے گا' اسی پھاپھا کٹنی نے تجھے یہ سب بتایا ہوگا تو کیوں اتنی دور رہ کر بھی یہیں کان لگائے رکھتی ہے؟ ہمیں ہماری زندگی جینے کیوں نہیں دیتی؟''

''آپ اپنی زندگی مزے سے جئیں' مجھے کوئی اعتراض نہیں مگر اپنی خواہشات اُنشی پر مسلط کرنے کی سعی بھول کر بھی مت کیجیے گا اسے فلمی دنیا سے دور ہی رکھیے گا میں وہاں کے سائے سے بھی اسے دور رکھنا چاہتی ہوں۔'' ریسیور سے برآمد ہونے والی آواز میں بڑی فکر و تڑپ تھی۔

''روشن...... مجھے سبق مت پڑھا' اُنشی کا اچھا و بُرا میں اچھی طرح جانتی ہوں' ماں ہوں میں اس کی وہ تو ایک پروڈیوسر کو پارٹی میں اس طرح سے بھائی کے وہ نا معلوم کس طرح سے گھر تک آن پہنچا اور میرے انکار کے باوجود وہ چکر لگا رہا ہے۔ کل وہ ایک معروف ڈائریکٹر کو بھی ساتھ لے آیا تھا۔''

''بس اماں...... میں نے کہہ دیا آئندہ ان لوگوں کو گھر کے آس پاس بھی نہیں نظر آنا چاہیے۔ آپ جانتی ہیں اچھی طرح اسد کا تعلق ایک تبلیغی جماعت سے ہے اور ایک اہم عہدے پر فائز ہیں وہ کسی بھی صورت ایسا کچھ بھی برداشت نہیں کریں گے' میرا گھر تباہ ہو جائے گا۔'' آخر میں اس کا لہجہ روہانسا ہو گیا تھا۔

''رو نہیں میری بچی...... میں سب جانتی ہوں۔'' وہ نرمی سے گویا ہوئی اور کچھ اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے موبائل رکھ دیا تھا۔ معاً بالی گرین فراک اور گولڈن ٹراؤزر دوپٹے میں ملبوس اندر آئی۔

''آنٹی جی...... ایک بات بتانی ہے آپ کو۔'' وہ اس کی پشت پر دو تھپڑ مار کر بولیں۔

''ہائے اللہ...... آپ نے تو میری کمر ہی توڑ کر رکھ دی' اب ایسا کیا کر دیا ہے میں نے؟ میں تو اُنشی کے منع کرنے کے باوجود آپ کو ان کی بات بتانے آئی ہوں۔'' وہ کمر سہلاتی ہوئی نزاکت سے گویا ہوئی۔

''کم بخت......'' لیکن وہ ان کی بات اچک کر بولی۔

''آنٹی جی پلیز' مارے نہیں......''

''ارے بڑی آئی عزت والی' دیکھ تجھے آخری بار سمجھا رہی ہوں اگر تُو نے بی جمالو بنتے ہوئے کوئی بات بھی روشن کو بتائی تو بس...... یہ بات گرہ میں باندھ لے وہ دن تیرا آخری دن ہوگا' تیرا گلہ دبا کر کسی نالے میں پھنکوا دوں گی۔'' وہ سرد مہری سے بولیں۔

''ہائے اللہ...... کیسی دہشت گردوں جیسی باتیں کر رہی ہو آپ؟''

"میں صرف باتیں ہی نہیں کرتی عمل بھی کرنا جانتی ہوں۔" وہ ان کے چہرے پر پھیلی سفاکیت دیکھ کر تھرا کر رہ گئی تھی۔

"اب بتا انشی کی کیا بات بتا رہی تھی؟" وہ مسکرا کر گویا ہوئیں۔

"شکر ہے آپ کو مسکراتے دیکھتے ہوئے میری جان میں جان آئی۔" سینے پر ہاتھ رکھ کر گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

"کسی مرد کے بغیر عورتوں کا تنہا رہنا سہل نہیں ہوتا...... کسی وقت میں بھی موم کی بنی ہوئی عام عورت تھی اور میری اس کمزوری سے لوگوں نے بہت فائدے اٹھائے اور سب سہہ کر مجھے عورت ہو کر بھی مرد بننا پڑا۔" ذہن کی اسکرین پر نامعلوم کیا کچھ روشن ہو گیا تھا وہ گہری سوچ میں گم ہو گئی تھیں۔ بالی خاموش بیٹھی رہ گئی کل رات والے حادثے کا بھی نہ بتا سکی تھی۔

❀......❀......❀
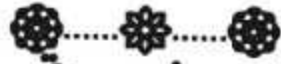
یوسف صاحب نے زرقا بیگم کی تمام باتیں خاموشی سے سنی تھیں اس دوران ان کا چہرہ سپاٹ رہا تھا اور لب خاموش تھے۔

"سامعہ لاریب کے خلاف ایک لفظ سننے کی عادی نہیں ہے اور ازہان اس معاملے میں پوری طرح اس کی طرف داری کرتا ہے اور ان دونوں کی کھلی چھوٹ نے لاریب کو اس حد تک نڈر و بے خوف بنا دیا ہے کہ...... وہ گھر کے ملازمین کے بچوں کو بھی ہوس کی بھینٹ چڑھانے کو تیار ہے۔"

"ایسا ہوا تو نہیں ہے نا۔" وہ آہستگی سے گویا ہوئے۔

"کیا ایسا ہونا چاہیے؟" وہ متحیر ہوئیں۔

"زرقا...... ہمارے سرکل میں یہ سب چلتا ہے میں کس طرح آئی من لاریب کسی بات کو سمجھتا ہی کب ہے نہ وہ کسی کی سنتا ہے۔ وہ سامعہ اور ازہان کی بھی سننے والا نہیں۔"

"اس ہٹ دھرمی کا انجام معلوم ہے آپ کو؟"

"پلیز مجھے اس میٹر میں انوالو نہ کرو تو بہتر ہے میں لاریب کو کسی طور بھی ہینڈل نہ کر سکوں گا۔ جو وہ کرتا ہے اسے کرنے دو جب ٹھوکر لگے گی تو خود عقل آ جائے گی اسے۔" وہ گویا کترا رہے تھے۔

"ارے یہ کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ؟ سربراہ ہیں آپ اس گھر کے اگر آپ ہی ایسے معاملات سے جان چھڑائیں گے تو اچھائی و برائی کے فرق کو اجاگر کرنے والا کون ہے یہاں؟" بہت باوقار بے حد بارعب شوہر کا کسر نفسی سے کام لینا زرقا بیگم کو ذہنی طور پر الجھانے لگا تھا۔

"لاریب عمر کے جس حصے سے گزر رہا ہے یہاں اس پر زور زبردستی نہیں کی جا سکتی اگر یہاں اس پر دباؤ ڈالا گیا تو وہ پھر پوشیدہ طریقے اپنائے گا اور یہ راستہ اسے مکمل تباہی کی طرف لے جائے گا۔"

"تباہی کے راستے پر وہ ابھی بھی گامزن ہے اگر اسے اس کی مرضی پر چھوڑ دیا گیا اس کے بھٹکتے قدموں کو پابند نہ کیا گیا تو مجھے ڈر ہے وہ ہمارے لیے کوئی ایسی قیامت نہ کھڑی کر دے جو خاندان کی ساکھ کو زمین بوس کر ڈالے۔" وہ متفکرانہ لہجے میں کہہ رہی تھیں۔

"ایسا کچھ نہیں ہوگا۔" وہ اپنی بات پر ہی بضد تھے۔

"میری دعا ہے باری تعالیٰ آپ کے یقین کو مستحکم کرے۔" اسی اثناء میں ملازمہ مائمہ نے آ کر اطلاع دی تھی۔

"بڑے صاحب...... آپ کو حمرہ بیگم صاحبہ بلا رہی ہیں۔"
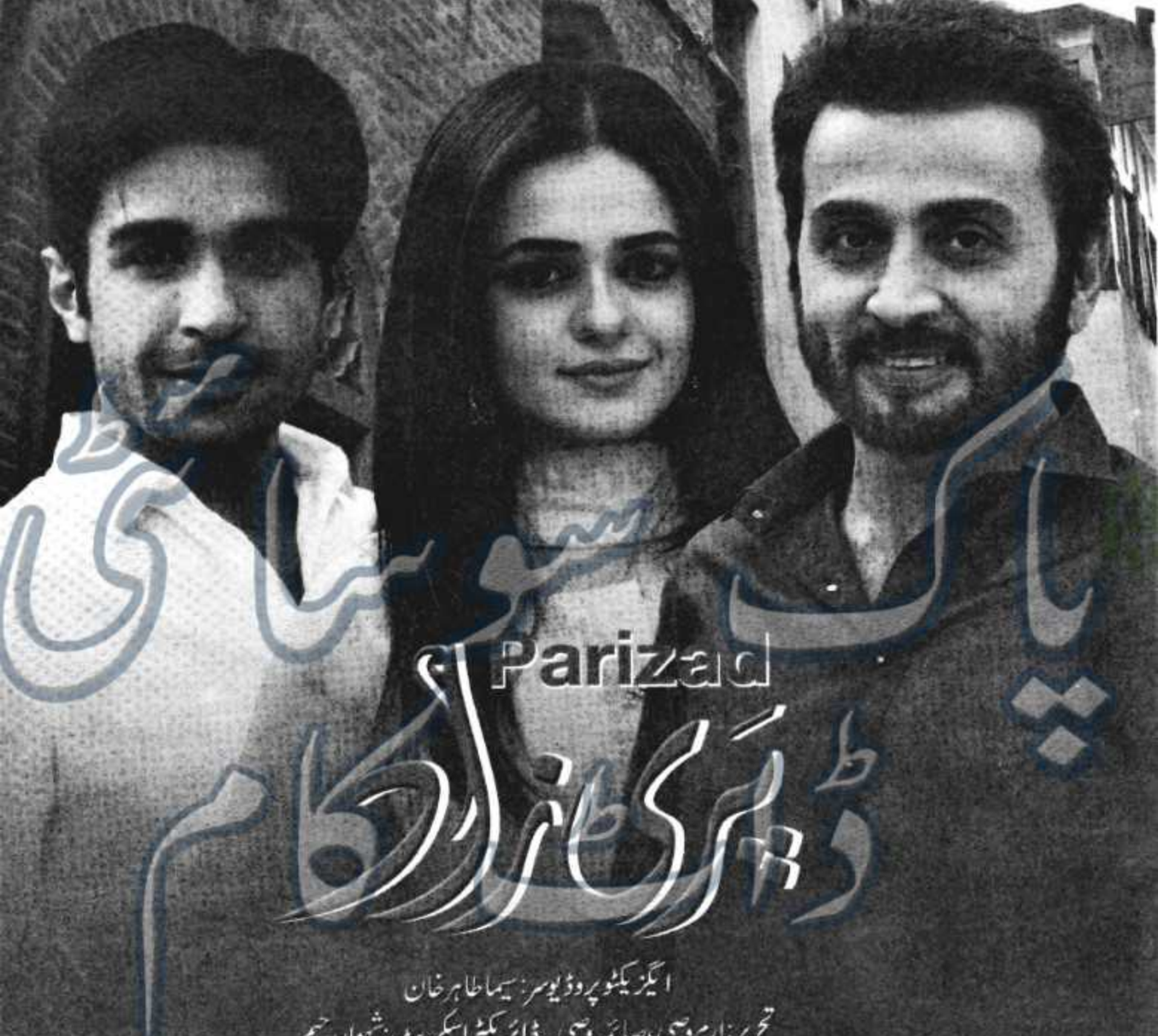
کیا توڑے گی پری زاد۔۔۔شادی کا بندھن یا محبت کی ڈور؟

پری زاد ایک ذہین اور خوبصورت لڑکی ہے جو لڑکیوں کی تعلیم کی زبردست حامی ہے۔اس کا تعلق ایک مڈل کلاس گھرانے سے ہے اپنے گھر کے خرچ میں ہاتھ بٹانے کے لیے وہ ایک اسکول میں پڑھاتی ہے اور سہ پہر میں پڑوس کی لڑکیوں کو بھی زیور تعلیم سے آراستہ کرتی ہے۔ وہ اسکول میں اپنے ایک کولیگ علی سے محبت کرتی ہے اور دونوں شادی کا خواب دیکھتے ہیں، مگر عین اس وقت جب علی اپنا رشتہ بھیجنے والا ہوتا ہے پری زاد کے خاندان میں ایک ایسی صورتحال پیدا ہو جاتی ہے جو پری زاد کو ایک اہم فیصلے کے دوراہے پر لا کھڑا کرتی ہے۔پری زاد کے بھائی کو ایک خطرناک مافیا اغوا کر لیتی ہے اور اُس کی رہائی کے عوض بھاری معاوضہ طلب کرتی ہے، اپنے گھر کی عزت بچانے کے لیے پری زاد کو ایک مالدار شخص منصور سے شادی کرنا پڑتی ہے جس کی بیوی کا انتقال ہو چکا ہے اور وہ دو نوجوان لڑکیوں کا باپ ہے۔منصور پری زاد کے بھائی کی رہائی کے لیے مطلوبہ رقم فراہم کر دیتا ہے پری زاد کو شادی کے بعد پتہ چلتا ہے کہ منصور صاحب ایک سخت گیر انسان ہیں جو فرسودہ اور کٹر روایتی خیالات رکھتے ہیں اور وہ لڑکیوں کی تعلیم کے سخت مخالف ہیں۔منصور صاحب کے گھر کا ماحول کافی گھٹا گھٹا سا ہے منصور صاحب کا بھانجا ارشد ایک عیار، لالچی اور سازشی شخص ہے جو ماموں کی دولت اور اُن کی عزت پری زاد پر بری نظر رکھتا ہے۔پری زاد کی اس پریشان کن زندگی میں اچانک علی واپس آتا ہے اور اسے منصور سے دامن چھڑانے اور اپنی شریک زندگی بننے کی پیشکش کرتا ہے۔اب پری زاد زندگی کے ایک اہم دوراہے پر کھڑی ہے کہ وہ کیا فیصلہ کرے؟

کیا وہ علی کی محبت کو خاندان کی بھینٹ چڑھا دے گی؟

کیا وہ سخت گیر اور فرسودہ خیالات کے مالک منصور کے گھر دو سوتیلی بیٹیوں کے ساتھ گزارا کر سکے گی؟

”جاکر کہہ دیجیے ابھی آرہے ہیں ہم۔“ وہ رسٹ واچ دیکھتے ہوئے گویا ہوئے امینہ ”جی بہتر“ کہتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔

”کچھ اور کہنا ہے آپ کو؟“ وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

”جی نہیں آپ جاسکتے ہیں۔“ وہ مسکرا کر گویا ہوئیں۔

یوسف ساٹھ باسٹھ سال کے جاذب نظر پُروقار شخص تھے دھیمے لہجے میں کی جانے والی ان کی شیریں گفتگو آج بھی مقابل کو اپنا اسیر کرلیا کرتی تھی۔ ان کا تعلق ایک سیاسی گھرانے سے تھا ان کے بڑوں کو سیاست میں معتبر مقام حاصل تھا۔ ایک عرصہ قبل وہ بھی منسٹر رہ چکے تھے اور خاصے دیانت دار محب وطن تھے۔ لوگوں میں ان کی شہرت کا گراف بہت بلند تھا بہت پسندیدہ و ہر دل عزیز تھے۔ پھر نا معلوم ایسا کیا ہوا تھا کہ چھوٹے بھائی سیف کے ایکسیڈنٹ اور ہلاکت نے ان کے دل پر ایسا گھاؤ لگایا کہ وہ گوشہ نشین ہوتے چلے گئے۔ خود اولاد کی خوشی سے محروم تھے دو بیویوں کی کوکھ بھی ان کی جھولی کی طرح خالی رہی تھی۔ ایسے میں چھوٹے بھائی سیف کے چند ماہ کے بیٹے نوفل کو سینے سے لگا کر اپنے پیاسے دل کو سیراب کیا تھا اور پھر ہمیشہ کے لیے سیاست کو چھوڑ دیا تھا۔ انہوں نے سیاست چھوڑ دی تھی مگر ان کے بہترین طرز حکمرانی نے لوگوں کے دلوں میں ان کو زندہ رکھا تھا اور آج بھی سیاست سے وابستہ لوگوں سے ان کے تعلقات قائم تھے۔

یوسف جاچکے تھے زرقا ان کے اس عجیب وغریب رویے کو سمجھنے کی سعی کررہی تھیں کہ اصولوں کے پابند ہونے کے باوجود یوسف کو ایسی بے اصولی کیوں کرنی پڑی تھی؟ وہ خود صنف نازک کی بے حد عزت و توقیر کرتے تھے۔ گھریلو ملازماؤں سے بھی عزت واحترام سے پیش آتے تھے پھر لاریب کو سرزنش و باز پرس کرنے کے بجائے عمل و ردعمل پر چھوڑنے کا مقصد کیا تھا؟ وہ اس الجھاؤ میں الجھی ہوئی تھیں۔

”بیگم صاحبہ...... چائے پی لیجیے۔“ زیتون ٹرالی لیے وہاں آئی۔

”ہوں...... چائے؟“ وہ سوچوں سے باہر آتے ہوئے کہنے لگیں۔

”نوفل جم سے واپس آگئے ہیں؟“

”وہ جی نوفل صاحب تو آج روم سے باہر ہی نہیں آئے۔“

”ارے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ نوفل سارا دن روم سے باہر نہ آئیں؟“ انہیں اچنبھا ہوا۔

بارش رات کے آخری پہر ختم ہوگئی تھی۔ دھلا دھلایا سبزہ اور نکھرے نکھرے پھول و پودے نگاہوں کو تراوٹ بخش رہے تھے۔ صبح کا وقت تھا‘ بادلوں نے ابھی بھی آسمان کو ڈھانپا ہوا تھا۔ یوسف صاحب اشراق کی نماز پڑھ کر لان میں چلے آئے اور ان کے پیچھے ٹرے اٹھائے کیتل کو ٹی کوزی سے کور کیے چائے کی پیالیاں ٹرے کی سائیڈ میں رکھے سودہ بھی چلی آئی تھی۔

”اللہ تمہیں دونوں جہاں میں خوش رکھے میری بچی!“ اس کے سلام کا جواب دیتے ہوئے انہوں نے اسے دعاؤں سے نوازا‘ وہ شفقت سے اسے دیکھ رہے تھے۔

ریڈ کلر کی ایمبرائیڈری والے شرٹ و دوپٹے اور وائٹ ٹراؤزر میں صبح کے اس وقت ایک عجیب سا نکھار اس کے صاف وشفاف چہرے پر بکھرا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر ایک ایسی حجاب آلود سادگی و بھولپن موجود رہتا تھا جو عام لڑکیوں سے اسے ممتاز کرتا تھا۔ اس کی اسی سادگی و بھولپن پر وہ اور ان کی بیگم زرقا فدا تھیں۔

”کالج کی چھٹی والے دن تو ریسٹ کرلیا کرو بیٹی یہ ایک دن ہی تو ملتا ہے اپنی مرضی سے سونے کے لیے اور آپ آج

کے دن بھی جلد بیدار ہوجاتی ہو حالانکہ آج تو آپ کی ماں اور سب کی چھٹی منائی ہیں۔"

"مجھے سمجھ نہیں آتی کہ کس طرح سے ہفتے بھر کی روٹین کو محض ایک دن کی خاطر چھوڑا جاسکتا ہے پھر جب جلدی سونے اور جلدی ہی بیدار ہونے کی عادت ہوجائے تو ایک دن میں روٹین کس طرح بدل سکتی ہے۔"

"بیٹی...... ہمارا ذہن ہماری سوچوں کے تابع ہوتا ہے جس طرح ہم ایک ہفتہ اسے جلد سونے اور جلد بیدار ہونے کی ترغیب دیتے ہیں اور چھٹی والے دن دیر سے سونے اور دیر سے بیدار ہونے کا خیال کرتے ہیں تو ہمارے ذہنی کمپیوٹر کی میموری میں یہ سب فیڈ ہوجاتا ہے۔"

"شکر ہے ماموں جان...... میرا ذہن اس سسٹم کا حصہ نہیں بنتا...... وگرنہ میں آپ کی اتنی پیاری پیاری دعاؤں سے محروم ہوجاؤں گی۔" وہ بھاپ اڑاتا ہوا کپ ان کی طرف بڑھاتی ہوئی گویا ہوئی۔

"آپ ہماری دعاؤں سے کبھی نہیں محروم ہوسکتی میری بچی...... جو بے غرض و پُرخلوص محبت کرتے ہیں، خدمت کرتے ہیں دعائیں خود بخود ان کو اپنے حصار میں رکھتی ہیں۔" ان کے لہجے میں شفقت و محبت تھی اور ابھی اس نے دوسرا کپ سیدھا ہی کیا تھا کہ ٹریک سوٹ میں ملبوس شخص کو گیٹ سے اندر آتے دیکھ کر رات والا واقعہ نگاہوں میں گھوم گیا اور شاید دوسری طرف بھی یہی کچھ محسوس کیا گیا تھا جو مقابل کی آنکھوں میں لحظہ بھر میں اترنے والی سرخی پہلے سے بھی زیادہ گہری ہوچکی تھی اور وجیہہ چہرے پر ایسے سخت تاثرات ابھرے تھے۔

وہ دھک دھک کرتے دل کے ساتھ نگاہیں جھکانے پر مجبور ہوگئی تھی دل کا حال عیاں ہونے میں لمحہ ہی کافی ہوتا ہے اور اس ایک لمحے میں بے ساختہ ہونے والے نگاہوں کے ٹکراؤ نے اس شخص کے اندر پھیلی نفرت اور صرف نفرت کو پوری شدت سے ظاہر کیا تھا۔ اس کی جھکی پلکوں پر منوں بوجھ آ گرا تھا۔

"السلام علیکم تایا جان۔" وہ ان کے قریب آ کر بولا۔

"وعلیکم السلام۔" انہوں نے اٹھ کر بڑی محبت سے اس کو گلے لگایا۔

"ایک آپ اور دوسری سودہ...... میرے دو بچے اپنی روٹین کے خلاف چل ہی نہیں سکتے۔ سودہ زید کے لیے جوس لے آؤ بیٹا۔" وہ زید کے بعد اس سے مخاطب ہوئے تو وہ پہلے ہی یہاں سے بھاگنے کے چکر میں تھی ان کے حکم پر برق رفتاری سے کھڑی ہوئی معاً اس کی بھاری آواز پر اسے رکنا پڑا تھا جبکہ وہ کہہ رہا تھا۔

"نہیں شکریہ...... میں کچھ بھی نہیں لوں گا۔"

"ہوں...... لگ رہا ہے ساری رات سوئے نہیں...... آنکھیں بھی کتنی لال ہو رہی ہیں اور چہرے پر بھی تھکن دکھائی دے رہی ہے۔"

"تھکن تو نہیں ہے...... بس رات سو نہیں سکا۔"

"بیٹی...... زید کو چائے دو اس وقت انہیں چائے کی ضرورت ہے۔" ان کے کہنے پر وہ انکار نہ کرسکا تھا۔ سودہ نے چائے بنا کر کپ اس کی طرف بڑھایا مگر اس نے ہاتھ نہیں بڑھایا۔ وہ اس کی موجودگی کو پوری طرح سے اگنور کر کے بیٹھا تھا گویا وہ اس کے سامنے ہے ہی نہیں اس نے کپ آہستگی سے ٹیبل پر اس کے سامنے رکھا اور کھڑی ہوگئی۔

"سودہ...... آپ بھی چائے ہمارے ساتھ بیٹھ کر پیو نا۔"

"سوری ماموں جان...... مجھے کچھ کام ہے میں آپ کے ساتھ نہیں بیٹھ سکوں گی۔ اگر آپ کو کوئی کام ہو تو آپ مجھے بلوا لیجیے گا۔"

"ٹھیک ہے خوش رہو بچے۔" انہوں نے اپنے مخصوص انداز میں دعا دی اور وہ تیز تیز قدموں سے وہاں سے چلی گئی۔

"مجھے فیل ہو رہا ہے آپ بھی ساری رات نہیں سو سکے۔" اپنے سامنے رکھا بھاپ اڑاتا ہوا کپ اٹھا کر وہ سنجیدگی سے گویا ہوا۔

"رات کو جو کچھ ہوا اس کے بعد کس طرح نیند آ سکتی تھی؟" چائے کا کپ ہونٹوں سے ہٹا کر وہ گویا ہوئے ان کے لہجے میں طنز تھا نہ شکایت محض گہرے دکھ و ملال کی ایسی کاٹ تھی جو زید کے دل کی تہہ تک پہنچتی چلی گئی وہ کچھ کہہ نہ سکا۔

"میں جانتا ہوں رات کو جو ہوا بلا ارادہ ہی ہوا۔ دراصل بات یہ ہے کہ جب صورت حال ضبط و برداشت کی حد سے باہر نکل جائے تو ایسا ہی کچھ ہوتا ہے لحاظ اور ادب سرکشی میں بدل جاتا ہے اور پھر سب طوفانی ریلہ بن کر بہہ جاتا ہے۔"

"رات کو جو بھی ہوا وہ نہیں ہونا چاہیے تھا' غلطی میری تھی کہ میں خود پر قابو نہیں پا سکا اور پھر وہ ہو گیا جس کا گمان بھی نہیں تھا۔ پاپا کے اور میرے درمیان کبھی بھی اس نوعیت کے تعلقات نہیں رہے ہیں کہ ہم اچھے ماحول میں بات کر سکیں وہ ہمیشہ مجھ پر الزام تراشی کرتے آئے ہیں اور رات کو......" وہ ہاتھ میں پکڑے کپ کی بھاپ کو دیکھتے ہوئے کچھ توقف کے بعد بولا۔

"انہوں نے میرے کریکٹر کو ہی اپنے قدموں تلے روند ڈالا اور وہ بھی اس کی موجوگی میں جو ان کی چہیتی ہے۔ اپنی اولاد کے حصے کا سارا پیار بھی وہ اس پر لٹا رہے ہیں' میں تو پہلے ہی حسن کی اچانک ہونے والی ڈیتھ کو قبول نہیں کر پایا تھا اس کو کس کرب کے عالم میں آخری آرام گاہ تک پہنچایا ایک عزیز ترین دوست کو اچانک ہمیشہ کے لیے کھو دینا کیسا ہوتا ہے۔ یہ مجھے کل ہی معلوم ہوا تھا اور وہاں سے گھر آیا تو پاپا کی باتیں اور ان کا وہ ہتک آمیز رویہ میں برداشت نہیں کر سکا اور......" وہ پوری روداد سناتا ہوا بہت جذباتی ہو گیا اور اٹھ کر ان کے قریب جا کر شانے پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہو گیا۔

"بعض اوقات لفظ کم پڑ جاتے ہیں' دل کی بات کہنے کے لیے اپنے احساسات شیئر کرنے کے لیے مگر پھر بھی دل کی بات کہنی پڑتی ہے۔"

"ایم سو سوری تایا جان...... مجھ سے کل بہت بڑی بھول ہوئی ہے' مجھے پاپا کے ایکشن کا ری ایکشن نہیں دینا چاہیے تھا' مجھ سے غلطی ہو گئی۔"

"جانتا ہوں...... میں جانتا ہوں بیٹا' میں سمجھ سکتا ہوں حسن کی جدائی آپ کے لیے کتنا بڑا صدمہ ہے۔ وہ آپ کے بچپن کا دوست اور کلاس فیلو رہا تھا' بہت اچھی دوستی رہی تھی آپ کی اس سے سب پسند کرتے تھے۔" فرط جذبات سے انہوں نے اٹھ کر اسے سینے سے لگا لیا۔

"باپ اور بیٹے کے درمیان بلاوجہ تنازعات رسوائی کا سبب بنتے ہیں۔"

"بلاوجہ ہرگز نہیں...... وجہ آپ اچھی طرح جانتے ہیں اور میری طرف سے کبھی پہل نہیں ہوتی...... شروعات وہ ہی کرتے ہیں۔"

"ہوں...... درست کہہ رہے ہیں آپ مگر سارا الزام مدثر کو دینا بھی زیادتی ہوگی۔ غلطی دونوں کی ہوتی ہے خیر یہ باتیں بعد میں ہوں گی یہ بتاؤ کہیں جانے کا ارادہ ہے؟" وہ مدثر سے زیادہ اس کو جانتے تھے اور وہ باپ سے زیادہ ان سے اور تائی سے قریب تھا اور جو دل سے قریب ہوتے ہیں وہ دھڑکنوں کی طرح عزیز ہوتے ہیں وہ بھی ان کو اسی طرح پیارا تھا۔

"جی...... حسن کی طرف ہی جاؤں گا اس کی مما اور ڈیڈ کو صبر نہیں آ رہا...... میں آج سارا دن ان کے ساتھ گزاروں گا۔"

"ٹھیک ہے بیٹا' اچھے رشتوں کی پہچان ایسے ہی دنوں میں ہوتی ہے ورنہ خوشیوں میں تو سب شریک ہوتے ہیں۔ میں بھی آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔" وہ اس کے ساتھ اندر چلے آئے۔

"ماما...... آپ؟" وہ تکیے اور کشنز ارد گرد پھیلائے بے ترتیب انداز میں لیٹا تھا۔ وہ ناک کرکے اندر آئیں تو وہ پھرتی سے اٹھ بیٹھا۔

"کیا ہوا میری جان؟ امینہ نے بتایا کہ آپ سارے دن روم میں ہی ہیں تو میں یہ سن کر پریشان ہوگئی۔" اس کے قریب بیٹھتے ہوئے اس کی پیشانی چھو کر دیکھنے لگی۔

"میں ٹھیک ہوں ماما...... کچھ نہیں ہوا مجھے۔"

"پھر پورا دن روم میں گزارنے کا مقصد کیا ہے؟"

"کچھ خاص نہیں۔" دھیمی مسکان لحہ بھر جھلک دکھا کر غائب ہوگئی تھی۔

"شکر ہے بخار تو نہیں ہے لیکن کچھ نہ کچھ گڑبڑ ضرور ہے۔ کسی سے کوئی بات ہوئی ہے کوئی جھگڑا وغیرہ؟" وہ ماں نہیں تھیں نگران کے لہجے میں تڑپ ماں جیسی ہی تھی۔

"جھگڑا......" اس کی نگاہوں میں کل رات والی تمام واقعہ از سر نو تازہ ہوگیا تھا اور اس بدتمیز لڑکی کی تمام تر بدتمیزیاں یاد آئیں تو چہرے پر ابھرنے والے رنگ ان سے مخفی نہ رہ سکے تھے۔

"کس سے جھگڑا ہوا؟ بائی داوے آپ کسی سے لڑنے والے نہیں ہیں۔"

"میں نے فائٹ کسی سے نہیں کی وہ ایک گرل تھی اسٹوپڈ ڈرائیونگ اس کو کرنی نہیں آتی تھی اگر بابر کو ہاتھ پکڑ کر میں گرا نہیں دیتا تو اس نے بابر کا کام تمام کردینا تھا۔" ان کو بے حد پریشان دیکھ کر نوفل کو لب کشائی کرنی ہی پڑی۔

"اوہ مائی گاڈ...... بابر کو کوئی چوٹ تو نہیں آئی؟"

"اچانک گرنے کی وجہ سے اسے معمولی چوٹ لگی ہے ویسے پرفیکٹ ہے کچھ دیر قبل بات ہوئی ہے بابر سے میری۔"

"پھر اس لڑکی کا کیا ہوا؟ آپ نے کچھ کہا تو نہیں اس لڑکی کو؟" وہ ایک دم ہی پریشان سی ہوگئی تھیں کیونکہ وہ جانتی تھیں اس کی نیچر کہ گرلز کے ساتھ اس کا بی ہیوئیر کس قدر روڈ ہوتا ہے اور پھر یہاں تو معاملہ اس کے عزیز از جان دوست کی زندگی کا تھا۔

"بابر کی وجہ سے ہی وہ بچ گئی ہے ورنہ میں اس کو شوٹ کرنے میں سیکنڈ لگانے والا نہیں تھا۔"

"اوہ گاڈ......! مجھے یہی ڈر تھا۔"

"اوور کانفیڈنٹ گرلز...... اوور اسمارٹ بنتی ہیں۔"

❁......❁......❁

جہاں آرا لاکر کھولے بیٹھی تھیں ان کے سامنے نوٹوں کی گڈیاں تھیں۔ طلائی و ہیرے کے کئی سیٹ رکھے ہوئے تھے وہ مسکراتے لبوں سے ان کی جانچ کر رہی تھیں وہ اس وقت بڑی مسرور و شاداں لگ رہی تھیں۔ ان کی اندر کو دھنسی چھوٹی چھوٹی سانپ جیسی آنکھوں میں بڑی چمک تھی۔ وہ ایک ایک کرکے زیورات پہنتی، پھر آئینے میں کھڑی ہوکر ہر زاویے سے اپنا جائزہ لے کر مطمئن انداز میں مسکراتی پھر اس زیور سے آزاد ہوکر دوسرا سیٹ اٹھا لیا کرتی تھیں۔

یہ کھیل ان کے لیے بڑا دلچسپ تھا دل بھر کر وہ اس دلچسپی میں مگن رہی تھیں پھر تمام جیولری اور نوٹوں کو بڑی احتیاط سے ان کی جگہوں پر رکھا تھا ابھی لاک کرنا ہی چاہ رہی تھیں کہ لاکر میں موجود خفیہ خانے کی طرف ان کی نگاہ گئی تھی۔ وہ حصہ جس کو بائیس تیئس سال قبل وہ مقفل کرکے بھول گئی تھیں از خود یہ عمل انہوں نے کیا تھا کہ بھول کر بھی وہ اس لاکر کو چھوتی بھی نہ تھیں۔ اس لاکر میں ماضی کے کئی قصوں کی قبریں تھیں ایسی بے نام ونشان قبریں جن پر کبھی فاتحہ خوانی نہیں کی گئی تھی۔

"جہاں آرا...... کیا ابھی بھی وقت نہیں آیا اس راز پر سے پردہ اٹھانے کا؟ سالوں کی مسافت کی منزل ابھی تک

نگاہوں سے اوجھل ہے؟ ایک مدت ہوئی اس صحرا میں آبلہ پائی کرتے ہوئے اس تکلیف دہ سفر کے تمام ہونے کا وقت ابھی بھی نہیں آیا کیا؟“ ان کے اندر سے کئی کراہیں ابھر کر سسکنے لگی تھیں۔

”وقت آیا نہیں‘ بس آنے کو ہے۔ دکھ کی رات خواہ کتنی طویل کیوں نہ ہو‘ سکھ کی صبح ضرور نمودار ہوتی ہے۔“ انہوں نے بڑبڑاتے ہوئے لاکر کے نمبرز سیٹ کرنے شروع کیے تھے‘ معاً ڈور ناک ہوا۔ باہر انشراح کھڑی تھی وہ اندر آ کر حیرانی سے گویا ہوئی۔

”آپ ڈور لاک کر کے کیا کر رہی تھیں اماں؟“

”میں ڈور لاک کر کے نہیں بیٹھ سکتی کیا میری جان؟“

”پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا۔“

”ارے یہ کوئی اتنی پریشانی والی بات تو نہیں کیوں پریشان ہو رہی ہو۔“ وہ اس کے بکھرے لمبے گھنے بالوں کو سنوارتی ہوئی بولیں۔

”سچ سچ بتائیں اماں..... آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟“ وہ ان کے چہرے کو چھوتے ہوئے استفسار کر رہی تھی۔

”ایک دم ہٹی کٹی‘ بالکل پرفیکٹ‘ وہ دروازہ لاکڈ ہو گیا ہوگا۔ میں نے دیکھا نہیں ہے بس یہ بات ہے اور کوئی بات نہیں۔“

”تھینکس گاڈ میں تو ڈر ہی گئی تھی۔“ وہ ان سے چپک کر بیٹھ گئی اور سر ان کے شانے سے ٹکا دیا۔

”ایک بات بتاؤ‘ جھوٹ نہیں بولنا۔“ اس کے دور ہوتے ہوئے ان کا لہجہ سنجیدہ و سرد ہوا۔

”جی۔“ خطرے کی گھنٹی بہت قریب بجتی سنائی دی۔

”کل کس لڑکے سے جھگڑا ہوا تھا؟ آپ نے میری اجازت کے بنا کار ڈرائیو کیوں کی؟ اگر وہ دوسرا لڑکا مر جاتا تو..... یا وہ لڑکا فائر کر دیتا تو پھر؟“

”اف..... اتنے سارے سوال؟“

”انشی..... میں مذاق نہیں کر رہی۔“ وہ سخت کبیدہ تھیں۔

”اماں..... غلطی میری نہیں تھی‘ وہ خود سامنے آ گیا تھا۔“

”جھوٹ مت بولو‘ غلطی سراسر آپ کی تھی وہ دونوں لڑکے سڑک کے سائیڈ پر چل رہے تھے آپ سے بریک نہیں لگایا گیا۔“

”یہ سراسر بریک کی غلطی ہے میری نہیں ہے۔“

”آپ کے لیے ہر چیز تھرل ہے۔“

”اماں..... پلیز میں نے جان کر گاڑی نہیں ماری تھی‘ آپ خفا نہ ہوں۔“ ان کی خفگی سے اس کی جان جاتی تھی۔

”بالی بتا رہی تھی جس لڑکے نے پستول نکالی تھی وہ کسی بڑے خاندان کا لگ رہا تھا‘ بہت خوب صورت و اکڑ باز تھا۔“

”بڑا خاندان..... ہونہہ‘ جس کو لڑکیوں سے بات کرنے کی تمیز نہ ہو وہ بڑے نہیں‘ کسی گھٹیا خاندان سے تعلق رکھتا ہوگا۔“

”ارے تم نے تو آج نویرہ کی یاد تازہ کر دی ہے وہ بھی اسی طرح نڈر بہادر پُر اعتماد اور کسی سے بھی نہ ڈرنے والی لڑکی تھی۔“

”نویرہ..... یہ کون لڑکی ہے؟“

"تو یہ...... سے نہیں تھی۔" وہ گہری سانس لے کر گویا ہوئیں۔

❁......❁......❁

سودہ کو پھولوں اور پودوں سے بے حد عشق تھا' دو منزلہ خوب صورت طرز تعمیر والے اس بنگلے کا لان درمیانی درجے کا تھا' کسی دور میں یہ لان صرف جامن' نیم' بادام اور کریلے کی بیلوں سے آراستہ تھا مگر جب سے سودہ نے شعور کی منزلوں سے شناسائی پائی تھی تب سے لان کی تو قسمت ہی بدل کر رہ گئی تھی۔ سبزے اور پھولوں سے ڈھکا ملکی و غیر ملکی پھولوں پودوں کی بہاریں یہاں سودہ کی محنت کی کاوش تھی۔ اس وقت بھی وہ مالی کے ساتھ مل کر لان میں مصروف تھی۔ وہ لان سے اوپر ٹیرس تک جاتی رنگ برنگی پھولوں کے گچھوں والی بیلوں سے زرد مردہ پتے نوچ کر پھینک رہی تھی۔ مالی بابا دوسرے حصے میں صفائی کرنے میں مصروف تھے تب ہی وہاں مائدہ چلی آئی اور طائرانہ نگاہیں ارد گرد ڈالتی ہوئی اکتاہٹ سے بولی۔

"ویک اینڈ میں ایک دن ملتا ہے اور وہ بھی تم ان فضول کاموں میں گزار دیتی ہو سودہ...... یو آر سو بورنگ گرل۔"

"میں بور نہیں ہوتی مائدہ' یہ تو بہت انٹرسٹنگ کام ہے۔"

"ہاں...... تمہارے لیے تو وہ کام بھی انٹرسٹنگ ہوگا جو گاؤں میں عورتیں گائے بھینسوں کے گوبر سے دیواروں پر جس طرح اُپلے تھوپتی ہیں۔"

"آف کورس...... جو کام فطرت سے قریب تر ہو مجھے اٹریکٹ کرتا ہے۔"

"او گاڈ...... تم کس مٹی سے بنی ہو یار؟"

"اسی سے جس سے تم بنی ہو۔"

"جی نہیں' میں تو سنگ مرمر کی مٹی سے بنی ہوں۔"

"اوہ...... سنگ مرمر کی مٹی......" دونوں کھلکھلا کر ہنس دیں۔

"تمہیں معلوم نہیں ہے یہ سبزہ پیڑ و پودے زمین کا زیور ہیں' زمین کا حسن موسم کی خوب صورتی ان کی مرہون منت ہے۔"

"پلیز اب ان پر لیکچر دینے نہ بیٹھ جانا' مجھے زمین اور اس کے زیور سے کچھ لینا دینا نہیں' مجھے صرف اپنی جیولری سے انٹرسٹ ہے۔"

"اوکے مجھے بھینس کے آگے بین بجانے کا کوئی شوق نہیں ہے۔" وہ مسکراتی ہوئی سورج مکھی کے پھولوں پر جھک گئی۔

"اے...... تم نے بھینس کس کو کہا؟"

"بھینس کو ہی کہا ہے۔" وہ بھی مسکرا کر بولی۔

"پھر ٹھیک ہے برا تو بھینس کو ماننا چاہیے میں کیوں مانوں۔" باتوں باتوں میں اسے محسوس ہی نہ ہوا وہ بھی کب اس کے ساتھ کام میں مشغول ہوگئی تھی تمام پودوں کی کانٹ چھانٹ کی گئی' کچھ نئے پودوں اور بیلوں کو نئے سرے سے لگایا گیا تھا۔ وہ گوڈی کرنے کے بعد مٹی کو برابر کرنے میں مصروف تھیں معاً وہاں عمرانہ بیگم چلی آئی اور غصے و نفرت سے سودہ کو گھورتی ہوئیں بولیں۔

"مائدہ...... یہ کیا کر رہی ہو؟" وہ ان کے قریب آ کھڑی ہوئیں۔

"اوہ مما...... سودہ گارڈننگ میں بزی تھی میں نے سوچا میں بھی اس کی کچھ ہیلپ کروا دیتی ہوں۔ ریئلی یہ تو خاصا انٹرسٹنگ کام ہے۔" وہ ان کے بگڑے تیوروں سے بے خبر مٹی سے لتھڑے ہاتھ لیے کھڑی تھی۔

''آپ کو کیا ضرورت پڑ گئی کسی کی ہیلپ کروانے کی؟ یہ گھر آپ کا ہے آپ یہاں حکمرانی کرنے کے لیے پیدا ہوئی ہیں ایسے کام ان جیسے لوگوں کو کرنا چاہئیں جو یہاں مفت کے ٹکڑوں پر پل رہے ہیں۔'' وہ ایک ایک لفظ چبا کر بولیں۔
سودہ کا دل سہم کر رہ گیا' جھکی جھکی نگاہوں کے باوجود وہ ان کی نگاہوں سے نکلتی نفرت کی تپش کو محسوس کر رہی تھی۔
''مما پلیز...... یہ کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ؟'' وہ سودہ کی توہین و بے عزتی پر بُری طرح سراسیمہ ہوئی۔
''ٹھیک کہہ رہی ہوں میں' سمجھایا ہے نہ کتنی بار ایسے کمتر اور احسان فراموش لوگوں سے ہمدردی نہیں کرتے' گلے پڑ جاتی ہے ہمدردی۔'' وہ کہتے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑ کر اندر کی طرف لے جانے لگیں۔
''بیٹی...... شام ہونے کو ہے سارا کام تو ہو چکا ہے یہ جو تھوڑا سا کام ہے میں نبٹا لیتا ہوں آپ اندر چلی جایئے۔'' مالی بابا سب کچھ سن چکے تھے' گہرے رنج کا عکس ان کی بوڑھی آنکھوں سے جھلک رہا تھا کہ گم صم بیٹھی سودہ سے آ کر گویا ہوئے۔ وہ گم صم تو پہلے ہی تھی بابا کے کہنے پر چپ چاپ اٹھی اور اندر کوریڈور کی طرف بڑھ گئی۔
''مما...... سودہ کی بار بار بے عزتی کر کے آپ کا دل نہیں بھرتا' جب بھی موقع ملتا ہے آپ اسی طرح اس کی بے عزتی کر دیتی ہیں۔'' وہ دھلے ہوئے ہاتھ ٹاول سے صاف کرتی جھنجلا کر بولی۔
''ہزاروں مرتبہ بے عزتی کروانے کے باوجود بھی وہ یہیں موجود ہیں' یہاں سے گئی تو نہیں نا؟ بے غیرتوں کی طرح دونوں ماں بیٹی حرام کے لقمے کھا رہی ہیں۔ پورے گھر میں دندناتی ہوئی پھرتی ہیں۔''
''سودہ' صوفیہ پھوپو کو ایک لفظ نہیں بتاتی' ورنہ آپ کے اور ان کے درمیان رات دن جنگیں چلتی رہیں۔ صوفیہ پھوپو اس کی نیچر سے بالکل مختلف ہیں وہ جس قدر صلح پسند ہے وہ اس قدر جھگڑالو۔''
''صوفیہ کی پروا کرتی ہے میری جوتی...... میرے سامنے ذرا وہ زبان کھولے تو سہی دو سیکنڈ میں دھکے دے کر گھر سے باہر نکالوں گی۔''
''خیریت تو ہے مما...... کس پر اس قدر ہائپر ہو رہی ہیں؟'' زید نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے پوچھا۔
''صوفیہ اور اس کی بیٹی ہی وبال بنی ہوئی ہیں ہمارے لیے۔''
''کیوں...... کیا' کیا ہے انہوں نے؟'' اس کی فراخ پیشانی پر شکنیں نمودار ہوئیں۔
''کچھ بھی نہیں بھائی...... کچھ بھی تو نہیں۔'' اس نے پوری بات جذباتی انداز میں اسے سنا ڈالی۔
''آپ ابھی بہت چھوٹی ہیں مما سے آرگومینٹ نہیں کیا کریں۔ اچھا اور بُرا ہم سے بہتر مما جانتی ہیں' لوگوں کو سمجھنے کے لیے آپ کو ابھی ایک عمر چاہیے۔ آپ صرف مما کی بات کو فالو کیا کریں۔''
''اب میں کوئی چھوٹی بچی بھی نہیں ہوں جو فیڈر پیتی ہو' کون اچھا ہے اور کون برا اس کی سمجھ ہے مجھے۔'' وہ بھائی کو بھی مما کی زبان بولتے دیکھ کر تاسف زدہ لہجے میں بولی۔
''میں نے کہا نہ بحث نہیں کیا کرو۔'' اس کے سخت لہجے پر وہ سہم گئی۔
''ارے چھوڑیں اسے آ جائے گی عقل' یہ بتائیں کہیں جا رہے ہیں؟'' وہ جانتی تھیں زید ان کے خلاف ایک بات سننے کا روادار نہیں ہے' ان کی ہر بات خواہ جھوٹ ہو یا سچ وہ آنکھیں بند کر کے مانا کرتا تھا۔ اس نے ان سے کبھی بھی معمولی سا اختلاف نہیں کیا تھا۔ وہ ان کا مضبوط سہارا تھا' کسی ناقابل تسخیر قلعے کی مانند زید سے متضاد طبیعت کی پالک مائدہ تھی۔ جو اُن کی کسی بات کو سیریس لینے کو تیار نہ تھی وہ جتنا سودہ کو اس سے دور کرنا چاہتی تھیں وہ اتنا اس کے قریب تھی' اس وقت بھی وہ ان کے درمیان سے نکل آئی تھی۔

”اس بار الیکشن ہوں گے تو الاریب کو ہم اپنے حلقے سے کھڑا کریں گے امید ہے کہ وہ آسانی سے جیت جائے گا۔“ نائٹی میں ملبوس سامعہ بیڈ پر بیٹھی ہوئی چہک کر بولیں۔

”بھائی جان ویسے اس کی ایکٹیوٹیز سے نالاں ہیں وہ کسی طور اسے نامزد نہیں ہونے دیں گے‘ کچھ کرنے سے قبل یہ یاد رکھنا۔“

”ازہان...... بھائی جان کو بھلا اس کی ایکٹیوٹیز پر کیوں اعتراض ہونے لگا اس عمر میں سب اسی طرح سے ہی ہوا کرتے ہیں۔“

”لیکن ان کو کون سمجھائے گا۔“ وہ سگار سلگاتے ہوئے بولے۔

”ہوں...... ان کو کون سمجھائے‘ ان کی خود کی اولاد ہوتی تو معلوم ہوتا بچوں کی پرورش کس طرح کی جاتی ہے کیسے کیسے ناز نخرے اٹھانے پڑتے ہیں۔“

”بیگم...... اب ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے بھائی جان کی اولاد نہیں ہے تو کیا ہوا انہوں نے ہمارے سب بچوں کو اپنے بچوں کی طرح ہی سے محبت اور پیار دیا ہے اور پھر نوفل کے ناز نخرے کم اٹھاتے ہیں وہ۔“

”نوفل کی تو بات ہی الگ ہے وہ شروع سے سب بچوں سے الگ ہے پھر زرقا بھابی کی محبتوں نے اسے پُراعتماد بنا دیا ہے۔“ وہ اپنے گرے سلکی بالوں میں برش کرتی ہوئی بولیں۔

”نوفل بن ماں باپ کا بچہ ہے‘ بے شک اس کو سب کی محبتیں حاصل ہیں مگر سامعہ‘ جو محبت والدین سے ملتی ہے اس محبت پیار کا کوئی نعم البدل نہیں ہوتا۔“

”جی نہیں‘ یوسف بھائی اور زرقا بھابی سے جتنی محبت نوفل کو مل رہی ہے اتنی محبت اس کے والدین بھی نہیں دے سکتے تھے۔ اسپیشلی زرقا بھابی تو اس کو دیکھ کر زندہ ہیں اگر وہ کبھی اِدھر اُدھر ہو جائے تو سمجھو ان کی ممتا اجڑنے لگتی ہے۔“

”یہ بات تو ہے اور اس سے زیادہ کمال بات یہ ہے کہ اتنی محبتیں پا کر بھی وہ بگڑا نہیں‘ اس کی کیدرنگ میں نائس لوگ ہیں۔“

”ہمارا الاریب کون سا بگڑا ہوا ہے‘ وہ بھی نوفل کی طرح قابل اور ذہین ہے۔ بس بات ساری یہ ہے کہ اس کی ایکٹیوٹیز کھل کر سامنے آجاتی ہیں ورنہ کم اس عمر میں کوئی بھی نہیں ہوتا۔“ وہ گردن جھٹک کر نخوت سے گویا ہوئیں۔

❁ ❁ ❁

موسم میں ہلکی سی خنکی تھی‘ موسم بدل رہا تھا گرمی‘ بارش یا کبھی ہلکی پھلکی خنکی ماحول میں پھیلنے لگی تھی۔ انشراح رات کے کھانے کے بعد اماں اور بالی کے ہمراہ بنگلے کے سامنے بنے پارک میں واک کر کے آئی اور وہ اب لاؤنج میں بیٹھی ان سے اِدھر اُدھر کی باتوں میں مصروف تھی۔ اس کا مقصد اماں کی نیند بھگانا تھا کیونکہ وہ جلد سونے کی عادی تھیں۔ رات کے کھانے کے بعد واک کر کے وہ سو جانے کی عادی تھیں اور جب سے اس نے ان سے نوریہ کا ذکر سنا تھا تب سے اس کے اندر اس ہستی کے متعلق جاننے کا شوق ہر لحہ ہر آن بے کل رہنے لگا تھا اور ایک طرف اماں کی بے فکری وطمانیت عروج پر پہنچی ہوئی تھی مجال ہے جو ایک دفعہ کے بعد انہوں نے وہ نام دوبارہ لیا ہو گویا اس کے سامنے بھی غلطی سے وہ ذکر کر بیٹھی تھیں اور بھول گئی تھیں لیکن وہ بھولنے والی کہاں تھی ہر دم اس کی یہی کوشش ہوتی اماں تنہا ہوں تو وہ دل کی بے قراری کو قرار دے اور اماں اس قدر سوشل تھیں کہ کبھی کوئی ان کا مہمان بنا بیٹھا ہوتا کبھی وہ کسی کو میزبانی کا شرف بخش رہی ہوتی تھیں۔

”ارے بھئی...... ایک عرصے بعد عادت پڑی ہے رات کو جلد سونے کی یہ آپ مجھے کن بے سروپا باتوں میں لگا کر ٹائم برباد کر رہی ہو۔“

"بے سروپا تو نہیں ہیں اماں...... آپ بھی تو مجھے کچھ سوالوں کا جواب دے دیں تو میں بھی سکون سے سو جاؤں گی اور آپ کو بھی سونے دوں گی ایک ہفتے سے مجھے سکون کی نیند نہیں آئی۔" اس نے جھٹ ان کے شانے سے سر ٹکا کر لاڈ سے کہا۔

"ایسا کیا ہوا ہے جو تمہاری نیندیں اڑ گئی ہیں؟"

"جب پیار کسی سے ہوتا ہے تو ہوتا ہے یہ انجام
دن کٹتا ہے آہیں بھر کر بے چینی میں شام"

اماں کے قدموں میں بیٹھی ان کے پاؤں دباتی بالی نے لہک لہک کر گانا شروع کر دیا اور شوخ نظروں سے انشراح کو دیکھتی جا رہی تھی۔

"جب پیار کسی سے ہوتا ہے تو ہوتا ہے یہ......"

"اری چپ کر......" اماں نے لات مارتے ہوئے کہا۔

"ہاہاہا...... یہ انجام ہوتا ہے پیار کرنے کا پالے بھائی۔" کہنی کے بل گری بالی کو دیکھتے ہوئے وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔

"خبردار...... جو آئندہ تُو نے پیار، محبت، عشق کی باتیں کیں تو گدی سے تیری زبان کھینچ لوں گی نامراد کہیں کی۔" ان کو سخت غصے میں دیکھ کر وہ دونوں سنجیدہ ہو گئی تھیں۔

"انشی...... پوچھو کیا پوچھنا چاہ رہی ہو؟"

"اماں...... میں یہ پوچھنا چاہ رہی ہوں اس دن جو آپ نے نوریہ کے متعلق بتایا تھا وہ کون تھی اور کہاں گئی وہ؟" اس کے سوال پر اماں نے اسے چونک کر دیکھا۔

"تمہاری بڑی بہن تھی وہ۔" بے احساس لہجہ سپاٹ انداز۔

"میری بڑی...... یعنی روشن آپی سے بھی بڑی تھیں وہ...... لیکن ان کے بارے میں آپ نے اور روشن آپی نے کبھی نہیں بتایا۔"

"کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کے بارے میں کچھ نہ کہنا ہی بہتر ہوتا ہے وہ بھی ایسے لوگوں میں سے ایک تھی۔"

"لیکن اماں...... کہاں ہیں وہ......؟"

"وہ مر چکی ہے۔" ان کی آنکھیں نم ہونے لگی تھیں۔

"جس طرح کچھ لوگوں کا زندہ رہنا بے حد ضروری ہوتا ہے اسی طرح کچھ لوگوں کا مر جانا بھی وقت کی ضرورت ہوتا ہے۔ ایک موت اگر کئی لوگوں کو زندگیاں بخش دے تو وہ مرنا زندہ رہنے سے بہتر ہے۔" ان کا لہجہ سپاٹ و سرد ہو گیا تھا آنکھوں میں چھائی نمی برف کی طرح جم کر رہ گئی تھی چہرہ ہر احساس سے عاری تھا۔

"یہ کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ اماں......؟" اس کا لہجہ الجھا ہوا تھا۔

"مجھے تو آپ سے بڑا خوف آ رہا ہے ماسی جی...... کیا آپ نے نوریہ جی کو قتل کر دیا تھا؟ اگر جواب ہاں میں ہے تو ان کا قصور کیا تھا؟" بالی نے لاابالی لہجے میں کہا۔

"شٹ اپ بالی...... اماں کیوں قتل کرنے لگیں ذرا سوچ سمجھ کر بولا کرو۔ کوئی ماں اپنی اولاد کو بھی قتل کر سکتی ہے؟" نامعلوم وہ بالی کو سرزنش کر رہی تھی یا خود کو یقین دلا رہی تھی؟ اماں کا سپاٹ انداز بالی کا الزام...... انہوں نے تصدیق کی نہ تردید انہیں فوراً سونے کی تلقین کر کے وہ وہاں سے چلی گئی تھیں۔

اچھی آپا صوفیہ کی اکلوتی نند بہت تیز و طرار جھگڑالو عورت تھیں۔ ہمیشہ غرارہ سوٹ میں ملبوس رہتیں اور پان کھانا ان کا پسندیدہ مشغلہ۔ ہر وقت پان چبانے سے ان کے دانت زبان اور منہ بلکی سیاہی مائل سرخ ہوچکے تھے۔ سودہ دس سال کی تھی جب اس کا باپ عارف گردوں کے عارضے میں مبتلا ہوکر طویل علالت کے بعد اس دار فانی سے کوچ کرگیا تھا اس صدمے سے ابھی صوفیہ سنبھلی بھی نہ تھی کہ اچھی آپا نے اپنے مزاج کے رنگ دکھانے شروع کردیئے تھے۔ عارف تندرستی کے زمانے میں ایک اچھے و کامیاب کاروباری آدمی تھے دولت کی ان کو کمی نہ تھی صوفیہ نے عارف کے ساتھ ایک عرصہ بہت آسودہ و خوش حال گزرا تھا پھر ان کی بیماری ہر خوشی کو نگلتی چلی گئی تھی اور غیر محسوس طریقے سے اچھی آپا کے خاوند بنے میاں ہمدردی جتا کر ان کے کاروبار پر قابض ہوگئے تھے پھر عارف کی موت کے بعد ان کو کسی کا ڈر نہ رہا تھا وہ ہر شے اپنے نام کرچکے تھے۔

یہ سب اچھی آپا کی حریص و لالچ طبیعت کا ہی شاخسانہ تھا نہ ان کو بیوہ بھاوج پر ترس آیا نہ یتیم بھتیجی پر رحم۔ انہوں نے لڑ جھگڑ کر عدت کے دوران ہی ان کو گھر سے نکال دیا تھا۔ ادھر صوفیہ کے والدین پہلے ہی فوت ہوچکے تھے مگر دونوں بڑے بھائیوں نے ان ماں بیٹی کو دل سے اپنایا اور ان کو کسی ضرورت کا محتاج نہیں ہونے دیا تھا۔

اچھی آپا اور ان کے خاوند کو جلد ہی معلوم ہوگیا کہ عارف اپنی تمام دولت و جائیداد بیوی اور بیٹی کے نام کرکے گئے ہیں۔ چند سال بعد ہی وہ صوفیہ کے پاس روتے دھوتے آئے تھے اور اپنی غلطی کی معافی مانگ کر ان سے ملنا شروع کردیا تھا۔ یہ سب ایک سازش کے تحت تھا آج بھی وہ جاتے جاتے ایک شوشہ چھوڑ گئی تھیں جو صوفیہ کے علاوہ زمرد اور بنارسی بوا کو حیران کرگیا تھا۔

"عارف کی آخری خواہش یاد ہے نہ تمہیں صوفیہ؟"

"آخری خواہش...... وہ کون سی تھی آپا؟"

"ارے عجیب عورت ہو تم لو بھلا تم کو مرتے ہوئے شوہر کی بات ہی یاد نہیں ہے کیسا اندھیر ہے بھئی۔" وہ پان کی گلوری منہ میں رکھتی ہوئی اچنبھے سے بولیں۔

"اس وقت میری دنیا اجڑ رہی تھی مجھے ہوش کہاں تھا آپا۔" صوفیہ کی نگاہوں میں وہ منظر گھوم گیا تھا بستر مرگ پر پڑے مجازی خدا کی آنکھوں میں کیسی بے بسی و لاچاری تھی۔ ایک طرف موت کھڑی تھی دوسری اور محبوب بیوی اور سینے سے لپٹی روتی ہوئی جان سے پیاری بیٹی...... وہ لاڈلی بیٹی جس کی آنکھ میں کبھی آنسو بھی نہ آنے دیا تھا پھر ان کو وہ ہمیشہ کے لیے روتا چھوڑ گئے تھے۔

"خیر...... دنیا تو میری بھی اجڑی تھی میرا بھائی تھا وہ۔" وہ ان کی بات جھٹک کر جتاتے ہوئے لہجے میں گویا ہوئیں۔

"ہاں ٹھیک کہہ رہی ہو تم اچھی بیٹی...... مگر یہ تو بتاؤ عارف میاں کی وہ آخری خواہش کیا تھی بھلا؟ ایسا کیا کہہ دیا تھا؟" سدا کی بے صبری بنارسی بوا نے بے صبرے پن سے پوچھا۔

"ارے کیا بتاؤں بوا میرے بھائی کا دم نہیں نکل رہا تھا' اس کی جان اپنی اکلوتی بچی میں پھنسی ہوئی تھی اور جب میں نے کہا "عارف میرے بھائی' کیا کہنا چاہ رہے ہو جو دل میں ہے وہ اپنی بہن سے کہو میں مرتے دم تک تمہارے ساتھ ہوں۔"

"کس کے مرتے دم تک اپنے یا عارف میاں کے......؟" بوا کی زبان پھسلی تھی انہوں نے ابرو چڑھا کر ان کی طرف دیکھا معاذ مرد بیگم نے بوا کو چپ میں بھیج کر ان کو بات جاری رکھنے کا کہا۔

"تب عارف نے میرا ہاتھ تھام کر مجھ سے وعدہ لیا کہ میں سودہ کو اپنی بہو بناؤں گی اپنے پیارے میاں کی دلہن۔"

"یہ سراسر جھوٹ ہے عارف نے ایسا کوئی وعدہ نہیں کیا تھا۔" صوفیہ کمرے سے ہو کر سخت لہجے میں بولیں۔

"ابھی تو تم کہہ رہی تھیں ہوش نہیں تھا تمہیں اب کیسے ہوش آ گیا؟ میں جھوٹ کیوں بولوں گی' کان کھول کر سن لو کوئی آئی لگائی نہیں ہوں سگی سولا آنے پھوپی ہوں سودہ کی۔ تم روک نہیں سکتی ہو مجھے وہ میری بہو ہے۔" وہ حکمیہ لہجے میں کہہ کر چلی گئی تھیں۔

"میں اس منحوس عورت کا سایہ بھی اپنی بچی پر پڑنا گوارا نہیں کروں گی۔" زمرد نے ان کے سامنے ان کو بولنے نہیں دیا تھا۔

"صوفیہ ایسی باتیں مت کرو جو بعد میں پچھتاوا بن جائیں' ماں کی باتوں کا خراج بیٹیوں کو ادا کرتے دیکھا ہے میں نے۔"

"بھابی...... یہ جانتے ہوئے کہ عارف کے جانے کے صرف ایک ماہ بعد کس طرح بے عزت کر کے مجھے اور سودہ کو گھر سے نکالا تھا اس عورت نے ایک ماہ تک لوہے کے چنے چبوائے تھے اور......"

"سب یاد ہے صوفیہ' خوشی کے پل ذہن سے اوجھل ہو جایا کرتے ہیں مگر دکھ و جبر کی گھڑی کبھی بھولی نہیں جاتی۔ سودہ کے بہترین مستقبل کی دعائیں میں ہر روز کرتی ہوں مگر بیٹیوں کے نصیب کھول کر کون دیکھ سکتا ہے۔" وہ بے حد سنجیدہ تھیں۔

"ارے میری پیاری بھابی...... آپ کے لیے یہ نیا نہیں ہے ہر ایک کی آپ طرف داری کرتی ہیں' سب آپ کی نگاہوں میں نیک ہیں حالانکہ اچھی آپا اور عمرانہ بھابی کو دیکھ کر لگتا ہے......"

"بس بس چپ رہو پھر کوئی فضول بات ہی کرو گی۔" وہ مسکرائیں۔

❁......❁......❁

کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کسی سے ہم ایک بار ملتے ہیں اور بار بار ملنے کی خواہش پیدا ہونے لگتی ہے اور گرویدہ بنا دیتی ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کسی سے ایک بار مل کر بھی دل کہتا ہے اس سے دوبارہ نہ ملا جائے اور اس کے ساتھ ایسا ہی ہوا تھا۔ اس بددماغ و بدتمیز شخص سے اس نے پھر کبھی دوبارہ خواب میں بھی نہ ملنے کی خواہش کی تھی' یہ خواہش صرف خواہش ہی رہی تھی۔ نوفل احمد اس سے پہلے جامعہ میں موجود تھا اپنے اس (فساد کی جڑ) دوست سمیت اس فیکلٹی میں اسے دیکھ کر اس نے پوری طرح انجان بننے کی سعی کی تھی مگر اس کی آنکھوں میں ابھرنے والی درشتگی و ایک عجیب سا رنگ تھا یہ ظاہر کرتا ہوا کہ وہ اسے پہچان چکا ہے۔ کچھ ایسی ہی کیفیت اس کی بھی ہوئی تھی۔

"ارے کیا ہوا اشی...... تمہارے چہرے پر اتنے غصے کے تاثرات کیوں آ گئے اچانک سے ابھی تو تم بالکل فریش تھیں۔" عاکفہ سے دوستی اس کی کراچی آنے کے بعد ہوئی تھی وہ قریب ہی واقع بنگلے میں رہتی تھی۔ ان کے شفٹ ہونے پر وہ اپنی ممی کے ساتھ نہ صرف ملنے آئی تھیں بلکہ ان کے ڈنر کا اہتمام بھی انہوں نے کیا تھا عاکفہ کی طرح اس کی ممی بھی خاصی ملنسار خوش اخلاق خاتون تھیں اور بہت جلد وہ اور عاکفہ بہت گہری دوستی کے بندھن میں بندھ گئی تھیں۔ اس کے چہرے کے بدلتے تاثرات اس سے مخفی نہ رہ سکے تھے۔

"وہ سامنے کھڑے لنگور جیسے شخص کو دیکھ رہی ہو نا؟" اس نے خاصے فاصلے پر کھڑے ہوئے پینٹ شرٹ میں ملبوس شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"مائی گاڈ لنگور...... وہ تو بے حد ہینڈسم و ڈیشنگ ہے یار۔"

"مر جاؤ' جہاں کوئی اچھا چہرہ دیکھا فوراً رال ٹپکانے لگتی ہو۔" اس کے انداز میں پسندیدگی دیکھ کر وہ جل کر بولی۔

''اچھی چیزیں دیکھ کر دل خود بخود کھنچنے لگتا ہے۔''
''اچھی چیز......؟ جاؤ بات کرکے دیکھو اس سے پھر پتا چلے گا' دنیا میں اس سے زیادہ بدصورت اور کڑوا کوئی انسان نہیں۔''
''اوہ......لیکن تم نے اس سے کب بات کرلی؟''
''کیفے چلو پھر بتاتی ہوں۔'' وہ اس کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔

❀......❀......❀

''نوفل......نوفل......یہ وہ ہی لڑکی ہے جس نے کار سے ٹکر ماری تھی۔'' بابر نے درختوں کے نیچے کھڑی لڑکیوں میں سے ایک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ وہ لڑکی بلیک ریڈ کنٹراسٹ سوٹ میں ملبوس تھی۔
''وہ......وہی لڑکی ہے تو پھر کیا کروں میں؟'' وہ بے نیازی سے بولا۔
''یار......تم ابھی تک اس سے خفا ہو؟''
''مائی فٹ......میں کیوں اس سے خفا ہوں گا؟''
''تم اس کو پہچان کر بھی انجان بن رہے ہو حالانکہ اس نے جان بوجھ کر گاڑی نہیں ماری تھی' اس کے باوجود بھی تم نے اس کی خوب دل سے بے عزتی کی تھی۔''
''شٹ اپ......تم کس خوشی میں اس کی ہمدردی میں بے قرار ہو رہے ہو؟'' وہ اسے گھورتے ہوئے ناگوار لہجے سے گویا ہوا۔
''میں سوچ رہا ہوں جب ہم کو ایک ہی ڈیپارٹمنٹ میں پڑھنا ہے تو پھر جو کچھ ہوا اسے بھلا کر پُرسکون ماحول میں پڑھنا چاہیے۔''
''مجھے ایسی کسی چیز سے فرق نہیں پڑتا۔''
''پڑتا ہے' بہت فرق پڑتا ہے۔'' وہ کچھ توقف کے بعد خاموش ہوا پھر اس کی طرف دیکھ کر دھیرے سے بولا۔
''تم اگر میری ایک بات مانو تو معاملہ حل ہوسکتا ہے۔''
''وہ کیا......؟'' اس کے تیور بگڑنے لگے تھے۔
''تمہاری طرف سے......میں ان سے ایکسکیوز کرلیتا ہوں۔''
''کیوں......تمہیں ہوا کیا ہے' کیا تم پاگل ہوگئے ہو' کیوں اس لڑکی سے معافی مانگنے کے لیے مرے جارہے ہو؟'' وہ ہی ہوا تھا جس کا ڈر تھا وہ غصے سے سرخ ہوکر چیخا تھا۔
''کول ڈاؤن......کول ڈاؤن......'' وہ گھبرا کر اس کی طرف بڑھا۔ وہاں آتے جاتے اسٹوڈنٹس ان کی طرف متوجہ ہونے لگے تھے۔
''کیا کول ڈاؤن......؟ تمہیں معلوم ہے کتنی ہلکی بات کررہے ہو۔''
''معافی چاہتا ہو یار۔'' اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا کرے اس کی ناراضی اسے برداشت نہیں ہوتی تھی اور وہ جانتا تھا۔ نوفل بے وجہ ناراضی کا اظہار کرتا بھی نہیں ہے وہ محبت کرنے والا شخص تھا اور اس نے بلاوجہ امن کا داعی بننے کے چکر میں اپنے عزیز از جان دوست کو خفا کردیا تھا اب اس کو منانے تک چین بھی نہ آنا تھا۔

❀......❀......❀

اس رات کی تلخی کے بعد زید اور درشہوار صاحب کا سامنا کم کم ہی ہوا تھا مگر ان کے درمیان کوئی تلخ کلامی نہیں ہوئی تھی وہ

سلام کر کے گزر جاتا وہ بے آواز سلام کا جواب دیتے مگر اسی طرح بے نیازی کا مظاہرہ کیا کرتے تھے گویا اسے جواب دینا گوارا نہیں ہے۔ اس دن وہ خلاف توقع شام میں چلے آئے تھے سودہ جو بچوں کو ٹیوشن پڑھا رہی تھی۔ ان کو دیکھ کر خوشی سے نہال ہوگئی تھی۔

"ماموں جان! کتنا اچھا لگ رہا ہے آپ بہت ٹائم بعد شام میں آئے ہیں۔" اس کے انداز میں بچوں جیسی خوشی تھی۔

"اپنی بیٹی کے چہرے پر یہ خوشی ہی دیکھنے آیا ہوں۔"

"آپ اندر چلیں، میں آپ کے لیے چائے لے کر لاتی ہوں۔"

"نہیں نہیں...... ابھی آپ بچوں کو پڑھائیں، چھٹی کے بعد اطمینان سے چائے لائیے گا۔" وہ مسکراتے ہوئے کہہ کر چلے گئے تھے۔

بچوں کی چھٹی ہونے والی تھی، وہ جلدی جلدی ان کو ہوم ورک کروا رہی تھی اور ابھی فارغ ہی ہوئی تھی کہ بچوں کا ڈرائیور ان کو لینے آ گیا تھا۔ دو لڑکے دو لڑکیاں جن کی عمریں چار سے چھ سال کی تھیں وہ لان میں آ کر ان کے بیگ دے رہی تھی اس لمحے زید کی کار گیٹ سے داخل ہوئی تھی۔ ایک اس کی آمد بے موقع تھی پھر اس کے آنے کا ٹائم بھی نہ تھا مستزاد وہ بہت غور سے بچوں کو بیگ پشت پر پہناتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

سودہ کی سماعتوں میں دل کی صدائیں، تیز آواز میں گونج رہی تھیں۔ زید کار سے باہر نکلا اور سینے پر دونوں بازو باندھے خاموشی سے سودہ سے ہاتھ ملا کر جاتے ہوئے بچوں کو دیکھ رہا تھا۔ جو گیٹ سے باہر کھڑی کار کی سمت جا رہے تھے اور ڈرائیور اندر بیٹھا انتظار کر رہا تھا اور چند منٹ بعد بچے کار میں بیٹھ کر جا چکے تھے۔ ان کے جاتے ہی سودہ نے بھی وہاں سے جانے میں ہی عافیت سمجھی تھی کیونکہ زید نے کچھ کہا نہیں تھا اور نہ ہی وہاں سے گیا تھا اس کی خاموشی اس کا وہاں سے نہ جانا کسی خطرے کی گھنٹی تھی، کسی طوفان کی آمد کا پیش خیمہ تھا۔ اس نے ابھی ایک ہی قدم بڑھایا تھا جب وہ سامنے آ کر غرایا۔

"کون تھے یہ بچے اور یہاں کیا کر رہے تھے؟"

"وہ...... وہ بچے...... جی...... ٹیوشن لینے آئے تھے۔" اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا تھا۔

"کون دے رہا ہے ٹیوشن؟" وہ کچھ بول ہی نہ سکی۔ "میں تم سے پوچھ رہا ہوں، جواب دو......؟" سمجھ تو وہ گیا تھا کہ ٹیوشن کون دے رہا ہے مگر مجرم اپنے جرم کا خود اعتراف کرے مزہ اس میں تھا۔

"میں...... میں...... وہ......" وہ مارے خوف کے بے ربط ہوئی۔

"تم...... تم پڑھاؤ گی بچوں کو...... تم نے یہ جرأت کیسے کی؟" خاموشی بم کی طرح بلاسٹ ہوئی تھی۔

"یہ میرا گھر ہے...... تم نے ہمیں رسوا کرنے کی سعی بھی کس طرح کی؟" وہ غصے سے پاگل ہونے لگا تھا۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

محبت حرفِ آخر
نزہت جبین ضیاء

نظر کا چین دل کا سرور ہوتے ہیں
کچھ لوگ ایسے جہاں میں ضرور ہوتے ہیں
سدا چمکتا رہے ان کی عید کا تہوار
قریب رہ کے بھی ہم سے جو دور ہوتے ہیں

عیدالاضحیٰ کے آنے میں ایک دن ہی باقی تھا۔ اس حوالے سے ہونے والی تیاریوں اور مخصوص گہما گہمی میں مزید تیزی آ گئی تھی۔ باہر بے حد رونق تھی' سوسائٹی میں آنے والے جانور لگتا تھا کہ ایک دوسرے کی ٹکر پر لائے گئے ہوں ہر جانور پہلے والے سے موٹا' تازہ' چاق و چوبند اور خوب صورت نظر آ رہا تھا۔ بچوں کی ایکسائٹمنٹ بڑھتی جارہی تھی۔ اپنے اپنے جانوروں کو سجانے سنوارنے کے ساتھ ساتھ گھمانا ان کا شوق تھا جس کا وہ بھرپور فائدہ بھی اٹھارہے تھے۔ رونقیں' ہنگامے اپنے عروج پر تھے ہر کوئی مست' مگن اور اپنے اپنے طور پر اس کا فائدہ اٹھا رہا تھا اور انجوائے کر رہا تھا۔ عطرت پچھلے ایک گھنٹے سے بے چینی اور اضطرابی کیفیت سے دو چار ٹیرس پر ٹہل رہی تھی۔ اپنے اندر اٹھنے والی سرد جنگ کی زد میں تھیں۔ دل تھا کہ مثبت رائے دے رہا تھا جبکہ دماغ پر منفی اثرات نمایاں تھے دل اور دماغ کی اس جنگ میں وہ خود کو بے بس محسوس کر رہی تھی۔ ہاں اور ناں کے درمیان جیسے عالم برزخ تھیں۔ کسی پل سکون میسر نہ آ رہا تھا عجیب خلفشار کا شکار تھیں' سخت ذہنی دباؤ کا احساس ہو رہا تھا اور فیروزہ اماں اس کی اس

اضطرابی کیفیت سے لاعلم نہیں تھیں۔ مسلسل بے چینی اور لگاتار ٹہلنے سے وہ تھکنے لگی تھی۔ کوئی فیصلہ کرنے یا کسی نتیجے پر پہنچنے سے یکلخت قاصر تھی۔

"عطرت بی بی...... آپ پریشان لگ رہی ہیں...... طبیعت تو ٹھیک ہے ناں آپ کی...... چائے لے آؤں آپ کے لیے؟" فیروزہ کی آواز پر عطرت خیالات سے چونکی۔

"آں ہاں...... جی اماں ایک کپ گرم گرم چائے پلادیں۔" اپنی کنپٹیوں کو ہاتھ سے دباتے ہوئے کہا اور کرسی پر بیٹھ گئی۔

"عطرت بی بی...... کیوں اتنی محنت کرتی ہو؟ کیا ضرورت ہے خود کو اتنا تھکانے کی سب کے کام اٹھا کر لے آتی ہو اور اپنا سر کھپاتی رہتی ہو...... خود کو بیمار کرلیتی ہو اتنی محنت کرکر کے نہ نیند پوری ہوتی ہے نہ آرام کرپاتی ہو۔" فیروزہ نے محبت سے دیکھتے ہوئے ہمدردانہ لہجے میں کہا تو عطرت مسکرادی۔

"فیروزہ اماں ضرورت نہیں ہے مگر یہ میرے لیے ضروری ہے۔ کیا کروں گی فالتو رہ کر؟ آپ سے بھی کتنی باتیں کروں کون ہے جس کے ساتھ ٹائم گزاروں؟ زندگی کو گزارنے کے لیے خود کو مصروف رکھنا چاہتی ہوں اور ہے ہی کیا میری بے رونق پھیکی اور بے کیف زندگی میں سوائے میری مصروفیت کے؟" اس کا لہجہ بھیگنے لگا تھا بڑی بڑی آنکھوں میں بے تحاشا اداسی اتر آئی تھی۔ جاتے جاتے فیروزہ نے رک کر تاسف سے عطرت کی جانب دیکھا ان کے چہرے پر بھی اداسی چھا گئی تھی۔ عطرت نے لمبی سانس لے کر کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں۔

عطرت کھاتے پیتے گھرانے سے تعلق رکھتی تھی۔ والد کی معقول جاب تھی دو بڑے بھائیوں کی اکلوتی بہن تھی پڑھنے لکھنے میں ہمیشہ اول رہی اس لیے اب یونیورسٹی میں پڑھ رہی تھی اس کا رشتہ خالہ زاد عارش سے طے ہوچکا تھا۔ عارش اور عطرت ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے۔

عارش مالی لحاظ سے بالکل مستحکم نہ تھا والد کا انتقال ہو چکا تھا کم عمری سے ہی وہ جاب کرنے لگا تھا ساتھ ساتھ پڑھائی بھی جاری رکھی پھر دو چھوٹی بہنوں اور والدہ کی ذمے داری بھی اس کے کاندھوں پر تھی۔ وہ اپنے اور عطرت کے حالات سے بہ خوبی واقف تھا اس لیے چاہتے ہوئے بھی اس خواہش کو عملی جامہ پہنانے کے بارے میں نہیں سوچتا۔ احتشام صاحب اچھے آدمی تھے ان کی نظر میں اونچ نیچ یا امیری غریبی کوئی معنی نہ رکھتی تھی لہٰذا جب ان کے کانوں تک یہ بات پہنچی تو انہوں نے یہ کہہ کر رشتہ قبول کرلیا کہ عارش ایک قابل محنتی اور سمجھدار لڑکا ہے مجھے امید ہے کہ وہ زندگی میں کچھ نہ کچھ اچھا کرسکتا ہے۔ نیک شریف اور لڑکے کا خاندانی ہونا میری نظر میں اہم ہے ناکہ دولت مند ہونا آگے ہماری بچی کا نصیب اللہ پاک اس کے نصیب سے مزید کامیابی دے بس ہمارے بچے خوش رہیں ہمیں کیا چاہیے۔" عذرا بیگم کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو آگئے وہ بڑی بہن سے لپٹ گئیں۔

"آپا...... آپ لوگ عظیم ہیں احتشام بھائی آپ کا بہت شکریہ اللہ پاک نے آپ کو دولت کے ساتھ ساتھ اچھا دل بھی دیا ہے۔" عطیہ بیگم نے بہن کو گلے لگا کر رشتہ پکا کردیا۔

عطرت اور عارش بہت زیادہ خوش تھے۔ ان کو اندازہ نہیں تھا کہ اتنی جلدی اور آسانی سے وہ دونوں ایک دوسرے سے منسوب کردیئے جائیں گے۔ ان دنوں عطرت ایگزامز کی تیاری کررہی تھی۔ لاسٹ سمسٹر شروع ہونے والے تھے۔ وہ لان میں بیٹھی پڑھائی کررہی تھی کہ عارش چلا آیا۔

"ارے عارش تم......؟ کتنے دنوں بعد چکر لگایا۔" اس نے گلہ کیا۔

"ہاں یار...... ایک تو تم پڑھائی میں بزی ہو میں ڈسٹرب کرنا نہیں چاہتا اور سیکنڈ یہ کہ نئی جاب کے سلسلے میں مصروف رہا۔" عارش مسکراتے ہوئے کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"کیوں...... ایسی جاب ۔ تو تھی تمہاری نئی جاب کی ضرورت کیوں پیش آئی؟" کتاب بند کرکے ٹیبل پر رکھتے ہوئے عطرت نے حیران لہجے میں پوچھا۔

"ہاں...... جاب تو اچھی تھی مگر......؟" وہ ایک لمحے کے لیے رکا اور گہری نظریں عطرت پر ڈالیں۔

"مگر کیا؟" عطرت نے پوچھا۔

"میں دراصل امریکہ جانے کی کوشش کررہا ہوں' میرا ایک دوست ہے اس کے تھرو' اچھی اور معقول جاب مل رہی ہے۔"

"پاگل ہوگئے ہو کیا؟" عطرت بے ساختہ بولی۔ "نہیں یار عارش باہر جانے کا کیا شوق ہوگیا تم کو۔" اس بار سنبھل کر بولی۔

"بس ایک چکر لگاؤں گا ناں دو سال بعد۔" عارش کو اسی رد عمل کی توقع تھی وہ مسکرا کر بولا۔

"دو سال...... مطلب...... سات سو تیس دن...... اف نہیں عارش۔" وہ تڑپ کر بولی۔

"پلیز عطرت سمجھنے کی کوشش کرو' مجھے گھر بنانا ہے' فارینہ اور رباب کی شادی کرنی ہے' زندگی کو سہل بنانے کے لیے' زندگی کی اہم ضرورت پیسہ ہے ڈیئر' مجھے ابھی بہت سارے پیسوں کی ضرورت ہے' یہاں رہ کر میں ساری زندگی جتنا اکٹھا کرپاؤں گا وہ وہاں چند سالوں میں حاصل کرسکتا ہوں۔" عارش نے ملائمت سے کہا۔

"نہیں عارش...... مجھے کچھ نہیں چاہیے تمہارا گھر بہت اچھا لگتا ہے' میری کوئی ڈیمانڈ نہیں ہوگی' جیسا رکھو گے' میں ہر حال میں خوش رہوں گی اور پھر میرے خیال میں تمہارے حالات ایسے بھی نہیں کہ گزارا مشکل ہو۔ مجھے تمہارا ساتھ چاہیے عارش' تم دو دن نہیں آتے تو میں بے چین ہوجاتی ہوں' بھلا اتنے سارے دن' میں کیسے گزاروں گی؟ کیسے رہ پاؤں گی عارش ہزاروں میل کی دوری مجھ سے برداشت نہ ہوگی۔" عطرت کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کس طرح عارش کو روکے۔

"عطرت تم قابل فخر لڑکی ہو' میں لکی ہوں کہ مجھے تم جیسی لڑکی کا ساتھ نصیب ہوا ہے لیکن ڈیئرسٹ...... میرے اوپر دو بہنوں کی ذمہ داریاں بھی ہیں۔ امی ہیں' ابھی فارینہ اور رباب کی پڑھائی بھی نامکمل ہے' ان سب حالات کو دیکھتے ہوئے تمہیں میرا ساتھ دینا ہوگا۔ میری جان' تم یوں دل چھوٹا کرو گی تو میں کیسے رہ پاؤں گا۔ اگر تم میرے بنا نہیں رہ سکتی تو میں بھی تمہارے بنا نہیں رہ پاتا۔ آج کل کے حالات کو دیکھتے ہوئے پیسہ وقت کی اہم ضرورت ہے اور ہمیں ضرورت کے مطابق پیسہ تو ہر حال میں حاصل کرنا ہوگا۔ تم کو یا مجھ کو نہیں بلکہ ہم کو مل کر ایک خوب صورت گھر کے لیے سوچنا ہوگا۔" عارش نے آگے بڑھ کر عطرت کے نازک ہاتھ تھام کر محبت بھرے لہجے میں کہا۔

"عارش...... مجھے ڈر لگتا ہے۔" دل میں چھپا خوف اس کی خوب صورت آنکھوں میں اتر آیا تھا۔

"ڈر...... کیسا ڈر لگتا ہے تم کو؟"

"عارش...... عاقب بھائی اور ثاقب بھائی بھی امریکہ گئے تھے اور...... اور دیکھو تو ہمیں بھول ہی بیٹھے ہیں۔ پیسے بھیج دینا ہی رشتوں کو برقرار رکھنے کی علامت نہیں ہے میں نے امی کو عید بقر عید ہر تہوار پر چھپ چھپ کر روتے دیکھا ہے۔ کئی سالوں سے وہ واپس لوٹ کر نہیں آئے وہاں کی رنگینیاں' وہاں کے عیش وعشرت اور روشنیوں میں وہ اپنے سب رشتوں کو بھول چکے ہیں۔ انہیں یہ احساس بھی نہیں ہوتا کہ دور' بہت دور ایک ماں ایک بوڑھا باپ ان کی راہ دیکھ رہے ہیں' ایک لاڈلی بہن ان کی محبت بھری بانہوں کے لیے ترستی ہے۔ عارش...... کیا فائدہ ایسے پیسوں کا' جو رشتوں کو بھلا دے' جو محبتوں میں دراڑ ڈال دے' جو دلوں میں دکھ بھر دے' جو آنکھوں کو نم کردے' مجھے بھائیوں کی ضرورت ہے' لاکھوں کے چیکس کی ضرورت نہیں۔" آنسو پلکوں کی باڑ توڑ کر گالوں پر بہنے لگے۔ بھیگی بھیگی آنکھوں سے اس نے اپنے محبوب کو دیکھا۔

"ارے یار تم سے ایسے مت دیکھا کرو' ایک تو ویسے

ہی حسین چنچل جیسی آنکھیں اس پر بس [illegible] نمکین پانی‘
بندہ جوتوں سمیت ہی ڈبکیاں کھانے لگے۔“ عارش کی
شرارت پر وہ روتے روتے ہنس دی۔

روتی ہوئی آنکھیں اور وہ ہلکا سا تبسم
مرجائیں گے ایسے ہمیں دیکھا نہ کرو تم

کان کے پاس آ کر گنگنایا تو عطرت نے مکا دکھایا‘ عارش کھلکھلا کر ہنس دیا‘ عطرت پیار سے اسے دیکھنے لگی۔ اسے یہ معصوم سا لڑکا دل وجان سے عزیز تھا جو اتنی شدتوں سے اسے پیار کرتا تھا۔ اللہ پاک تمہیں اسی طرح ہنستا مسکراتا رکھے۔ عطرت نے دل سے دعا کی۔ پھر عارش دو سال کے لیے امریکہ چلا گیا۔ عطرت کو لگتا تھا اس کے ساتھ ساری کائنات اداس ہے‘ گھر کے اندر‘ گھر کے باہر یونیورسٹی‘ ہر جگہ اداسی کا ڈیرہ تھا کسی صورت چین نہیں آرہا تھا‘ عجیب سی بے چینی اور بے کلی روم روم میں بس گئی تھی۔ عارش نے پہنچتے ہی ویڈیو کال کی تھی‘ عارش کو دیکھ کر عطرت کو رونا آ گیا‘ دوسری جانب عارش بھی اداس ہوا مگر وہ مرد تھا خود پر قابو رکھنے کا ہنر جانتا تھا‘ اس کے آگے حالات‘ بہتر مستقبل تھا اور اسے برداشت کرنا تھا۔ احتشام صاحب اور عطیہ بیگم عطرت کی کیفیت سے واقف تھے۔ ہر ممکن اسے بہلاتے۔

وقت آہستہ آہستہ گزر رہا تھا‘ گزر تو خیر اپنے حساب سے رہا تھا مگر عطرت کو لگتا کہ عارش کے بنا وقت بہت دھیرے دھیرے گزر رہا ہے۔ عذرا بیگم‘ فارینہ اور رباب بھی عارش کی کمی شدت سے محسوس کرتیں تب ہی اکثر چلے آتے۔ فارینہ اور عطرت ہم عمر تھیں اس لیے آپس میں دوستی بھی تھی اسی عرصے میں فارینہ کا رشتہ طے ہوگیا۔ وقت کے ساتھ عطرت بھی نارمل ہوگئی تھی۔ پڑھائی کے ساتھ ساتھ گھر کے دیگر کاموں میں عطیہ بیگم کا ہاتھ بٹاتی حالانکہ فیروزہ اماں بھی تھیں مگر عطیہ بیگم اتنا پیسہ ہونے کے باوجود بھی گھر کے کام خود ہی کرتی تھیں فیروزہ لاوارث تھیں اور عرصے سے عطیہ بیگم کے ساتھ تھیں اور اب گھر کے فرد کی حیثیت اختیار کرچکی تھیں۔ عطرت سے بہت پیار کرتی تھیں اور عطرت بھی ان کی عادی ہوچکی تھی۔

اللہ اللہ کرکے دو سال کا عرصہ پورا ہوا اور عارش نے اپنے آنے کی اطلاع دی۔ عطرت کی خوشی دیدنی تھی۔ اس نے فوراً ہی کلینڈر دیکھا ابھی تو پورے اٹھائیس دن باقی تھے۔ ایک ایک دن ایک ایک صدی کی مانند لگتا تھا‘ عارش نے کہا تھا کہ جب میں آؤں تب پنک کلر کا ڈریس پہننا‘ پنک کلر میں تم بہت حسین لگتی ہو بالکل پریوں جیسی اور عطرت مسکرادی تھی۔ اس نے پنک کلر کے تین ڈریس لیے تھے۔ دو سال کے بعد وہ عارش سے ملنے والی تھی جب عارش سامنے آیا تو دل کی دھڑکنیں منتشر ہونے لگیں۔ اتنے سارے دنوں بعد وہ روبرو تھا۔ عطرت کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ عارش اسے دیکھتا رہ گیا‘ لائٹ پنک اور وائٹ کومبینیشن کے سوٹ میں وہ کتنی معصوم لگ رہی تھی۔

فارینہ کے سسرال والے شادی پر اصرار کررہے تھے حالانکہ احتشام صاحب کا خیال تھا کہ عطرت کی شادی کردیں‘ ان کی طبیعت خراب رہنے لگی تھی۔ مگر ابھی عارش دو دو شادیاں کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔

”احتشام بھائی آپ چاہیں تو ہم اس بار عارش اور عطرت کی شادی کرلیتے ہیں‘ فارینہ کی شادی آگے بڑھالیں گے۔“ عذرا بیگم نے کہا۔

”نہیں عذرا...... ایسی جلدی بھی نہیں ہے تمہارے بھائی نے ایک بات کی تھی‘ ویسے بھی بہتر یہی ہے کہ پہلے فارینہ کی شادی کردی جائے‘ بیٹیوں کی شادی میں دیر نہیں ہونی چاہیے‘ ہم تمہارے اپنے ہیں‘ تم اپنے دل پر کوئی بوجھ یا ٹینشن مت رکھو اور فارینہ کی شادی کی تیاریاں کرو۔“ بہن کو پریشان دیکھ کر عطیہ بیگم نے محبت بھرے لہجے میں تسلی دی۔

”شکریہ آپا...... آپ اور احتشام بھائی کا سہارا میرے لیے بہت بڑا انعام ہے آپ لوگوں نے ہمیشہ بڑے ہونے کا ثبوت پیش کیا ہے۔“ عذرا بیگم کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔

پھر خوب زور وشور سے فارینہ کی شادی کی تیاریاں

وقت کم اور مقابلہ سخت کے تحت ہونے لگیں۔ عطرت بھی مکمل طور پر شادی کی شاپنگ' تیاریوں اور خالہ اور رباب کا ہاتھ بٹانے میں مصروف ہوگئی۔ اس کا زیادہ تر وقت عذرا بیگم کے ہاں ہی گزرتا۔ فارینہ اور رباب کے ساتھ مل کر کپڑوں کی ڈیزائننگ سے لے کر اسٹیچنگ پر گرما گرم بحث بھی ہوتی اور وقت کی کمی کے باعث جھٹ پٹ عمل درآمد بھی ہوتا۔ عطرت نے اپنے لیے خاص طور پر ہر تقریب کے لیے خاص اہتمام کیا' بھاری سوٹس' میچنگ جیولری اور مناسب میک اپ میں وہ ہر تقریب میں غضب ڈھاتی رہی۔ ہر ایک کی نظروں کا مرکز بنی رہی۔ عارش ہر تقریب میں اسے دیکھ کر حیران رہ جاتا وہ پہلے سے زیادہ حسین نظر آتی۔ عارش کے شوخ و شریر جملوں کی زد میں رہتی اس کی جذبوں سے لبریز آنکھوں کے حصار میں رہتی' نہ جانے کیسے یہ خوشی کی گھڑیاں تمام ہوئیں' فارینہ رخصت ہوکر سسرال چلی گئی' شادی کے ہنگامے ختم ہوئے اور عارش کے جانے کے دن قریب آگئے۔ پتہ ہی نہیں چلا کہ دو ماہ کا عرصہ کیسے دو گھڑی بن کر اڑ گیا۔ وقت کی ڈور کیسے لمحوں میں ہاتھوں سے پھسلتی چلی گئی تھی۔ عارش کے واپس جانے سے ایک دن پہلے دونوں آمنے سامنے بیٹھے تھے۔

''عارش یار...... ہماری تو کھل کے ملاقات بھی نہ ہوسکی۔ شادی کے ہنگاموں اور تیاریوں میں ہم نے ایک دوسرے کو وقت بھی نہیں دیا۔ مجھے تو بہت سی باتیں کرنی تھیں تم سے۔'' عطرت کا لہجہ اداس تھا۔

''فکر کیوں کرتی ہو جاناں' اب کے آؤں گا تو کھل کر ملاقات کریں گے صرف تم اور میں' ایک ساتھ دن اور رات صرف اور صرف ہمارے ہوں گے۔'' جھک کر شریر لہجے میں بے باکی سے کہا تو عطرت بلش ہوگئی اور منہ بنا کر آنکھیں گھما کر اسے مصنوعی غصے سے دیکھا۔

''ہائے جگر...... '' عارش نے سینے پر ہاتھ مار کر ٹھنڈی سانس بھری۔

''اف عارش' کیا ہوگیا ہے تمہیں؟'' عطرت نے [illegible]

''سچی یار بہت کچھ ہوا ہے مجھے' تمہیں شادی کے فنکشنز میں بنا سنورا دیکھ کر بڑی مشکل سے اپنے دل ناداں کو سنبھالا ہے۔ کئی بار دل چاہا دو بول پڑھوا کر تمہیں لے جاؤں' کتنی بار دل مچلا کہ تمہارے نازک وجود کو اپنی بانہوں میں سمیٹ لوں' تمہارے سارے حقوق اپنے نام کروالوں' تمہارا چلنا' مسکرانا' ہنسنا' باتیں کرنا' ایک ایک منظر کو ایک ایک لمحے کو اپنے کیمرے میں قید کرلیا ہے میں نے۔ اپنے ساتھ لے کر جارہا ہوں کہ ہر وقت ہر لحہ تم کو اپنے ساتھ رکھنا چاہتا ہوں۔ میں اب کے آؤں گا تو بس دوسرے دن ہی تمہیں رخصت کروا کر لے جاؤں گا۔'' اپنے جذبات کی شدتوں کو کھل کر بیان کرتے ہوئے وہ عطرت کے دل میں اترتا جارہا تھا' وہ لفظوں کے حصار میں کھونے لگی تھی۔ مستقبل کے پلان بناتے ایک دوسرے میں گم نہ جانے کتنا وقت گزر چکا تھا۔ احساس تب ہوا جب عذرا بیگم کی کال آئی کہ عارش تمہارا دوست آیا ہے۔ تب عارش نے سر پر ہاتھ مارا۔

''اف یار مجھے تو یاد ہی نہیں رہا' آج میں نے فرینڈ کو ڈنر پر انوائٹ کیا تھا۔ سچ میں لڑکی تم جادوگرنی ہو' تمہارے سحر میں' میں سب کچھ بھول جاتا ہوں۔''

''اچھا تو مت رہو نہ جادوگرنی کے ساتھ' جب اتنے پریشان ہو تو۔'' عطرت نے منہ بنا کر کہا۔

''ارے جاناں! تمہارے سحر سے نکلوں تو مرنہ جاؤں' میرا جینا' میرا مرنا' انہی پلکوں کے تلے۔'' حسب عادت وہ گنگنایا اور ساتھ ہی شرارت سے عطرت کے بال بھی بگاڑ دیئے۔ عطرت مسکرادی۔

''جیو میری جان آئی لو یو۔'' عارش نے کہا۔

''آئی لو یو ٹو۔'' عطرت بھی زیر لب بولی۔ ''اس سے پہلے کہ خالہ پھر کال کر کے تمہاری کلاس لیں اب گھر جاؤ۔'' عطرت نے شرارت سے کہا۔

''ہاں یار جانا تو ہے پر دل نہیں کرتا...... او کے اللہ حافظ۔''

"اپنا بہت سارا خیال رکھنا عارش۔"

"او کے جاناں۔" عارش مسکراتے ہوئے باہر کی طرف چل دیا۔

"اللہ پاک میرے عارش کو سلامت رکھنا۔" عطرت کی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں۔

عارش واپس چلا گیا۔ ادھر عطرت کے ایگزامز اسٹارٹ ہوگئے۔ وہ پڑھائی میں مصروف ہوگئی۔ مگر عارش سے رابطوں میں کوئی کمی نہ آئی تھی۔ وہ خود ہی کہتا کہ تم پڑھائی پر دھیان دو۔ ایگزامز کے بعد ٹائم ہی ٹائم ہوگا۔ عطیہ بیگم نے عطرت کی شادی کی تیاریاں بھی شروع کردیں۔ ان کے خیال میں دو سال کا عرصہ تیاریوں کے حساب سے جھٹ پٹ گزر جانے والا تھا۔ فارینہ اپنے شوہر کے ساتھ دوسرے شہر میں رہتی تھی۔ رباب اور عذرا بیگم بھی عارش کی شادی کی تیاریوں میں لگ گئیں۔ ہر چیز عطرت کی پسند سے لی جارہی تھی گھر جیسی بات تھی۔ ادھر عارش نے بھی مزید کام اسٹارٹ کردیا تھا کہ جلد از جلد زیادہ پیسہ کما سکے۔ اس طرح رابطے میں بھی وقفہ ہونے لگا۔ عطرت نے گلہ کیا تو عارش نے پیار سے سمجھایا کہ میں ارجنٹ کام کے سلسلے میں کچھ مصروف ہوں' کچھ دنوں کی بات ہے پھر ٹائم ہی ٹائم ہوگا ڈیئر فکر مت کرو۔"

"عارش پلیز...... جو ہے جیسا ہے کافی ہے کیوں اس قدر محنت کررہے ہو۔ بس کرو نہیں چاہیے ہمیں کچھ بھی جو ہے بہت ہے ہمارے لیے۔" عطرت جھنجلائی۔

"بس تھوڑے دن کی بات ہے۔ عطرت اتنی دوری برداشت کررہی ہو تو تھوڑی سی اور سہی۔ میں نہیں چاہتا کہ ہمیں آگے کوئی پریشانی ہو۔"

ان دنوں عذرا بیگم اور رباب اسلام آباد گئی ہوئی تھیں فارینہ کے ہاں بیٹی ہوئی تھی۔ سب لوگ خوش تھے' عطرت نے اس موقع پر بھی عارش کو کال کی تھی مگر عارش کا سیل آف تھا۔ ایف بی' اسکائپ' آئی ایم او کہیں بھی وہ نظر نہیں آرہا تھا عطرت بہت پریشان تھی آخر ایسی کیا مصروفیت تھی رابطوں میں وقفہ طویل وقفہ...... اور اب بالکل ہی رابطہ نہ رہا تھا۔ عذرا بیگم اور رباب بھی اسلام آباد سے لوٹ آئے تھے۔

"خالہ عارش کا سیل بند کیوں جارہا ہے آپ سے بات ہوئی ہے اس کی؟" عطرت نے چھوٹتے ہی پوچھا۔

"ہاں بیٹی کافی دن پہلے ہوئی تھی بات اس نے کہا تھا بہت مصروف ہوں کام کا بہت بوجھ ہے۔ مجھ پر شاید آ بھی نہ سکوں۔"

"جی...... کیا مطلب؟" عطرت نے گھبرا کر سوال کیا تھا۔ "یعنی مزید سال دو سال......"

"ہاں بیٹی...... میری خود سمجھ میں نہیں آرہا نہ جانے کتنی محنت کررہا ہے میرا بچہ کمزور بھی ہوگیا ہے۔ میں نے کہا بھی کہ ضرورت نہیں ہے مگر اس نے میری بات ہی نہیں سنی۔"

"عذرا اس سے کہتی ناں کہ ایک چکر لگالے آخر کیا ضرورت ہے اتنی محنت کی' ہمارا سب کچھ بھی تو ہمارے بچوں کے لیے ہی ہے' میری بات تو ہوتی نہیں اس سے ورنہ میں خود سمجھا دیتا۔" احتشام صاحب جو اسی وقت کمرے میں آئے تھے عذرا کی بات سن کر درمیان میں بولے۔

"جی بھائی صاحب' آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں مگر وہ سب کچھ اپنے بل بوتے پر کرنا چاہتا ہے آپ تو جانتے ہیں ناں اس کی عادت۔" عذرا بیگم نے سر پر دوپٹہ لیتے ہوئے کہا۔

"ہاں یہ تو اس کی بہت اچھی عادت ہے۔ بہت خوددار اور محنتی بچہ ہے اور کچھ کرنے کی ہمت اور حوصلہ ہے اس میں یہی بات تو مجھے اس کی اچھی لگتی ہے۔" احتشام صاحب نے کہا۔

"ارے ہاں بھئی بہت۔ بہت مبارک ہو ماشاء اللہ سے تم نانی بن گئی ہو۔" عطیہ بیگم جو بازار سے ابھی لوٹی تھیں کمرے میں داخل ہوتے ہی بہن سے لگے لگ کر ہنستے ہوئے بولیں۔

"خیر مبارک آپا۔" عذرا بیگم نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ عذرا بیگم اور رباب کو عطیہ بیگم نے کھانے پر

روک لیا تھا۔

عطرت کی حالت عجیب سی ہو رہی تھی۔ عارش سے کوئی رابطہ نہ تھا۔ عطرت کا دل انجانے خوف سے دھڑکتا رہتا تھا جیسے کچھ ہونے والا ہے۔ ''کچھ غلط کوئی انہونی' کوئی حادثہ؟ اللہ پاک میرے عارش کو سلامت رکھنا۔'' دل جب حد سے زیادہ گھبراتا' پریشانیاں عروج پر ہوتیں خدشات' واہمے' تلوار کی طرح سر پر لٹکتے' شک کے ناگ پھن پھیلائے آس پاس پھنکارنے لگتے' آنکھیں خود بہ خود بہنے لگتیں اور اضطرابی کیفیت حد سے زیادہ بڑھنے لگتی' سوچ کے دروازے بند ہونے لگتے' دل لرزنے لگتا' تب وہ خدا کے حضور عارش کی سلامتی کی بھیک مانگنے لگتی۔ اس کی محبت اور زندگی کے لیے جھولی پھیلا پھیلا کر' آنسو بہا بہا کر دل کی گہرائیوں سے دعائیں مانگنے لگتی' گڑگڑاتی رہتی' اس کی دعائیں مستجاب ہوئیں' ساری دعاؤں کو قبولیت کا درجہ ملا۔ اللہ کی بارگاہ میں دعاؤں نے اپنا رستہ بنالیا۔

عارش سلامت' صحت مند تھا' کوئی بیماری' حادثہ یا تکلیف میں مبتلا بھی نہ تھا۔ اس کے دل سے نکلی ہر دعا سچی ثابت ہوئی مگر...... مگر...... حادثہ ہوا تو عطرت کے ساتھ تکلیف ہوئی تو عطرت کو' دکھ ملا تو عطرت کو' انہونی ہوئی تو عطرت کے ساتھ ہوئی۔ جب یہ اطلاع ملی کہ عارش نے وہاں شادی کرلی ہے۔

''یہ کیا کہہ رہی ہو تم عطیہ' دماغ ٹھیک ہے تمہارا' یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ اگر ایسا ہوا ہے تو میں...... میں اس کی ٹانگیں توڑ دوں گا' وہاں جاکر اس کی جان لے لوں گا...... کیا سوچ کر اس نے یہ ذلیل حرکت کی ہے؟'' احتشام غصے سے بل کھا رہے تھے شدت جذبات سے ان کا بی پی شوٹ کر گیا تھا' مٹھیاں بھینچے وہ غصے سے کانپ رہے تھے۔ الفاظ صحیح طور پر ادا کرنہیں پا رہے تھے۔

''ہائے اللہ عارش...... یہ کیا کردیا تم نے وہ وعدے قسمیں' پلان' ہماری چاہتیں' محبتیں' وہ سب کہاں چلے گئے؟ کیوں مجھے آس کے جھولے پر لٹکا کے رکھا تھا؟ کیوں میرے ساتھ وعدے کیے تھے؟ میں تو تمہاری زندگی تھی' تمہاری جان تھی نا پھر...... پھر یہ جدائی کیوں؟ آخر کیا کمی تھی مجھ میں؟ کیوں مجھے یوں بے وقعت کر ڈالا؟'' اس بار عارش نے کال ریسیو کی تو عطرت نے دل بھر کے سنا ڈالا۔

''عطرت' آئی ایم سوری...... میں تمہارا خطا کار ہوں' میں نے بے شک تمہارے ساتھ زیادتی کی ہے' میں معافی کے قابل نہیں ہوں' مگر عطرت' پلیز مجھے معاف کردینا اور یہ بات ہمیشہ یاد رکھنا میرے دل میں تم تھیں' تم ہو اور تم ہی رہو گی۔ میری مجبوری کو سمجھ لینا...... آئی لو یو فار ایور......''

''بس...... چپ کرو عارش...... اب یہ ڈرامے بازی بند کرو' کیا سمجھتے ہو تم؟ میں اتنی پاگل ہوں کہ تمہاری باتوں میں ایک بار پھر آجاؤں گی۔ میں نے نہ صرف تم کو اپنے دل سے نکال دیا ہے بلکہ نظروں سے بھی گرچکے ہو...... تمہارا مقام یا حیثیت میری نظر میں کوئی اہمیت نہیں رکھتی' نہ تمہاری ضرورت ہے اور نہ ہی تمہاری مجبوریوں کو سمجھنے کا وقت...... آج کے بعد تم میرے لیے مرچکے ہو۔'' عطرت کال بند کرکے پھوٹ پھوٹ کر رودی۔ سارا وجود غم و غصے سے لرز رہا تھا۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا اور لڑکھڑاتی ہوئی دیوار کا سہارا لینے آگے بڑھی کہ...... دوسرے لمحے ہوش و خرد سے بیگانہ ہوتی چلی گئی۔

ہوش آیا تو سب کچھ ختم ہوچکا تھا۔ احتشام صاحب نے عذرا بیگم سے سارے رشتے ختم کرلیے تھے' عطیہ بیگم عطرت کے پاس بیٹھی آنسو بہا رہی تھیں۔ ایک طرف بیٹی کو ملنے والا اتنا بڑا دکھ تھا کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ عطرت عارش سے کتنا پیار کرتی ہے تو دوسری طرف اپنی بہن سے رشتہ ٹوٹ جانے کا غم تھا۔ عارش جس کو عطیہ بیگم نے اپنے بیٹے کی طرح چاہا تھا' عاقب اور ثاقب کی بے اعتنائی اور دوری کی وجہ سے عارش بھی خالہ کا خیال رکھتا تھا اور عطیہ بیگم بھی اسے بہت پیار کرتی تھیں' یوں یک دم عارش کا اتنا بڑا اور غیر اخلاقی قدم اٹھانا عطیہ بیگم کے لیے بھی شدید دکھ اور حیرت کا باعث تھا' وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھیں کہ عارش

ایسا بھی کرسکتا ہے۔ دوسری جانب احتشام صاحب جو پہلے ہی عارش کے اس اقدام کی وجہ سے غصے میں آپے سے باہر تھے اوپر سے عطرت کا بے ہوش ہوجانا ان کے لیے پریشانی کا باعث تھا۔ وہ عارش کو لے کر بے حد غصے میں تھے۔ عطرت نے آہستگی سے آنکھیں کھولیں آنکھ کھلتے ہی سب کچھ دماغ میں آ گیا عطیہ بیگم پر نظر پڑی تو ان کے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ ایک وقت میں ہی وہ دل کا سارا بوجھ سارا دکھ اندر اٹھنے والے طوفان کو آنکھوں کے ذریعے بہا دینا چاہتی تھی۔

”بیٹی...... بیٹی...... عطرت مجھے معاف کردو مجھے اندازہ نہیں تھا کہ میری بہن کی اولاد ہوکر بھی وہ ہمیں یوں رسوا کردے گا۔“

”مما پلیز...... ایسا تو نہ کہیں۔“ عطیہ بیگم کی حالت دیکھ کر عطرت تڑپ گئی۔ تب اسے احساس ہوا کہ اسے خود پر کنٹرول کرنا ہوگا ورنہ مما اور پاپا مزید پریشان ہوں گے فیروزہ بھی اس صورت حال سے بہت دکھی ہورہی تھیں۔

”میں...... اس بے غیرت انسان کو چھوڑوں گا نہیں کیا سمجھ کر اس نے یہ حرکت کی ہے کمبخت لڑکا ہم شریف لوگ ہیں رشتوں کو نبھانا جانتے ہیں اور اس نے...... اس دو کوڑی کے لڑکے نے ہمیں بے عزت کردیا...... میں بخیے ادھیڑ کر رکھ دوں گا اس کو اس کے گھر میں جا کر ماروں گا سمجھ کیا رکھا ہے اس نے ہمیں؟ وہاں کی رنگینیوں اور بے غیرتی میں گم ہوکر ہماری غیرت کو للکارا ہے اس نے۔“ احتشام صاحب کا بس چلتا تو عارش کو گولی مار دیتے۔ خود پر قابو پاکر ہمت بحال کرکے وہ احتشام کے پاس جا کھڑی ہوئی۔

”پاپا پلیز...... اتنا غصہ تو مت کریں خدانخواستہ آپ کا بی پی زیادہ شوٹ کرگیا تو......؟ جو ہوگیا سو ہوگیا دکھ مجھے بھی ہوا ہے پاپا مگر میں نے سوچا یقیناً اس میں بھی ہماری بہتری ہوگی اگر شادی کے بعد وہ ایسا کرتا تو......“ وہ ان کے سینے سے لگ گئی۔ ”اور پاپا...... رشتے تو آسمانوں پر بنتے ہیں لوگ تو وسیلہ بنتے ہیں...... اور مجھے اپنے رب پر کامل بھروسہ ہے یقین ہے کہ اس نے کہیں نہ کہیں ہماری بھلائی رکھی ہے شاید وہ شخص ہی ہمارے قابل نہ تھا۔ اللہ پاک نے ہمارے لیے یہ راستہ بند کردیا ہے تو کیا ہوا وہی ہمارے لیے بہتر بھی کرے گا اس نے ہمارے لیے اس سے بہتر سوچ رکھا ہوگا میں اپنے رب سے مایوس نہیں ہوں پاپا...... میں نے عارش پر لعنت بھیج دی ہے آپ بھی بھیج دیں۔ مما کو دیکھیں وہ بھی کتنی پریشان ہوگئی ہیں۔ پاپا آپ پر اور مما پر ایسے ہزاروں عارش قربان کرتی ہوں مجھے صرف آپ دونوں کی صحت آپ دونوں کا سایہ چاہیے۔“ وہ رو دی۔ ”مجھے آپ لوگوں کے کاندھے کی ضرورت ہے آپ کی شفقت کی ضرورت ہے پاپا مما کی نرم گود کی ضرورت ہے اور مجھے کچھ نہیں چاہیے اس لیے آج کے بعد عارش نام کا اس گھر میں کوئی ذکر ہوگا نہ کوئی بات ہوگی۔ ایک برا خواب سمجھ کر بھلا دیں گے پاپا۔“ ضبط ہمت اور حوصلے کی تمام حدوں کو پار کرتے ہوئے احتشام صاحب نے بیٹی کو حوصلہ دیا تھا وہ جس کرب اور اذیت کا شکار تھی وہ خود ہی جانتی تھی دل میں اٹھتے ہوئے طوفانی جذبوں کو دکھ کے گہرے سمندروں کو پار کرتے ہوئے آنکھوں میں آنسوؤں کی جھیل کو اب چھپا کر بظاہر مسکراتے ہوئے کتنے کرب اور اذیت سے گزرنا پڑتا ہے اس کا اندازہ صرف وہی کرسکتا ہے جو ان حالات کا شکار ہو۔ احتشام صاحب نے غور سے عطرت کی جانب دیکھا وہ معصوم و نازک سی نازوں سے پلی لڑکی کتنے حوصلے سے ان کے سامنے کھڑی تھی۔ انہوں نے آگے بڑھ کر عطرت کو بانہوں میں بھرلیا۔ ان کے چہرے پر حزن و ملال نمایاں تھا عطیہ بیگم اور فیروزہ نم آنکھوں سے عطرت کو دیکھنے لگیں۔

عطرت نے جیسا خود کو ظاہر کیا تھا اسے ویسا ہی بن کر دکھانا تھا۔ دن گزرنے لگے۔ اس عرصے میں عطرت نے ماسٹرز کرلیا۔ اسے کبھی کبھی شدتوں سے عارش یاد آتا عذرا بیگم اور رباب بھی یہاں سے نئے گھر میں شفٹ ہوگئی تھیں۔ کوئی رابطہ تھا نہ کوئی خیر خبر۔ شادی کے حوالے سے

عطرت نے فی الحال خاموشی اختیار کرلی تھی۔ اس کے دل ودماغ میں صرف اور صرف عارش تھا اس کی زندگی میں آنے والا پہلا مرد جس کو دل کی تمام تر شدتوں سے چاہا تھا۔ جس کا ساتھ پانے کی تمنا کی تھی۔

یہ رشتہ یہ تعلق کوئی سال دو سال کا نہیں بلکہ سال ہا سال کا تھا۔ بچپن سے لے کر جوان ہونے اور رشتہ طے ہونے تک ہمیشہ ایک ساتھ رہنے والے تھے۔ چھوٹی چھوٹی خوشیوں کو چھوٹے چھوٹے دکھ تکلیف کو ایک دوسرے سے بانٹنے والے تھے۔ اتنے گہرے اور دلوں کے اٹوٹ رشتوں کو بھول جانا‘ آسان بات تو نہ تھی۔ وہ لاکھ خود پر جبر کرتی‘ اپنے آپ کو مصروف رکھتی‘ ہنستی کھلکھلاتی‘ چہرے پر ہنسی سجا کر رکھتی مگر دل کی حالت تو وہی تھی بے چینی‘ بے کلی اور کچھ کھو جانے کا احساس نے اندر سے توڑ کر رکھ دیا تھا۔ فیروزہ اور عطیہ بیگم ہر طرح سے خیال رکھتیں۔

موسم کی تبدیلیاں بھی اسے پریشان کردیتیں‘ سردیاں آتیں تب عارش کے ساتھ مل کر گرم گرم کافی پینا یاد آجاتا‘ گرمیوں میں لڑ لڑ کر آئس کریم کھانا یاد آجاتا‘ عید آتی تو چاند رات کی تیاریاں اسے بے چین کردیتیں‘ بقر عید آتی تب اسے یاد آتا کہ عارش پاپا کے ساتھ جا کر جانور لاتا تب وہ ٹیرس سے اپنے جانور کو دیکھتی اور عارش نیچے سے اشارے سے پوچھتا کیسا ہے اور وہ ہاتھ کے اشارے سے بتاتی‘ سب کچھ ایک خواب بن کر رہ گیا تھا۔ ادھورا اور ایسا خواب جس کی تعبیر ناممکن تھی۔

کبھی جو لوٹنا چاہو تو لوٹ آنا تم
دل بیتاب میں میرے محبت اب بھی باقی ہے
تمہیں دیکھ کر پیڑوں کے پیچھے میرا چھپ جانا
میرے اندر وہ تھوڑی سی شرارت اب بھی باقی ہے
میرے ہاتھوں کو تم نے تو فقط اک بار تھاما تھا
میری نازک ہتھیلی میں حرارت اب بھی باقی ہے
ہمیں تم سے گلہ ہے نہ شکوہ ہے زمانے سے
مگر اپنے نصیبوں سے شکایت اب بھی باقی ہے
غریب شہر ہوں پر ہاتھ پھیلانا نہیں آتا
کہ اس دیدہ ودل میں سخاوت اب بھی باقی ہے
کبھی بھی برف سے جذبے میرے اندر نہیں اترے
تمہارے پیار کی دھیمی تمازت اب بھی باقی ہے
تمہارے جرم ثابت ہیں سزا ہم دے نہیں سکتے
تمہارے واسطے دل کی وکالت اب بھی باقی ہے
میرے دیدہ تر کے دریچے اب بھی روشن ہیں
تمہارے یاد کی ایک جھلملاہٹ اب بھی باقی ہے
(نزہت جبین ضیاء)

عطرت نے لیکچرار شپ کے لیے اپلائی کردیا اور بہت جلد اسے جاب مل گئی۔ یوں یادوں سے چھٹکارا بھی مل گیا تھا اور اس کی منجمد زندگی میں تھوڑی سی ہلچل بھی آگئی تھی۔ خود کو مصروف رکھنے کے لیے اس سے بہتر بات کیا تھی کہ وہ کالج سے آ کر بھی تھوڑا بہت آرام کرکے اگلے دن کی لیکچر کی تیاری میں لگ جاتی ساتھ ساتھ ساتھی لیکچرز کے بھی چھوٹے موٹے کام کرتی رہتی اس طرح کسی حد تک وہ مطمئن ہوگئی تھی۔

ان ہی دنوں احتشام صاحب ریٹائر ہوگئے۔ اب انہوں نے عطیہ بیگم سے کہا کہ عطرت کو بولیں کہ اب وہ شادی کے لیے حامی بھرلے تاکہ ہم لوگوں کو بھی اس کی طرف سے سکون مل جائے اور پھر حج پر جانے کا بھی ارادہ تھا۔ فیروزہ بیگم نے کہا۔

”اچھی بات ہے لیکن بہتر ہے کہ آپ لوگ پہلے حج کر کے آجائیں پھر عطرت بی بی کی شادی کردیں اللہ کے دربار میں جا کر بی بی کی خوشیوں اور اچھی زندگی کے لیے دعا مانگیں تاکہ بہتری ہو۔“ عطیہ بیگم کو فیروزہ کا یہ مشورہ پسند آیا اور احتشام صاحب اور عطیہ بیگم نے حج کے لیے کوششیں شروع کردیں۔ فیروزہ اور عطرت کو اللہ کے حوالے کر کے وہ دونوں اس مقدس فریضے کے لیے روانہ ہوگئے ایک پرانے چوکیدار بابا تھے جو گھر کے فرد جیسے تھے پھر کچھ دنوں کی بات تھی عطرت گو کہ بہت خوش تھی کہتے ہیں حج اور عمرے جیسی سعادت حاصل کرنا انسان کے بس

ماہنامہ داستانِ دل ساہیوال

ادب کی دنیا میں ایک نیا نام

نئے لکھنے والوں کے لئے ایک بہترین پلیٹ فارم

اگر آپ لکھاری ہیں اور تحریر کسی مستند ادارے میں بھیجنا چاہتے ہیں تو ابھی داستانِ دل کو بھیجیں۔ آپ کی تحریر قریب کے شمارے میں پبلش کی جائے گی۔ آپ اپنے افسانے، ناولٹ، ناولز، کہانیاں، جگ بیتیاں، آپ بیتیاں، غزلیں یا پھر نظمیں ہمیں ای میل کے ذریعے، ڈاک کے ذریعے یہاں تک کہ وٹس ایپ کے ذریعے بھی بھیج سکتے ہیں۔ بس آپ کی تحریر اردو میں لکھی ہونی چاہیئے۔ اگر آپ نئے لکھاری ہیں تو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، آپ اپنی تحریر ہمیں بھیجیں ہم اس کو صحیح کر کے اپنے شمارے کا حصہ بنائیں گے۔ اگر آپ لکھنا نہیں جانتے تب بھی آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں آپ ہمیں کوئی بھی اچھی سی غزل یا اقوال زریں انتخاب کے لئے بھیج سکتے ہیں۔ وہ بھی داستانِ دل کا حصہ بنے گا۔ اس کے علاوہ آپ اپنی تحریر موبائل پر بھی میسج کر سکتے ہیں بس اردو میں تحریر ہو۔

ہمارے داستانِ دل کے سلسلے کچھ اس طرح سے ہیں

محبت نامے، ملک کی ممتاز شخصیات کا انٹرویو، افسانے ناولز، ناولٹ، غزلیں، نظمیں، حمد، نعت اور انتخاب

اس کے علاوہ آپ کی ہر تحریر کو ہمارے شمارے میں خاص جگہ دی جائے گی۔ آپ ہمارے سارے شمارے پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر پڑھ سکتے ہیں اور پڑھ کر اپنی رائے دے سکتے ہیں

ہمارا ایڈریس ہے۔

ندیم عباس ڈھکو چک نمبر 5-L/79 ڈاکخانہ 5.L/78 تحصیل و ضلع ساہیوال

وٹس ایپ نمبر: 03225494228

ای میل ایڈریس ہے abbasnadeem283@gmail.com

کی بات نہیں یہ تو اس کے در سے بلاوا آنے کی بات ہے اسباب اللہ پاک خود ہی بنا دیتا ہے۔ ایسی سعادت حاصل کرنا ہر مسلمان کی دلی خواہش ہے۔ بہت خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہیں اللہ پاک اپنے گھر کا دیدار نصیب کردے جہاں وہ نمازیں ادا کرسکے روضہ رسول پاک ﷺ پر حاضری دے سکے لیکن نہ جانے کیوں اس وقت بھی کیسی بیقراری تھی جو اس کے اندر اتر آئی تھی پاپا اور مما سے مل کر وہ رو دی تھی۔ اس کا دل بھر آیا تھا لگتا تھا جیسے دونوں دور...... بہت دور جا رہے ہوں دل کر رہا تھا جی بھر کر دیکھ لے...... گلے سے لگ کر ڈھیر سارے آنسو بہا ڈالے۔ دونوں کے جانے کے بعد وہ بے حد مضمحل تھی۔ دل بار بار بھر آرہا تھا تب فیروزہ بیگم نے اسے گلے سے لگالیا۔

"بیٹی...... یوں اداس نہیں ہوتے تمہیں تو خوش ہونا چاہیے کہ اللہ پاک نے تمہارے والدین کو اس قابل سمجھا کہ یہ سعادت نصیب ہورہی ہے اور پھر چند دن کی تو بات ہے دعا کرو اللہ پاک ان لوگوں کی عبادت قبول فرمائے

آمین۔" وہ زیر لب بڑبڑائی۔ الحمدللہ حج کے سارے ارکان مکمل ہوگئے تھے وہ لوگ عطرت سے رابطے میں بھی تھے اور پھر تمام ارکان مکمل کرکے وہ لوگ اپنے ہوٹل واپس جانے کے لئے جیسے ہی گاڑی میں بیٹھے گاڑی ہولناک حادثے کا شکار ہوگئی۔ کچھ مسافر جاں بحق اور بہت سے زخمی ہوگئے۔ جاں بحق ہونے والوں میں احتشام صاحب اور عطیہ بیگم دونوں شامل تھے۔ جب یہ خبر عطرت تک پہنچی تو عطرت اپنے ہوش وحواس کھونے لگی یہ روح فرساں خبر اس کے لیے کسی قیامت سے کم نہ تھی کہ ایک ساتھ ماں اور باپ دونوں ہی اسے چھوڑ گئے تھے۔ اس کی چیخیں ناقابل برداشت تھیں۔ اس کی سمجھ سے باہر تھا کہ یہ سب کیسے ہوگیا؟ پندرہ بیس منٹ پہلے تو مما اور پاپا نے اس سے بات کی تھی واپس آنے کی اطلاع اور وقت بتایا تھا اور پھر یہ...... یہ سب کچھ ہوگیا ذہن کے کسی گوشے میں نہ تھا کہ ہنستے مسکراتے اور اپنے پیروں پر چل کر جانے والے ماں باپ ہمیشہ کے لیے وہیں کے ہوکر رہ گئے تھے اس پاک زمین اور فضاؤں کے ہوکر ہمیشہ کے لیے وہیں کی مٹی اوڑھ کر سوگئے تھے۔ اس کی چیخیں آہیں سسکیاں کچھ بھی تو مما پاپا کو واپس نہ لاسکا۔ اپنی نازوں پلی بیٹی کو جس کی آنکھ میں ایک آنسو دیکھ کر تڑپ جانے والے ماں باپ اس کی دل دہلا دینے والی چیخیں سننے سے بھی قاصر تھے۔ عطرت تیورا کر فیروزہ کے بازوؤں میں گر پڑی تھی۔

......☆☆☆......

گھر کے ایک ایک کونے سے پاپا اور مما کی یاد آتی تھی وہ ایک ایک چیز دیکھ کر سسکتی رہتی انتقال کی خبر سن کر عاقب اور ثاقب بھی کچھ دنوں کے لیے پاکستان آئے تھے وہ بھی اپنی اپنی بیویوں کے بغیر بھائیوں سے مل کر عطرت کے خون نے وہ جوش نہ مارا جو کہ مارنا چاہیے تھا رشتوں میں وہ پائیداری باقی ہی کب تھی۔ دونوں نے اسے سینے سے لگالیا تھا روئے بھی تھے اس کے لیے پریشانی کا اظہار بھی کیا۔ لیکن یہ نہیں کہا کہ تم بھی ہمارے ساتھ چلو یہاں کیسے رہوگی اکیلی۔

"فیروزہ بوا آپ ہیں تو ہمیں بہت تسلی ہے مگر یوں اتنے بڑے گھر میں عطرت کا تنہا رہنا مناسب نہیں ہم لوگوں کے پاس اتنا وقت نہیں ہے ورنہ ہم خود اپنے ہاتھوں سے اپنی بہن کی شادی کرکے جاتے مگر آپ کو ذمے داری دے کر جا رہے ہیں کہ اس کے لیے کوئی اچھا سا لڑکا دیکھ کر ہمیں بتائیں اور جتنی بھی جلد ہوسکے اس کی شادی کردیں ہوسکا تو ہم بھی آنے کی پوری کوشش کریں گے۔" بس جاتے جاتے چند الفاظ اخلاقاً ادا کرکے گویا سگے بڑے بھائیوں نے اپنے خونی رشتے کا حق ادا کردیا تھا۔ عطرت نے تلخی سے انہیں دیکھا۔

"آپ لوگ فکر نہ کریں میں بالکل ٹھیک ہوں اور مجھے زندگی گزارنی آتی ہے آپ لوگ اپنی اپنی زندگیوں میں خوش رہیں۔ میں جیسی ہوں ٹھیک ہوں ہاں اگر آپ لوگ پاپا کے اس گھر اور پراپرٹی کے لیے زیادہ فکر مند ہیں تو شوق سے یہ نیک کام کرتے جائیں۔" زہر خند لہجے میں کہا تو عاقب اور ثاقب چونکے انہیں قطعی امید نہیں تھی کہ عطرت

ایسی بات بھی کر سکتی ہے۔

"ارے نہیں عطرت ایسی بات نہیں ہے بیٹا' ہمارے پاس سب کچھ ہے ہمیں اس کی ضرورت نہیں' باقی جو ملنا ہے وہ تو ملے گا یہ گھر تمہارا ہی رہے گا چاہے تمہاری شادی ہو یا نہ ہو۔" ثاقب نے قدرے سنبھل کر وضاحت دی ساتھ ہی مطلب کی بات کہہ دی۔

"ہنہ......" عطرت کے لبوں پر طنزیہ مسکراہٹ پھیل گئی۔ دونوں بھائی واپس چلے گئے اور عطرت ایک بار پھر تنہائیوں اور یادوں کے عذاب میں جلنے کے لیے رہ گئی۔ ایسے وقت میں اس کی کولیگ لیکچرار نے اس کا بہت ساتھ دیا۔ تقریباً روزانہ ہی کوئی نہ کوئی آ جاتیں۔ لیلیٰ' فاکہہ' نور اور قیفہ۔ ان چاروں نے بہت مورل سپورٹ دی' کچھ دن گزرے اور زندگی آہستہ آہستہ پھر سے اپنی ڈگر پر آنے لگی۔ فیروزہ نے ایک دو بار عطرت کو شادی کے لیے کہا مگر عطرت نے سختی سے منع کر دیا کہ مما پاپا کی خواہش پر میں نے حامی بھری تھی ورنہ میرا دل تو نہیں مان رہا۔ اب وہ لوگ نہیں ہیں تو کون ہوگا جو میری خوشیوں کو سلیبریٹ کرے گا۔

طویل عرصہ گزر گیا۔ عطرت بھی مصروف عمل ہو گئی۔ اپنی زندگی سے کسی حد تک مطمئن رہتی اسے یوں مصروف رہنا' دوسروں کے کام کرنا اچھا لگنے لگا تھا۔ کالج میں اس کے کولیگ نجم صاحب کے چھوٹے بھائی کی شادی تھی۔ نجم احمد بہت اچھے پُر خلوص اور محبت کرنے والے انسان تھے وہ عطرت کی زندگی کے نشیب و فراز سے واقف تھے وہ عطرت کو چھوٹی بہن سمجھتے تھے اور عطرت بھی ان کی بہت عزت کرتی تھی۔ ہر بات ان سے شیئر کرتی' حتیٰ کہ ان کے گھر بھی جاتی مسز نجم بھی بہت اچھی خاتون تھیں ہمدرد اور پُر خلوص وہ بھی عطرت کو بہن کی طرح سمجھتی تھیں اس لیے نجم احمد نے خاص طور پر عطرت کو سارے فنکشنز میں انوائٹ کیا تھا۔ فیروزہ بھی خوش تھیں کہ چلو عطرت بھی اس طرح سے تھوڑی سی فریش ہو جائے گی۔ انہوں نے خود عطرت کی الماری چیک کی اور کپڑے ڈیسائڈ کیے اور عطرت مسکراتی رہی۔

"فیروزہ اماں...... میں اب کوئی لڑکی نہیں ہوں جو ایسے شارپ کلر پہنوں۔" عطیہ بیگم کی بہت خوب صورت سفید پرل کے کام والی مرجنڈا کلر کی ساڑی جو فیروزہ بیگم نے شادی میں پہننے کے لیے سلیکٹ کی تو عطرت نے ہنس کر کہا۔

"ہش چپ کرو لڑکی نہیں مطلب ابھی تمہاری عمر کی لڑکیوں کی شادیاں بھی نہیں ہوئیں بیٹا' ایسی باتیں تو نہ کرو۔" فیروزہ نے گھر کا۔

"اماں پتہ ہے آپ کو...... پاپا اور مما کے انتقال کو آٹھ سال ہو گئے ہیں۔" اس کا لہجہ غمگین ہوا۔ "وقت بہت آگے آ گیا ہے فیروزہ اماں' دنیا پتہ نہیں کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔"

"ہاں ہاں پہنچ گئی دنیا ساتویں آسمان پر...... ہمیں کیا؟ بس ہماری بیٹا ایسی باتیں نہ کرے' ہمیں تو یہ برا لگتا ہے ہمارے لیے تم آج بھی وہی عطرت ہو۔ معصوم' چھوٹی سی اور نازک سی گڑیا' جب ہم آئے تھے تم تین سال کی تھیں' گلابی فراک' دو پونیاں' خوب صورت پری جیسی عطرت ہمارے لیے تو ویسی ہی رہو گی۔" فیروزہ کی آنکھوں میں عطرت کے لیے بے تحاشہ محبت تھی۔

"اچھا جی چلیں ٹھیک ہے اماں جیسے آپ کہو ویسے ہی کروں گی۔" عطرت نے آگے بڑھ کر فیروزہ کا ہاتھ تھام کر نم آنکھوں سے انہیں دیکھا تو فیروزہ نے بڑھ کر اسے سینے سے لگا لیا۔

"اچھا اماں میں کل کالج سے مارکیٹ جاؤں گی سوچ رہی ہوں کہ صائم کی دلہن کو دینے کے لیے گولڈ کی کوئی چیز لے لوں ٹھیک ہے ناں؟" کچھ دیر بعد عطرت نے فیروزہ سے کہا۔

"ہاں بالکل وہ بھی تمہارا بہت خیال رکھتے ہیں۔ بہت اچھے ہیں سارے لوگ ہی۔"

"جی اماں' اپنے اور خونی رشتوں سے اچھے تو یہ منہ بولے رشتے ہیں جو اگر رشتہ بنالیں تو اس کا بھرم رکھنا

جانتے ہیں۔" عطرت کا لہجہ تلخ ہوگیا اسے اپنے بھائی یاد آئے تھے جنھوں نے پلٹ کر کبھی اس کی خبر نہیں لی تھی۔

"واقعی اصل رشتہ وہ نہیں ہوتا جو خون کا ہو بلکہ اصل رشتہ وہی ہوتا ہے جو دل سے بنایا جائے۔ وہی رشتے زیادہ پائیدار ہوتے ہیں جن کی بنیاد خلوص‘ محبت‘ سچائی اور نیک نیتی پر رکھی جائے۔" فیروزہ اماں کی بات پر عطرت نے اثبات میں سر ہلایا۔

واقعی نجم احمد‘ نائلہ بھابی‘ لیلیٰ‘ فاکیہ‘ نور یہ تو خون کے رشتے نہ تھے ان سے تو دوستی اور خلوص کا رشتہ تھا مگر وہ سب ثاقب بھائی اور عاقب بھائی سے زیادہ خیال رکھنے والے اور محبت کرنے والے تھے۔ قدم قدم پر اپنائیت کا احساس دلانے والے تھے۔

......☆☆☆......

اگلے دن چھٹی کے بعد عطرت اپنی گاڑی لے کر شاپنگ سینٹر آگئی‘ پہلے نجم احمد کے لیے سوٹ کا کپڑا ان کی بیوی کے لیے سوٹ اور جیولری اور پھر جیولر کی شاپ پر آگئی۔ کافی دیر سوچ بچار اور دیکھ بھال کر کے آخر کار جڑاؤ نازک سے جھمکے اور اس کے ساتھ کی کندن جڑاؤ رنگ پسند آئی۔ شاپر سنبھالے وہ شاپنگ سینٹر سے باہر آئی اور پارکنگ کی طرف بڑھنے کے لیے قدم اٹھایا ہی تھا کہ اسے لگا جیسے وقت تھم گیا ہو...... ہر چیز ساکت ہوگئی ہو۔

پھر سر راہ اچانک یونہی چلتے چلتے
بعد مدت اسے دیکھا تو مجھے رونا آیا
(نزہت جبین ضیاء)

سامنے سے آتے ہوئے اس شخص کو وہ ہزاروں‘ لاکھوں میں پہچان سکتی تھی جو آنکھوں کی پتلیوں میں آج بھی عکس بن کر محفوظ تھا۔ بصارتوں میں محفوظ تھا۔ اپنی منفرد شخصیت کے ساتھ گرے پینٹ اور بلیک شرٹ میں عین سامنے وہ دشمن جان کھڑا تھا۔ دس سال کے طویل عرصے میں اس کی آنکھوں پر بلیک فریم والے چشمے نے اس کی شخصیت کو مزید گریس فل بنا دیا تھا۔ عطرت آنکھیں چندھیائے حیرت سے دیکھ رہی تھی۔ یہی حالت عارش کی بھی تھی۔ وہ حیرت اور غیر یقینی انداز میں ایک ٹک اسے دیکھے جا رہا تھا۔ وقت نے عطرت کے حسن میں مزید اضافہ کر دیا تھا۔ وہ آج بھی اتنی ہی پُرکشش اور جاذب نظر تھی جیسا کہ دس سال پہلے نظر آتی تھی۔

"السلام علیکم! کیسی ہو عطرت......؟" عارش بے تابی سے آگے بڑھا اور اس سے مخاطب ہوا۔ عطرت نے نفرت بھری نگاہ اس پر ڈالی۔

"وعلیکم السلام! الحمدللہ بہت اچھی‘ خوش اور مطمئن ہوں۔" لہجے کو مضبوط بنا کر سرد مہری سے کہا۔

"خالہ جان‘ خالو سب کیسے ہیں؟"

"عارش تم ایسے سوالات کرنے کا حق کھو چکے ہو۔ تم سے کسی کا کوئی رشتہ نہیں‘ سارے رشتے ناطے سب ختم ہوگئے‘ تمہیں کسی کے بارے میں جاننے کا یا سوال کرنے کا کوئی حق نہیں‘ ویسے بھی مما پاپا کی ڈیتھ ہوگئی ہے اور اچھا ہی ہوا ورنہ میں نے تو تمہیں دیکھ کر برداشت کرلیا پاپا ہوتے تو شاید تم زندہ بھی نہ بچ پاتے اور تمہیں کیا؟ تم تو خوش ہو ناں اپنی زندگی میں...... تمہیں دوسروں سے کیا مطلب؟" نہ چاہتے ہوئے بھی عطرت کا لہجہ تلخ ہوگیا۔

"خوش اور میں......؟ وہ زندگی میری خوشی نہ تھی‘ مجبوری تھی۔" عارش کا چہرہ دھواں دھواں ہوگیا۔ "پلیز عطرت کیا ہم کہیں بیٹھ کر بات کرسکتے ہیں؟" اس کا لہجہ ملتجی تھا۔

"نہیں۔" قطعیت سے جواب دیا۔

"پلیز عطرت ایسے نہ کہو ایک بار میری بات تو سن لو۔"

"مسٹر عارش احمد خان...... یہاں پر نہ آپ تماشا بنیں اور نہ مجھے بنائیں‘ میں کوئی عام چھچھوری سی عورت نہیں ہوں جو آپ کی باتوں میں آ کر آپ کو وقت دوں‘ یہاں میری عزت ہے‘ مقام ہے اس لیے بہتر یہی ہوگا کہ آپ اپنی مجبوریوں اور دلیلوں کے ساتھ میرے راستے سے ہٹ جائیے اور یہ بات اچھی طرح اپنے دماغ میں بٹھا لیں کہ آپ کا اب میری زندگی میں کوئی مقام ہے اور نہ ہی حیثیت۔ آپ کا وجود میرے لیے بے معنی اور غیر

ضروری ہے آپ کا اور میرا اب کوئی رشتہ ہے اور نہ کوئی تعلق۔'' تیز اور تلخ لہجے میں کہتے ہوئے نفرت بھری نگاہ عارش پر ڈال کر عطرت تیزی سے آگے بڑھ گئی۔ عارش حسرت بھری نظروں سے اسے جاتا دیکھتا رہا۔ گاڑی میں بیٹھی تو نہ جانے کیسے دو آنسو پھسل کر گالوں پر آگئے اتنے عرصے بعد اس دشمن جاں کو دیکھا جو آج بھی روم روم میں بسا ہوا تھا۔ دل و دماغ پر اس کا ہی قبضہ تھا۔ اس کا دل بری طرح بھر آیا تھا۔ عجیب سی بے چینی اطراف میں پھیل گئی تھی۔ بے تحاشا رونا آرہا تھا جیسے تیسے گھر پہنچی۔ فیروزہ کی گود میں سر رکھ کر بری طرح سسک اٹھی۔

''ہائے ہائے...... کیا ہوا...... خیر تو ہے ناں...... میری بچی سب ٹھیک تو ہے نا؟'' فیروزہ یوں اچانک افتاد پر بری طرح گھبرا گئیں' جلدی سے پانی کا گلاس اسے تھمایا۔

''اماں...... آج...... عارش...... عارش ملا تھا۔'' پانی کا گھونٹ لے کر گلاس سائیڈ پر رکھتے ہوئے بولی۔

''کہاں...... تم نے اسے سنایا نہیں...... ذلیل نہیں کیا؟'' عارش کا نام سن کر فیروزہ بھی غصے سے بولیں۔

''کیا ذلیل اسے' بہت سنایا میں نے' بہت شرمندہ ہو رہا تھا۔ اپنی مجبوریاں بتا رہا تھا۔ مجھ سے ایک بار مل کر بات سننے کو کہا کہ سب مجبوری میں کیا مگر...... مگر میں نے بھی منہ توڑ جواب دے دیا۔ صاف کہہ دیا کہ تمہارے لیے میرے دل کے دروازے بند ہو چکے ہیں۔ تم سے کوئی تعلق ہے اور نہ واسطہ۔ مجھے تمہاری شکل بھی نہیں دیکھنی۔'' الفاظ شاید اس کا ساتھ نہیں دے رہے تھے۔ فیروزہ ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گئیں۔

اچھی بھلی زندگی میں عارش نے آکر دوبارہ سے ہلچل مچادی تھی۔ وہ تو صائم کی شادی کی تقریبات شروع ہوئیں تو عطرت کچھ بہل گئی۔

دعوت ولیمہ میں پہننے کے لیے نائلہ نے اسے سوٹ لے کر دیا تھا اس نے لاکھ منع کیا مگر نائلہ نے یہ کہہ کر خاموش کروا دیا کہ نجم اور صائم کی کوئی بہن نہیں ہے اگر ہوتی تو بھائیوں کے گھر سے اسے جوڑا بھیجا جاتا' نجم تم کو اپنی بہن کہتے ہی نہیں دل سے سمجھتے بھی ہیں اس لیے یہ سوٹ میں نے خاص طور پر تمہارے لیے بنوایا ہے تم نے یہی پہننا ہے۔'' عطرت کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

''بھابی آپ لوگ تو مجھے محبتوں کا مقروض بنا رہے ہیں کیسے اتاروں گی میں آپ لوگوں کی محبتوں کا قرض۔''

''چپ کرو لڑکی' بس خوش رہا کرو ہمیں یہی اچھا لگے گا۔'' نائلہ کے لہجے میں حد درجہ پیار تھا۔ عطرت مسکرادی۔

لائٹ پرپل اور سی گرین کومبنیشن والے جدید طرز کے اسٹائلش سوٹ میں نازک سی جیولری میں ہلکے میک اپ کے ساتھ لمبے بالوں کی سادہ سی چوٹی ڈال کر اس نے آئینے میں اپنا جائزہ لیا نہ جانے کتنے عرصے بعد آج اس طرح تیار ہوئی تھی۔ بہت حسین لگ رہی تھی وہ پرفیوم اسپرے کر رہی تھی کہ فیروزہ آگئیں۔

''اللہ پاک میری بٹیا کو نظر بد سے بچائے' ماشاء اللہ آج تو بہت حسین لگ رہی ہے ہماری گڑیا۔'' فیروزہ بیگم نے کہا اور سر پر دوپٹہ ڈال کر نظر بد کی دعا پڑھ کر اس پر دم کیا۔

''اپنا خیال رکھنا اور وہاں واپسی کیسے ہوگی؟''

''نجم بھائی خود چھوڑ جائیں گے اماں اور میں جاؤں گی بھی ان کے ساتھ اپنی گاڑی نہیں لے کر جا رہی۔'' عطرت نے پرس اٹھاتے ہوئے موبائل چیک کیا۔

''اوہو نجم بھائی کی مس کال آگئی' اچھا میں چلتی ہوں اماں۔''

''اللہ حافظ بیٹا۔'' فیروزہ نے مسکراتے ہوئے کہا اور عطرت باہر کی طرف چل دی۔

وہ ہال پہنچی تو ہر جانب رنگ و نور کا سیلاب تھا۔ دلہا دلہن اسٹیج پر تھے' فوٹو سیشن ہو رہا تھا' نجم ایکسکیوز کر کے آگے بڑھ گئے۔

''او کے آپ جائیں میں یہاں بیٹھ جاتی ہوں۔'' وہ مسکرا کر کرسی پر بیٹھ گئی اور چاروں طرف دیکھنے لگی۔ سامنے کی ٹیبل پر ایک فیملی بیٹھی تھی تین چار سال کا بچہ تھا' خوب صورت اور شریر بچہ جو مزے مزے کی باتیں کر کے

اپنی مما اور پاپا کو ہنسا رہا تھا اس کی معصوم اور بے ساختہ باتوں پر عطرت کو بھی ہنسی آرہی تھی۔ وہ بھی غور سے بچے کو ہی دیکھ رہی تھی۔

"السلام علیکم!" مانوس آواز پر چونک کر پلٹی' وہی دشمن جاں سامنے کھڑا تھا۔ جو تمام تر برائیوں کے باوجود ڈارک گرے سوٹ میں ہینڈسم اور ڈیشنگ پرسنالٹی سمیت دل میں اترا جارہا تھا۔

"وعلیکم السلام!" وہی سرد مہری سے جواب دیا۔

"میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟" اف یہاں پر کوئی تماشا بھی نہیں کرسکتی تھی۔

"تھینکس۔" کہہ کر وہ بیٹھ گیا۔

"عطرت آج ایک بار پھر ہم مل گئے اللہ پاک ہمیں بار بار ملا رہا ہے' شاید وہ بھی چاہتا ہے کہ ایک بار تم میری بات سن لو۔"

"عارش مجھے تمہاری کوئی بات نہیں سننی۔ جو ہوگیا سو ہوگیا۔ تم نے جو کرنا تھا کرچکے اپنی مرضی سے زندگی منتخب کرچکے ہو' جب میں نے تمہیں اپنے دل ودماغ اور زندگی سے نکال دیا تو کیوں بار بار مجھے ڈسٹرب کرنے آجاتے ہو؟ تم جاؤ ناں اپنی زندگی میں' اپنی بیوی اور بچوں میں...... جہاں تم خوش تھے' وہیں جاؤ اور خوش رہو' میں' میں اپنی زندگی میں خوش اور مطمئن ہوں۔"

"عطرت نہ میری اب کوئی بیوی ہے اور نہ ہی بچے ہیں' میں کل بھی تنہا تھا اور آج بھی تنہا ہوں' تمہاری باتیں' تمہارا غصہ اپنی جگہ درست ہے' میں واقعی ناقابل معافی ہوں' تمہارا گناہ گار ہوں' میں نے تمہارے ساتھ بہت غلط کیا میں اس قابل بھی نہیں کہ تمہارے سامنے آؤں مگر ایک بار صرف ایک بار میں تمہارے سامنے سچائی لانا چاہتا ہوں۔ تمام حقیقت تمہارے سامنے لانا چاہتا ہوں' عطرت...... میں نے جو کچھ کیا وہ میرے ساتھ زبردستی کی گئی مجھے اتنا بے بس اور مجبور کردیا گیا کہ میرے پاس سوائے اس کے کوئی چارہ نہ رہا' میں نے نہ چاہتے ہوئے بھی وہ زہر حلق میں اتارا۔ میں پل پل مرتا رہا...... میں دیوانہ ہوگیا' میں نے

حرا زینب

قارئین! میں نے اس دنیا میں 28 دسمبر کو قدم رکھا' سب کے دلوں میں ٹھنڈ پڑ گئی مجھے دیکھ کر (ہی ہی ہی)۔ ظاہری بات ہے سردی میں پیدا ہوئی ہوں اور سردیاں ہی پسند ہیں۔ اب آئیے پسند ناپسند کی طرف (سچی والی)۔ کام کرنا مجھے سب سے بُرا لگتا ہے تو یہ تھا میرا ناپسندیدہ مشغلہ۔ کھانا پسند ہے گھومنا پھرنا (یعنی آوارہ گردی) ہر آئے دن پھوپو' چاچو یا فرینڈز کے گھر پائی جاتی ہوں اور ہاں سچ! لڑکیاں بہت پسند آتی ہیں جیسا کہ ارم' صدف' عمران (مان میری جان)۔ ثمرانہ ہم کتنی بدتمیز ہیں (ہے نا)۔ اوکے بائے' اللہ حافظ' پاکستان زندہ باد۔

بتایا تھا ناں کہ میں نے ایک اور کام بھی اسٹارٹ کیا ہے' مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ کیا کام ہے؟ میں کم وقت میں زیادہ پیسہ کمانا چاہتا تھا' بس اسی لیے وہاں پر موجود ایک پاکستانی فیملی کے ڈیپارٹمنٹل اسٹور میں کام کرنے لگا وہ اسٹور باپ اور بیٹی مل کر چلاتے تھے میں بھی وہاں پر کام کرنے لگا لڑکی جس کا نام شہوار تھا مجھے اندازہ بھی نہیں ہوا کہ وہ کب مجھے پسند کرنے لگی' وہ حد درجہ بولڈ' آزاد خیال اور گھمنڈی لڑکی تھی مجھے اندازہ بھی نہیں تھا کہ وہ ایسا کچھ کردے گی' ایک روز کام کے دوران اس نے مجھ سے اظہار محبت کرڈالا تب میں نے اسے صاف کہہ دیا کہ میری شادی طے ہوچکی ہے اور پاکستان جاکر ہی شادی کروں گا' وہ وقتی طور پر خاموش ہوگئی' میں سمجھا کہ بات آئی گئی ہوگئی میں نہایت ایمان داری اور محبت سے کام کررہا تھا' دن رات کام کرتا آفس سے آکر کچھ دیر آرام کرتا اور پھر اسٹور پر پہنچ جاتا' اسٹور کے مالک انوار صاحب کو شاید اس بات کا علم تھا یا نہیں مجھے پتہ نہیں۔ بس مجھے تو کام سے غرض تھا۔ ایک روز میں حسب معمول جب اسٹور پر آیا تو پتہ چلا کہ اسٹور میں موجود کئی ہزار ڈالرز چوری ہوگئے ہیں۔ انوار صاحب اور شہوار ہر جگہ ڈھونڈ رہے تھے میں بھی پریشان ہوگیا اچانک شہوار میرے قریب آئی

اور مجھ سے بے ہنگم سے پوچھا۔

''سنو عارش تمہیں زیادہ پیسوں کی ضرورت تھی نہیں تم نے تو......؟''

''شہوار میم......! آپ کیسی باتیں کررہی ہیں میں ایسا کیسے کرسکتا ہوں' آپ لوگوں کو تو پتہ ہے کہ میں اپنا کام پوری ایمان داری سے کرتا ہوں اور محنت سے ہی پیسہ کمانا چاہتا ہوں۔'' میں نے گھبرا کر وضاحت دی تھی۔

''اوکے......'' معنی خیز انداز میں اس نے دیکھا اور آگے بڑھ گئی تھی۔

''پاپا ذرا مسٹر عارش کی تلاشی بھی لے لیں۔'' وہ انوار صاحب کے قریب جا کر بولی تھی۔

''ارے میم آپ کیا کہہ رہی ہیں......؟ میں...... میں کیسے لے سکتا ہوں' ٹھیک ہے آپ دیکھ لیں سر۔'' اور جب انوار صاحب نے میرا ہینڈ بیگ چیک کیا تو اس میں وہ سارے ڈالرز موجود تھے۔

''ارے یہ...... یہ کیسے آئے؟ یہ تو میں ابھی لے کر آیا ہوں اس میں کیسے ہوسکتے ہیں' سر میں نے ایسا کچھ نہیں کیا پلیز...... یہ پتہ نہیں کیسے ہوگیا۔'' میرا تو برا حال تھا جیسے کاٹو تو لہو نہ نکلے اور انوار صاحب کی آنکھوں میں غصہ در آیا تھا۔

''میں نے تمہیں نوکری دی تمہارا خیال رکھا اور تم...... تم نے ایسی حرکت کی میں ابھی پولیس کو فون کرتا ہوں' پتہ ہے یہاں چوری کرنے والوں کو کیا سزا دی جاتی ہے' تمہارا دیوالیہ نکل جائے گا' کوڑی کوڑی کا محتاج کر کے رکھ دوں گا اور ساتھ جیل الگ کروادوں گا۔''

''نہیں...... نہیں سر خدا کے لیے مجھ پر رحم کریں' میری بات کا یقین کریں میں نے ایسا کچھ نہیں کیا میں...... میں شریف خاندان کا لڑکا ہوں سر۔'' میں رونے لگا تھا۔

''ہاہاہا...... اب بھیگی بلی کیوں بن گئے ہو۔'' شہوار کسی چڑیل کی طرح سامنے موجود تھی اور میں سب سمجھتے ہوئے بھی اس کی منت کرنے لگا تھا۔

''شہوار میم...... پلیز آپ تو جانتی ہیں مجھے۔'' میں گڑگڑایا اور پھر معافی کی جو شرط رکھی گئی وہ میرے لیے انتہائی تکلیف دہ تھی۔

''اگر تم مجھ سے شادی کرلو تو تمہیں معافی مل سکتی ہے اور یہ بات یہی پر ختم کردی جائے گی۔''

''یہ...... یہ ناممکن ہے۔'' میری بات پر شہوار آگ بگولہ ہوگئی تھی۔

''اوکے ٹھیک ہے پھر اپنے انجام کے لیے بھی تیار ہوجاؤ تم کیا سمجھے تھے کہ میں اتنی آسانی سے ہار مان لوں گی' مجھے جو چیز پسند آجائے ہر صورت میں وہ حاصل کرلیتی ہوں اور تم بھی میری ضد بن گئے تھے مجھے ہر صورت تمہیں اپنانا تھا۔ مجھے تم سے ایسی محبت نہیں ہے کہ تمہارے بغیر مر جاؤں گی مگر...... میں ہرگز یہ برداشت نہیں کرسکتی کہ جسے میں حاصل کرنا چاہوں وہ کسی اور کا ہوجائے اب تمہاری مرضی ہے' لمبی جیل اور بدنامی چاہیے یا مجھ سے شادی کروگے اچھی طرح سوچ لو بقول تمہارے تمہاری ایک بہن ہے ایک ماں بھی جس کی بیماری اور اچھی زندگی کے لیے پیسہ کمانا ہے' مجھ سے شادی کرنے سے تمہارا گھر سے رابطہ بھی رہے گا اور پیسے بھی بھیج سکو گے ورنہ......؟'' خباثت سے مسکراتے ہوئے وہ میرے بالکل قریب آ کر بولی تھی۔

میں نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چکراتا سر تھام لیا تھا...... یااللہ یہ سب کیا ہوگیا' میری نگاہوں میں تمہارا معصوم سا سراپا ابھرا' معصوم اور پاکیزہ' پھولوں جیسی لڑکی جو دل و جان سے مجھے چاہتی تھی۔ شدتوں سے پیار کرتی تھی' ساتھ جینے مرنے کی قسمیں کھائی تھیں۔ جو ہزاروں میل دور بیٹھی میری منتظر تھی ایک ایک لمحہ گن گن کر گزار رہی تھی۔ بھلا میں کیسے......؟ کیسے اس کی معصومیت سے کھیل سکتا ہے' کیسا سے چھوڑ کر یہاں اس تیز طرار آوارہ اور بدمزاج لڑکی سے شادی کرسکتا' کیسے عطرت کے بنا جی پاؤں گا؟ یہ کیسے مقام پر کھڑا تھا ہر جانب اندھیرا تھا' دکھ اور اذیت تھی' ایک طرف وہ ظالم لڑکی اور اس کا خبیث باپ کھڑا تھا' کتنی ذلالت کی تھی دونوں نے مل کر میرا دماغ

چھٹنے لگا تھا۔ اگر...... اگر اماں کو پتہ چلے گا کہ میں جیل میں ہوں تو...... اف یا اللہ میں کیا کروں؟ آج زندگی کے اس مقام پر وہ خود کو کتنا بے بس محسوس کر رہا تھا۔ سارے راستے بند ہو چکے تھے کوئی روزن نہ تھی جہاں سے روشنی کی ہلکی سی کرن بھی نظر آتی دل چاہا سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر بھاگ جاؤں مگر...... دو جادوگر میرے کے آس پاس تھے اور...... اور پھر میں بے بسی سے سر جھکا گیا گویا خود اپنے ہاتوں سے اپنے ارمانوں کو آگ لگادی تھی۔

شہوار خود سر اور سر پھری لڑکی تھی اس نے تو صرف اپنی انا کی تسکین کے لیے شادی کی تھی اور مجھے کو مجبور اور بے بس پا کر اسے خوشی ہوتی وہ تو ادھر ادھر منڈلانے والی لڑکی تھی بہت جلد ہی مجھ سے دل بھر گیا تھا مگر تب تک بہت دیر ہو چکی تھی۔ عارش ایک لمحے کے لیے رکا' عطرت خاموشی سے سن رہی تھی۔ عارش دوبارہ گویا ہوا۔

"میں پھر امریکہ سے نکل کر دبئی شفٹ ہو گیا۔ بہت کوشش کی کہ تم لوگوں سے رابطہ کروں مگر رابطہ ممکن نہ ہوا۔ کئی سال بعد پاکستان آیا' رباب کی شادی ہو گئی' اماں کا انتقال ہو گیا' کئی بار دل چاہا کہ تمہارے گھر آؤں مگر اماں نے بتایا تھا کہ احتشام انکل نے سارے رشتے ختم کردیئے تھے ایک بار تمہارے گھر تک آیا مگر ہمت نہ ہوئی کہ کس منہ سے سامنا کروں گا' لیکن...... اللہ پاک نے ایسے ہمیں ملادیا۔ میں تنہا رہ گیا عطرت میرے دل میں صرف اور صرف تم ہی رہی ہو وہ شہوار نامی فتنہ ایک سال کے لیے میری زندگی میں آیا اور میری زندگی تباہ و برباد کر کے واپس چلا گیا...... سب کچھ جاننے کے بعد بھی تم مجھے معاف نہیں کرو گی عطرت......؟" وہ سراپا سوال تھا اس کی آنکھوں میں سچائیاں تھیں' بے بسی اور محرومی تھی' عطرت کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کہے۔

"عارش...... جو تمہارے ساتھ ہوا مجھے اس سے کوئی مطلب نہیں' ہاں میں نے گزشتہ دس سال جس اذیت میں گزارے تم اندازہ نہیں کر سکتے مگر اب میں اپنی اس زندگی کی عادی ہو چکی ہوں' جب میں ممّا اور پاپا کے بغیر جی سکتی ہوں تو تمہارے بغیر بھی ہر قسم کے حالات سے گزر سکتی ہوں' اس لیے اب تم بھی واپس لوٹ جاؤ' شاید ہمارے نصیب میں یہی لکھا تھا۔"

"عطرت پلیز کیا تمہارے دل میں میرے لیے کوئی جگہ نہیں؟" عارش کے لہجے میں دکھ بول رہے تھے۔

"نہیں......" عطرت نے سختی سے کہا۔ عارش کے چہرے پر دکھ کے سائے لہرا رہے تھے اس کی آنکھوں میں بے تحاشہ اداسی اتر آئی تھی لیکن وہ بھی کٹھور ہو گئی۔

"او کے عطرت...... خوش رہو" اٹھتے اٹھتے عارش نے ایک پرچی اس کے سامنے رکھ دی۔ عطرت بہ مشکل اپنے آنسو روک پائی۔ عارش جا چکا تھا اسے لگا جیسے ایک دم

دہشت گردوں کے نام

اے سنگ دلو
کتنا سکوں ملتا ہے تمہیں؟ ماؤں کو بے سکوں کر کے
کتنے جوان مارو گے؟
اذیت کی سولی پر
ماؤں کو چڑھاتے ہو
بیوگی کی چادر بھی
تم ہی اوڑھاتے ہو
کبھی کوتڑپانے میں
دیر نہیں لگاتے ہو
کیا تم بھی چاہو گے
کہ ہو جائیں بے سکوں تمہاری مائیں؟
کیونکہ ہر فرعون کے لیے ہے موسیٰ
کیا تم سمجھتے ہو؟ سب کھو دیا ہم نے
نادانو! تم کیا جانو گے
کہ تم گھاٹے کماتے ہو
نفرت کے حق دار کہلاتے ہو
اور بزدلی کا تاج
اپنے سر پر سجاتے ہو

کنزہ محمد مسکین...... بھیر کنڈ مانسہرہ

سب کچھ ختم ہوگیا ہو۔ نہ جانے کیسی سوچ تھی کہ عارش کو بے قصور جانتے ہوئے بھی وہ ایسا رویہ اختیار کرگئی تھی۔ نہ چاہتے ہوئے بھی عطرت نے وہ پرچی اٹھا کر پرس میں رکھ لی تھی۔

......☆☆☆......

دو دن عطرت نے بے حد کرب میں گزارے نہ جانے کیسی بیقراری تھی۔ آج بھی وہ ٹیرس پر اسی بے چینی سے ٹہل رہی تھی۔ فیروزہ اس کی کیفیت دیکھ رہی تھیں وہ سمجھ رہی تھیں کہ عطرت کسی ذہنی خلفشار کا شکار ہے۔ فیروزہ چائے بنا کر لائیں تب بھی اسے الجھن کا شکار دیکھا۔ دل مچل رہا تھا عارش کے حق میں دہائیاں دے رہا تھا۔

"بٹیا...... کیا میں اتنی غیر اہم ہوں کہ تم مجھ سے اپنی الجھن بھی بیان نہ کرسکو۔"

"نہیں اماں...... آپ کیسی باتیں کررہی ہیں آپ ہی تو ہیں میرے لیے اور ہے ہی کون میرا۔ کیا بتاؤں کہ میں کتنی پریشان ہوں۔" عطرت نے ٹھنڈی سانس لے کر فیروزہ کے ہاتھ تھام لیے۔

"عارش کو لے کر پریشان ہو ناں...... وہ پھر ملا تھا ناں؟" فیروزہ کی بات پر عطرت نے آہستگی سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"بتاؤ مجھے کیا کہہ رہا تھا وہ؟" تب عطرت نے ساری بات ان کو سنادی۔ ساری بات سن کر فیروزہ نے سر ہلایا۔

"ایک بات کہوں بٹیا......"

"جی اماں کہیں۔" عطرت نے کہا۔

"اگر ہم سے مشورہ لوگی تو ہم یہی کہیں گے کہ تمہیں عارش کو معاف کردینا چاہیے اس تمام قصے میں ہمیں کہیں بھی ان کا قصور نظر نہیں آیا' وہ بیچارے تو خود ہی برے حالات کا شکار ہوگئے تھے' کون سا انہوں نے جان بوجھ کر اور اپنی خوشی کے لیے یہ سب کچھ کیا یہ تو سوچو کہ اذیت میں تو انہوں نے بھی زندگی گزاری اور آج تک ان کا تنہا رہنا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے دل میں آج بھی صرف تم ہو' ایک بار پھر خوشیوں نے تمہارے در پر دستک دی ہے گڑیا اس بار دروازہ نہ کھولنا اچھی بات نہیں...... اور عطرت گڑیا ہمیں اچھی طرح پتہ ہے کہ تمہارا دل آج بھی عارش کے نام پر دھڑکتا ہے' جیسے وہ تنہا ہیں تم بھی تنہا ہو کیوں کہ تم بھی اپنی زندگی میں عارش کے علاوہ کسی کو نہیں لاسکتی' میرا بوڑھا ساتھ کب تک رہے گا گڑیا تمہیں کسی مضبوط سہارے کی ضرورت ہے اور عارش سے بہتر کوئی نہیں ہے بٹیا...... بہتر یہی ہے کہ اس کو معاف کرکے اس کا ہاتھ تھام لو۔ اللہ پاک تمہارے سارے دکھوں کا ازالہ کرے۔ تمہارے لیے بہت ساری خوشیاں' بہت ساری محبت' سکون اور اطمینان کے راستے ہموار کریں' آمین ثم آمین۔"

فیروزہ کی آواز بھیگنے لگی تھی۔ عطرت جو نہایت توجہ اور انہماک سے فیروزہ کی باتیں سن رہی تھی جو دو دن سے ذہنی خلفشار کا شکار تھی۔ دل اور دماغ کی جنگ ہاں اور نہیں کے درمیان چل رہی تھی۔ ایک لمحے میں ہی دل کے سامنے ہار گئی۔ آج بھی دل کے کونے کونے میں وہی قابض تھا۔

"شکریہ فیروزہ اماں۔" عطرت اٹھتے ہوئے بولی۔

"ارے کہاں جارہی ہو بٹیا...... کیا میری بات بری لگی؟" فیروزہ نے پریشان ہوکر اسے دیکھا۔

"ارے نہیں اماں آپ تو میری ماں کی طرح ہیں میں تو...... میں...... عارش کو کال کرنے جارہی ہوں کہ عیدالاضحی والے دن آکر آپ سے مل لے۔" عطرت نے مسکراتے ہوئے کہا تو فیروزہ آنکھیں پھاڑے حیرت سے اسے دیکھنے لگیں۔ عطرت کے حسین چہرے پر شرمگیں مسکراہٹ کے ساتھ حد درجہ سکون اور اطمینان تھا...... ایسا سکون اطمینان اور کھلتا ہوا چہرہ فیروزہ نے دس سال بعد دیکھا تھا۔ بھیگی آنکھوں سے وہ عطرت کو جاتا دیکھنے لگیں۔

پس دیوار کا منظر

حرا قریشی

بادل جو گرجتے ہیں وہ برسا نہیں کرتے
محسن کبھی احسان کا چرچا نہیں کرتے
آنکھوں میں بسا لیتے ہیں روٹھے ہوئے منظر
جاتے ہوئے لوگوں کو پکارا نہیں کرتے

فضا میں حبس ہے
تاریکیاں کچھ اور گہری ہوگئی ہیں
مناظر میں یہ کیسی وحشتیں حیراں کھڑی ہیں۔
ہوائیں اس نگر کا راستہ بھولی ہوئی ہیں۔
دلوں پر ایک اچانک حادثے کا خوف طاری ہے!

حقائق کے کچھ ایسے خول بھی ہوتے ہیں جو بس پس دیوار ہی چھلکتے ہیں۔ پس دیوار ہی پست آواز سے بولتے ہیں۔ پس دیوار ہی اونگھتے رہتے ہیں آنکھوں پر خوشنما خوش گماں ملمع کاری کی تہیں جمائے۔ پس دیوار ہی خواہشات کے سراب بنتے رہتے ہیں اور سراب بھی ایسے جن کے دامن سے سوائے خالی پن کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور یہ وہ وقت ہوتا ہے جب پس دیوار آرزوئے ناتمام کا مبہم سا نقطہ عریاں ہوجاتا ہے۔ گاڑھی سبز مہندی، رنگ برنگی کئی کانچ کی چوڑیاں سونے کے طلائی کنگن سونے کی ننھی سی بالیاں اور سونے کی ہی چھوٹی سی نازک سی ایک نگ جڑی طلائی نتھ کا حسن آج پھیکا نظر آرہا تھا۔ آنکھوں کی پتلیوں پر کیف وسرور کے جذبوں کی جگہ غروب آفتاب کے عکس ابھر آئے تھے شام کی سکوت سے پُر چاندنی' نالوں اور آہ وفغاں کے ملبوس زیب تن کرچکی تھی۔ بزم انجم جہاں فلک پر مدھم مدھم تھی وہیں زمیں پر پھیلی چاندنی کا رنگ بھی اترا ہوا تھا۔ ایک ایسا اداسی بھرا رنگ جہاں احساس کے جذبے کچل دیئے جاتے ہیں جہاں خواہشوں کو حسرتوں کی چوکی پر بیٹھا دیا جاتا ہے۔ جہاں زندگی کے مرقد پر ازخود موت کے دیئے روشن کیئے جاتے ہیں۔ پھر ان روشن چراغوں کی سیج پر ممتا سسک سسک کر محو فغاں ہوجاتی ہے۔

اگست کی ایک حسین چمکیلی سحر مونا اور مزنہ دونوں بچپن کی سکھیاں جوانی کے پندار میں قدم رکھتی درختوں کے خمیدہ تنوں پر نشست برخاست کیے اٹھکیلیاں کرتی ایک دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مارتے قہقہے بکھیر رہی تھیں۔ سکھ چین کے عقب سے ڈھیرے

ڈھیر سے طلوع ہوتا آفتاب بھی ان کی باتوں سے منکوط ہوتے ان کے گل گوں رخساروں پر اپنی کرنیں منتشر کرتا مسکرا رہا تھا۔ پھر سے یونہی میٹھی عید گزر گئی نہ اماں نے مجھے اپنی پسند کا شیر خرما چکھنے دیا اور نہ ہی کوئی سونے کی شے پہننے دی۔ کیا ایسی ہوتی ہیں اچھی مائیں؟ مونا منہ بسورتے ہر دفعہ کی طرح آج بھی اپنی ماں سے گلے شکوؤں کی لمبی فہرست لیے اپنی شکایتیں سنا رہی تھیں۔

"ارے لڑکی ناقص العقل...... تمہیں کب عقل آئے گی وہ چیزیں خالہ نزہت نے تمہارے جہیز کے لیے سنبھال کر رکھی ہیں۔ ابھی سے پہن لو گی تو زیورات کی وہ آب و تاب نہ رہے گی۔ جہاں تک شیر خرمے کی بات ہے تو میری پیاری بھولی سی سہیلی...... وہ تو بنا ہی محلے میں میٹھی عید کے موقع پر بانٹنے کے لیے تھا جب تک تمہاری باری آئی ختم ہوگیا۔ خالہ جان تمہیں اور بنا دیں گی۔ کیوں دل برا کرتی ہو۔ بڑی آپا ماہ جبین کے بعد تمہارے اندر تو خالہ کی جان ہے۔ یہ زیست چار روزہ ہے اسے گلے شکوؤں پریشانیوں کی نذر نہ ہی کرو تو بہتر ہے۔" مزنہ نے ایک ایک بات بڑے ناصحانہ انداز میں اس کے روبرو واضح کردی تھی۔

"تمہیں یاد ہے وہ شب برات جب خوب پٹاخے بجے تھے اپنے محلے کا شرارتی ٹنکو زخمی بھی ہوگیا تھا۔ میں نے پیٹی سے چمکتا دمکتا اپنا سبز رنگ کا گوٹا کناری والا جوڑا نکالا۔ جانتی ہو ناں؟" مونا نے مزنہ کی ٹھوڑی کو ہاتھ کی جنبش سے قدرے اوپر اٹھایا۔ "کتنی راتیں جاگ کر محنت کرکے میں نے وہ سوٹ بنایا ہے۔ اماں علی الصبح ہی اپنے بھائی کی طرف یعنی میرے سسرال چلی گئی تھی۔ اس عبادت بھری رات کو اس سوٹ کو پہننے کی خوشی لیے نہ صرف خوب چمکا چمکا کر سارے گھر کا فرش دھویا۔ مسور کی دال والی دوہری تہہ والی گھی بھری روٹیاں محلے بھر میں بانٹنے کو پکائیں۔ الغرض کتنا ہی کام نپٹایا۔ جیسے ہی غسل کو جانے لگی ٹنکو پاؤں لنگڑاتا بیری کے پتے لے آیا کہ پیاری آپا اس سے نہانا سارے سال کوئی آسیب جادو اثر نہ کرے گا۔ جنات کے شر سے محفوظ رہو گی۔ اس پر بھی میں نے غصہ نہ کیا' نرمی سے سارے پتے ٹب کے پانی میں ملا ڈالے۔ شاید کہتا بھی وہ ٹھیک تھا۔ میرے بال بھی تو اتنے لمبے ہیں نا۔" مونا نے نزاکت سے پشت پر بکھرے بالوں پر ہاتھ پھیرا تھا۔ مزنہ اس کی اس حرکت پر جھینپ کر ہنسی تھی۔

"اچھا اچھا پھر آگے کیا ہوا؟" مزنہ جو دلچسپی سے بات کرتے اس کے انداز لطف اندوز ہو رہی تھی اسے ٹوکا جو لمحے بھر کے لیے چپ ہوگئی تھی۔

"ہونا کیا تھا ابھی پیٹی سے نکال کر وہ گوٹا کناری والا سوٹ تن سے لگایا ہی تھا کہ کھٹاک سے دروازہ کھولا اور اماں میرے سر پر آن پہنچی۔ عجلت میں پیٹی سے نکالے کپڑے بھی نہ سمیٹ سکی کہ موا وہ سوٹ سب سے آخر میں پڑا تھا۔ بھلا ہو اس کم بخت ٹنکو کا جو جاتے ہوئے دروازہ بھی کھولا چھوڑ گیا تھا۔ پھر اماں نے دو ہنٹر کمر پر رسید کیے۔ سچ ابھی بھی وہ غم تازہ ہے اماں صلواتیں سناتی جاتیں اور احتیاط سے ایک ایک سلا' ان سلا سوٹ پیٹی میں استری والی تہہ لگا کر رکھے جاتیں۔ ایک دفعہ بھی نہ پہننے دیا اماں نے وہ سوٹ' جب سسرال جانے کے بعد بھی وہ میں نے ہی پہننا ہے تو پہلے کیوں نہیں پہن سکتی؟" بات پوری کرتے کرتے مونا کی آنکھوں میں موتی چمکنے لگے تھے۔ مزنہ نے اپنی ہنسی بڑی مشکل سے رکتے مونا کی دلجوئی کی تھی۔ اب اس کے دونوں ہاتھ پیار سے پکڑے وہ گھر جانے کی اجازت طلب کرنے لگی تھی۔ مونا کے دل کو

بھی کسی حد تک سکون کا حصہ میسر آ گیا تھا سو وہ گھر کی شاہراہ پر چلتیں پگڈنڈیاں پھلانگتی سرعت سے واپسی کی راہ پر ہولیں تھیں۔

جس دن سے مونا پیدا ہوئی۔ مغنیہ ''مونا کی بڑی بہن'' نے گھر کے کچے آنگن میں آنکھ کھولی۔ اس دن سے ہی ان رحمتوں کے لیے سازوسامان بصورت جہیز جمع کرنے کا خبط نزہت آپا پر سوار ہوگیا تھا۔ ان کی منطق کے مطابق ہر کام کو وقت سے پہلے کر لینا عین وقت پر آنے والی پریشانی سے بچاتا تھا۔ نہ صرف وہ خود گاؤں کی عورتوں کے کئی چھوٹے موٹے کام کرکے آنے والے پیسوں کو سینت سینت کر رکھتی ساتھ ہی دونوں بیٹیوں کو بھی ہنر سکھائے مصروفیت کے ملہار میں براجمان رکھتیں۔ مغنیہ کو تو جلد ہی چاچے کے گھر رخصت کردیا گیا کہ اسے تو اتنی مہلت بھی نہ ملی کہ جہیز میں رکھے سامان پر ایک نظر ہی ڈال لیتی۔ جہیز کو دیکھ کر مغنیہ کی ساس صابرہ کی تو آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں کہ صحیح وقت پر صحیح ہیرا ڈھونڈ نکالا تھا۔ اپنے شوہر مقیم کی حکمت عملی پر جتنا ناز کرتی کم تھا۔ پھر مغنیہ پندرہ برس کی عمر میں ہی اچھی خاصی پھرتیلی اور سلائی کڑھائی کے ہر ہنر میں طاق تھی۔ ہر کام میں نزہت آپا کی محنت و محبت کا رنگ جھلکتا تھا۔ صابرہ کے کہے بغیر ہی کتنے کام مغنیہ خوش اسلوبی سے نپٹا ڈالتی تو اس لمحے نزہت آپا کی تربیت پر وہ عش عش کر اٹھتی۔ بیچارہ مغنیہ کا شوہر تو سارا دن محبت کے دو بول کے اظہار کے لیے ہی ترستا رہتا پر صابرہ بھی ایک ظالم ساس بننے کا بھرپور کردار ادا کرتی۔ تھاپیاں لگاتی مغنیہ کو چائے پیش کرنے کا حکم دے دیا جاتا۔ چائے تیار ہو جاتی تو تندور پر روٹیاں لگانے لگتی۔ کھیتوں میں زمین پر مشقت طلب کام کرتا داور مغنیہ کی راہیں تکتا ہی رہ جاتا پر وہ نہ آتی۔ ماں کی

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

محبت خدمت کے عوض داور دل ہی دل میں اپنی خواہشات کے مدفن پر فاتحہ پڑھنے کا فریضہ احسن طریقے سے سرانجام دے دیتا۔ وہ تو شادی کے پانچ برس بعد جب مغنیہ پے در پے ہونے والی پیچیدگیوں کے باوجود بھی دو بچوں کی ماں بن چکی تھی بندوں کو تو کیا رحم آنا تھا ایسی اللہ کی کرنی ہوئی کہ مغنیہ کی ساس جو مغنیہ کو ساری ذمہ داریاں سونپ کر خود فراغت کی چارپائی توڑنے لگی تھی۔ اچانک گردے میں ہونے والے شدید درد اور گاؤں سے تاخیر سے اسپتال پہنچنے کے باعث راستے میں ہی انتقال کرگئیں۔ اس کا سسر تو ویسے ہی اس کی خدمت گزاری کے سبب اس پر پہلے سے ہی فدا تھا اب داور کو بھی چاہتوں کے ظہور کے لیے ہر نئی صبح کا انتظار رہنے لگا تھا۔ زندگی یک دم کانٹوں کی سیج سے پھولوں کے بستر میں بدل گئی تھی۔

رہ گئی مونا تو اس کا بانکا سجیلا بچپن کا منگیتر لاہور شہر میں پڑھ رہا تھا سو ابھی اس کی رخصتی میں دیر تھی۔ اوپر سے آنے والی بقرعید بھی اس کے زخموں پر نمک چھڑکنے کے لیے تیار کھڑی تھی۔ دن بھر ایلے تھاپتی' بکریوں بھینسوں کو چارا ڈالتی مکھن نکالتی مونا کو بس سہ پہر کے وقت ہی چند لمحات میسر آتے جب وہ اپنے جلے دل کے پھپھولے پھوڑتی دل کے اندر جنم دینے والی ماں کے خلاف ہر ناراضی والی بات مزنہ کے سامنے رکھ دیتی۔ مزنہ ایک بہترین سامع کا بھرپور کردار ادا کرتی ضرور مگر حتمی طور پر اپنی پیاری خالہ جان نزہت کے ہی حق میں فیصلہ دیتی جس پر پل بھر کے لئے مونا کا دل ملول تو ہوتا مگر بالآخر دل پر پڑا بھاری شکوے شکایات کا بوجھ سنانے کے بعد دل ہلکا ہو جاتا۔

نہ دے علاج میسحائی جاناں
تیرے میٹھے بول بہت ہیں

مزنہ کی جادو بھری باتیں اس کی مشکلات کا حل تو پیش کرنہ پاتیں مگر تسلی و ڈھارس کے سحر بھرے پھاہے ضرور رکھ دیتیں اور پھر مونا بھی مطمئن ہوجاتی مگر اندر ہی اندر کوئی چھوٹی سی شے درد کی انی لیے بے تحاشا بڑی ہونے لگی تھی۔ اپنے آنگن کی موٹی تازہ گائے بھینسوں کو چارا کھلانے کے فرض سے سبکدوش ہونے کے بعد آج پھر سے مونا نے ٹنکو کے ہاتھ ملاقات کا سندیسہ بھیجا تھا گو کہ مزنہ کو بھی اب تو اس کی باتیں سننے کا اتنا شغف ہوگیا تھا کہ جیسے کوئی معصوم بچہ ہر شب کا انتظار بس اسی خوشی میں کرتا ہے کہ آج پھر تاریکی چھاتے ہی دادی اماں کہانی سنائے گی۔ پھر مونا کی بھولی بھالی صورت من موہنی آواز سر اور پلکوں کے خم دیکھتے داستان سننے کا مزہ ہی اور ہوتا تھا۔ مزنہ مونا کو سوچتے خیالوں میں گم تھی کہ ہوا کے زور پر جامن ٹوٹ کر عین اس کے سر پر لگی اور اسی لیے اس کی نظر سامنے پرانده ہلاتے جھلاتے لاابالی' شرمیلی سادہ سی حسن کی مالکہ مونا پر پڑی۔ مونا اس کی نظروں کو نظرانداز کرتے مخصوص مقام پر آ کر بیٹھ چکی تھی۔ بیٹھی بھی اس طرح تھی کہ ہاتھ میں جامن پکڑے مزنہ کے عین سامنے رخ تاباں تھا۔

"بقرعید قریب ہے اور میرا دل چاہ رہا ہے کہ میں اپنا سفید ستاروں سے بھرا سوٹ پہنوں۔ سچ مزنہ جب میں پہنوں گی نا اسے تو یوں لگے گا جیسے چاند زمین پر اتر آیا ہے اپنے تاروں سمیت' پر بری قسمت وہ بھی اماں نے پیٹی میں رکھ دیا ہے۔ ابھی کل ہی تو سارا دن لگا کر میں نے مکمل کیا تھا۔ جانتی ہو؟ اپنی گائے رادھا سے بھی کل میں نے دل کی ڈھیر ساری باتیں کیں۔ اماں کی ڈھیر ساری شکایتیں لگائیں۔ مونا کے چہرے پر سورج کی کرنیں روشن مگر دل کا چہرہ پھیکا جاں غسل تمازت لیے ہوئے تھا اور ہاں یاد آیا' ابھی پچھلے دنوں یاور شاہ میری اماں کے بھائی کا بیٹا یاد ہے نا

تمہیں''.....

''ہاں ہاں یاد ہے۔'' مزنہ نے گردن ہلائی۔ مونا معصومیت سے بات جاری رکھتے ہوئے بولی۔

''اس نے میرے پیارے مجاجی خدا نے......'' وہ کہتے کہتے شرمائی تو مزنہ مسکرائی ''اونچی ہیل والی سفید رنگوں سی چمکتی پمپی میرے لیے بھیجی۔'' پمپی کہتے اس کا لہجہ لڑکھڑایا تو مزنہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ مونا خفت بھری نگاہوں سے دیکھتے بولتی رہی۔

''میں نے بھاری صندوق کے پیچھے لش پش کرتے نئے نکور ڈبے سے وہ پمپی نکالی۔ پاس ہی ابا کا قصائیوں والا سامان دھرا تھا۔ اس سے پہلے کہ میں پہنتی۔ دھڑام سے دروازہ کھولا۔ میں نے بھی اندھے پن سے عقب میں ہی جوتی ٹٹولتے پہنی اور پاؤں پیچھے کرکے بیٹھ گئی۔ ہر دفعہ کی طرح سامنے آنے والی اب بھی اماں ہی تھیں' ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ صندوق کے قریب بیٹھی مونا کو کچا چباڈالیں۔ میں نے بھی جھٹ سے کان پکڑ لیے۔ اپنے نہیں اماں کے بے دھیانی میں۔ پھر تو اماں نے وہ میری کی کہ رہے نام سائیں کا۔ اصل میں ایک جوتی بے تو جبھی کے سب ابا کے سامان کے نیچے چلی گئی تھی جب اماں نے ڈھونڈ ڈھانڈ کر نکالی تو بیچاری کی ہیل مڑ چکی تھی۔ مرنے کے قریب تھی۔'' ہنس ہنس کے دہری ہوتی مزنہ نے اب پیٹ پر ہاتھ رکھ لیے تھے۔ مونا کی تیز گام چلتی زبان کو جب بریک لگا تو مزنہ کو دیکھ کر دل اور دکھ سے بھر گیا۔

''تم بھی میرا درد نہیں سمجھتی۔'' وہ غصے میں نروٹھے پن سے کہتے تیزی سے اٹھی تھی اور مزنہ کے ''ارے ارے مونا'' پکارنے پر بھی نہ رکی تھی۔ مونا کے انداز و اطوار ذہن کے پردے پر آتے ایک دفعہ پھر سے مزنہ کا فلک شگاف قہقہہ ابل پڑا تھا۔

دوپہر کو جب اماں قیلولہ کرتی۔ شب کے پہر رسوئی

لائبہ میر

تمام دوستوں کو پرخلوص سلام! میری تاریخ پیدائش 20 نومبر 1996ء ہے۔ اسٹار اسکورپیو اپنا اسٹار بہت پسند ہے اور اسٹار کی سب خوبیاں اور خامیاں مجھ میں موجود ہیں۔ پسند ناپسند میں کلرز بھی پسند ہیں لیکن پنک زیادہ۔ جیولری میں صرف ائر رنگز پسند ہیں' میک اپ میں کاجل' مسکارا اور لپ گلوز (آئی شیڈز زندگی میں ایک بار استعمال کیے تھے) لباس میں بھی پاکستانی لباس پسند ہیں۔ سیاہ بال' سیاہ آنکھیں' ڈمپل والی مسکراہٹ بہت اٹریکٹ کرتی ہے۔ خامی یہ ہے کہ غصہ بہت جلد آجاتا ہے' خاصی بے وقوف ہوں یار! خوبیوں کے لیے بہت وقت درکار ہے ایک تو یہ کہ ذمہ دار ہوں' وقت کی پابند بھی اور موڈی بہت ہوں (ویسے یہ خامی تھی شاید)۔ خواب بہت سے ہیں جن کو پورا کرنے کے لیے ارادے بھی پختہ ان شاء اللہ (خواب بھی بہت مختلف یعنی انوکھے ہیں کبھی بتا ہی دوں گی)۔ فلمیں' ایف ایم اور مطالعہ' نیوز یہ میرے شوق ہیں' چیچہ وطنی والے رضوان علی احمد فیورٹ ڈی جے ہیں۔ ایکٹر دلیپ کمار' امیتابھ اور ایکٹریس مدھوبالا' ہیما مالنی' جیا پرادہ' ایشوریا رائے' کترینہ اور سوناکشی سنہا پسند ہیں اور سنگرز میں علی ظفر' ابرار الحق' نصرت فتح علی خان' خان صاحب مہدی حسن' تقریباً بھی اپنے سنگرز زبردست ہیں۔ پینٹنگ' کوکنگ' ڈیزائننگ' پاکستان کا چپہ چپہ دیکھنے کا شوق ہے۔ اپنی نانو سے بہت محبت ہے' اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام دے' آمین۔ پھول گلاب کے سارے پسند ہیں اور کھانے میں مت پوچھو ہر چیز ہی چلتی ہے۔ چار بہنیں ایک بھائی ہے میں دوسرے نمبر کی ہوں۔ آؤ ہم سب مل کر پاکستانی بنیں' پاکستان کے لیے کام کریں' پاک فوج زندہ باد' پاکستان پائندہ باد' اللہ نگہبان۔

میں جا کر جب مویشیوں کو دیکھتی' کھیت میں ابا کو کھانا دینے جاتی تو مونا چپکے چپکے کئی بار ہاتھ لگا کر جہیز کے کپڑوں اور زیورات کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتی۔

''اگر مغنیہ آپا جیسی میری بھی ساس ہوئی تو وہ تو مجھے کچھ نہ پہننے دیں گی کیا معلوم میری رت جگوں کی محنت سے بنائے نئے کپڑوں کو اپنی ملکیت میں اول دن سے رکھ لیں۔ پھر پھر؟ میں کیا کروں گی۔'' پیٹی کے اوپر سر رکھے مونا پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔

اگلی روشن صبح جب بقر عید میں صرف ایک دن باقی تھا اور بقول اماں کے کہ اس کی رسم کا شگن بھی عید کے تیسرے دن ہونا قرار پایا تھا کہ یاور شاہ شہر سے گاؤں اسی مقصد کے تحت آ رہا تھا۔ ماہ عالم تاب کسی دیوانے کے خواب کی طرح اس کی پتلیوں پر عیاں تھا۔ آخر کو اس دن اس نے اماں کی اجازت سے ہی جہیز کا ایک عدد قیمتی سوٹ زیب تن کرنا تھا۔ مونا کے گلاب چہرے پر نوشگفتہ غنچوں سی چمک تھی۔ حسن چمن پر رونق صبح کی طرح عود کر آ رہا تھا۔ چہچہاتی کھلکھلاتی کلیاں نرم شاخوں پر جھوم رہی تھیں۔ اپنی پیاری گائے رادھا کو کئی دفعہ یہ بات وہ بتا چکی تھی۔ عید کے تیسرے دن اس کو اپنی زندگی کی سب سے بڑی خوشی ملنے والی تھی لیکن ایک معمولی سا در بھی تھا رادھا کے قربان ہو جانے کا۔ آج مونا لہ احساس سے ماورا بس ہنسنا مسکرانا چاہتی تھی۔ بقر عید کے پہلے دو دن تو شدید مصروفیت کی نذر ہو گئے اور بالآخر وہ تیسرا دن بھی آ پہنچا۔ علی الصبح ہی رادھا کو قربان کرنے کا فریضہ سرانجام دے دیا گیا۔ جانے کس جذبے کے تحت آج نزہت آپا نے مونا کو وقت فجر بھی نہ ہلایا کہ رات بھر وہ رادھا سے راز و نیاز میں مشغول رہی تھی۔ پھر دن بھر کے کام بھی تو تھکا دیتے ہیں ناں' مزنہ آج خوب اچھی طرح تیار ہو کر اپنی بہترین سکھی کے ہاں آ پہنچی تھی اور نزہت آپا نے مونا کو تیار کرنے کا فعل بھی اسی کے ذمے لگا دیا تھا۔ جو وہ خوشی خوشی کرنے کے لیے تیار ہو گئی تھی۔ گاؤں کے وسیع رقبے پر پھیلے ان کے کشادہ صحن میں یاور شاہ نے قدم رکھا تھا۔ عین اسی لمحے مزنہ کی دلخراش چیخ نے باہر موجود ہر شخص کے دل کی دنیا تہہ و بالا کر دی تھی۔

''خالہ...... خالہ...... خالہ جان' دیکھیں مونا نہ بازو ہلا رہی ہے نہ آنکھیں کھولتی ہے اور اس کی سانس......!'' مزنہ کی آواز حلق میں ہی دب گئی تھی۔ سب اندر کی جانب بھاگے تھے۔ مونا کے پاس ہی پڑا زیورات کا ڈبہ بے ترتیب انداز میں بند تھا۔ اٹیچی کیس کھلا پڑا تھا۔ یاور شاہ کی نگاہیں سوئی ہوئی مونا پر سے ہٹنے کو انکاری ہو گئی تھیں۔ یاور کو لگا تھا کہ بہت دیر ہو گئی۔ حقیقتاً اس نے بہت دیر کر دی تھی۔ بہت دیر کی مہربان آتے آتے۔

نزہت آپا کو یوں لگا تھا کہ گویا کسی نے ان کا دل چیر کر دو ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا ہو۔ مزنہ ہوش و خرد سے بیگانہ ہو چکی تھی۔ فی الفور یاور نے کسی امید کے تحت جیپ نکالی تھی۔

''اسپتال پہنچنے سے پہلے ہی مریضہ دم توڑ چکی ہے۔ تشخیص رپورٹ سے بھی اخذ کیا گیا تھا کہ بے حد خوشی سے مغلوب ہو کر مریضہ کے دل پر اتنا بوجھ پڑا کہ اس نے کام ہی کرنا چھوڑ دیا۔'' ڈاکٹر کے الفاظ نہیں تھے بلکہ کوئی سیسہ تھا جو پاس کھڑے اپنوں کی سماعتوں میں انڈیلا گیا تھا۔ دیوار کے سامنے ہی سب دیکھتے رہے تھے۔ بس دیوار کسی نے جھانکنے کی زحمت نہ کی تھی۔

خوف کے بیاباں میں\
کون یہ بتائے گا\
عمر بھر کی محرومی\
ہولناک رستوں پر...... موت کیوں دکھاتی ہے؟

موم کی محبت
راحت وفا

مجھے رونے لگا تو اے ناخدا کیا غرق ہونے سے
کہ جن کو ڈوبنا ہو ڈوب جاتے ہیں سفینوں میں
خموش اے دل! بھری محفل میں چلانا نہیں اچھا
ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

عارض اذان کو اپنے ساتھ لے جاتا ہے یہ بات شرمین کو معلوم ہوتی ہے لیکن کچھ نہ کرنے پر وہ غصہ سے کھول کر رہ جاتی ہے عارض کو بھی اندازہ ہوتا ہے کہ شرمین فون کر کے اذان کے حوالے سے بات کرے گی اس لیے اس کے فون پر لہجے میں محبت کی مٹھاس بھر لیتا ہے جبکہ شرمین اس کے لہجے کو نظر انداز کرتی اذان کو اپنے حوالے کرنے کا کہتی ہے لیکن عارض بات ہنسی میں اڑا جاتا ہے۔ بوبی کا فون کافی عرصے بعد شرمین کے پاس آتا ہے اور وہ زینت آپا کے انتقال کی خبر اسے دیتا ہے۔ زینت آپا کو بوبی وہی لندن میں دفنا دیتا ہے۔ شرمین زینت آپا کے گھر آ کر ان کے لیے قرآن خوانی کراتی ہے۔ شرمین کو زینت آپا کے احسانات یاد آتے ہیں تو اس کو مزید رونا آتا ہے شرمین مدرسوں اور مسجد میں کھانا بھجواتی ہے اور زینت آپا کی مغفرت کے لیے دعا کراتی ہے۔ ولیمے کے مختصر سے مہمان کھانا کھا کر رخصت ہو جاتے ہیں عارض کی بے قرار نظریں شرمین کو ڈھونڈتی ہیں صفدر اس کی بے تابی بھانپ لیتا ہے اور شرمین سے رابطہ کرنے کا کہتا ہے جس پر عارض انکاری ہو جاتا ہے وہ اب مزید اپنی محبت کو رسوا ہونے نہیں دینا چاہتا تھا۔ شرمین اپنے سامان سمیت باہر آتی ہے تو بابا فہمیدہ اداس کھڑے ہوتے ہیں وہ ان کی خاموش آنکھوں کا مطلب سمجھ کر ہی ٹی وی لاؤنج میں بیٹھ جاتی ہے بابا اسے زینت آپا کے گھر رکنے کا کہتے ہیں جس پر شرمین معذرت کر لیتی ہے شرمین زینت آپا کے استعمال شدہ کپڑے فہمیدہ کو دے دیتی ہے۔ صفدر اپنا اور جہاں آرا بیگم کا پاسپورٹ بنواتا ہے جس پر جہاں آرا بیگم اسے سخت سست سناتی ہیں لیکن وہ ماں پر اپنی مجبوری ظاہر نہیں کرتا ہے۔ بلقیس نھی کے ہمراہ عبدالصمد کے آنے کی اطلاع دیتی ہے جبکہ جہاں آرا بیگم اپنے کمرے میں بند ہو جاتی ہیں عبدالصمد صفدر سے لپٹ جاتا ہے صفدر بھی بیٹے کو پیار کرتا ہے نھی اسے بتاتی ہے کہ عبدالصمد اسے اور جہاں آرا بیگم کو مس کرتا ہے اور کبھی کبھی سارا سارا دن بھوکا رہتا ہے۔ شرمین عارض کے گھر آتی ہے اور حاکم چاچا سے ولیمے میں شرکت نہ کرنے پر معذرت کرتی ہے اور ساتھ ہی انہیں زینت آپا کے انتقال کا بتاتی ہے تو حاکم چاچا تعزیت کرتے ہیں اور عارض کی غیر موجودگی کا بتاتے ہیں۔ شرمین ہری پور والا کام جلد از جلد کرانا چاہتی ہے اور حاکم چاچا سے تفصیل جاننا چاہتی ہے آغا جی نے اپنے خط میں آبائی گھر کو عبدالمعید ٹرسٹ بنانے کا لکھا ہوتا ہے عارض آغا جی کی جائیداد نیلام کر رہا ہوتا ہے جس کا اشتہار صفدر اخبار میں پڑھ کر حاکم چاچا سے اس کی بابت پوچھتا ہے جس پر حاکم چاچا عارض کا ملک سے باہر جانے کا بتاتے ہیں۔ شرمین کو اب عارض بے وفا نظر آ رہا ہوتا ہے تو دوسری طرف بوبی بھری دنیا میں تنہا اس کا انتظار کر رہا ہوتا ہے شرمین بھی تمام کام چھوڑ کر بوبی کے پاس جانے کا فیصلہ کر لیتی ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

ان آنکھوں سے دن رات برسات ہوگی
اگر زندگی صرف جذبات ہوگی
مسافر ہو تم بھی مسافر ہیں ہم بھی
کسی موڑ پر پھر ملاقات ہوگی
صداؤں کو الفاظ ملنے نہ پائیں
نہ بادل گھریں گے نہ برسات ہوگی
چراغوں کو آنکھوں میں محفوظ رکھنا
بڑی دور تک رات ہی رات ہوگی
ازل سے ابد تک سفر ہی سفر ہے
کہیں صبح ہوگی کہیں رات ہوگی

"یہ آخری میسج ہے اب پھر کوئی بات نہ ہوگی دیس بدل جائے گا احساس بدل جائے گا فون نمبر بدل جائے گا اللہ حافظ۔" عارض کا میسج پڑھ کر وہ تڑپ اٹھی اسے ایسا لگا کہ کسی نے اس کے جسم سے روح کھینچ لی ہو کمرے میں ہو کا عالم تھا اندھیرا، ویرانی اور اس میں دل کو چیرتے عارض کے بھیجے گئے الفاظ۔

"تو شرمین بیگ، تم بالکل تنہا ہوگئی ہو، اذان گیا اور اب عارض بھی ان سے پہلے، بوبی اور صفدر گئے تم تو تنہارہ گئی ہو تم نے اسے گنوا دیا وہ لوٹ کر آیا مگر تم نے کیا کیا؟ تیر بہا کر لاؤ ضد اور انا نے سب کچھ تہہ و بالا کر دیا۔"

"مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" وہ ڈھٹائی سے بڑبڑائی۔

"فرق پڑتا ہے یہ آج تمہیں اندازہ نہیں لیکن تم نے اچھا نہیں کیا اچھا نہیں ہوا۔" دل میں کسک جاگی۔

"شرمین تنہا تھی اور تنہا رہ سکتی ہے میں جی لوں گی۔ اذان اور عارض کے بنا۔"

"یہ بھول ہے تمہاری، تمہیں ضرورت محسوس ہوگی۔" ذہن نے پھر اکسایا۔

"اب شرمین کو کسی کی ضرورت نہیں اذان کی ذمہ داری ادا ہوگئی عارض جاچکا ہے مجھے کوئی غم نہیں۔"

مگر اسے دل مضطرب نے بے کل کر کے مجبور کر دیا کہ وہ رات کے دس بجے بستر سے اٹھ کر گاڑی نکال لائی حاکم چاچا حیران رہ گئے۔ وہ افسردہ کھوجتی نگاہوں سے پورچ میں کھڑی گاڑیاں دیکھتی ہوئی اندر داخل ہوئی حاکم چاچا اس کے پیچھے پیچھے تھے کمرے سب لاک تھے۔ وہ خفت سے مسکرا کر برآمدے میں پڑی کرسی پر ٹک گئی۔

"کمرہ کھولوں بی بی۔"

"ہوں...... نہیں...... میں تو پوچھنے آئی تھی۔" وہ ہکلائی۔

"صاحب تو چلے گئے ہیں۔" حاکم چاچا کی آنکھیں بھیگ گئیں آواز رقت بھری تھی۔

"کہاں گئے ہیں۔" اس نے دانستہ پوچھا۔

"نہیں بتایا، بس کہیں بھی۔ یہی کہا تھا انہوں نے۔"

"خیر...... اذان۔"

"اسے تو بھیج دیا تھا۔"

"ٹھیک ہے مجھے آغا جی والا کام کرنا ہے تفصیل سے بات کرلیں۔" اس نے موضوع بدلا کہ کہیں اس کے دل کی حالت چاچا پر نہ کھل جائے۔

''وہ جی آپ ضرور کریں۔''
''کیسے آپ کے صاحب کو مجھے بتا کر جانا چاہیے تھا۔'' وہ بلاوجہ چلا اٹھی۔
''اگر وہ خود کچھ کرنا چاہتے تو آغا جی آپ کو نہ کہتے'' میں نے ذکر کیا تھا مگر انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔''
''تو میں کیسے کروں گی۔''
''آپ کو آغا جی نے کہا ہے۔''
''وہ ایک خط، قانونی مسائل کیسے حل کرسکتا ہے، کوئی طریقہ ہوتا ہے۔'' اس نے کہا۔
''کمپنی کے وکیل صاحب ہیں نا اگر مسئلہ ہوا تو انہیں بلا لیں گے باقی میں آپ کے ساتھ جاسکتا ہوں وہاں ملازم ہیں قادر بھی گیا ہوا ہے اسے کہہ دیتا ہوں کہ رنگ روغن کرادے۔'' حاکم چاچا نے مسئلے کا حل پیش کیا۔
''اچھا ٹھیک ہے میں ایک دو روز میں آپ کو بتاتی ہوں۔'' وہ کچھ تذبذب کا شکار تھی کچھ سمجھ نہیں آیا تو اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔
''آپ یہیں رہنا چاہیں تو میں چھوٹے صاحب کا کمرہ کھول دوں۔'' انہوں نے اس کے چہرے پر پھیلی اداسی کو دیکھ کر پوچھا۔
''نہ...... نہیں...... مجھے جانا ہے۔'' وہ بولی۔
''بی بی۔''
''جی۔''
''معاف کردینے پر اللہ خوش ہوتا ہے صاحب بہت دکھی ہوکر گئے ہیں۔'' حاکم چاچا نے کہا وہ انہیں دیکھتی رہی پھر چپ چاپ آگئی۔ دل میں درد کروٹیں لیتا رہا تمنا مچلتی رہی کہ وہ کسی کمرے سے کسی راہداری سے نکل کر سامنے آجائے مگر ایسا نہیں ہوا۔

❀......❀❀......❀

بظاہر بہادری کا مظاہرہ کرنے والی شرمین نے نہ چاہتے ہوئے بھی ایسا صدمہ محسوس کیا کہ بستر سے لگ گئی، شدید سر درد اور تیز بخار نے ہوش چھین لیے۔ اب کوئی نہیں تھا کہ آ کر اسے پانی کے دو گھونٹ ہی پلا دیتا۔ صبح سے وہ بے سدھ پڑی تھی فون خاموش تھا عصر کے وقت بمشکل آنکھیں کھولنے کی کوشش کی ہمت کرکے فون اٹھایا اس پر کوئی مس کال نہیں تھی نہ ہی کوئی میسیج تھا اپنی اس بے بسی پر آنکھیں بھیگ گئیں، کوئی سہارا دینے والا تھا نہ ہمت و حوصلہ دینے والا۔
''شرمین تم کمزور نہیں تھیں پھر کیوں آج نڈھال ہو، یہ اعتراف کرلو کہ تمہیں عارض کے جانے کے غم نے نڈھال کردیا ہے۔ اس کے جانے کا دکھ تمہیں بیمار کرگیا ہے یہ سچ ہے کہ تمہیں اس پراسراری لگن کا اندازہ نہیں تھا تم نے دانستہ اسے بھیجا یہ دیکھنے کے لیے کہ وہ جاتا ہے یا نہیں، اب یقین کرلو کہ وہ چلا گیا اس کا مزاج تو پہلے ہی بدلتی رتوں جیسا تھا اب اٹھو اپنے اعصاب آزماؤ جن پر تم نے ہمیشہ ناز کیا اس بحران سے نکلو کہ تمہارا رہنا ہے تنہا جینا ہے۔'' اس کے ذہن نے اکسایا تو واقعی وہ اٹھی، کمرے سے نکلی باورچی خانے میں گئی چائے تیار کی کیک رس نکالے اور واپس کمرے میں آگئی اطمینان سے چائے کے ساتھ کیک رس کھانے کے کچھ دیر بعد دراز سے ٹیبلٹ نکال کر کھائی اور پھر جیسے ایک ہی مشن بیدار ہوگیا۔ فون اٹھا کر حاکم چاچا کو ملایا۔
''حاکم چاچا، مجھے ہری پور جانا ہے۔''
''اس موسم میں۔''

"کیوں؟"

"بارشوں کا موسم ہے راستے خطرناک ہیں۔"

"تو کیا ہوا؟"

"خطرہ ہوتا ہے۔"

"مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا آپ بس میرے ساتھ چلیں۔" وہ مصر ہوئی۔

"ابھی بارش کی وجہ سے رنگ روغن نہیں ہو سکتا ہفتہ دس دن رک جائیں۔" حاکم چاچا نے کہا۔

"اور اس دوران میں یہاں مر جاؤں۔" اسے غصہ آ گیا۔

"اللہ نہ کرے میں آغا جی کو کیا منہ دکھاؤں گا۔"

"حاکم چاچا میں بخار میں پھنک رہی ہوں یہاں بھی تو کوئی نہیں ہے میرے پاس۔" دل کی بات زبان پر آ گئی۔

"اوہ، بی بی میں نے تو آپ سے کہا تھا کہ یہاں رہ جائیں۔" حاکم چاچا دکھ سے بولے۔

"کیوں، کب تک کسی کے گھر رہوں؟" وہ چلائی۔

"بی بی ایک بات کہوں۔"

"بولیں۔"

"آپ کسی بھلے مانس سے شادی کرلیں۔"

"کیا؟" وہ متحیر رہ گئی حاکم چاچا نے کیا کہہ دیا تھا۔

"بی بی چھوٹے صاحب تو گئے زندگی تو گزارنی ہے۔" حاکم چاچا نے مزید کہا۔

"زندگی اب آغا جی کے مشن میں گزرے گی شادی کا اب کیا سوچنا۔" وہ اکتاہٹ سے بولی۔

"سوچ لیں، ویسے وہ کام تو دس بارہ دن رک جائیں پھر ہوگا۔"

"کیا مصیبت ہے؟" اس نے جھنجلا کر فون بند کر دیا احساس توہین سے اس کی تپتی ہوئی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے بے دم سی بستر پر گری تو غنودگی سی آ گئی پھر کچھ دیر بعد اسے ہوش ہی نہ رہا۔

❁❁........❁❁

زندگی میں بڑی سے بڑی بات پہ بھی ہار نہ ماننے والے لوگ کبھی کبھی بہت چھوٹی سی بات پہ ٹوٹ جاتے ہیں عجیب سی بات ہے نا، پر ایسا ہی ہے اس کی ذات میں ٹوٹ پھوٹ کا مکمل ثبوت تھا کہ آج تک کسی چیز نے اسے شکست نہیں دی تھی تو اب صرف عارض کا جانا اس کی ہستی کو بلڈوز کر گیا تھا اسے روکنا تھا نہ کچھ کہنا تھا پھر...... پھر کیوں اس کے جانے کا احساس کچوکے لگا رہا ہے بھلانے کو سر جھٹکتی ہے پھر بھلا نہیں پا رہی وہ جانے کس دیس گیا مگر اسے یہ احساس توہین چاٹ رہا تھا کہ اس قدر بے توقیری تھی وہ کہ جاتے وقت مل ہی جاتا بتا کر ہی چلا جاتا، آخری بار تو مل جاتا کیوں؟ آخر کیوں تم ایسا سوچ رہی ہو تم ایسا ہی چاہتی تھیں تم ایسا نہ چاہتیں تو اسے معاف کر دیتیں اسے اپنا لیتیں، اب جبکہ وہ چلا گیا تو تم اس کے لیے دل گرفتہ ہو، کیا یہ وہ محبت نہیں جس کا نعرہ تم لگاتی رہیں یہ محبت تو دلوں پر راج کرتی ہے تمہارے دل سے دھڑکنوں کا افسردہ گیت کیوں سنائی دے رہا ہے؟

"میں افسردہ نہیں، وہ آنکھ سے دور ہو گیا ہے تو دل سے بھی اتر جائے گا۔" بڑبڑاتے ہوئے ٹی وی پر نظریں مرکوز کرلیں۔

مگر وہ کہتے ہیں نا کہ عشق وہ آتش ہے جو سر تا پیر سلگا کر راکھ بنا دیتی ہے۔ ہوش چھین لیتی ہے وہ خود سر احساسات کو

شکست دینے کے لیے گاڑی نکال کر باہر آ گئی سڑکوں پر گاڑی دوڑاتے کئی گھنٹے گزر گئے تو کچھ کھانے کی غرض سے فروٹ چاٹ اور ڈرنک کارنر کے قریب گاڑی روک لی، گاڑی میں بیٹھے بیٹھے آ ڈر کیا، دائیں ہاتھ سیاہ مرسڈیز کھڑی دیکھ کر وہ فوراً پہچان گئی عارض کی گاڑی اور عارض کا ڈرائیور ابھی کچھ سوچ رہی تھی کہ حاکم چاچا ایک بڑے سے شاپنگ بیگ کے ساتھ گاڑی میں آ کر بیٹھ گئے ڈرائیور نے گاڑی ریورس کی اور چلا گیا شرمین کی حیرت میں شدید قسم کا اضافہ ہوا تھا۔

اس کے آرڈر کے مطابق فروٹ چاٹ آ گئی اس نے کھائی بخار کے بعد منہ کا ذائقہ خراب تھا سو کچھ اچھا محسوس نا کیا واپسی پر طبیعت کچھ بحال تھی بک گیلری سے دو انگریزی کے ناول خریدے، ایک شوبز میگزین لیا تنہائی بانٹنے کے لیے یہ بہترین ذرائع تھے کچھ کرنے کو کام نہیں تھا اس لیے گھر پہنچ کر اس نے مغرب کی نماز پڑھی اور پھر سکون سے بیٹھ کر شوبز میگزین کی ورق گردانی کرنے لگی وقت گزرنے کا احساس نہ ہوا دل بھی کچھ بہل سا گیا وہ محو تھی کہ دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی اسے سنائی دی مگر ایک لمحے توقف کیا دستک دوبارہ ہوئی تو وہ اٹھی دروازہ کھولا تو بیس بائیس سالہ پیاری سی لڑکی کھڑی مسکرا رہی تھی وہ پہلی بار اسے دیکھ رہی تھی۔

''السلام علیکم! میں تانیہ۔''

''وعلیکم السلام تانیہ۔'' سلام کا جواب دیتے ہوئے وہ کچھ اجنبیت سے ہکلائی۔

''آپ ہماری لینڈ لیڈی ہیں نا۔'' وہ بولی۔

''اوہ......جی آیئے سوری میں مصروف رہی آپ کو ملنے نہیں آ سکی۔'' شرمین نے خفت سے کہا۔

''میں نے اپنی اماں سے کہا کہ ملنے جا رہی ہوں۔'' تانیہ خوش دلی سے کہہ کر صوفے پر بیٹھ گئی۔

''اماں کو بھی لے آتیں۔''

''اماں دراصل میری ساس ہیں انہیں جوڑوں کا درد رہتا ہے بس میں اور بینا بھابی گھر مینج کرتی ہیں۔''

''اچھا......اچھا یعنی آپ بہو ہیں۔''

''جی۔ ہم نے سنا ہے آپ کا بیٹا ہے۔''

''غلط سنا ہے آپ نے۔'' وہ چڑ کر کہہ گئی تانیہ شرمندہ سی ہو گئی۔

''سوری......یعنی آپ کی۔'' وہ ہچکچائی۔

''آپ چائے پئیں گی یا کافی۔'' وہ ٹال گئی۔

''نو تھینکس میں چلتی ہوں لنچ بھابی اور ڈنر مجھے تیار کرنا ہوتا ہے۔'' وہ بولی۔

''اچھا۔''

''آپ بہت پیاری ہیں یقیناً آپ کے ہزبینڈ بھی ہینڈسم ہوں گے۔'' جاتے جاتے تانیہ نے کہا تو وہ مشکل سے کوئی سخت جملہ نہ کہہ سکی فقط اتنا بولی۔

''ہو سکتا ہے۔'' وہ کچھ نا سمجھ کر چلی گئی، اس نے بے زاری سے دروازہ بند کیا اور بہت دیر تک تانیہ کی باتیں اس کا دل چیرتی رہیں۔

❁......❁❁......❁

بوبی کو گئے ہوئے تقریباً دس دن ہو گئے تھے وہ بابا کو فون کر کے احساس دلانے کے باعث تیار ہو کر باہر نکلی تو لان میں ایک بھاری بھرکم خاتون کو دھیرے دھیرے واک کرتے دیکھ کر وہ ٹھٹکی آگے بڑھنا چاہا مگر وہ بڑی بے تکلفی سے اس سے مخاطب ہوئیں۔

"بیٹی۔"
"جی، السلام علیکم۔"
"وعلیکم السلام...... سن کر افسوس ہوا کہ تمہاری اولاد نہیں۔" انہوں نے قریب پہنچ کر بہت دکھی انداز میں کہا تو شرمین پھٹ پڑی۔
"اور زیادہ افسوس کرلیجیے میرا شوہر بھی نہیں ہے۔"
"کیا؟"
"جی آپ کو حیرت کی ضرورت نہیں۔" اسے غصہ آ گیا۔
"اوہ یہ تو بہت بری بات ہے میں تو بیٹا تمہارے لیے آج سے ہی رشتہ تلاش کرتی ہوں۔" پہلی ملاقات میں اتنی بے تکلفی پروہ تپ پا ہوگئی۔
"فارگاڈ سیک۔ آپ کو میں نے کرائے پر پورشن دیا ہے بے تکلفی کی ضرورت نہیں۔" وہ یہ کہہ کر بڑبڑاتی ہوئی گاڑی نکال کر زینت آپا کی طرف پہنچی بابا کو غصے سے کرائے دار خاتون کی باتیں بتائیں پہلے تو وہ ہنستے چلے گئے پھر چائے لے کر لائے اور دھیرے سے بولے۔
"بٹیا یہ دنیا حساب کتاب کی مشین ہے اس کو ٹھیک جواب بھی دو تو نتیجہ غلط ہی نکلتا ہے۔"
"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔"
"ویسے بی بی آپ نے خود کو کیوں بھلا رکھا ہے، بڑی بیگم صاحبہ کو آپ کی بہت فکر رہتی تھی وہ ہمیشہ دعا کرتی تھیں بوبی صاحب تو غلط کہتے تھے مگر کوئی اور بھی تھا۔" بابا نے بتایا تو وہ لمبی سانس بھر کے مسکرائی، پھر بولی۔
"آپ نے خود ہی تو کہہ دیا تھا کہ......!"
"بٹیا پہاڑ سی زندگی ایسے کیسے گزرے گی۔"
"بابا میں چند روز تک نئی زندگی کا سفر شروع کرنے جا رہی ہوں۔" اس نے چائے کی آخری چسکی لی۔
"اللہ خیر رکھے آپ کو بہت سی خوشیاں ملیں۔"
"یہ بتائیں کوئی مسئلہ تو نہیں۔"
"نہیں اللہ کا کرم ہے۔"
"میں جانے سے پہلے کچھ چیک سائن کردوں گی تاکہ آپ کو مشکل نہ ہو۔"
"آپ کہیں جا رہی ہیں۔"
"ہاں میں ہری پور جا رہی ہوں وہاں کوئی کام کرنا ہے۔"
"ماشاء اللہ۔"
"بس دعا کیجیے گا کہ سب اچھے سے ہوجائے۔"
"ان شاء اللہ۔"
"اب اجازت۔"
"گھر میں اکیلی کیا کریں گی یہیں رہ جائیں۔"
"پھر آؤں گی اکیلے رہنے کی مجھے عادت ہے۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

مسلسل گیارہ دن کی بارش کے بعد دن چمکیلی صبح طلوع ہوئی تھی سردی کی شدت میں بہت معمولی سی کمی آئی تھی لیکن ایسی سردی ہری پوری کے مکینوں کے لیے ناقابل برداشت نہیں تھی نحیف ونزار منشی بقا اللہ پوری حرارت سے حویلی کی تزئین وآرائش کے کام میں جتے ہنر مندوں کی نگرانی کررہے تھے پہلا مرحلہ پینٹ اور چھوٹی موٹی بجلی کی خرابی دور کرنے کا تھا قیمتی سامان ایک کمرے میں بند کرنے کے بعد ایک ہی وقت میں چار ماہر کاری گر پینٹ میں مصروف تھے دو مالی بارش سے خراب ہونے والے لان کی حالت سنوارنے میں مصروف تھے۔

"ذرا تیز ہاتھ چلاؤ کیوں شرمندہ کرانا چاہتے ہو؟" منشی بقا اللہ جس طرف سے گزرتے یہ کہتے۔

"منشی صاحب بی بی کا پتا تو کرلیں آنا بھی ہے کہ نہیں۔" بہار خان جو کہ حویلی کا خاص ملازم تھا پوچھ بیٹھا۔

"کیا مطلب ہے تیرا؟" منشی جی نے کڑک لہجے میں پوچھا۔

"میرا مطلب ہے بڑے شہر کی رونقیں چھوڑ کر بی بی یہاں تنہا کیسے رہیں گی۔"

"یہ ان کا مسئلہ ہے تم بس کام ختم کرو، ہمیں مالکوں کی بات ماننی ہے۔" منشی جی نے جواب دیا۔

"ویسے اچھی بات ہے اتنی شاندار حویلی کو تو آباد رہنا چاہیے۔" کاری گر فتحیاب نے سگریٹ کا آخری کش لے کر ڈسٹبن میں ٹکڑی ڈال کر ہلاتے ہوئے بڑے پتے کی بات کی۔

"فتح بھائی اصل مالک تو یہاں نہیں ہیں پھر یہ بی بی کون ہے؟"

"اپنے کام سے کام رکھو، یہ اصل مالک ہیں اس حویلی کی۔" منشی جی نے لتاڑا۔

"اوئے تم اپنا کام کرو ہمیں مزدوری سے مطلب ہمیں کیا کہ کون کیا ہے۔" بجلی کے بورڈ کو کھولتے ہوئے الیکٹریشن محمد نواز نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔

"ٹھیک کہتے ہو۔" سب کی سمجھ میں یہ بات آ گئی۔

"دیکھو جو سامان کم ہوتا دکھائی دے اس کا فوراً بتاؤ بس کام رکے نا۔" منشی جی نے کہا تو سب نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"اوئے گلباز۔" منشی جی نے لان میں کھڑے لڑکے کو آواز دی۔

"جی منشی جی۔"

"اوئے اپنی بی بی کو کہہ دیا تھا کہ وہ حویلی کے کوارٹر میں آ کر رہے مستقل یہیں رہنا ہے سامان لے آئے ساتھ۔"

"جی کہہ دیا تھا۔"

"اور تیرے چاچے کی بیٹی گل بی بی۔"

"منشی جی، اس کی تو شادی ہوگئی۔"

"اوہ.....تو اور کوئی۔"

"مجھے نہیں پتا بی بی کو پتا ہوگا۔"

"چل پھر جا اور بی بی کو لے کر آ۔"

"وہ بی بی یہاں کیوں آرہی ہیں۔"

"اپنا کام کر ہم کون ہوتے ہیں یہ پوچھنے والے ویسے یہاں آدھی حویلی میں علاقے کے لوگوں کے لیے ڈسپنسری بنے گی اور بچوں کا اسکول بنے گا۔" منشی جی نے بتایا تو گلباز کی آنکھیں خوشی سے چمک اٹھیں۔

"چل اب جا۔"

"جی جاتا ہوں۔" وہ فاصلے پر کھڑی اپنی سائیکل کی طرف دوڑا اور تیزی سے حویلی کے مین گیٹ سے باہر نکل گیا۔

❁ ...... ❁❁ ...... ❁

وہ بنا اطلاع کے آگئی تھی۔ چوکیدار نے ٹھک سے سلام کیا اور گیٹ کھولا وہ گاڑی اندر لے آئی پورچ کی لائٹس آن تھیں وہ گاڑی سے باہر نکلتے ہوئے سوچ میں پڑ گئی عارض کی سیاہ مرسڈیز موجود نہیں تھی سلور کرولا اور جیپ موجود تھیں وہ سوچتی ہوئی اندر آ گئی حاکم چاچا اسے دیکھ کر خوش ہو گئے جلدی سے سلام کیا۔

"آپ فون کر دیتیں میں ڈرائیور بھیج دیتا۔"

"میرے پاس گاڑی ہے میں آج فائنلی معاملات طے کرنے آئی ہوں۔" اس نے کہا۔

"ٹھیک ہے آئیں چھوٹے صاحب کے کمرے میں بیٹھیں۔" حاکم چاچا نے اس کے منع کرنے کے باوجود عارض کا کمرہ اس کے لیے کھول دیا وہ مجبوراً کمرے میں داخل ہوئی تو حیرت سے آنکھیں کھلی رہ گئیں، اس کی بڑی سی تصویر عارض کے بیڈ کے سامنے والی دیوار پر آویزاں تھی اس کے نیچے ڈھیر سارے سرخ گلاب رکھے تھے جو اب سیاہ پڑ گئے تھے۔ وہ ایک ٹک تصویر کو دیکھتی رہی پھولوں کو چھوا تو اس کے درمیان سے تہہ شدہ صفحہ نکل کر زمین پر گر گیا اس نے جھک کر اٹھایا اور کھولا عارض کی نگاہیں اس صفحے سے جھانکنے لگیں اس کے لبوں پر لفظوں کا سحر طاری ہونے لگا۔

جاناں!
جب کانچ اٹھانے پڑ جائیں
تم ہاتھ ہمارے لے جانا
جب سمجھو کہ کوئی ساتھ نہیں
تم ساتھ ہمارا لے جانا
جب دیکھو کے تم تنہا ہو
اور راستے ہیں دشوار بہت
تب ہم کو اپنا کہہ دینا
بے باک سہارا لے جانا
جو بازی بھی تم جیتو گے
جو منزل بھی تم پاؤ گے
ہم پاس تمہارے ہوں نہ ہوں
احساس ہمارا لے جانا
اگر یاد ہماری آ جائے
تم پاس ہمارے آ جانا
بس اک مسکان ہمیں دے دینا
تم جان ہماری لے جانا
جب کانچ اٹھانے پڑ جائیں
تم ہاتھ ہمارے لے جانا

"ہنہہ ہاتھ کاٹنے والا کہہ رہا ہے یہ سب۔" وہ تلخی سے بڑبڑائی۔

”بی بی..... صاحب یہ پھول جانے سے پہلے آپ کے پاس لے کر آنا چاہ رہے تھے پھر جانے کیا ہوا؟“ حاکم چاچا کی آواز بھرا گئی۔

”کوئی بات نہیں۔“ اس نے کاغذ وہیں رکھ دیا۔

”صاحب آپ سے بہت محبت کرتے ہیں بڑے دکھی ہو کر گئے ہیں۔“

”ہنہ ایسے پیٹھ دکھا کر بزدل بھاگتے ہیں سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر ملک سے بھاگ جانا کوئی کارنامہ نہیں میری یہ تصویر بھی اتروائیں۔“

”نہیں بی بی ہمارے صاحب کبھی تو آئیں گے ان کی ہر چیز امانت ہے۔“

”بہرکیف آپ بھی مالک کے وفادار ہیں۔“ اس نے غصے پر قابو پانے کی ناکام کوشش کی۔

”صاحب بہت شرمندہ ہیں بار بار پوچھتے رہے حاکم چاچا میرا جرم اتنا بڑا بھی نہیں جتنی شرمین نے مجھے سزا دی۔“

”حاکم چاچا ہمیں ہری پور جانا ہے۔“ وہ اصل موضوع کی طرف آئی۔

”جی..... جی آپ کھانا کھائیں پھر آرام سے پروگرام بناتے ہیں۔“ حاکم چاچا نے ملازم کو ٹرالی لاتا دیکھ کر کہا۔

”اور آپ کی بیوی اور بہو کہاں ہیں؟“

”جی..... آج ہی گئی ہیں قادر کے ساتھ۔“

”کہاں۔“

”ہری پور۔“

”صاحب کی گاڑی کہاں ہے۔“

”اسی پر تو گئی ہیں سامان قیمتی تھا۔“

”ٹھیک ہے میں نے آپ کو مارکیٹ سے نکلتے دیکھا تھا۔“

”ک..... کب۔“

”چند دن پہلے۔“

”وہ کچھ ضروری سامان تھا۔“ حاکم چاچا نے ہکلا کر جواب دیا۔ جیسے کچھ چھپا رہے تھے۔ شرمین نے کوئی اہمیت نہیں دی۔

”اچھا آپ جلدی آئیں مزید وقت ضائع نہیں کرسکتی۔“ اس نے کہا تو وہ چلے گئے وہ اپنی تصویر تکنے لگی گلابی لباس میں چہرے پر جھولتی زلفیں اور روشن آنکھوں والی تصویر دل میں عارض کا خیال جاگا ایک یقین کے ساتھ کہ اس کی محبت اتنی بھی ہوسکتی ہے۔

❀......❀❀......❀
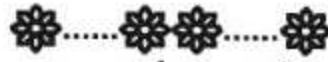
حاکم چاچا باہر جانے کس کام میں مصروف ہوگئے کہ وہ خود کمرے سے باہر آگئی اسے وہاں ٹھہرنا اچھا نہیں لگ رہا تھا مگر زندگی ایسے موڑ پر لے آئی تھی کہ کوئی نہیں رہا تھا۔ ٹہلتی ہوئی دائیں سے بائیں اور بائیں سے دائیں کسی بھٹکی ہوئی روح کی طرح چکرا رہی تھی۔ حاکم چاچا قریب آگئے۔

”شرمین بی بی غیروں کی طرح کیوں پریشان ہیں۔ اسے اپنا گھر سمجھیں گی تو آپ کو سب کچھ اچھا لگے گا عین اسی وقت ٹیلی فون سیٹ جو کہ کوریڈور میں رکھا ہوتا ہے اس پر میسج کی ٹون آئی شرمین کو اندازہ تھا کہ کوئی وائس میسج آیا ہے حاکم چاچا کو اشارہ کیا انہوں نے کچھ ہچکچاتے ہوئے وائس میسج کا بٹن دبا دیا۔

"میں بہت خوش ہوں یہاں سب بلاوجہ کی پریشانیاں چھوڑ کے زندگی کو نئے انداز میں جی رہا ہوں یہاں گلاسکو میں میرا اپارٹمنٹ بہت شاندار ہے آپ حاکم چاچا آئندہ بھی شرمین سے رابطہ نہ کرنا اس خودسر ضدی لڑکی کو میں چھوڑ آیا ہوں مشرقی ضدی شرمینوں کے لیے اپنی زندگی برباد کرنے والے بے وقوف ہوتے ہیں وہ آئے بھی تو منہ نہ لگانا مجھے معلوم ہے کہ آئے گی مگر وقت گزر چکا آغاجی والا کام کرنا چاہے تو کرنے دینا باقی کسی قسم کی رعایت کی ضرورت نہیں وہ جانے خود کو کیا سمجھتی ہے بتا دینا اسے کہ عارض کے لیے اب تم غیر اہم ہو اور ہاں کوئی مسئلہ ہو تو بتا دینا میں فوری طور پر آ کر دیکھ لوں گا اللہ حافظ۔"

یہ میسج کیا اچھی خاصی تقریر تھی جس کا ایک ایک لفظ شرمین کی تحقیر تھا۔ حاکم چاچا شرمسار سے نظریں چرانے لگے انہیں اندازہ نہیں تھا کہ یہ میسج عارض صاحب کر سکتے ہیں اور اتنا برا رویہ شرمین بی بی کے لیے اختیار کر سکتے ہیں شرمین کی تو وہ حالت تھی کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں، آنکھوں میں دور تک تذلیل کے سائے تھے کمرے تک گئی اور اپنی گاڑی کی چابی اور ہینڈ بیگ لے کر باہر نکلی تو حاکم چاچا منت سماجت کرنے لگے۔

"بی بی آپ چھوٹے صاحب کی باتوں کا اثر نہ لیں انہوں نے غصے میں کہا ہے آپ ان سے ملی نہیں تو......؟"

"تو، کچھ نہیں حاکم چاچا مجھے اپنی اوقات پتا چل گئی اللہ جو کرتا ہے بہتر کرتا ہے میں اچانک اس وقت نہ آتی تو کیسے اپنی اصلیت جانتی مجھے جانا ہے۔" وہ کرب سے گزرتے ہوئے بھی بڑے تحمل سے بولی۔

"اچھا آپ آج نہ جائیں میں بات کرتا ہوں سمجھاتا ہوں۔" حاکم چاچا کا بس نہیں چل رہا تھا کہ رونے لگیں۔

"آپ کیا چاہتے ہیں میں بالکل بے توقیر ہو جاؤں۔"

"صاحب ایسے ہی ایسا بول گئے ہیں۔"

"حاکم چاچا وہ جو بول گئے ہیں میں نے وہی سنا ہے میرا دم یہاں گھٹ رہا ہے۔" وہ یہ کہہ کر تیزی سے باہر آ گئی حاکم چاچا آوازیں دیتے رہ گئے اس کی گاڑی گیٹ سے نکل گئی تھی۔

❀......❀❀❀......❀

اسے نہیں یاد پڑتا تھا کہ کبھی اتنی بے عزتی اور ہتک کا سامنا کیا ہو، وہ بھی محبت کی بلندیوں سے گرا کر ایسا بے عزتی کا احساس تو نہ اس وقت ہوا جب صبیح احمد نے شادی رچا کے اس کی محبت کو دھوکہ دیا ایسی ذلت تو اس وقت بھی محسوس ہی نہیں کی عارض نے دوسری مرتبہ اسے بلندی سے گرایا۔ گھر پہنچتے پہنچتے وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی کیا کچھ نہیں کہہ دیا اس نے حاکم چاچا کے سامنے اس کی توقیر دو کوڑی سے بھی کم ہو گئی تھی اسے رہ رہ کے ملال ہو رہا تھا کہ کیوں وہاں گئی، کیوں اتنی دیر رکی اور پھر کیوں پیغام سنا؟ روتے روتے ہلکان ہو گئی جی چاہ رہا تھا کہ زہر پھانک لے یا پنکھے سے جھول جائے۔

"تو یہ تھی تمہاری محبت اتنے برے انداز میں میری عزت افزائی کی کاش میں نے تم سے محبت نہ کی ہوتی کبھی ہماری شناسائی نہ ہوتی۔" اس نے شدت جذبات میں آ کر اعتراف محبت کیا مگر دل دکھ سے پھٹا جا رہا تھا انا اور خودداری کے پندار کو بڑی ٹھیس لگی تھی۔

محبت تھی، انا تھی، مروت تھی ان سب کے ملنے سے ترے لیے عشق کی حرارت تھی، عارض یہ سب سننے سے پہلے میں مر کیوں نہ گئی تمہاری بے وفائی کا سامنا کرنے سے پہلے یہ بھرم تو قائم تھا کہ ہمارے درمیان برف کی دیوار پگھل ہی جائے گی مگر تم فلرٹ تھے تم نے میرے جذبوں سے کھیل کر ثابت کر دیا کہ تم نے کبھی کسی سے محبت کی ہی نہیں۔

وہ رات کے آخری پہر کھڑکی سے لگی آسمان کو تک رہی تھی۔ آنکھوں سے سیل رواں جاری تھا لب خشک پتوں کی طرح لرزاں تھے۔

پاک سوسائٹی پر موجود مشہور و معروف مصنفین

عُمیرہ احمد	صائمہ اکرام	عُشنا کوثر سردار	اشفاق احمد
نمرہ احمد	سعدیہ عابد	نبیلہ عزیز	نسیم حجازی
فرحت اشتیاق	عفت سحر طاہر	فائزہ افتخار	عنایتُ اللّٰہ التمش
قُدسیہ بانو	تنزیلہ ریاض	نبیلہ ابر راجہ	ہاشم ندیم
نگہت سیما	فائزہ افتخار	آمنہ ریاض	مُمتاز مُفتی
نگہت عبدُاللّٰہ	سباس گُل	عنیزہ سید	مُستنصر حُسین
رضیہ بٹ	رُخسانہ نگار عدنان	اقراء صغیر احمد	علیمُ الحق
رفعت سراج	اُمِ مریم	نایاب جیلانی	ایماے راحت

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود ماہانہ ڈائجسٹس

خواتین ڈائجسٹ، شُعاع ڈائجسٹ، کرن ڈائجسٹ، آنچل ڈائجسٹ، پاکیزہ ڈائجسٹ، حناء ڈائجسٹ، رِدا ڈائجسٹ، حجاب ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ، جاسُوسی ڈائجسٹ، سرگُزشت ڈائجسٹ، نئے اُفق، سچی کہانیاں، ڈالڈا کا دسترخوان، مصالحہ میگزین

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی شارٹ کٹس

تمام مُصنفین کے ناولز، ماہانہ ڈائجسٹ کی لسٹ، کِڈز کارنر، عمران سیریز از مظہر کلیم ایم اے، عمران سیریز از ابنِ صفی، جاسُوسی دُنیا از ابنِ صفی، ٹورنٹ ڈاؤنلوڈ کا طریقہ، آن لائن ریڈنگ کا طریقہ،

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براؤزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بک پر رابطہ کریں۔۔۔

''آنکھوں سے تیری یاد کے موتی برس رہے ہیں برسات تھمتی نہیں ہے مگر نفرت کی بارش میں بھیگ چکی ہوں پیار کر کے بہت پچھتا رہی ہوں اس محبت نے بدنام کر دیا ورنہ میرا ایک نام تھا ایک خودداری تھی اب سب تمہارے تحقیر آمیز جملوں سے ملیامیٹ ہوگیا۔'' بے آواز سسکیاں اس کی توہین پر ماتم کناں تھیں شیشے کے سامنے کھڑے ہوکر اس نے خود کو اپنی ہی پر تفتیش نگاہوں سے دیکھا سب کچھ بدل سا گیا تھا آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے ایک ڈیڑھ انچ اندر کو دھنسی ہوئیں' پیلا رنگ کملایا ہوا چہرہ رخسار جیسے ہڈیوں کے نیچے دب گئے تھے یہ سب وہ خود دیکھ رہی تھی کیا پایا تھا کیا کھویا تھا سب نگاہوں کے سامنے تھا عارض کا ایک ایک لفظ سماعت میں گونج رہا تھا اے کاش یہ لفظ کسی ایسے نے ادا کیے ہوتے جو قابل نفرت ہوتا یہ سب اس نے کہا جسے ظاہری خفگی کے باوجود باطنی محبتوں کا امین سمجھتی تھی وہ چلا ضرور گیا مگر اسے یقین سا تھا کہ وہ لوٹ کر آئے گا اور اگر ایسا نہ بھی ہوا تو اس کی یادوں کے سہارے زندگی گزر جائے گی۔ مگر ایسا نہیں ہوا وہ کھڑی شیشے میں اپنی ہی صورت سے سوال جواب کرتی رہی ہوش اس وقت آیا جب فجر کی اذان سنائی دی دل نے کہا۔

''چھوڑ دنیاوی محبوب کے دربار کی چوکھٹ، مالک حقیقی کے سامنے سجدہ ریز ہو تو اس کی تخلیق ہے وہ تجھے اچھا سمجھتا ہے وہ تو تیرے ہر کام سے واقف ہے وہ تو محبت کی مسند پر بیٹھا ہے تری پاک باز محبت کو جانتا ہے اس کے سامنے جھک تاکہ تو پھر سے سر اٹھا سکے تیری ہمت پھر سے لوٹ آئے۔'' اس نے ایسا ہی کیا اپنے مالک سے سہارا مانگا، مشورہ مانگا سجدے میں سچے اشک بہے تو منزل کا رستہ سجھائی دے گیا۔

''یا اللہ میری ہر صبح کا آغاز میری محنت تیری رحمت میری حرکت تیری برکت اور شام کا اختتام میری توبہ اور تیری قبولیت پر ہو، آمین۔'' اس نے دعا کے بعد جائے نماز سے اٹھنا ہی چاہا تھا کہ گیٹ سے انٹر کام کی بیل بجنے لگی اس نے وال کلاک پر نگاہ ڈالی تو سوا چھ ہوئے تھے اس نے ریسیور اٹھایا۔

''سلام بی بی جی۔''

''وعلیکم السلام خیریت ہے؟''

''بی بی یہ کوئی بزرگ آئے ہیں حاکم نام بتا رہے ہیں۔''

''اندر بھیج دو۔'' اس نے کہا اور اٹھ کر بیڈ کی چادر درست کی کمرے کا دروازہ کھولا باہر کوریڈور میں آئی وہ جیسے ہی اندر آئے وہ انہیں اپنے کمرے میں لے گئی وہ بہت افسردہ اور پریشان لگ رہے تھے۔

''خیریت تو ہے حاکم چاچا۔''

''جی..... مگر آپ خیریت سے نہیں لگ رہیں۔''

''ہمہمہ...... کچھ دیر پہلے تک خیریت سے نہیں تھی مگر اب الحمدللہ بہت مطمئن ہوں۔''

''اللہ آپ کو خوش رکھے آمین۔''

''کیسے آنا ہوا۔''

''آپ جیسے آئی تھیں کیا مجھے سکون آسکتا تھا قسم خدا کی میں ایک لمحہ بھی نہیں سو سکا اور میرے اختیار میں کچھ تھا ہی نہیں جانے چھوٹے صاحب کو کیا ہوگیا ہے؟'' حاکم چاچا نے انتہائی شرمندگی اور ندامت سے کہا۔

''آپ کا بھلا کیا قصور آپ کیوں پریشان ہوئے؟'' اس نے بڑی اپنائیت سے کہا اور انہیں بٹھایا۔

''پریشان کیوں نہ ہوں ہمارے بڑے صاحب کی آپ پسند تھیں انہیں مرتے دم تک آپ کو اس گھر میں لانے کی تمنا تھی اور پھر چھوٹے صاحب یہ کیسے کر سکتے ہیں۔''

''جیسے کیا ہے؟'' وہ طنزیہ ہنسی۔

"آپ کے لیے اچھا سا ناشتہ تیار کروا کر لایا ہوں۔" حاکم چاچا بولے تو اسے ہنسی آ گئی۔

"اخاہ...... مجھے طلب ہی نہیں۔"

"نہیں میرا ہمیشہ مان رکھتی ہیں آپ۔"

"حاکم چاچا مان بھرم رکھتے رکھتے بہت سا وقت بیت گیا آخری مرتبہ اور آپ کی بات مان لیتی ہوں۔" وہ رضامند ہوگئی تو حاکم چاچا کا چہرہ کھل اٹھا وہ باہر گئے غالباً گاڑی میں ناشتہ تھا کچھ ہی دیر میں ناشتے سمیت اندر آ گئے وہ انہیں اپنے ساتھ باورچی خانے میں لے آئی برتن نکالے حاکم چاچا تو بہت کچھ لے آئے تھے۔

"حاکم چاچا اب آپ میرے ساتھ بیٹھیں اور کھائیں آپ اتنا کچھ لے آئے ہیں۔" اس نے اصرار کیا تو حاکم چاچا بیٹھ گئے۔

"آپ کی تیاری ہے تو ہم ہری پور چلیں۔" حاکم چاچا نے پراٹھا اپنی پلیٹ میں رکھتے ہوئے پوچھا۔

"حاکم چاچا ابھی تو بتایا ہے کہ یہ آخری بھرم ہے۔" اس نے ناشتے کی طرف اشارہ کیا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب میرا آغاجی فیملی سے کوئی تعلق واسطہ نہیں مجھے ہری پور نہیں جانا۔"

"کیا؟" حاکم چاچا کا ہاتھ پلیٹ میں ہی رہ گیا۔

"مجھے اپنی مرضی سے اڑان بھرنی ہے یہاں کچھ نہیں ہے میرا میں نے فیصلہ کرلیا ہے کہ کینیڈا چلی جاؤں۔" اس نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔

"مگر وہ آغاجی کی خواہش۔"

"جب انسان ہی نہ رہیں تو خواہشوں کا کیا کرنا انہوں نے اچھے وقت میں لکھا ہوگا اب سب ختم ہوگیا۔" اس نے نیپکن سے ہاتھ صاف کیے۔

"وہاں سب تیاریاں ہوگئیں۔"

"ہو جانے دیں۔ میں کسی صورت یہ کام نہیں کرسکتی۔" وہ یہ کہہ کر چند لمحوں کے لیے باہر گئی واپس آئی تو وہ لفافہ اس کے ہاتھ میں تھا جو آغاجی نے اس کے لیے چھوڑا تھا۔

"یہ عارض صاحب کو دے دیجیے گا۔"

"یہ تو کار خیر ہے بی بی۔"

"بہت ہوگیا میں کب تک خراج دوں اپنے ہونے کا۔ اب حوصلہ نہیں ہے مجھ میں معذرت چاہتی ہوں۔"

"یہاں اکیلے۔"

"پلیز اکیلا اکیلے کی ہمدردی چھوڑ دیں مجھے جانا ہے۔" وہ تقریباً زچ ہو کر بولی حاکم چاچا چپ ہوگئے۔

"ناشتے کے لیے شکریہ میں آئندہ کوئی بھرم نہیں اٹھا سکوں گی۔" وہ دوٹوک لہجے میں بولی۔

❀......❀❀......❀

یہی ان کی تمنا ہے تو رونا چھوڑ دیتے ہیں
جو قصہ ہم نے چھیڑا ہے ادھورا چھوڑ دیتے ہیں
اگر ان کا یہ کہنا ہے تو دل پر جبر کرکے ہم
جوان کے گھر کو جاتا ہے وہ رستہ چھوڑ دیتے ہیں

بوبی کو اس نے اپنے آنے کا کیا بتایا وہ خوشی سے دیوانہ ہوگیا آفس میں فون کرکے شرمین میڈم کا فوری طور پر ویزہ لگوانے اور بھجوانے کے احکامات جاری کردیے ویزے کے لیے اسے اسلام آباد جانا تھا ایک دو ضروری چیزیں خریدنی تھیں مارکیٹ نکلی تو اسے کشف اپنے بیٹے کے ساتھ دکھائی دی وہ چونکی اذان اس کے ساتھ نہیں تھا دل چاہا کہ اس سے پوچھے مگر پھر بیزاری سے آگے بڑھ گئی، عارض نے جانے کیا کیا تھا وہ بلاوجہ کشف سے منہ ماری کرنا نہیں چاہتی تھی۔ ابھی گھر پہنچی ہی تھی کہ حاکم چاچا اور ان کی بیوی موجود تھے اسلام آباد کے لیے اس کا سوٹ کیس تیار دیکھ کر حاکم چاچا بولے۔

"بی بی آپ کو ساتھ لے جانے آئے ہیں آپ کا ہری پور جانا ضروری ہے۔"

"حاکم چاچا زبردستی ہے کیا مجھے کوئی واسطہ ہی نہیں رکھنا ویسے بھی رات کو میں جارہی ہوں۔"

"کہاں۔" حاکم چاچا پر تو باقاعدہ رقت طاری ہوگئی۔

"فی الحال اسلام آباد۔ ویزہ لگوانا ہے۔"

"بی بی ایسا نہ کریں آپ چلی گئیں تو آغا جی کا مشن نامکمل رہ جائے گا۔"

"عجیب عجیب بات ہے ان کا بیٹا مجرم، گناہ گار وہ تو مزے لوٹتا پھرے اور میں جاکر خیراتی کام کروں آپ اس حویلی میں جو چاہیں کریں میرا کوئی تعلق نہیں۔" اس نے خاصی سختی سے کہا۔

"آپ سے آغا جی کو امید تھی۔"

"میں مرگئی ہوں محبت کے لفظوں پر قربان ہوتے ہوتے تھک گئی ہوں۔"

"یہ عارض صاحب کا نمبر ہے ان سے بات کرلیں۔" حاکم چاچا نے موبائل فون اس کی طرف بڑھایا۔

"کیوں...... کیوں کروں بات میں زرخرید ہوں...... ملازمہ ہوں۔" وہ بپھری۔

"اچھا نہ کریں بس ایک بار ہری پور چلیں۔" حاکم چاچا کی بیوی نے پہلی بار زبان ہلائی۔

"ہری پور...... ہری پور کیا مسئلہ ہے آپ لوگوں کا مجھے پاکستان سے جانا ہے میں فیصلہ کرچکی ہوں۔" اس نے جھنجلا کر کہا اور اپنے کام میں مصروف ہوگئی وہ دونوں کچھ دیر کھڑے دیکھتے رہے پھر مایوس ہوکر چلے گئے اسے اچھا تو نہیں لگا لیکن کیا کرتی مجبوری تھی بڑی دیر غور وفکر کرنے کے بعد اتنا بڑا فیصلہ کیا تھا بوبی کے پاس جاسکتی تھی بوبی کے لیے یہ زندگی کی بڑی نوید تھی۔

"عارض میں نے تم سے سیکھا ہے کہ رستہ کیسے بدلتے ہیں۔" وہ دکھ سے بڑبڑائی۔

❀......❀❀❀......❀

اس نے زینت آپا کے ڈرائیور کو بلایا تاکہ وہ ایئرپورٹ ڈراپ کردے بس اس کا انتظار تھا مگر فون کی آمد پر اس نے بنا غور کیے فون اٹینڈ کرلیا دوسری طرف عارض تھا جس نے تابڑتوڑ حملہ کردیا۔

"تم خود کو ایکسپوز کرچکی ہو، بڑی آغا جی...... آغا جی کرتی تھیں، ارے ان کی ایک خواہش پوری نہیں کرسکیں، تم ہو ہی بے حس اگر ہری پور جانا نہیں تھا تو وہاں انتظامات کیوں کرائے؟ دراصل تم نے میرے چلے آنے کا بدلہ لیا، درپردہ تمہیں اچھا نہیں لگا کہ میں تمہیں چھوڑ کر چلا جاؤں تو کیا میں غلام تھا جو تمہارے آستانے پر ٹکریں مارتا رہتا اور تم حسن کی دیوی بن کر مجھے ٹھوکریں لگاتی رہتیں بہت تکلیف ہوئی نا ارے تم اتنی خود غرض ہو کہ آغا جی کے نیک کام پر انکاری ہو اور اپنے پرانے محبوب کے پاس جارہی ہو۔" ایک لمبی تلخ غصے سے بھری اس کی تقریر پر وہ پھٹ پڑی اس شدت سے چلائی کہ شاید دوسری جانب عارض کے کان کے پردے پھٹ گئے ہوں۔

"اُف...... بہت بکواس کرلی تم نے میں بھی تمہاری غلام نہیں...... نہیں کرسکتی کسی کی بھی خواہش پوری، اب مجھے صرف اپنے لیے جینا ہے، بہت جی لیا سب کے لیے، تم نے ہی تو سکھایا ہے کہ محبت کے معنی دھوکے ہیں مجھے کوئی پروا نہیں تمہاری مسٹر عارض کہیں بھی جاؤ۔"

"ظاہر ہے تمہیں تو پروا ہوگی بھی نہیں، تو تم بھی یہ مت سمجھنا کہ مجھے تمہاری پروا ہے میں نے تمہیں پہچان لیا ہے کہ تم کیا ہو؟" اس نے طنزیہ کہا۔

"کیا...... کیا ہوں میں اور تمہیں پروا ہونی بھی نہیں چاہیے۔"

"ارے جاؤ، مگر تم نے آغا جی کی خواہش کی پوری نہیں کی، نہیں جانا تھا تو وہاں اتنا کام کیوں کرایا؟" وہ گرجا۔

"تو تم آ کر کرلو تمہارے والد کا حکم ہے میں نے کوئی انتظام نہیں کرایا۔"

"تو تم نہیں جاؤ گی ہری پور۔"

"نہیں، میں اس ملک سے ہی جارہی ہوں۔" اس نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

"کس کے پاس اس محبوب کے پاس...... بولی......" وہ بولا۔

"شٹ اپ، کوئی گھٹیا بات نہ کرنا۔"

"ٹھیک ہے پھر جاؤ آغا جی کا تو دماغ خراب تھا۔"

"آغا جی کے نام پر بلیک میل نہ کرو مجھے اب صبر کرنا آ گیا ہے۔" اس نے یہ کہہ کر فون بند کردیا۔

موڈ سخت آف ہوگیا ڈرائیور آ گیا تو وہ سخت بیزاری کے عالم میں ایئرپورٹ کے لیے نکلی عارض نے بہت تذلیل کی تھی کہ راستے بھر اس کی آنکھیں نم رہیں غصے سے مسلسل لب چباتی رہی۔

❀......❀❀❀......❀
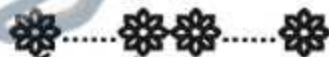
اسلام آباد میں گزشتہ دو دن سے بارش کا سلسلہ جاری تھا ہوٹل سے ٹیکسی لے کر وہ ویزہ آفس گئی تمام فارملیٹیز پوری کرنے کے بعد ہوٹل واپس آئی بہت بھوک لگ رہی تھی کمرے میں ہی کھانا منگوایا کھانے کے بعد کمرے کی کھڑکی سے باہر کا نظارہ دیکھا بارش کا سلسلہ پھر سے تیز ہوگیا تھا مگر جانے کیوں یہ خوب صورت موسم اور باہر اسلام آباد کی سڑک اور اطراف کی آبادی کا دلفریب حسن بھی اسے اچھا نہیں لگ رہا تھا' عارض کے الفاظ دماغ میں لاتے ہوئے آنکھیں بھیگ گئیں کیا یہی سچ ہے جو عارض نے کہا دل نے سوال کیا وہ محبت میں سچ دفن ہوگئی دماغ نے تائید کی۔

"الفاظ کے جھوٹے بندھن میں آغاز کے گہرے پردوں میں شاید ہر شخص ایسی ہی محبت کرتا ہے حالانکہ محبت کچھ بھی نہیں سب جھوٹے رشتے ناطے ہیں سب دل رکھنے کی باتیں ہیں کوئی کب کسی کا ہوتا ہے سب کے اصل چہرے اور ہوتے ہیں سب ہی اصل روپ چھپاتے ہیں احساس سے عاری لوگ صرف لفظوں کے تیر چلاتے ہیں ایک بار صرف ایک بار نظریں ملا کے ساری عمر رلاتے ہیں خلوص و محبت مہر و وفا یہ سب رسمی سی باتیں ہیں محبت کا شاید اب دنیا میں وجود ہی نہیں رہا۔" اس نے ہتھیلی سے رگڑ کر بھیگے رخسار صاف کیے اور بڑبڑائی۔

کوئی کاندھا میسر ہو کوئی تو ساتھ میرا دے
مجھے ٹوٹے ہوئے اک خواب کی تدفین کرنی ہے

کھڑکی بند کر کے بیڈ پر دراز ہوگئی چاہتی تو یہ تھی کہ آنکھیں موند کر کچھ دیر آرام کرے مگر نہ نیند آئی نہ اطمینان آیا بلکہ پوری زندگی کی فلم گویا نگاہوں میں چلنے لگی محبتیں بانٹتے بانٹتے کہاں سے کہاں تک آ گئی خالی دامن، خالی ہاتھ سب کچھ دور ہوگیا کاش...... کاش اذان ہی عمر بھر ساتھ نبھاتا مگر وہ تو بہت سنگ دل نکلا۔ طوطا چشمی کی انتہا کردی ایسا گیا کہ پلٹ

کر خبر بھی نہ لی اس بدنامی میں بھی عارض کا ہی ہاتھ تھا اس نے اذان کو بدنام کر کے اس سے الگ کیا آج وہ ہوتا تو اتنی بے رنگ سی تنہائی نہ ہوتی زندگی بے مقصد نہ ہوتی خشک پتے کی مانند ہوا کے رحم و کرم پر نہ ہوتی۔

''عارض میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔'' بڑبڑاتے ہوئے نیند کی وادی میں چلی گئی حالانکہ وہ ہمیشہ سے ہر ایک کو معاف ہی تو کرتی آ رہی تھی۔

❁......❁❁......❁

اسلام آباد سے آئے بھی اسے تقریباً آٹھ دس روز ہو گئے تھے ویزہ لگ چکا تھا اب تو سیٹ کنفرم کرانی تھی جس کے لیے دن رات میں بوبی کئی کئی فون اور میسجز کر رہا تھا کہ جلدی کراؤ اس نے آفس کے لوگوں سے بھی رابطہ کیا کہ سیٹ کنفرم کرائیں مگر جب وہ اس سے پوچھتے تو یہ چند دن صبر کا کہہ کر ٹال دیتی مگر بوبی کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا تو فون پر پکار اٹھا۔

''شرمین تمہارا ارادہ کیا ہے تم کس لیے ٹال مٹول سے کام لے رہی ہو۔'' اس کے لہجے میں تڑپ بھی تھی خلوص تھا انتظار تھا وہ ایک لفظ بھی نہ بول سکی سوچ میں پڑ گئی تو وہ پھر بولا۔

''شرمین تم نے آنا بھی ہے کہ نہیں۔''

''ہاں آنا ہے بس ذرا ایک دو روز مصروف ہوں پھر آتی ہوں۔'' اس نے ہکلا کر جواب دیا۔

''میں شدت سے منتظر ہوں پہلے دن سے آج تک دل اسی طرح تمہارے نام پر دھڑک رہا ہے۔'' بوبی کے لفظوں سے رس ٹپک رہا تھا وہ جانتی تھی کہ وہ آج بھی اس سے محبت کرتا ہے وہ واحد محبت تھی جو نامناسب تھی غیر موزوں تھی نا سمجھی کی تھی اس کے باوجود اپنے مفہوم میں پختہ اور ڈٹی ہوئی تھی ایک جذباتی نوجوان کی محبت جو اس کے دل میں کبھی جگہ نہ بنا سکی کیونکہ بے جوڑ تھی۔

فون بند کر کے وہ اس کے بارے میں مسلسل سوچ جا رہی تھی وہ غیر ملکی عورت کا شوہر تھا وہاں اس کا گھر، گھر میں بیوی اور اس کے لیے اتنی بے قراری بوبی کے جذبے آج بھی سچے ہیں مگر میں آج بھی ان جذبوں کی پزیرائی نہیں کر سکتی یہ بات اسے بتانی ہو گی اگر میرے جانے سے اس کا گھر متاثر ہوا تو یہ بری بات ہو گی کیا مجھے جانا چاہیے۔ وہ یہ سوچ ہی رہی تھی کہ بوبی کا ٹھیک چار منٹ بعد پھر فون آ گیا۔

''جو تم سوچ رہی ہو ویسا کچھ نہیں ہے میری اب کوئی بیوی نہیں ہے، ہماری ڈیورس ہو چکی ہے اور تم اپنے فیصلے میں بالکل آزاد ہو میں تو صرف اپنی محبت کو اپنا جیون سہارا بنانا چاہتا ہوں۔''

''بوبی مجھے معلوم ہے تمہاری......!''

''کیا......؟''

''ڈیورس کا۔''

''ارے یہ تو یہاں بہت معمولی سی بات ہے اس لیے یہاں محبت نہیں ہوتی۔'' اس نے ہنس کر جواب دیا۔

''بہرکیف میں نے آنا ہے کیونکہ اب یہاں سے دانہ پانی اٹھ گیا ہے۔'' اس نے مدھم لہجے میں کہا وہ سن نہ سکا۔

''کیا......کہا۔''

''کچھ نہیں بس میں جلد آؤں گی۔'' یہ کہہ کر اس نے فون آف کر دیا جانے کا فیصلہ اپنی جگہ قائم تھا بس وقت کا تعین باقی تھا اس نے پھر سے بوبی کی باتوں پر غور کرنے کے لیے صوفے کی پشت سے سر ٹکا کے آنکھیں موند لیں ملازمہ صفائی کے بعد کچن میں برتن دھو رہی تھی کرائے داروں کے ہاں کوئی تقریب تھی اسے بالکل یاد نہ رہا کہ جانا ہے کئی بار ملازمہ یاددہانی کے لیے کمرے میں آئی مگر اسے آنکھیں بند کیے نیم دراز دیکھ کر خاموشی سے اپنے کام میں مصروف ہو جاتی کچھ

دیر بعد وہ یہ بتانے آئی کہ کام کرلیا ہے جاؤں تو اس کی بند آنکھوں سے آنسو بہتے دیکھ کر پریشانی سے پکار اٹھی۔

"بی بی جی...... بی بی...... باجی۔"

"ہمنہہ ہاں۔" وہ چونکی جلدی سے آنسو صاف کیے۔

"آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے۔"

"ہاں۔"

"کوئی پریشانی یہ آنسو۔"

"یہ...... یہ تو گھر کی اپنے ملک کی محبت میں بہہ نکلے یہاں سے جا رہی ہوں تو مشکل تو ہے نا آسان نہیں ہوتا گھر سے جانا۔" وہ کچھ مسکرا کر اور کچھ سنجیدہ ہو کر بولی۔

"آپ نہ جائیں۔"

"چھوڑو یہ بتاؤ کل یہ سارا کمرے کا سامان سمیٹ کر کور کرنا ہے اور بڑا سامان اسٹور میں رکھوانا ہے۔"

"جی ٹھیک ہے۔"

"اب جاؤ شام ہوگئی ہے۔" اس نے کہا تو ملازمہ چلی گئی۔

❁......❁❁......❁

اب اکیلے رہنا سیکھ لیا
دل کی باتیں خود سے کہنا سیکھ لیا
مجھے کسی کے کندھے کی ضرورت نہیں
تنہا تنہا چھپکے چھپکے رونا سیکھ لیا
عمر بھر ساتھ کسی کا کون دیتا ہے
پل پل مرنا پل پل جینا سیکھ لیا

اپنے تمام کاغذات سوٹ کیس میں رکھتے ہوئے عارض کا دیا ہوا برتھ ڈے کارڈ ہاتھ میں آ گیا تو اس کی پلکیں بھیگ گئیں بے اختیار ہی سسکی کے بعد لبوں سے نکلا۔

وہ شخص تو نے جس کو چھوڑنے کی جلدی کی
تیرے مزاج کے سانچے میں ڈھل بھی سکتا تھا
وہ جلد باز خفا ہو کر چل دیا ورنہ
تنازعات کا کوئی حل نکل بھی سکتا تھا

اس نے کارڈ پرزے پرزے کر کے پھینک دیا دل کو تسلی دی اس ماہ کی چھبیس تاریخ کی سیٹ کنفرم ہوئی تھی وہ اپنی تیاری مکمل کر چکی تھی تبھی دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی تو وہ چونک اٹھی دروازہ کھولنے سے پہلے پوچھا۔

"کون؟"

"شرمین بی بی میں آپ کا خادم۔" حاکم چاچا کی آواز آئی۔

"آپ اس وقت۔" اس نے دروازہ کھول کر کہا۔

"معافی چاہتا ہوں آپ کو بے آرام کیا۔" وہ اس کے کہنے پر کچھ شرمندہ سے ہو کر بولے۔

"نہیں میں پیکنگ کر رہی تھی آئیں اندر۔" اس نے سچ بولا۔

"بی بی میں آپ سے منت کرنے آیا ہوں کہ ہری پور چلیں وہاں سب آپ کے انتظار میں ہیں ایک بار چلیں کام شروع کرادیں۔"

"حاکم چاچا میں نے آپ کے صاحب کو بتادیا ہے کہ میں یہ کام نہیں کرسکتی اور میرا کوئی تعلق نہیں میں چھبیس تاریخ کو جارہی ہوں۔" اس نے جھنجلا کر تفصیل بتائی۔

"تو شروع کرا کر چلی جائیں۔"

"حاکم چاچا میرے پاس کچھ کرنے اور کچھ کہنے کو نہیں بچا۔" وہ بے بس تھی۔

"جانتا ہوں جب انسان اندر سے ٹوٹتا ہے تو باہر سے خاموش ہوجاتا ہے۔" حاکم چاچا بولے۔

"چاچا اب آپ پلیز مجھے اس کام کے لیے مجبور نہ کریں آپ نہیں جانتے آپ کے صاحب نے کیا کچھ کہا ہے۔"

"ایک بار یہ بھلائی کا کام کرنے میں کوئی حرج نہیں۔"

"کس رشتے سے، کس حق سے چاچا، میرا رستہ نہ کھوٹا کریں جب فیصلہ کرلیا تو کرلیا آپ کو نہیں لگتا کہ جب سب ختم ہوگیا تو آپ کیا دیکھ رہے ہیں عارض نے جو زخم میری روح پر لگائے ہیں ان کا مرہم تو نہیں ملے گا لیکن مجھے زندگی جینی تو ہے میں عارض سے جڑا ہر احساس یہیں چھوڑ کر جانا چاہتی ہوں اگر میں نے اس کام میں ہاتھ ڈالا تو پھر کیسے جا پاؤں گی۔" وہ رخ موڑ کر بولی جب چند لمحوں بعد واپس رخ موڑا تو حاکم چاچا جاچکے تھے وہ بڑے ضبط کے ساتھ اپنے قدموں پر جمی رہی اللہ کی رضا پر راضی رہتے ہوئے کہ جو کچھ ملا بہترین ملا اور جو نہ مل سکا اس میں بہتری تھی۔

"الحمدللہ میں اس کی عطا پر راضی ہوں۔" اس کے لبوں نے بے آواز جنبش کی۔

❀ ❀❀ ❀

دو روز لگے۔ سارا سامان اسٹور میں رکھا گیا اس کا ایک بیگ ایک سوٹ کیس تیار تھے اس کے علاوہ ضرورت کی چھوٹی چھوٹی چیزیں ایک چھوٹے سے بیگ میں رکھی گئی تھیں کمرے میں صرف اس کا بیڈ اور ایک صوفہ تھا فریج صاف کرانے کا مرحلہ باقی تھا ابھی کچن میں کام ہورہا تھا بوبی بار بار فون کرکے اپنی طرف شفٹ ہونے کا مشورہ دے رہا تھا کہ فلائٹ بہت صبح کی تھی۔ اپنی گاڑی وہاں چھوڑ دو ڈرائیور ایئرپورٹ چھوڑ دے گا اسے یہ بات مناسب لگی تھی مگر دل بار بار اپنے گھر اپنے کمرے سے لپٹ جارہا تھا اس کمرے سے بہت سی یادیں جڑی تھیں صبیح احمد کا سامان اور اذان اس کمرے میں اس کے پاس تھا ابھی فلائٹ میں تو پورے دو ہفتے پڑے تھے اسی لیے ابھی وہ یہاں سے جا نہیں سکی تھی۔

کرائے داروں سے کرائے کے معاملات پر بات ہوچکی تھی اب کچھ چیک سائن کرکے بابا کو دینے تھے، کچھ کیش نکلوا کر انہیں دینا تھا تاکہ پیچھے سے وہ پریشان نہ ہوں۔ وہ چیک سائن کررہی تھی اور ملازمہ کچن میں صفائی کررہی تھی کہ کمرے کا دروازہ کھلا اور کوئی اندر آیا وہ اپنے کام میں مگن تھی دیکھا ہی نہیں کہ کون آیا؟

"ماما...... ماما" وہ پشت سے آکر اس کے گلے میں بازو ڈال کر کمر سے لٹک گیا تب وہ جیسے زندہ ہوگئی اسے کھینچ کر سینے سے لگایا اور شدد سے چومنے لگی۔

"اذان آپ کہاں سے آگئے؟" وہ رونے لگی۔

"میں حاکم چاچا کے ساتھ آیا ہوں۔" وہ لہک کر بولا۔

"حاکم چاچا کہاں ہیں۔" اس کے انداز میں بے یقینی تھی۔

"میں لایا ہوں بی بی اذان کو۔" حاکم چاچا بالکل سامنے آکر بولے۔

"یہ...... یہ آپ کے پاس۔" وہ اذان کو بے قراری سے چومتے ہوئے ہکلائی۔

"ماما انکل نے آپ کے پاس بھیج دیا ہے۔ اب میں آپ کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گا۔" اذان اس سے لپٹ گیا مگر وہ اب بھی محو حیرت تھی۔

"آپ......انکل......!"

"بی بی صاحب نے بولا ہے کہ یہ تحفہ ساری زندگی آپ کو ان کی یاد دلائے گا۔" حاکم چاچا کی آنکھیں بھیگ گئیں اور لہجہ نم ہوگیا۔

"ک......ک......کیا مطلب......؟"

"بس اذان آپ کو لوٹا دیا ہے۔"

"مطلب مجھے اتنے عرصے اذان سے دور رکھا اذان عارض کے پاس تھا مجھے تڑپایا اذان کے نہ ہونے سے کتنی تنہا تھی میں۔ اذان اور کشف سب کیا تھا تمہارے صاحب نے مجھ سے انتقام لیا مجھے تکلیف پہنچائی کیوں؟" وہ ذلت آمیز احساس کے ساتھ روتے ہوئے چلانے لگی۔

"شرمین بی بی آپ حوصلہ رکھیں اب اذان کو اپنے پاس رکھیں اسے کوئی نہیں لے سکتا۔"

"اس کے باوجود آپ کے صاحب نے مجھے ترسایا تنفر کیا۔"

"شرمین بی بی کاش میں زبان کھول سکتا میرے صاحب نے جو کیا ہے وہ بتا سکتا آپ بے شک ان سے نفرت کریں مگر انہوں نے اذان کا بہت خیال رکھا ہے۔"

"کیسا خیال۔" وہ طنزیہ بولی۔

"بس کچھ بھی بتا نہیں سکتا چلتا ہوں۔" حاکم چاچا نے جواب دیا۔

"پھر کون بتائے گا۔"

"صاحب بتاتے اگر بتانا چاہتے میں ڈرائیور سے اذان کا سامان اندر بھجواتا ہوں۔"

"یہ سب کیا ہے؟" اس کے لیے سب ایک خواب تھا وہ اذان کا جانا اس کا سامان جانا اور اب جبکہ وہ خود جا رہی تھی تو اذان کو سامان سمیت بھیج دینا غصہ یقینی تھا وہ سلگ اٹھی۔

"اذان آپ بتاؤ آپ کہاں تھے؟"

"وہ میں......" اذان نے یہ کہہ کر چپ سادھ لی۔ ڈرائیور ڈھیر سارا سامان کمرے میں رکھ کر چلا گیا۔

شرمین آنکھیں پھاڑے سب دیکھ رہی تھی اذان کا ہونا آنا باعث تسکین تھا مگر شدید اضطراب اور دکھ بھی اپنی جگہ آ موجود تھا اذان کے لیے وہ تڑپتی رہی مگر عارض نے اسے چھپا کے رکھا۔

"کیوں......اور کشف کو دیا تو......؟ اذان......کشف پھوپو۔"

"ماما پلیز یمی سے نوڈلز تیار کردیں بہت بھوک لگی ہے۔" اتنے دنوں میں وہ بہت حسین اور بڑا بڑا سا ہوگیا تھا اور ہوشیار بھی کہ اس کی بات ٹال گیا۔

❀......❀❀❀......❀

عجیب صورت حال بن گئی تھی اذان کی واپسی اس کے لیے خوش کن تھی اب بوبی کے پاس جانے میں اذان رکاوٹ بن گیا تھا وہ غم و غصے سے سلگتی اور پھر اذان کو سینے سے لگاتی تو ذہن بھٹکنے لگتا۔

"اذان آپ تو سچ بولو۔" اب کی بار وہ اذان کے سامنے جم کر بیٹھ گئی۔

"کون سا سچ۔"

"آپ تو چلے گئے تھے کشف پھوپو نے مسئلہ پیدا کردیا تھا آپ تو بلند ... قصہ ختم......!"

"ماما آپ انکل سے کیوں نہیں پوچھتیں۔" اذان نے کہا۔

"مطلب......!"

"ماما ہم ہری پور کب جائیں گے۔" اذان نے چاکلیٹ کھاتے ہوئے مزے سے پوچھا۔

"وہاٹ......؟" وہ چونکی۔

"ہاں اسی لیے تو آیا ہوں۔"

"یہ کیا بکواس ہے۔" وہ بڑبڑائی۔

"ویسے آپ انکل سے پوچھ لیں۔" اس نے مشورہ دیا۔

"چپ بیٹھو آپ۔"

"بتائیں نا کب جائیں گے۔"

"کبھی نہیں جائیں گے۔"

"پلیز ماما آپ نے پرامس کیا تھا۔"

"کوئی پرامس نہیں کیا تھا۔" وہ سختی سے کہہ کر کچھ دیر کمرے میں ٹہلنے لگی اور یکسوئی سے ہر بات سوچنا چاہتی تھی کہ اچانک بوبی کا فون آیا تو اس نے اٹینڈ نہیں کیا۔ کیا بتاتی کہ یہاں کیا ہوگیا ہے اذان بغور اس کا جائزہ لے رہا تھا وہ کمرے سے باہر نکل آئی لان میں۔ موسم خوش گوار تھا چند منٹ ہی گزرے تھے کہ اذان نے نیا بہترین موبائل فون اسے لاکر دیا اور کہا کہ فون سنیں یہ کہہ کر وہ واپس اندر چلا گیا وہ گومگو کی سی کیفیت میں فون دیکھنے کے بعد کان سے لگا کر بولی۔

"ہیلو۔"

"تحفہ پسند نہیں آیا۔ اگر نہیں آیا تو واپس کردو اور اگر پسند آیا ہے تو اس کے ساتھ چپ چاپ ہری پور چلی جاؤ۔" عارض کی آواز تھی۔

"کون سا تحفہ۔" وہ آواز پہچان کر گرجی۔

"اذان......اذان کو تحفہ ہی سمجھو میری طرف سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔" عارض نے جواب دیا۔

"میں پوچھتی ہوں کہ تم نے......!"

"آں ہاں خاموش فی الحال اتنا ہی کہ ہری پور جاؤ۔" اس نے اس کی بات ہی مکمل نہ ہونے دی۔

"کیوں جاؤں کون ہوتے ہو تم اور یہ سب ڈرامہ کیا ہے۔" وہ ایک سانس میں بولی۔

"جو کچھ بھی ہے اس کا جواب مجھ سے لینا مگر ابھی نہیں۔"

"مجھے کوئی سوال جواب نہیں لینا میں جا رہی ہوں۔" اس نے کرخت لہجے میں کہا۔

"اذان ایسا ہونے نہیں دے گا جب تک ہری پور نہیں جاؤ گی۔"

"اذان کو میرے لیے استعمال کرکے خوش ہو رہے ہو۔" وہ طنزیہ بولی۔

"نہیں تمہارے لیے تو اسے بھیجا ہے۔"

"بلیک میل کر رہے ہو۔"

"نہیں شوق سے چلی جانا بے شک اذان کو یہیں چھوڑ جانا۔"

"میں کیوں ایسا کروں، سب کچھ الجھا کے رکھ دیا۔" وہ دھاڑی۔

"تو سمجھا لو میں نے تمہیں منع کیا تھا، بہت روکا رہا ہوں۔"
"مجھے میرے سوالوں کے جواب دو اذان کو کہاں رکھا مجھ سے یہ گیم کیوں کھیلا......؟"
"ہری پور جا کر سب سوالوں کے جواب پوچھ لینا۔" یہ کہہ کر فون بند ہو گیا وہ تلملا کر اندر آئی اور اذان سے پوچھا۔
"سچ سچ بتاؤ کس منصوبے پر کام کرنے آئے ہو آپ تو نفرت کرتے تھے پھر کیوں آئے ہو میرے پاس اور اب یہ فون؟"
"ماما کیا میں چلا جاؤں۔" اذان نے بڑی افسردگی سے الٹا سوال کیا تو وہ بے چین ہو گئی۔ غصے سے وہیں صوفے پر بیٹھ کر اپنے سوال خود سلجھانے لگی تھی۔

❀......❀❀......❀

کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا وہ اذان کو لے کر فیصلے کی مشکل میں گرفتار تھی اوپر سے بوبی کے تواتر سے آنے والے فون وہ سر پکڑے بیٹھی تھی کہ بوبی کا فون آ گیا اس نے فون اٹینڈ نہ کرنے کی وجہ پوچھی تو اسے بتانا پڑا۔
"بوبی میں ایک مسئلے میں الجھی ہوئی ہوں۔"
"کیسا مسئلہ۔"
"اذان میرے پاس آ گیا ہے۔"
اوہ......تو تم نہیں آ رہیں۔" بوبی کا لہجہ حسرت و یاس میں بدل گیا۔
"ایسا تو میں نے نہیں کہا ابھی تو میری فلائٹ میں وقت ہے۔"
"ٹھیک ہے۔ جو فیصلہ کرو بتا دینا۔" بوبی کو شاید یقین سا آ گیا تھا کہ اب شرمین کا آنا ممکن نہیں وہ کشمکش میں مبتلا تھی اذان حیران نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔
"کس کا فون تھا۔"
"بوبی انکل کا۔"
"کیوں۔"
"کیا مطلب؟"
"آپ ان کے پاس جا رہی ہیں۔" اذان کی آنکھوں میں چبھن تھی۔
"ہاں مگر اب آپ آ گئے ہو تو......!"
"تو کیا ماما......؟"
"شاید ہم جائیں یا نہ جائیں۔"
"ہم ان کے پاس کبھی نہیں جائیں گے۔"
"دیکھتے ہیں۔"
"ہری پور کب جائیں گے۔"
"یہ کیا رٹ لگا رکھی ہے۔" وہ چڑی۔
"نہ جائیں۔" وہ منہ بنا کر لیٹ گیا تو شرمین کو خود پر افسوس ہوا جب اذان نہیں تھا تو اس کے لیے بے قرار تھی وہ نفرت کرتا تھا تو دل میں محبت کروٹیں لیتی تھی مگر اب اذان اچانک ایک نئی اسٹوری کے ساتھ آ گیا تھا عارض بالکل تبدیل شدہ تھا اسے ایک نئی پریشانی کا سامنا تھا۔

"شرمین اذان کو دیکھ کر تڑپ اٹھی ہو یہ کافی نہیں کیا اسے عارض نے کیسے بھی لوٹایا لوٹا تو دیا۔ اذان اب ٹوٹ کر محبت کرتا ہے ماماماما کہتا ہے تو اس کی خاطر خوش رہنے میں کیا مضائقہ ہے۔" اس نے سوچا اور اذان سے لپٹ کر خود بھی لیٹ گئی اس کا منہ دوسری طرف تھا۔

"آئی ہیٹ بوبی انکل۔" وہ بولا۔

"اذان۔" اسے جھٹکا سا لگا۔

"ہم کہیں نہیں جائیں گے اگر آپ نے بوبی انکل کے پاس جانا ہے تو حاکم چاچا سے کہیں مجھے آ کر لے جائیں۔" اذان کی بات سن کر وہ سناٹے میں آ گئی۔

❁......❁❁......❁
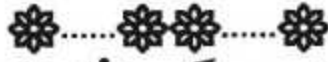
آج پانچواں دن تھا اذان کو اس کے پاس آئے اسے کچھ تا پتا نہیں تھا کہ اذان اب کس اسکول جائے گا یہاں رہے گا یا واپس جائے گا اس کے لیے تو کشف نے قانونی نوٹس تک بجھوا دیے تھے اب اگر اذان کو اس کے پاس رہنا تھا تو کچھ کلیئر تو ہوتا پھر کسی بھی دن اذان کا کوئی خونی حق دار اسے چھین کر لے جائے گا اذان کے پاس تو کوئی جواب نہیں تھا جس نمبر سے اذان کے موبائل پر عارض نے بات کی تھی وہ مستقل آف جا رہا تھا وہ گھبرا کر حاکم چاچا کے پاس پہنچ گئی۔

"حاکم چاچا مجھے بتایئے کہ اذان کا کیا فیصلہ ہوا تھا یہ کہاں تھا۔" وہ بولی۔

"آپ بیٹھیں۔"

"مجھے نہیں بیٹھنا بس خدارا اس معصوم بچے پر رحم کھائیں اس کا وقت برباد ہو رہا ہے۔" وہ چلائی۔

"بی بی میں کیا بتاؤں مجھے تو اتنا ہی کہا گیا تھا کہ اذان کو بی بی کے پاس چھوڑ آؤ۔"

"اور آپ کے صاحب جو میری ذات سے لاتعلق ہیں وہ کہاں ہیں۔" وہ غصے سے بولی۔

"کچھ نہیں پتا آپ کو اتنا بتا دوں کہ وہ لاتعلق نہیں ہیں۔"

"چھوڑیں۔" وہ جھنجلائی۔

"آپ وہ نیک کام تو شروع کرا دیں نیکی کا بدلہ اچھا ملتا ہے صرف دو تین روز کے لیے چلیں وہاں سب کام تیار ہے۔"

"حاکم چاچا لے دے کے آپ ہری پور کے لیے فورس کرنے لگتے ہیں آپ کے صاحب نے کہا کہ یہ کام میں اس لیے کروں کہ ان کے والد کی خواہش تھی اور بس۔" وہ تلخ ہوگئی۔

"تو کوئی بات نہیں وہ بے پروا ہیں کہہ دیا ہوگا۔"

"کمال ہے میری زندگی میں ہلچل مچا دی اور خود منہ چھپا لیا۔"

"آپ پلیز یہ کام کرنے میں کسی کا نہ سوچیں۔"

"اور اذان......اذان کا کیا ہوگا؟"

"وہ ہمارے ساتھ چلے گا۔"

"میں بعد کی بات کر رہی ہوں اس کی وجہ سے تو بہت مشکلات فیس کی ہیں میں نے۔"

"شرمین بی بی بچے پھول ہوتے ہیں کسی بھی گل دان میں لگاؤ سج جاتے ہیں۔"

"اوہ......یہ سب باتیں ہیں خیر میں صرف دو دن نکال سکتی ہوں آپ کی اپنے صاحب سے بات ہو تو اذان کے لیے پوچھ لیجیے گا۔" وہ جانے پر راضی ہوگئی تھی۔

"شکریہ شرمین بی بی۔"

"آپ ایسا شکر کیا اور کرتے ہیں بس یہ بتائیں کل کتنے بجے چلنا ہے۔" اس نے پوچھا۔
"بس جی صبح سویرے نماز پڑھ کر میں ابھی ڈرائیور کو اطلاع دے دیتا ہوں اور سب سفر کی تیاری کرا لیتا ہوں آپ کو گھر سے لے لیں گے۔ بس تیار رہیے گا۔" وہ خوشی سے بولے تو وہ چند لمحے افسردہ نگاہوں سے خالی گھر کو دیکھتی رہی پھر نکل آئی نہ چاہتے ہوئے بھی جانے کا فیصلہ کرلیا۔

❀......❀❀......❀

"حویلی یوسف زئی" کے دور تک پھیلے ہر گوشے کو ہر کونے کو ہر در و دیوار کو جگمگ کرتے قمقموں، ننھی منی جگنو جیسی روشنیوں سے سجایا گیا تھا بہت غیر معمولی رونق اور گہما گہمی تھی مین داخلے سے گاڑی چلتی جارہی تھی اور شرمین کی آنکھیں حیرت سے کبھی دائیں اور کبھی بائیں دیکھ رہی تھیں خوب صورت سفید اور سرمئی پتھروں سے بنی حویلی کو اذان نے دیکھا تو وہ خوش تھا بے تاب تھا کہ گاڑی سے چھلانگ لگا کر روشنی کا منہ چوم لے وہ شاید اس لیے اس طرح خوش تھا کہ پہلے یہاں آچکا تھا اور راستے بھر میں حاکم چاچا نے اسے آغا جی کی چار پشتوں اور نسلوں کے بارے میں ہر بڑی چھوٹی بات بتادی، ان کو قدرت نے بڑی فیاضی سے مال و دولت، بادشاہی عطا کی تھی مگر چار نسلوں سے ایک ہی وارث عطا ہوا عارض اب اکیلا وارث ہے اس خوب صورت اور بڑی سی حویلی کا مگر یہاں یہ روشنی اور یہ رونق کیوں؟"
"یہ آپ کی وجہ سے۔" گاڑی اندرونی ساگوان سے بنے بڑے سے دروازے کے سامنے رکی تو حاکم چاچا پہلے گاڑی سے اترے۔
"میری وجہ سے۔ مگر ہم یہاں۔" اس کی بات ادھوری رہ گئی کیونکہ حاکم چاچا کی بیوی، بہو اور دو تین رنگ برنگے علاقائی لباس والی لڑکیاں خوشی سے اس کو دیکھنے جمع ہوئی تھیں یا خوش آمدید کہنے سردی کے باعث اس نے شال کندھوں پر ذرا کھینچی تو حاکم چاچا نے ہنس کر کہا۔
"ارے تم سب جاؤ بی بی کو سردی میں بیمار کرنا ہے صبح آنا۔" حاکم چاچا نے سب کو بھیج دیا تو وہ ان کے پیچھے پیچھے اذان کے ہمراہ اندر آگئی۔ اندر تازہ پھولوں کی مہک، کوزی سا ماحول اسے اچھا لگا اذان نے اس کا ہاتھ چھوڑا اور دائیں ہاتھ والے پہلے کمرے کی طرف بھاگتے ہوئے بولا۔
"حاکم چاچا میں تو اپنے کمرے میں جارہا ہوں۔"
"اذان۔" شرمین نے پکارا۔
"ارے جانے دیں بی بی۔" حاکم چاچا سے پہلے ایک اور پشاوری ٹوپی پہنے گرم واسکٹ میں ملبوس بزرگ نے کہا۔
"یہ...... یہ کمرہ آپ کے لیے ہے۔" حاکم چاچا نے بائیں ہاتھ کے پہلے کمرے کی طرف اشارہ کیا۔
"یہاں ہم نے چیریٹی سینٹر بنانا ہے سب کمرے اگر ہم استعمال کریں گے تو......" شرمین نے کمرے کا دروازہ کھولنے سے پہلے کہا۔
"ارے بی بی یہ رہائشی حصہ تو بہت چھوٹا ہے آپ کے لیے حویلی کا دوسرا حصہ بہت بڑا ہے وہاں بہت جگہ ہے کمروں کی کمی نہیں۔" ان دوسرے صاحب نے بتایا تو حاکم چاچا نے ان کے بارے میں بتایا کہ یہ یہاں کے منشی ہیں حویلی کی ایک کیل سے لے کر شہتیر تک کا حساب معلوم ہے انہیں۔
"آپ آرام کریں رات بہت ہوگئی ہے مگر کھانا کھانے کے بعد۔"
"نہیں مجھے بھوک نہیں ہے تھکن ہے۔ بس اذان کو کچھ کھلا دیں بلکہ میرے پاس اسے بھیج دیں وہ اکیلا۔"
"ارے چھوڑیں بی بی وہ اکیلا نہیں میرا مطلب ہے آپ فکر نہ کریں وہ پہلے بھی تو یہاں آچکا ہے۔"

"چلیں ٹھیک ہے، یہ یاد رہے کہ ہم دو دن کے لیے آئے ہیں جلدی کام کا آغاز کر کے جانا ہے۔" وہ بولی۔

"مگر اتنا بڑا اور خاص کام دو دن میں تو نہیں ہو سکتا۔" منشی صاحب نے بہت نرم لہجے میں مسکرا کر کہا۔ وہ خاموش ہو کر کمرے کے اندر آ گئی۔ دروازے پر دستک ہوئی ملازم اس کا سامان لایا کمرے میں رکھ کے چلا گیا اسے احساس نہیں ہو سکا کیونکہ وہ تو کمرے کا طائرانہ جائزہ لے رہی تھی۔ کشادہ کمرہ، خوب صورت فرنیچر سے آراستہ، پھولوں سے سجا، خوشبوؤں میں رچا بسا ڈریسنگ ٹیبل کا قد آدم شیشہ بالکل اس کے سامنے تھا جس پر بہت سا میک اپ اور دیگر آرائشی اشیا موجود تھیں اس نے شال شاندار گداز بیڈ پر ڈال کر پیروں سے سینڈل اتارے تو نرم دبیز قالین میں چھپے آرام نے اسے خوش گوار احساس دلایا کمرہ گرم تھا وہ فریش ہونے کے لیے واش روم میں گئی جب چینج کر کے باہر آئی تو گرما گرم کافی اور ڈرائی فروٹس اس کا انتظار کر رہے تھے وہ بال برش کرتے بیڈ پر بیٹھ گئی پیروں پر کمبل ڈالا کافی کی چسکیاں لیں ساتھ ساتھ وہ سوچ رہی تھی کہ کاش آج آغا جی حیات ہوتے اور کاش حالات ویسے ہوتے جیسے آغا جی نے سوچے تھے ویسے ہوتے جیسے ہم دونوں نے سوچے تھے۔" اس نے حسرت و یاس سے سوچا اور خالی مگ رکھ کر ٹانگیں پوری طرح پھیلا دیں کچھ ہی دیر میں نیند نے آ دبوچا۔

❁......❁❁......❁

جیسے نیند آئی تھی ویسے ہی بھک سے اڑ گئی۔ تیز میوزک، زور زور سے ہنسنے بولنے کی ملی جلی آوازیں اور دروازے پر ہونے والی مسلسل دستک وہ بیڈ سے اٹھی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا ہو رہا ہے باہر۔ لائٹ آن کر کے گھڑی پر نگاہ ڈالی رات کے ڈھائی بج رہے تھے خیر اسے دروازہ کھولنا پڑا دروازہ کھلتے ہی اسے اپنی آنکھوں کو مسل کر دیکھنا پڑا اسی دوران عارض اندر آیا اور دروازہ بند کرتے ہوئے بولا۔

کس طرح چھوڑ دوں تمہیں جاناں

تم میری زندگی کی عادت ہو

وہ حیران پریشان کچھ کہنے ہی والی تھی کہ اس نے اپنے مضبوط ہاتھوں سے اسے کھینچا اور اپنے قریب کر لیا اس کے بکھرے کھلے ریشمی بالوں میں منہ دے کر سرگوشی کی وہ کسمسائی۔

"یوں ہی رات صدیوں پر محیط ہو جائے چپ چاپ کھڑے کاش یہ رات پہلے آ جاتی مجھے کیوں یہ سب پہلے نہیں سمجھ میں آیا مجھے تو بہت پہلے یہ بتا دینا چاہیے تھا۔"

"چھوڑو مجھے کیا بتا دینا چاہیے تھا۔" وہ اس کی طاقت سے مقابلہ کرتے ہوئے بولی۔

یوں ہی تو نہیں عشق میں سرمست ہوا میں

اک روح میری روح میں تحلیل ہوئی ہے

اس نے گرم سانسوں کی لو اس کے کانوں میں اتاری وہ جھنجلا گئی۔

"چھوڑو مجھے یہ کیا بدتمیزی ہے؟"

"دھیرج یہ بدتمیزی اگر ہے تو بہت پہلے کر لینی چاہیے تھی۔" اس نے اسے آزاد کرتے ہوئے نرمی سے کہا۔

"گویا تم نے مجھے دھوکہ دیا۔" وہ کچھ نہ سمجھ پائی۔

"کیسا دھوکا آج ہماری مہندی صبح شادی اور پرسوں ولیمہ۔" اس نے ایک ساتھ تین بم اس کی سماعت پر بڑے آرام سے پھوڑے۔

"کیا دماغ ٹھیک ہے تمہارا۔" وہ غصے سے تلملائی نیند اڑن چھو ہو گئی تھی۔

ثناء سلیمان

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! میرے نام سے تو آپ واقف ہو چکے ہیں سوچا اب مکمل تعارف کروایا جائے مجھے کافی عرصے سے ہمارا آنچل میں شرکت کرنے کا شوق تھا لیکن ہمت آج ہوئی ہے۔ میرا نام ثناء سلیمان ہے لیکن میری فرینڈز مجھے موٹی بلاتی ہیں تعلق جھنگ شہر سے۔ نو جون دس محرم الحرام کو اس دنیا میں تشریف لائی۔ اسٹار جوزا ہے ہم تین بہنیں ایک بھائی ہے مابدولت سب سے بڑی ہیں۔ میں بی اے کے ایگزام دے چکی ہوں اور ایک اسکول میں ٹیچر کے فرائض سرانجام دے رہی ہوں اور اللہ سے امید ہے کہ وہ مجھے ضرور کامیاب کرے گا آمین۔ دعا پر پختہ یقین رکھتی ہوں تنہائی میں اللہ سے مخاطب ہونا اچھا لگتا ہے۔ لمبے بال بہت پسند ہیں مگر میرے نہیں ہیں ہاں ملائکہ کے بال بہت پسند ہیں۔ ملائکہ میری چھوٹی سسٹر ہے عبایا پسند ہے جس کی اب عادت ہو چکی ہے۔ امی ابو سے بہت محبت ہے بس یہ خواہش ہے کہ ان کے ساتھ خانہ کعبہ کی زیارت کو جاؤں آمین۔ میری ساری فرینڈز سعدیہ اخلاق رمضانہ مسرت ازکی ملائکہ ردا سونیا مبشرہ ان سب کو میرا محبت بھرا اسلام۔ رائٹرز میں عمیرہ احمد نمرہ احمد نازیہ کنول نازی سمیرا شریف طور بہت پسند ہیں۔ "جنت کے پتے" اور "پیر کامل" موسٹ فیورٹ ناول ہیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا اب اجازت چاہتی ہوں اللہ حافظ۔

"ادھر الماری میں تمہارا مہندی کا جوڑا ہے پہنو باہر سب تمہارے منتظر ہیں آخر تم اس گلفام کی پری ہو۔" وہ اس کی بات نظر انداز کر کے چہکا۔

"پلیز بند کرو یہ سب باتیں اتنی بڑی سازش میرے خلاف اور میں جھانسے میں آ جاؤں کیا نہیں برا کیا تم نے۔"

"کیا برا کیا...... بولو......؟"

"میں بحث نہیں کرنا چاہتی مجھے صرف آغا جی کی خواہش کا احترام کھینچ لایا میں صبح ہوتے ہی چلی جاؤں گی۔" اس نے سختی سے کہا۔

"بحث کرو ہر سوال کا جواب ہے میرے پاس۔"

"مجھے نہیں کرنی، جانا ہے یہاں سے بند کرائیں باہر کا ہنگامہ تم نے کیسے سوچ لیا کہ اتنا بڑا فیصلہ مجھ سے ایسے کرا لو گے۔" وہ بہت اجنبیت سے بولی۔

"ہاں کرا لوں گا کیونکہ میں تمہاری محبت میں سب کچھ کر سکتا ہوں کرا سکتا ہوں۔" وہ بولا۔

"جھوٹ اور فراڈ کو محبت کا نام مت دیں پلیز جائیں اور مجھے جانا ہے۔" اس کی آنکھوں سے جانے کیوں جھڑی لگ گئی۔

"سنو۔"

"کچھ نہیں سننا۔"

"نہ جھوٹ بولا ہے اور نہ فراڈ کیا......"

"اذان کے لیے تو بالکل جھوٹ نہیں بولا کوئی فراڈ نہیں کیا مجھے جو اذیت دی وہ محبت تھی تمہاری مجھے قدم قدم پر اپنی لاتعلقی کا احساس دلایا یہ محبت تھی؟" وہ روتے روتے بولی۔

"ہاں محبت تھی تمہیں یقین آ جائے گا مگر یقین آنے تک رات گزر جائے گی باہر مہندی کے لیے ہمارے گاؤں کی بچیاں جمع ہیں مہندی لگوا لو پہلے۔" اس نے اتنے آرام سے اور آسانی سے کہا جیسے وہ فوراً مان لے گی جیسے یہ تو کوئی مسئلہ

ہی نہیں۔

"اور اسمارٹ نہ بنیں میں یہاں مہندی لگوانے نہیں آئی تھی۔"

"مہندی ہی لگوانے آئی ہو کیونکہ یہی آغا جی کی خواہش اول ہے وہ لفافہ میرا تھا میں نے لکھا تھا دوسرا کام میرے گناہ کی تلافی ہے یہ کام ہم دونوں کا ہے۔" وہ بڑے دھڑلے سے بولا تو مزید حیرت سے اس کی آنکھیں کھلی رہ گئیں۔

"اور کتنے جھوٹ ہیں وہ بھی بتادو۔"

"ترے عشق نچایا کرتھیا تھیا۔" وہ گنگنایا۔

"فارگاڈ سیک بند کریں یہ سب۔"

"اچھا اب جلدی تیاری پکڑو میں باہر جا کر انہیں تسلی دیتا ہوں۔"

"یہ نہیں ہوسکتا۔"

"یہ تو ہوگا آسمان پر لکھا ہے آج ہماری مہندی ہے۔" وہ ڈھٹائی سے بولا۔

"کچھ نہیں لکھا، نہ لکھا جائے گا۔"

"دیکھو میں خواتین کو بچیوں کو یہیں کمرے میں بلالوں گا اور تمہیں تیار وہ خود کرالیں گی۔"

"یہ کیا بکواس ہے اذان کو بلائیں ہمیں جانا ہے ابھی جانا ہے۔" وہ چلائی۔

"اگر اذان بھی یہی کہے تو......؟"

"تم نے اسے بھی تو میرے لیے متنفر کیا ہے اسے مجھ سے دور کیا اور پھر بھیج دیا۔"

"اس لیے بھیج دیا کہ اس نے رہنا تو ہمارے ساتھ ہے تم نہیں سمجھوگی یہ یاد رکھو کہ اذان کو اب صرف تمہارے پاس رہنا ہے میں نے اسے تمہاری خوشی کے لیے سب سے چرالیا ہے۔"

"کیا مطلب۔"

"مطلب سہاگ رات پر رکھو پلیز، وقت گزر رہا ہے۔" وہ ایک دم شوخی سے بولا تو وہ بے چارگی سے اپنا نچلا ہونٹ چبانے لگی۔

"یہ ستم اپنے نازک لبوں کے ساتھ میرے سامنے تو نہ کرو۔" اس نے چھیڑا تو وہ پھٹ پڑی۔

"تم چاہتے کیا ہو؟"

"یہ بتا تو دیا ہے کہ تمہیں شادی کے لیے ہزار جتن کرکے بلا گیا ہے آج مہندی صبح شادی۔"

"بس......بس چپ ہوجائیں۔"

"تو پھر تیار ہوجاؤ۔"

"یہ زبردستی ہے۔"

"ہاں۔" اس نے کہا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ جبکہ وہ حیرت کی تصویر بنی کھڑی رہ گئی۔

❀......❀❀......❀

گجرے ہار اور پھول لانے والی ملازمہ کو اس نے غصے سے سب واپس لے جانے اور جا کر عارض کو دینے کا کہہ کر بھیج دیا اور خود شال لپیٹ کر بیڈ پر بیٹھ گئی وہ آندھی اور طوفان کی طرح کمرے میں داخل ہوا باہر شور ختم ہوگیا تھا بالکل سناٹا تھا۔

"یہ لو......یہ ہیں وہ کاغذات دیکھو ان میں کشف کی حرص اور میری محبت کے ثبوت ہیں میں نے کشف کو اس کی مرضی کے مطابق رقم ادا کی صبیح احمد کی دولت کا ایک پیسہ استعمال نہیں کیا وہ اذان کا ہے۔ اذان تمہارے پاس رہے اس

انیقہ سحر

السلام علیکم! آنچل کے تمام قارئین کو پیار بھرا سلام' میں آنچل کی خاموش قاری ہوں۔ میرا نام انیقہ سحر ہے' میٹرک میں ہوں' ہم چھ بہن بھائی ہیں' سب سے پہلا نمبر میرا ہے پھر مجھ سے چھوٹی عائش پھر تین بھائی حذیفہ' حسنات' اکرام پھر چھوٹی کیوٹ سی بہن ثانیہ۔ کھانے میں گوبھی گوشت اور بریانی پسند ہے' اب آتے ہیں فرینڈز کی طرف تو میری فرینڈز میں عمارہ' وجیہہ' اقصیٰ اور انیلہ شامل ہیں۔ اللہ ان کو لمبی زندگی اور بہت خوشیاں دے۔ مطالعہ کرنے کا بہت شوق ہے' میرا آنچل سے رشتہ دو سال کا ہے' آنچل پڑھ کر کچھ دیر کے لیے زندگی کی تلخیوں کو بھول جاتی ہوں اور جناب حساس طبیعت کی مالک ہوں' چھوٹی چھوٹی باتوں کو دل پر لے لیتی ہوں۔ منافقت سے نفرت ہے' پُر خلوص اور اچھے لوگ پسند ہیں۔ بارش بہت پسند ہے' پسندیدہ ہستی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' اللہ ہم سب کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ سرخ گلاب بہت پسند ہے' میٹھے میں کسٹرڈ پسند ہے' کلر بے بی پنک فیورٹ ہے۔ رائٹرز میں نازیہ کنول نازی' سمیرا شریف طور' ام مریم' راحت وفا' حمیرا علی فیورٹ ہیں۔ پہناوے میں سادہ ٹراؤزر قمیص دوپٹہ پسند ہے' اب بات ہو جائے ان کی جن کے دم سے میری زندگی میں رونق ہے میری پیاری امی جان' ابو جان اللہ سے دعا ہے ہم سب کے سروں پر ہمارے والدین کا سایہ تاقیامت قائم رکھنا۔ اب آتے ہیں خوبی اور خامی کی طرف' خوبی یہ ہے کہ دوستی نبھاتی ہوں چاہے جو کچھ ہو جائے۔ خامی یہ ہے دوسروں پر جلدی بھروسہ کر لیتی ہوں' دعاؤں میں یاد رکھنا اللہ سب کی نیک خواہشات پوری کرے آمین۔

کے لیے میں نے نئی فیکٹری، پلاٹس بیچ کر کشف کا منہ بند کر دیا' ازان تم سے نفرت کرنے لگا تھا اس کے ذہن میں تمہارا عکس تازہ رکھا تمہاری محبت زندہ رکھی پھر اسے اسلام آباد ہاسٹل لے جا کر تمہارے قرب کا احساس یاد دلایا وہ باپ کے اصل گھر کو دیکھنا چاہتا تھا تو میں اسے انگلینڈ لے گیا وہاں صبیح احمد کا اپارٹمنٹ جو کہ اب کسی کا ہے وہ دکھایا اور پھر قبر دکھائی تاکہ اس کے دل کو سکون ملے وہ حقیقت سے آشنا ہو تمہیں یہاں بلانے کے لیے وہ خط میں نے لکھا محض یہاں لانے کے لیے بابا کی خواہش تھی کہ میری شادی ہماری حویلی میں ہو یہاں ہو اس لیے ایسا کیا۔" بابر ازان خوشی سے ناچ رہا تھا۔ میں نے سچ بتا دیا جو ٹھیک لگا وہ کیا۔ کوئی مہندی نہیں ہے تم نے کل جانا ہو تو بھجوا دوں گا شب بخیر۔" وہ یہ لمبی چوڑی تفصیل ایک سانس میں سنا کر ایک کاغذات والا لفافہ اس کے بیڈ پر اچھال کر چلا گیا۔

وہ لفافہ اٹھانے کی ہمت بھی اس وقت کھو چکی تھی دل جیسے باہر ہو جانے والی خاموشی پر بین کرنے لگا تھا چاروں طرف پھیلی خاموشی اس کی روح کو گھائل کر رہی تھی ندامت اور ضد کے آنسو اس کے رخسار بھگو رہے تھے دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی اور اس نے ہولے سے بھیگے لہجے میں اندر آنے کی اجازت دی تو حاکم چاچا ہاتھ جوڑے اندر آ گئے ان کی آنکھیں نم تھیں۔

"بی بی مجھے معاف کر دو میں نے سب اپنے صاحب کے لیے آغاجی کے لیے کیا کیونکہ عارض صاحب آپ سے بہت چاہ رکھتے ہیں آپ سے شادی ان کی بہت بڑی خوشی تھی میں نے آپ سے جو کہا جو بتایا اس وجہ سے بس آپ کی اور چھوٹے صاحب کی شادی ہو جائے مجھے معاف کر دیں میں صبح آپ کو چھوڑ آؤں گا۔" وہ یہ سب کہہ کر روتے ہوئے باہر چلے گئے۔ وہ خاموشی سے چھت گھورنے لگی تھی۔

❁ ❁ ❁
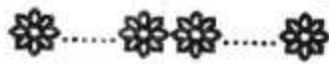
شب کا آخری پہر اپنے لبوں پر زبان پھیر رہا تھا جب عارض نے اشک بہاتی آنکھوں سے بازو ہٹا کے دروازے کی دستک پر کان دھرے، ہمت مجتمع ہو رہی تھی اٹھ کر دروازہ کھولنے کی بڑی مشکل سے اٹھا کمرے میں زیرو پاور بلب روشن تھا

ہولے سے دروازہ کھولا تو گیلی حنا اس کے رخسار کو چھو گئی اسے شدید جھٹکا لگا۔ اس وقت جب پھولوں کے گجرے اس کی سانسوں میں مہکنے لگے وہ پیلے سنہری لباس میں تیار ہاتھوں پر صرف مہندی لگائے کھڑی تھی نہ کوئی ڈیزائن تھا نہ بیل بوٹے بس مہندی سے ہاتھ بھرے تھے وہ ساکت سا کھڑا تھا۔

''اتنا لمبا سفر طے کر کے آئی ہوں سہارا دو مجھے۔'' وہ گلابی گلابی شبنم آلود نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولی تو عارض کے چہرے کے گلاب کھل اٹھے نگاہوں میں قمقمے جگمگانے لگے جھٹکے سے اسے کھینچ کر سینے سے لگا لیا اس کے دونوں ہاتھ ساری مہندی اس کے سفید کرتے پر نشان چھوڑ گئے۔

''تری تلاش میں صدیوں کا سفر میں نے بھی تو طے کیا ہے، جان چمن۔'' وہ مخمور لہجے میں بولا۔

''سوری میں نے غلط کیا۔'' وہ منمنائی۔

''نہیں، تم نے اچھا کیا ایسی مہندی تو کسی کی ہو ہی نہیں سکتی کہ دونوں ایک ساتھ مہندی لگا رہے ہیں۔'' عارض نے اپنے چہرے سے گردن سے مہندی اتار کر اپنی ہتھیلی پر لگاتے ہوئے کہا وہ شرما گئی۔

''سارے مہمان چلے گئے کیا سوچتے ہوں گے۔'' وہ شرمندہ سی ہو کر بولی۔

''ہونہہ سوچتے ہوں گے کہ دلہن براہ راست شادی کی قائل ہے۔'' عارض نے چھیڑا تو وہ گل رنگ ہو گئی۔

''میں جاتی ہوں آپ منہ دھو لیں کپڑے بدل لیں۔''

''جاتی کہاں ہیں اب تو مہندی آپ ہی دھلوا کر جائیں گی نئی رسم کی بنیاد آپ نے رکھی ہے تو نبھائیں گی بھی آپ۔'' عارض نے اس کے مہندی سے بھرے ہاتھ لبوں سے لگا لیے۔

''ارے..... ارے آپ کے ہونٹوں پر مہندی لگ گئی۔''

''تو اتار دیجیے۔'' اس نے چہرہ سامنے کر دیا اس نے دوپٹہ انگلی پر لپیٹ کر ہونٹ صاف کرنے چاہے تو وہ پرے ہو گیا۔

''اجی ایسے نہیں ہونٹ نازک ہوتے ہیں برابری کا حق ادا کرتے مہندی ہٹائیے۔'' عارض نے شوخی سے کہا۔

''کیا۔''

''ہنہہ آؤ نا۔'' وہ مچلا۔

''ہرگز نہیں۔'' وہ بھاگ کر کمرے سے نکلنے کو بڑھی تو وہ دروازے کے عین وسط میں بانہیں کھول کر کھڑا ہو گیا۔

''فجر کی اذان سنو یہ ہمارے پاک رشتے کی ہماری پاک محبت کی گواہ ہے صبح ہو گئی ہے ہماری زندگی کی نئی صبح نیا دن طلوع ہو رہا ہے آؤ عہد کریں کہ محبت سے اپنے رشتے کو مضبوط بنائیں گے اسے موم کی محبت نہیں رہنے دیں گے۔'' عارض نے ایسے رچاؤ سے سرگوشی کے انداز میں کہا کہ وہ اثبات میں گردن ہلا کر اس کے سینے سے لگ گئی۔

(تمت بالخیر)

✿

تیرے ساتھ چلنا ہے

راشدہ علی

> یہ میرا ہنر تیری خوشیوں سے وابستہ
> میرے سارے لفظوں پہ تیری حکمرانی ہے
> کھیل جو بھی تھا جان! اب حساب کیا کرنا
> جیت جس کی بھی ہو ہم نے ہار مانی ہے

گرمی کی حدت سے دہکتا لال بھبوکا چہرہ اور پسینے سے شرابور جسم' اس نے جونہی دہلیز کے اندر قدم رکھا۔ حلق کڑواہٹ سے بھر گیا۔ صحن میں اودھم مچاتے بچے اور کمرے سے آتی باتوں اور قہقہوں کی آواز اس کا موڈ بری طرح آف ہوا تھا۔ ایک جھٹکے سے اس نے ہاتھ میں پکڑی ٹرے چارپائی پر رکھی اور تن فن کرتی ان کے سروں پر جا پہنچی۔

''ہیں...... تم آ گئی؟'' اسے ایک دم دیکھ کر باتیں کرتی نائلہ باجی اپنے بھاری بھرکم وجود کو بامشکل سنبھالتے اٹھیں اور شائستگی و خوش اخلاقی کے تمام ریکارڈ توڑتیں اس کے گلے لگیں۔ اس کے چہرے پر ثبت اکتاہٹ' ناگواری اور نفرت تو انہیں نظر نہیں آئی تھی۔ یا کمال بے نیازی سے نظر انداز کر گئی تھیں۔ گوری اس افتاد پر ترخ کر رہ گئی۔ جھٹکے سے انہیں پیچھے دھکیلا۔

''آپ کب آئیں؟ اور یہ کرکٹ ٹیم کس خوشی میں ساتھ لائی ہیں۔'' چہرے پر آئے پسینے کو آنچل سے صاف کرتے اس نے تنک مزاجی سے کہا تو نائلہ باجی خوامخواہ ہنسیں۔

''ہمیں تو آئے کافی دیر ہو گئی ہے۔ اب جانے ہی والے ہیں۔ بس تیرا انتظار کر رہے تھے۔'' شالو خالہ بھی محبت پاش نظروں سے اسے دیکھ رہی تھیں۔ کسی خیال کے تحت اس کی بھنوئیں تن گئیں۔

''کیوں میں منسٹر بھرتی ہوئی ہوں کہیں۔ جو میرا انتظار کیا جا رہا تھا۔ اور معاف کیجئے گا نائلہ باجی...... ہر چوتھے روز تو آپ چکر لگاتی ہیں۔ میاں کچھ نہیں کہتا؟'' وہ دانستہ چارپائی پر اماں سے قدرے سرک کر بیٹھ گئی۔ مبادا اتنی تلخ کلامی کے عوض کہیں چٹکی نہ کاٹ بیٹھیں۔ اماں جزبز ہوئیں۔ نائلہ باجی کا منہ حیرت سے لحہ بھر کو کھلا مگر وہ کمال کی خاتون تھیں۔ عادتاً وہی قہقہہ لگایا جو ان کے مزاج کا حصہ تھا۔ گوری کو بام و در ہلتے محسوس ہوئے ان کے تھر تھر کرتے وجود کی طرح۔

''لو...... اور کہاں آتی ہوں میں۔ بڑی خرانٹ عورت ہے میری ساس۔ کہاں چھوڑتی ہے میری جان۔ وہ تو اماں جواب پوچھتی ہے تو ناچار آنا پڑتا

ہے۔ چلو چھوڑو یہ بتاؤ کیا کررہی ہو آج کل؟"

"اہل محلہ پر تحقیقات کررہی ہوں......" خالصتاً طنزیہ لہجہ اور اب اس نے باقاعدہ اشارہ بھی کیا۔ شانو خالہ سموسہ ٹھونستیں بے اختیار کھانسیں۔ اس کی اماں نے حتی المکان آنکھیں پھاڑ کر اسے گھورا مگر وہ بھی نام کی ایک تھی۔ نہایت اطمینان وسکون سے بیٹھی رہی۔ ایک فنگر میں پڑی چاندی کی انگوٹھی کو دائیں بائیں کرتی رہیں۔

"آں...... اب ہمیں چلنا چاہیے۔" بالآخر نائلہ باجی اٹھیں تو گوری نے بے اختیار تشکر بھرا گہرا سانس لیا۔

"ہاں...... ہاں...... کیوں نہیں کافی دیر ہوگئی ہے ناں۔" وہ نہایت بداخلاقی کا مظاہرہ کرتی جھٹکے سے اٹھی۔ نائلہ باجی اس درجہ بے رخی کے جواب پر بس خفیف سا ہنس کر رہ گئیں۔ ان کے کھسکتے ہی وہ اماں کے سر ہوگئی۔

"ہمت کیسے ہوئی ان کی یہاں آنے کی۔ اوقات دیکھی ہے اپنی۔ دو ٹکے کے لوگ اور ان کا وہ ہیرو بیٹا۔ ایسی مجال ان کی۔ گوری کا ہاتھ مانگنے کی جرأت کریں۔" کچھ باہر کی گرمی سے دماغ گرم ہورہا تھا اور کچھ نائلہ باجی کی آمد نے مارے اشتعال کے اس کی صاف قدرے سانولی جلد نیم سیاہ ہورہی تھی۔ کمرے میں چکر کاٹتی وہ آپے سے باہر ہوہی گئی۔ اماں نے آنکھیں تیکھی کرکے اسے دیکھا۔

"مطلب کیا ہے تیرا؟ دو ٹکے کے تو...... تو کون سا چار پانچ ٹکے کی ہے۔ مت بھول اسی پنڈ کی پیداوار ہے تو اور کوئی اس سے بہت اونچی ذات نہیں ہے تیری۔" اماں کی بات پر اس نے تڑپ کر انہیں دیکھا۔ چلتے چلتے رکی، بھنوئیں تن گئیں۔

"ان کے جیسی تھرڈ کلاس بھی نہیں۔ دس جماعتیں پاس ہوں۔ کسی امیر بابو سے بیاہ کروں گی۔ دیکھ لینا اماں۔ تیری گوری کو بیاہنے کوئی شہزادہ ہی آئے گا۔ یہ ایسے لفنگے تیری گوری کے لائق نہیں۔" نخوت اور تکبر سے کہتی وہ پرات اٹھائے یہ جاوہ جا۔ اماں ہک دک سی اسے سیڑھیوں پر غائب ہوتا دیکھتی رہ گئیں۔ پھر سر جھٹک کر پھیلاوا سمیٹنے لگیں۔

"جھلی نہ ہووے تے۔"

سر شام ہی وہ پکڑا گیا تھا۔ وہ جو دل ربا موسم سے لطف اندوز ہونے آیا تھا۔ ظالم صیاد کی نظروں میں آگیا۔ چھتیں برابر تھیں۔ ساتھ کی منڈ سے وہ کمر پر ہاتھ ٹکائے ایک ہاتھ سے لمبا سا پراندہ جھلائے تیکھے نینوں سے کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ گلابی پھول دار جوڑے میں وہ کتنی خوب صورت لگ رہی تھی۔ تیکھی سی سیدھی دل میں اتری۔ اپنا یوں سرتاپا جائزہ لیتا دیکھ کر گوری کے نقوش مزید بگڑ گئے۔

"آں......" اس نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا جب وہ زور سے دھاڑی۔

"ایک لفظ بھی مت کہنا۔" وہ خوب تپی ہوئی تھی۔ اس کا مشتعل خفا خفا سا سراپا فیصل کے دل کے تاروں کو چھیڑ گیا تھا۔

"یہ تمہاری ماں بہن...... کس خوشی میں میرے گھر آئی تھیں؟" پراندا کمر پر جھولا دائیں بائیں۔ اس کے رخسار کو چھوتی لٹ ہوا کے سنگ اڑی۔ ساتھ فیصل کا دل بھی شرارت پر آمادہ ہوا۔

"تمہیں نہیں پتا...... میرے رشتے کے لیے۔" اس وقت اس سے بات کرنا گویا بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈالنے کے مترادف تھا۔ بہرکیف وہ کہہ گیا اور وہ اچھلی۔ گویا ہزار والٹ کا کرنٹ لگا ہو۔ اتنی دیدہ دلیری کی شاید توقع نہیں تھی۔

"کیوں...... تم کوئی شہزادہ گلفام ہو؟"

"شہزادہ گلفام سے کم بھی تو نہیں۔" مست ہوا نے اس کے آنچل کو لہرایا۔ وہ مدہوش سا ہوا۔ کیا غضب کی بلا تھی۔ تیکھے نقوش اور چھریرے بدن کی حامل۔ سونے پر سہاگہ اس کی ادائیں قاتلانہ۔

"منہ دھو رکھو۔ شدید غلط فہمی کا شکار ہو تم۔" غضب ناک ہوکر دھاڑی۔ "آئندہ اپنی ماں بہنوں کو سمجھا دینا۔ میرے گھر ایسے ویسے رشتے لے کر آئندہ آنے کی جرأت نہ کریں ورنہ......" اس نے نتیجتاً گھورا۔ فیصل نے ڈرنے کی ایکٹنگ کی۔

"ورنہ......؟"

"خدا کی قسم غضب ہوجائے گا۔" کہہ کر وہ رکی نہیں تھی۔ تنتناتی پراندہ جھلاتی غائب ہوگئی۔ سارا منظر سونا سا ہوگیا۔ وہ اسے آوازیں دیتا ہی رہ گیا تھا۔

....

گوری امجد کے غریب خانے میں پیدا ہوئی۔ گویا چار چاند آنگن میں اتر آئے۔ دادی الگ انگشت بدنداں۔ بے حد جاذب نظر نقوش کی حامل۔ ہلکی سانولی لیکن بے حد صاف چکنی جلد۔ ہونٹوں کا خوب صورت کٹاؤ اور کنارے کا ہوش اڑاتا تل۔ عام سی اس کی ماں اور غریب دیہاتی اس کا باپ اور اس کے خواب گویا آسمان کی بلندیوں کو چھو رہے تھے۔ گوری سے بڑی ایک بہن تھی پنڈ کی ایک روایت کے مطابق جسے بہت کم عمری میں بیاہ دیا گیا تھا۔ امجد کھیتی باڑی کرتا تھا۔ خاصا محنتی تھا اور قناعت پسند سادہ سا۔ آمدنی اچھی خاصی تھی۔ سو گھر کی حالت بھی آسودہ حال تھی۔ اوپر سے گوری نے جیسے تیسے دس جماعتیں پاس کرلی تھیں۔ ایک تو اس نے اطراف سے اپنے حسن کے چرچے بہت سنے تھے۔ دوسرا انت نئی فلموں نے اس کا دماغ خراب کردیا تھا۔ آئیڈیل کا خاکہ ننھے سے دماغ میں اتنا بڑا بنا کہ اردگرد کے تمام لوگ بہت چھوٹے نظر آنے لگے۔

اور انسان کی ناکام زندگی کی ابتداء جب ہی ہوتی ہے جب وہ اوقات سے بڑھ کر خواب سجاتا ہے اور خواب سجانا تو برا نہیں۔ بس خوابوں میں رہنا برا ہے۔ خواب پورے ہونے کی شرط رکھنا برا ہے۔ آئیڈیل کچھ نہیں ہوا کرتے۔ ڈھیر ساری مادی اشیاء اور ظاہری

وجاہت مل کر آئیڈیل کا پیکر تراشتی ہیں۔ جو مٹی کے گھروندے یا شیشے کے گل دان کی طرح ہوتے ہیں۔ ٹوٹتا یا بکھرتا ہے اور بہت دکھ دیتا ہے۔ رہتا کچھ نہیں۔ مقدر کا سکندر ہر کوئی نہیں ہوتا۔ جو وہ چاہے وہ پالے۔ ایسا تو بہت کم ہی کسی کے ساتھ ہوتا ہے اور وہ ان میں سے شاید نہیں تھی۔

اماں کو اکثر و بیشتر گوری کے تیور دہلا دیتے۔ وہ اتنے اونچے خواب دیکھتی تھی کہ اماں کو اس کی تقلید میں سر اٹھانے میں دقت ہوتی۔ وہ کس راہ کی مسافت اختیار کرنا چاہتی تھی۔ اماں مغموم سی اس کا روشن چہرہ تکا کرتی۔ فیصل میں انہیں کوئی برائی دکھائی نہیں دیتی تھی۔ اچھا بھلا لڑکا تھا۔ ان کی گود میں کھیل کر بڑا ہوا تھا اور اس کی ہر ادا سے آشنا تھیں۔ پڑوسن سے برسوں کی شناسائی تھی۔ بیتے کئی لمحوں کی دکھ سکھ کی ساتھی۔ کس منہ سے انکار کرتیں۔ گوری کا مسلسل انکار انہیں تاؤ دلا رہا تھا۔ چند روز کے سکوت کے بعد وہ پھر وہی ٹاپک چھیڑ بیٹھتیں۔

''برا لڑکا نہیں ہے اپنا فیصل...... رنگ روپ کا بھی برا نہیں۔ ہاں زیادہ پڑھا لکھا نہیں۔ یہ رب سوہنا رزق لکھتا ہے۔ ہوسکتا ہے تیرے نصیب سے اس کے بھاگ جاگ جائیں۔'' بڑی حلاوت سے اور کھلنڈرے سے لہجے میں انہوں نے اسے سمجھایا تھا۔ اس کا الٹا اثر ہوا۔ ان کا اتنا کہنا ہی غضب ہوگیا۔

''خاک اچھا ہے اماں...... ایسے اچھوں کو گوری منہ نہیں لگاتی۔ ایسا گھٹیا مقدر نہیں ہے میرا کہہ دیں۔ کہہ دیں آپ خالہ سے کہیں اور بر دیکھیں۔ میری گوری کے نصیب میں اتنی سیاہی نہیں لکھی جوان کے ٹوٹے پھوٹے گھر کو مقدر جان لوں۔ اگر آپ بات نہیں کرسکتی ناں تو میں کرلیتی ہوں مجھے کسی سے ڈر نہیں۔'' لہجہ اتنا اونچا ضرور تھا کہ دیوار کے اس پار باآسانی پہنچ جاتا۔ اماں نے بے بسی سے گوری کو دیکھا جو نخوت سے سر جھٹکے چاول چھننے میں مگن تھی۔

اماں کا دل ہوک سے بھر گیا۔ گوری کو سمجھانا ان کے بس کی بات نہیں تھی۔ وہ ان کی نصیحتوں پر کان ہی کہاں دھرتی تھی۔ گوری کی بہن آئے دن اس سے جھگڑا مول لیتی۔

''کیا ہوا اماں...... میری بات تو اتنی جلدی کی۔ صرف سولہ سال کی عمر میں بیاہ دیا۔ اتنی جلدی ذمہ داریوں کو سر پر لادا دیا۔ یہ کیا کوئی راج کماری ہے جو اس کے لیے ایسے ہی بیٹھی ہیں۔ اسے بھی اپنے گھر کا کریں ناں۔'' وہ تو آتے ہی شروع ہوجاتی۔ اماں پہلے ہی بھری ہوتیں اس کی باتیں سن کر مزید سر گھوم جاتا۔

''تو میں کیا کروں...... وہ پروں پر پانی تو پڑنے دے نا۔'' اماں کا پریشان ناآسودہ چہرہ دیکھ کر اس کا دل بھر آتا تو کھسک کر ماں کے قریب آتی۔

''اماں...... کہیں تو اپنے دیور کی بات چلاؤں۔ میری ساس تو اویں بھی فدا ہے گوری پر۔'' اس کی سرگوشی اتنی بلند ضرور ہوتی کہ گوری کی سماعتوں کو چھولیتی۔ پھر ایک محاذ کھڑا ہوجاتا۔ وہ اس کے رشتے داروں کو ایسے قلابے اور ان کی شان میں ایسے گستاخانہ کلمات ادا کرتی کہ۔ اس کی بہن بھناتی' روتی' چنگھاڑتی بچوں کو بغل میں اڑستی یہ جا وہ جا۔ اور اماں پیچھے گالیوں کا ایک طوفان اٹھا دیتیں۔ بیٹی کا یوں روٹھ کر جانا۔ ان کے لیے بہت دکھ کی بات تھی۔ گوری ہاتھ جھاڑتے' نہایت اطمینان کا مظاہرہ کرتی اپنے ازلی ٹھکانے چھت کا رخ کرلیتی۔ مبادا اماں کی توپوں کا رخ اس کے سر برستا۔

....

موسم شدید مستانہ ہورہا تھا۔ سرسراتی ہلکی سی خنکی بھری ہوا۔ ہوا سے اٹکھیلیاں کرتے نہایت اجلے روئی کے گالوں کے بادل وہ سرمستی کے عالم میں جھومتا' محو سفر پنچھیوں کو اڑان بھرتے دیکھ رہا تھا۔ کتنا دل نشین تھا یہ سماں۔ اس نے بھرپور انگڑائی لی۔ دفعتاً نظر برابر کی منڈیر کے اس پار جا ٹھہری۔ دل یک بارگی دھڑکنے

لگا۔ لبوں کو مسکراہٹ نے چھوا تو آنکھیں خودبخود جگمگانے لگیں۔

وہ بے نیازی سی دھڑا دھڑ مشین پر جھکی سلائی میں مگن تھی۔ وہ محو ہو کر اسے تکنے لگا۔ نظروں کی حدت سے وہ چونکی۔ پلٹ کر دیکھا۔ حلق کڑواہٹ سے بھر گیا۔ نظروں کا تصادم پل بھر کا تھا۔ دوبارہ مشین پر جھک گئی۔ وہ عصر کے بعد عموماً چھت پر مشین لے آتی تھی۔ بقرعید قریب تھی۔ اسے لباس تیار کرنا تھا وہ بھی اطراف کی الٹرا ماڈرن ٹمیاروں سے چھپا کر۔ انہیں عید پہ دکھانا جو تھا۔ جدید فیشن کے عین مطابق وہ سلائی کر رہی تھی لمبی سی قمیص اور زرد پلازو۔

''سنو تو......'' فیصل نے بہترا پکارا۔ مگر اس کی حالت میں ذرا سا بھی فرق نہ آیا۔ وہ دانت کچکچا کر رہ گیا۔

''گوری......'' اس نے اتنی زور سے پکارا کہ وہ اچھل پڑی۔ پتھریلی نظریں اس پر جمائیں چند ثانیے...... پھر کچھ سوچ کر اٹھی اور منڈیر کے قریب چلی آئی۔ فیصل کا دل بہکنے لگا۔ وہ سپاٹ تاثر لیے کھڑی تھی۔

''کیوں......؟'' گویا ہوئی تو لہجہ سرد تھا۔ فیصل نے نظر بھر کے اس کے نقوش حفظ کیے۔

''عزت راس نہیں آتی تمہیں۔ تم ہو ہی دو ٹکے کے کمینے انسان۔ اپنی فطرت سے باز نہیں آؤ گے۔ شرافت سے کہا تھا میرا نام بھی لبوں پر مت لینا غضب کردوں گی۔ شاید سمجھ نہیں آیا تھا تمہیں۔'' اہانت آمیز ٹھنڈا لیکن نہایت تلخ لہجہ۔ فیصل کی مسکان ہونٹوں میں گم ہوئی۔ وہ اتنی تلخ کلامی کی توقع نہیں کر رہا تھا۔ تبھی آنکھیں سلگیں۔

''غصہ ہو......'' اس نے پچکارا۔ گوری نے نفرت سے اسے دیکھا۔

''تم چیز کیا ہو؟ جس پر میں اپنا کوئی بھی جذبہ لٹاؤں۔ اب تم یہاں سے دفعہ ہو گے۔'' وہ غصہ نہیں تھی

فیصل کو پہلی بار یہ احساس ہوا تھا۔ وہ سنجیدہ تھی۔ اس کی ذات کے پرخچے اڑاتی۔

''تمیز سے بات کرو گوری۔'' وہ بے اختیار تلخ ہوا۔ گوری کے لبوں پر بے اختیار ہنسی پھوٹی۔ وہ لب بھینچ کر رہ گیا۔

''تمیز سے...... اور تم سے......'' وہ بے تحاشہ ہنس رہی تھی۔ ''مسٹر فیصل کبھی اپنے آپ سے پوچھا ہے کہ تم ہو کیا؟''

''تم نے بتادیا ہے نا...... خود سے پوچھنے کی کیا ضرورت۔'' دکھ سے چور لہجے میں وہ بولا قدرے آہستگی سے۔ دل ٹوٹا تھا کرچیاں تو بکھرنی تھیں۔

''چلتا ہوں...... خیال رکھنا گوری اپنا اور یہ یاد رکھنا انسان کو اتنا گرایا نہیں کرتے۔'' وہ سر پر ہاتھ پھیرتا نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ گوری نے نخوت سے ہنکارہ بھرا۔

''بڑا آیا ڈائیلاگ باز کہیں کا دفع۔'' اس نے نفرت سے تھوکا اور مطمئن سی دوبارہ مشین پر آ بیٹھی۔

....

پھر وہ معجزہ ہی ہوگیا جس کے خواب وہ برسوں سے دیکھتی آئی تھی۔ سکندر جہاں کھاتے پیتے امیر کبیر گھرانے کا چشم و چراغ اس کے گھر والے لائے تھے۔ الٹرا ماڈرن سی خواتین قدرے مغروری، اونچی حیثیت کا رعب لیے، چھریرے بدن کی الہڑ مٹیار سی گوری انہیں بھا گئی تھی۔ بس پھر کیا تھا آناً فاناً بات طے ہوگئی۔ گوری مسرور سی تھی اور اماں خاموش، چپ سی، گھرانہ پسند آیا تھا لیکن وہ لوگ ان سے کافی اونچے تھے۔ اماں نہ چاہتے ہوئے بھی ان کی دولت کی جاہ و جلال اور شان و شوکت سے مرعوب ہو ہی گئیں۔ لڑکا قدرے بڑی عمر کا تھا لیکن گوری کا جنون اور اس کی خوشی دیکھتے انہوں نے ہاں کردی تھی۔ چھٹ پٹ شادی کی تیاریاں شروع ہوگئیں۔

اماں کو رہ رہ کے فیصل کا خیال ستاتا اپنا بچہ تھا۔

دیکھا بھالا تھا۔ پتا نہیں وہ لوگ کیسے ہوں گے۔ خدشے سر اٹھاتے وہ مجبور ہو جاتیں۔ رب کے حضور آخری یہی در کھلا تھا۔ فیصل کے گھر والوں سے برسوں کا یارانہ تھا اور سکندر جہاں کے گھر والوں کے ساتھ وہ بے تکلفی مفقود تھی جو اس کا تقاضا تھی۔ اماں گوری کے لیے خوشیوں کی دعا کرتی۔ سر جھٹک کر جہیز بنانے میں لگ جاتیں۔ شالو خالہ چپ سی انہیں تیاریاں کرتے دیکھتیں۔ نہ چہرے سے بغض اور نہ لہجے سے کدورت ٹپکتی۔ بس ملول سی اماں کے ساتھ بازار کے چکر کاٹا کرتیں اور گوری......

اس کی تو زندگی ہی بدل گئی تھی۔ اب تو چھت پر وقت پہلے سے زیادہ گزرتا۔ سکھیوں سے چھپا کر بری کے سوٹ جو بنانے تھے۔

فیصل کا دل ٹوٹا تو وہ چھت کا رخ کرنا ہی بھول گیا۔ کبھی خواہ مخواہ خود کو مصروف کرنے کی غرض سے کانوں میں ہیڈ فون ٹھونس لیتا۔ گوری کو خاطر خواہ فرق نہیں پڑا تھا۔ اس کا دھیان ہی کہاں تھا آج کل۔ وہ ہواؤں میں اڑتی پھر رہی تھی۔ مست، آزاد پنچھی کی طرح۔ خواب بھلا پورے بھی ہوتے ہیں اسے یقین نہ تھا۔ وہ گلابی ہوتی جاتی۔ اس کے تصور میں جو اس کا سراپا لہراتا تو دل کے تار چھڑ جاتے۔ رت بدلنے لگی تھی۔ موسم بہار ٹھہر گیا تھا ان کے کچے آنگن میں۔

اور اس روز...... اس کی ٹکر کیا ہوئی فیصل سے۔ وہ شاپر میں کچھ اٹھائے چلی آ رہی تھی۔ سڑک پر ہی مڈ بھیڑ ہو گئی۔ فیصل نے کنی کترا کر گزرنا چاہا پھر کچھ سوچ کر ٹھہر گیا۔ نک سک سی تیار۔ آنکھوں میں خوب کاجل بھرے۔ ہونٹوں پر مسکان سجائے وہ سیدھی دل میں اتر رہی تھی۔ اس کے دل کا بوجھ مزید بڑھ گیا۔

"کیسی ہو؟" بغور سر تا پا جائزہ لیا۔ کتنی خوش کتنی آسودہ نظر آ رہی تھی۔ وہ ایک مخلص بندہ تھا۔ دل سے اس کی خوشیوں کا متمنی۔

"خوش ہوں......؟" وہ چہکی۔ جواب دینے کی ضرورت نہ پڑی۔ آنکھوں میں لرزشیں نمی ابھر گئیں تھیں۔ تاہم آہستگی سے دل کی گہرائیوں سے دعا محبوب کے سنگ مسافری کی۔

"سدا خوش رہو۔ یونہی۔"

"کچھ کمزور ہو گئے ہو۔ سنا ہے کام مل گیا ہے۔ کیا کام ہے ٹھیک ٹھاک تنخواہ تو مل جاتی ہے ناں؟" اپنی خوشیوں کی دھن سے نکل کر جوں نظر کی تو وہ مغموم سا نظر آ گیا۔ لیکن پرکھا پھر بھی نہیں تھا۔ فیصل اداس تھا۔

"ہاں مل گیا ہے۔ اچھا کام ہے۔ اچھا گوری چلتا ہوں۔ اماں انتظار کر رہی ہوں گی۔" وہ اب کی بار کنی کترا گیا تھا۔ مزید اس کا سامنا کرنے کی سکت نہیں تھی۔ اس کے لبوں پر کسی اور کے نام کی مسکراہٹ کہاں گوارا تھی۔ چھن سے سپنا جو ٹوٹ گیا تھا۔ ریزہ ریزہ ہو گیا تھا وہ خود بھی اس کی آنکھوں میں اپنا عکس دیکھنے کی چاہ کتنی سرکش سوچ تھی۔ کتنا پاگل سا خواب تھا اور اب تو وہ دسترس سے بہت دور ہونے جا رہی تھی۔ وہ کیسے ہمت پیدا کرتا۔ سامنے نہ آنا ہی بہتر تھا۔

......

گوری نے نیا مسئلہ کھڑا کر دیا تھا۔ عید بقر پر اسے بکرا لینا تھا۔ ایک تو اس کی شادی کی تیاریاں عروج پر تھیں اوپر سے اس کے چونچلے۔ اماں بھنا گئی۔

"اتنے پیسے ہیں تیرے باپ کے پاس؟"

"کیا ہے اماں...... ایک بکرا لے لینے سے کنگال تھوڑی نہ ہو جائیں گے۔" وہ جرح پر آمادہ تھی۔ اماں کے کپڑے تہہ کرتے ہاتھ ذرا سی دیر کو رکے۔

"ہاں کنگال نہ ہوتے اگر تیری اپنے جیسوں میں شادی ہوتی۔ اونچے لوگ ہیں۔ ان کے مطابق جہیز دینے میں تو تیرے باپ کا دیوالیہ بھی نکل سکتا ہے۔ شہلا کو میں نے اپنی حیثیت کے مطابق جوڑ توڑ کر کے جہیز دیا تھا۔ تیری تو بات الگ ہے گوری۔ وڈے لوگ وڈیاں گلاں۔" گوری کے رخ سخن پر فخریہ مسکراہٹ ابھری۔ اماں نے فوراً بھانپ لیا پر کہا کچھ نہیں۔ اس

سے قبل ہی کوئی کھڑکی تھوڑی ہی... دروازہ کھول کر فیصل اندر آیا۔ گوری اس کے ہاتھ میں ڈونگا دیکھ کر چہک اٹھی۔ لپک کر ڈونگا پکڑا۔

''کیا ہے؟'' اندر جھانکا۔ بھرپور خوش گواریت کا احساس جاگا۔

''کڑی پکوڑے۔ واؤ جیو خالہ۔'' خالہ شالو کو پتا تھا اسے کتنی مرغوب ہے کڑی پکوڑے۔ جب پکاتیں پہلے یہاں بھیجتیں پھر کھاتیں۔

''بیٹھو نا فیصل پتر......'' اسے مسلسل کھڑا دیکھ کر اماں نے کہا۔ وہ سر کھجاتا بیٹھ گیا۔ رنگ برنگے ملبوسات کا ڈھیر تھا۔ وہ کن اکھیوں سے دیکھتا رہا۔ رنگ و بو کا سیلاب امڈ آیا تھا۔ دل میں جیسے کچھ چبھا تھا۔

''سنا ہے ٹھیکے لیتا ہے۔ چل اچھا ہے ویلا بیٹھنے سے ٹھیکے کا کام ہے تو ناں۔'' شفقت و محبت اور اپنائیت سے بھرا لہجہ کتنا اپنا پن جھلکتا تھا۔

''ہاں خالہ...... فائدہ تو ہے۔'' اسی وقت گوری آئی۔ فیصل دانستہ چپ ہوا۔ اماں نے گوری کو آنکھوں سے اشارہ کیا وہ نہ سمجھی تو دانت پیسے۔

''کچھ پینے کے لیے تو لا۔ دیکھ کتنی گرمی ہے۔''

''بس خالہ۔'' وہ شرمندہ ہوا۔

''خیر ہے۔ یہ تو گھر ہے پاس۔'' اس نے دیوار کے پار اشارہ کیا۔

''چلتا ہوں۔'' اماں نے بہت روکا لیکن وہ چلتا بنا۔ اس کے کترانے پر اماں کھٹکی لیکن ظاہر نہ کیا۔ پھر گوری کو تکا جو ناخن کتر رہی تھی۔

''چل اٹھ اب روٹیاں ڈال۔ پھر تیرے سسرال بھی جانا ہے۔'' سدا کی کام چور گوری برے برے منہ بناتی اٹھی اور بے دلی سے کچن میں جا گھسی تھی۔

....

اگلا دن اس کے لیے خوشیوں کا پیغام لایا تھا۔ چہکتی بہکتی وہ محلے میں خبر نشر کرتی پھر رہی تھی۔ اس کی خوشی قابل دید تھی۔ خالہ شالو صدقے واری ہوگئیں۔ ایک تو

فرزانہ کوثر

میرا پورا نام فرزانہ کوثر ہے ضلع چکوال کے ایک گاؤں ڈھیری سیداں میں رہتی ہوں سب پیار سے فری بلاتے ہیں۔ تعلیم میٹرک ہے آنچل سے وابستگی ساتویں کلاس سے ہے ہم بستے میں آنچل رکھتے تھے جب بیگ چیک ٹیچر کرتی تھیں تو اپنی دوست جویریہ اقبال کے بیگ میں چھپا دیتی تھی۔ ہماری پیاری ٹیچر کا نام میمونہ جو مجھ سے بہت پیار کرتی تھیں۔ پسندیدہ کتاب قرآن پاک ہے جو روزانہ صبح پڑھتی ہوں میری بیسٹ فرینڈ نازیہ بتول اینڈ سحرش اقبال ہے۔ نازیہ میرے پڑوس میں رہتی ہے جبکہ سحرش دوسرے گاؤں دعولہ میں رہتی ہے پسندیدہ کلر فیروزی گلابی اور جامنی ہے اس کے ساتھ مجھے اجازت دیجیے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا اللہ حافظ۔

شادی اوپر سے بے تابی۔ خوشیاں دوبالا ہوگئی تھیں۔ ابا نے اس کی پرزور فرمائش پر بالآخر گائے میں حصہ ڈال ہی دیا تھا۔ اگرچہ ایک حصہ تھا لیکن قربانی تو تھی۔ اس نے پرانی سی لکڑی کی کرسی گھسیٹی۔ دیوار سے لگ کر جھانکا۔

''خالہ......'' پل میں خالہ شالو صحن میں نمودار ہوئیں۔ جوتے صاف کرتے فیصل نے ناگواری سے اسے دیکھا۔ خوشیاں لٹاتا چہرہ دمک رہا تھا۔ پھر سر جھکا کر کام میں لگ گیا۔

''سنا آپ نے ہم قربانی کررہے ہیں۔ گاؤں والوں کے ساتھ مل کر گائے میں حصہ ڈالا ہے۔ آپ تو نہیں کررہی نہ قربانی؟'' جلاکٹا سا استفسار۔ فیصل نے ماں کے چہرے پر خجالت دیکھی تو۔ اس کا دل چاہا گوری کی عقل ٹھکانے لگائے مگر ضبط کرگیا۔

''خیر اگلے پانچ چھ سال یہ خوشی آپ کو نہیں ملنے والی۔ خیر دعا کریں۔ آپ بھی قربانی جوگے ہوجائیں۔'' پھر گوہر افشانی فیصل نے دانت

کچکچائے۔ یہ لڑکی کی گردن قتل ہو جائے گی۔

''کیوں نہیں۔ اللہ میرے فیصل کے نصیب چنگے کرے۔ برکت ڈالے اس کے کام میں خیران شاء اللہ ہم بھی اگلے سال قربانی کریں گے۔ کیوں فیصل پتر۔'' خالہ شالو نے امید وبیم سے کہا۔ گوری نے نخوت سے سر جھٹکا۔ حسب عادت فیصل کے لبوں پر خفیف سی مسکراہٹ رینگی۔ وہ پٹ سے غائب۔ البتہ کان دیوار کے اس پار ہی لگے تھے۔ جہاں سے اب گنگناہٹ کی آواز آرہی تھی۔

پتھر زمین پر گلاب نہیں ہوندے
کورے کاغذ کتاب نہیں ہوندے
جے کرلائی یاری بھایا
یاراں نال حساب نہیں ہوندے

وہ بلے شاہ کا کلام گنگنا رہا تھا۔ گوری نے ہاتھ کھول کر لعنت کا اشارہ کیا اور اماں کے پاس کمرے میں چلی گئی۔

....

انسان جب گرتا ہے تو منہ کے بل گرتا ہے۔ اور اتنی زور سے گرتا ہے کہ ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے۔ اور اسے احساس بھی نہیں ہوتا۔ احساس تب ہوتا ہے جب درد حد سے سوا ہو جائے۔ وہ بلبلاتا روتا ہے، تڑپتا ہے، چیختا چلاتا ہے۔ پر ہاتھ کچھ نہیں آتا۔ تہی دست رہ جاتا ہے۔ یہ انسان کے کرتوت ہوتے ہیں جو اسے گریہ آزاری آہ وبکا کے قابل بھی نہیں چھوڑتے۔

وہ پتھر کی طرح ساکت بیٹھی تھی۔ انتشار وافتراق اور اندورنی خلفشاری کی جو کیفیت طاری تھی وہ سوچ سے باہر تھی۔ کیا زور کی ٹھوکر لگی تھی وہ بھلا تڑپتی بھی ناں۔ طمانچہ دل پر جس کا نام سرور ومہک پیدا کرتا تھا وہ بس لمحاتی تاثر تھا۔ نظروں کا دھوکا یا تقدیر کا مذاق۔ لب کچلتے اس نے اپنی اندر کی کشمکش کا سر توڑا۔ ٹوٹ پھوٹ نے بے آب کر دیا تھا۔ اماں نے دکھ، تاسف اور شدید ترین بے بسی سے اس کا پتھریلا چہرہ دیکھا۔ تکلیف دکھ سے نہیں دکھ دینے والے سے ہوتی ہے۔ آج ہی تو اماں گئی تھی اس کے سسرال۔ عید قریب تھی اماں نے سوچا عید کے فوراً بعد شادی ہے کیونکہ لڑکے کو سوٹ، چادر وغیرہ دیتی آئیں۔ اس غرض سے رخت سفر باندھا تھا۔ وہاں گئی تو گھر سونا سونا لگا۔ اہل خانہ بڑے کمرے میں جمع تھے۔ ملازم کے اشارے پر اندر بڑھیں تبھی گوری کے نام پر جہاں تھیں وہیں رک گئیں۔

''بڑی شے سمجھتی ہے خود کو گوری...... چار دن میں عقل ٹھکانے نہ لگادی تو میرا نام بھی سونیا نہیں۔ بدذات کہیں کی۔ بڑے خواب سجا رکھے ہیں اچھے یہاں ٹکتے نہیں اس کی کیا مجال۔ دیکھنا کیسے گت سے پکڑ کر یہاں سے نکال کر باہر کرتی ہوں۔ میرے سامنے تو چڑیا بھی پر نہیں مار سکتی۔ جیسے سکندر کی پہلی بیوی کو بھگایا تھا اسے بھی چلتا کروں گی بس سکندر باؤ کا شوق اتر جانے دو چند دن۔''

لفظ تھے یا پتھر...... اماں کے سر پر خوب صورت بڑی سی چھت گویا گر گئی۔ قدموں کے نیچے سے زمین سرک گئی تھی۔ انہیں اپنی ذات کے پرخچے اڑتے محسوس ہوئے۔ گوری کی متوقع دیورانی کی آواز صور اسرافیل تھا گویا انہیں اپنے تن سے جان نکلتی محسوس ہوئی۔ ایسا دھوکا کان سائیں سائیں کر رہے تھے۔ سکندر جہاں پہلے سے شادی شدہ تھا۔ کرب سے آنکھیں میچیں۔ گوری کی نندیں اور دوسری عورتیں استہزائیہ ہنسی۔

''تم سے بھی کوئی جیتا ہے بھلا۔'' انہوں نے قدم بمشکل گھسیٹے۔ تب ہی لڑکھڑائیں۔ ہاتھ میں پکڑے شاپر زمین پر گرے۔ آواز سن کر وہ لپک کر باہر آئیں۔ اماں نے بمشکل دیوار کا سہارا لیا۔ سن ہوتے چہرے اور خالی خالی نظروں سے انہیں دیکھا جو قدرے سہمی کھڑی تھی۔ اماں پلٹ آئیں۔ وہ پیچھے بھاگیں۔ لفظ منہ سے نہ نکلے۔ وقت ہاتھ سے سرک گیا۔ پول کھل چکا تھا۔ اماں نے آتے ہی سارا واقعہ گوش گزار کیا اور وہ مزید بدحواس ہوئی۔ نہ چیخی چلائی نہ متوحش ہوئی بس

پتھر کی ہو گئی۔ اپنی ذات کا غرور۔ لے ڈوبا تھا اسے۔

اس نے ایک نظر اماں کو دیکھا اور پھر اماں نے تھک کر سر پائنتی سے لگایا۔ وہ اس کا ارادہ بھانپ گئی تھیں۔ وہ دھڑا دھڑ سیڑھیاں چڑھتی اوپر آئی اور آتے ہی زور سے چلائی۔

''فیصل......'' خالہ شالو دہل کر باہر نکلیں۔ چھت سے مسلسل آواز آرہی تھی۔ فیصل کو ٹوکا۔ وہ منہ بناتا دندناتا آیا۔

''کیا ہے؟'' کہا جانے والے لہجے میں پوچھا۔ خلاف توقع گوری مشتعل نہ ہوئی۔ متبسم سے لہجے میں بولی۔

''میرے ساتھ چلو۔''

''کہاں؟''

''میرے سسرال۔'' فیصل کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

''کیوں...... میں کیوں جاؤں؟''

''کیوں کہ تیرے سوا میرا اور کوئی نہیں ہے نا۔'' اس کے تاثرات الفاظ سے مماثلت نہیں تھی۔ وہ بری طرح الجھا۔

''میں مصروف ہوں بریک پر آیا ہوں۔ روٹی کھا کے کام پر جاؤں گا۔''

''چلے جانا...... کون سا دن بھر کے لیے کہہ رہی ہوں۔ بس آدھے گھنٹے کی بات ہے تم تیار رہو۔ میں آتی ہوں۔'' حسب عادت وہ حکم نامہ جاری کر کے غڑاپ سے گم ہوئی۔ وہ دانت کچکچاتا تپتی دوپہر میں جلتا کڑھتا نیچے اترا۔

گوری نے منگنی کا سامان اٹھایا۔ انگوٹھی لی۔ اینٹ اٹھائی اور توڑ کے ٹوٹے ٹوٹے کر دی۔ اماں بس انگشت بدنداں دیکھتی رہ گئیں۔

''خیال رکھنا اماں گھر کا میں ابھی آتی ہوں۔'' نہایت اطمینان سے کہتی گوری نے بیرونی دروازے کی جانب قدم بڑھائے۔ اماں کا سانس رکنے لگا۔

مرجھائی ہوئی کلیوں کے جلو میں

میری تلاش میں نکلو تو
یوں کرنا
سب سے پہلے
شہر خموشاں کا رخ کرنا اور
وہیں مٹی کے کسی اداس ٹیلے کے قریب
مرجھائی ہوئی کلیوں کے جلو میں
سوکھی ہوئی گھاس تلے
کسی کتبے کے بنا
کسی تاریک گوشے میں
چراغوں کی روشنی سے بے نیاز
اک لاوارث قبر پر دعا مانگتے جانا
کہ!
یہ تمہاری چاہت میں مرجانے والی کی آخری التجا ہے
یا آخری خواہش کہہ لو

لاریب اشال...... اوکاڑہ

''سن تو......'' باقی ماندہ لفظ منہ میں رہ گئے۔ گوری غائب ہو چکی تھی چھلاوے کی طرح۔ انہوں نے سر تھام لیا۔ سدا کی جذباتی ہر کام میں جلدی کرتی ہے۔ پتا نہیں اب کیا گل کھلائے گی۔ رہ رہ کر خیال تڑپا رہا تھا۔

فیصل اس کے سسرال تک آف موڈ کے ساتھ آیا تھا لیکن وہاں جو ہوا وہ اس کے وہم و گمان سے بڑھ کر تھا۔ وہ منہ کھولے اناپ شناپ بکتی بس گوری کو تکے گیا۔ کیا عقل ٹھکانے لگائی تھی۔ خاندانی رشتوں کو وہ گالیاں دیں کہ اللہ معافی۔ باقی خواتین گم صم کھڑی رہ گئیں۔ گوری نے طنزاً ٹوٹی پھوٹی انگوٹھی کا لفافہ ان کے قدموں میں پھینکا۔

''یہ اپنی ہونے والی بھابی کو پہنانا۔ بڑی خوشی ہوگی۔'' اور فیصل حیران پریشان سا اس کے ساتھ واپس آیا تھا۔ خوش گوار حیرت کے نئے احساس نے اس کے تن من کو چھوا تھا۔

٭......٭......٭

"بس یا اور کہیں جانا باقی ہے؟" عید سعید کا دن تھا۔ نئی امنگوں کا خوشیوں کا پُرنور سا دن۔ گوری نے ایک حصے سے بھی زیادہ گاؤں بھر کو دیا تھا۔ گھر میں کچھ نہ چھوڑا۔ خوشی ہی اتنی تھی قربانی کی۔ سب بانٹ آئی۔ فیصل اس کے ساتھ ڈولتے تھک گیا تھا۔ آتے ہی چارپائی پر گر گیا۔ اماں نے محبت پاش نظروں سے گھبرا کر فیصل کو دیکھا۔

"کچھ لاؤں کھانے کو؟"

"نیکی اور پوچھ پوچھ جو ہے لے آئیں۔" وہ اٹھ بیٹھا۔ گوری کی کاجل بھری آنکھیں پھیلیں۔ وہ چوڑیاں کھنکھناتی یکلخت مڑی۔

فیصل کا دل اب نئے سرے سے دھڑکنے لگا تھا۔ چوڑیوں کی کھن کھن۔ اس کا سجنا سنورنا نکھرا نکھرا سا روپ سیدھا دل میں اتری جارہی تھی۔

"کیوں صدیوں کی کسر پوری کرنی ہے کیا؟" اس کی بولتی نظروں سے خائف ہوکر وہ دوبارہ مڑی۔ کتنے بے دریغ تھے یہ رشتے۔ نہ کوئی حسد نہ کدورت نہ شکوہ نہ کوئی گلہ۔ بس یوں گھل مل کر بیٹھی گویا کچھ ہوا ہی نہ ہو۔ وہ ذلت وہ تلخ کلامی گوری کو خود پر شرم آنے لگی۔ ان کی بے داغ اور بے انتہا محبت اسے خود سے نظریں چرانے پر مجبور کردیتی تھی۔

"کیا ضرورت تھی' اپنوں کا دل دکھانے کی جب اپنوں نے ہی سمیٹنا تھا۔" فیصل نے اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ بخوبی دیکھے تھے جبھی اماں اور خالہ کو باتوں میں مشغول پاکر وہ اس کی تقلید میں باورچی خانہ آیا تھا۔ اسے خوامخواہ میں برتن کھنکھناتے دیکھتا رہا۔ اس کی نظروں کے حصار سے وہ شرما رہی تھی اور وہ اس کے شرمیلے سراپے کو تکتے محظوظ ہو رہا تھا۔

"کیا ہے......؟" تنک کر وہ پلٹی۔ "کوئی کام ہے؟"

"ہاں کام تو ہے......" فیصل نے جیب سے ڈبیا نکالی جو جانے کب سے لیے پھر رہا تھا۔ قدرت نے موقع اب فراہم کیا تھا۔

"یہ......" اس نے ڈبیا کھولی۔ گوری کو دکھائی اور پھر بند کردی۔

"انگوٹھی تمہارے لیے لی ہے اگر تم...... میرا مطلب ہے ہاں کردو تو......" گوری نے ابرو اچکائے۔ فیصل نے فوراً سے بیشتر اثبات میں سر ہلایا۔

"میری خوش بختی ہوگی۔" گوری بے اختیار ہنسی۔

"چل ہٹ......" آنکھوں میں آئی نمی کو صاف کرتی وہ پیٹھ موڑ گئی تھی۔

"میرے ساتھ چلوگی...... گوری اس نئی زندگی کے سفر پر ہم سفر بن کر۔" وہ گمبھیر لہجے میں بولا تھا۔ گوری کا دل اچھل پتھل ہونے لگا۔ ساری تیز طراری ہوا ہوگئی تھی۔

"مجھے نہیں پتا اماں سے پوچھو۔"

"وہ راضی ہیں تم بتاؤ نا چلوگی میرے ساتھ۔" گوری نے جلدی سے ہاں میں سر ہلایا۔

"چلوں گی......اب جاؤ۔" فیصل ہنسا۔ وہ خائف ہوگئی جوتی لے کر لپکی۔ وہ چلایا۔

"اگر یونہی ساتھ چلوگی نا تو ان شاء اللہ اگلے سال پوری گائے ذبح کروں گا۔" کہتا بھاگ گیا خالہ اور خالو کو خوش خبری سنانے۔

گوری مسکرا کر عقیدت اور برکت والے دن رب کے حضور اپنی دائمی خوشیوں کے لیے دعا کرنے لگی اور شکر بھی۔ کہ پلٹنے میں دیر نہیں ہوئی تھی۔ اپنوں کے دل پر وقت نے دھول نہیں جمائی تھی۔

شب ہجر کی پہلی بارش
نازیہ کنول نازی

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

دریا میرے سامنے تھا لیکن
میں پیاس سے جاں بلب کھڑی تھی
دیکھوں گی میں آج اس کا چہرہ
کل خواب میں روشنی بڑی تھی

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

مریرہ رحمان اپنے بیٹے زاویار کو رات کے کھانے کی دعوت دیتی ہے جسے زاویار فوراً قبول کر لیتا ہے جبکہ جولی اور رابرٹ اس سے مریرہ رحمان کے حوالے سے سوال کرتے ہیں لیکن وہ مریرہ رحمان کے حوالے سے کوئی بھی بات نہیں کرنا چاہتا ہے۔ رات گئے زاویار اپنے اپارٹمنٹ میں واپس آتا ہے اس کا دماغ کثرتِ شراب نوشی کے باعث سن ہو رہا ہوتا ہے مگر پھر بھی زاویار کو نیند نہیں آتی ہے۔ وہ مریرہ رحمان سے ملنے کے لیے بے چین ہوتا ہے۔ درمکنون کا بخار بہت حد تک کم ہو جاتا ہے شاور لینے کے بعد وہ ابھی کمرے سے نکلنا ہی چاہتی ہے کہ اس کا سیل فون بجتا ہے دوسری طرف ساویز ہوتا ہے۔ جس کی آواز درمکنون پہچان لیتی ہے ساویز اسے اپنی آمد کا بتاتا ہے درمکنون ساویز کے ساتھ صیام کو نظر انداز کرتی ہوٹل سے نکل جاتی ہے۔ شہرزاد اپنی ماں (شہربانو) کی شرط پوری کر دیتی ہے اور مائی جیراں کی زندگی کی کہانی سننے کے بعد اپنے وعدے کے عین مطابق وہ گاؤں سے شہر مریرہ رحمان کے گھر شفٹ ہو جاتی ہے۔ پرانی حویلی کے پچھواڑے میں بنی آخری آرام گاہوں کا راز پھر راز بن کر رہ جاتا ہے شہربانو نے اسے گاؤں سے شہر شفٹ ہونے کا کہا ہوتا ہے مستقل گاؤں سے لاتعلق ہونے کا نہیں کہا ہوتا ہے لہٰذا اپنی ماں کو ایئر پورٹ سی آف کرنے کے بعد وہ گاؤں چلی آتی ہے۔ عبدالہادی اس وقت کپاس کی چنوائی کرانے میں مصروف ہوتا ہے جب اس کی نظر شہرزاد پر پڑتی ہے وہ کسی کو تلاش کر رہی ہوتی ہے اس لیے شہرزاد رک کر پاس سے گزرتے ہوئے ہر فرد سے کچھ پوچھ رہی ہوتی ہے عبدالہادی کی توجہ کام سے ہٹ جاتی ہے شہرزاد عبدالہادی کے پاس آ جاتی ہے اور اس سے ملک فیاض کے بارے میں پوچھتی ہے۔ جس پر عبدالہادی خود کو ملک فیاض کا ملازم ظاہر کرتا ہے شہرزاد اس سے مائی جیراں کے حوالے سے بھی پوچھتی ہے۔ جس پر عبدالہادی شہرزاد کو مائی جیراں کے بارے میں بتا کر حیران کر دیتا ہے۔ ساویز درمکنون کے سامنے صیام کی ناپسندیدگی کا اظہار کرتا ہے۔ جس پر درمکنون صرف مسکرا کر رہ جاتی ہے جبکہ اس کا دل صیام کے نام پر دھڑک اٹھتا ہے۔ ساویز درمکنون سے مریرہ رحمان سے اپنی اور اس کی شادی کے حوالے سے بات کرنے کا پوچھتا ہے۔ جس پر درمکنون مریرہ کے انکار کا بتاتی ہے۔ پریہان ڈیوٹی ختم ہونے کے بعد اسٹور سے واپس جا رہی ہوتی ہے جب ہوزان اسے ایکسکیوز کر کے روکتی ہے اور زاویار کے حوالے سے پوچھتی ہے۔ جس پر پریہان لاعلمی کا اظہار کرتی ہے۔ ہوزان اس سے ملنے کے لیے وقت مانگتی ہے پریہان ہوزان کو اس کے گھر آ کر ملنے کا کہتی ہے۔ کرنل صاحب عائلہ کو سدید کے شہید ہونے کی خبر دیتے ہیں جس پر عائلہ اپنے ہوش و حواس سے بے خبر ہو جاتی ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

□......◉◉......□

میرے ساحر سے کہہ دینا مسافر آج تک چپ ہے
کہ اس کے ہاتھ میں تم نے جو اپنا ہاتھ رکھا تھا
وہ اب تک یاد کرتا ہے
میرے ساحر سے کہہ دینا کہ صدیوں کی مسافت نے
میرے پیروں سے باندھی ہے تھکن اب کے برس اتنی
کہ اپنی ڈوبتی نبضوں سے خائف سا میں رہتا ہوں
نجانے کب کہاں پہ عمر کی یہ ڈور کٹ جائے
میں اپنے اور تمہارے بیچ کے ان فاصلوں کو
چند سانسوں کی کمی سے ہار نہ جاؤں
بساط جاں پہ پھیلی دوریوں کا بوجھ لے کر یوں ہی مر جاؤں
میرے ساحر سے کہہ دینا کہ اس کے عشق کے طلسم سے اب تک وہ نہیں نکلا
کہ جس کو اس کی آنکھوں نے فقط اک بار دیکھا تھا
میرے ساحر سے کہہ دینا محبت آج تک چپ ہے
کہ اس کے ہاتھ میں جو اس نے دہکا داغ رکھا تھا
وہ اب تک آنچ دیتا ہے
میرے ساحر سے کہہ دینا غموں نے راگ چھیڑا ہے
اذیت رقص کرتی ہے
میری تنہائی کا چرچا درون ذات پھیلا ہے
فقط اس کی کمی نے زندگی میں روگ رکھا ہے
عجب نچوک رکھا ہے
اگر جنگل سے گزرو تو میرے ساحر سے کہہ دینا

□......◉◉......□

بارش تھم چکی تھی۔ ساتھ ہی عائلہ علوی کے دل کی دھڑکن بھی۔ پھٹی پھٹی سی بے یقین نگاہوں سے کرنل صاحب کے رنجیدہ چہرے کو دیکھتی وہ پیچھے دیوار سے جا لگی تھی ایسا کیسے ہو سکتا تھا بھلا؟ وہ اسے یوں بیچ منجدھار میں چھوڑ کر کیسے جا سکتا تھا؟ کیسا مشن تھا وہ جس میں کامیابی کے لیے وہ اس سے دعا کراتا تھا کیا وہ جانتا تھا کہ اسے لوٹ کر واپس نہیں آنا؟ اگر وہ جانتا تھا کہ اسے لوٹ کر واپس نہیں آنا تو اس نے اسے اپنے جھوٹے اقرار کے بندھن میں باندھا ہی کیوں؟ کیوں حسین خوابوں کی گٹھڑی وہ اسے تھما کر خود راہ عدم کا مسافر ہو گیا۔ کرنل صاحب وہاں رکے نہیں تھے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے تھے۔ عائلہ پتھرائی ہوئی آنکھوں کے ساتھ وہیں دیوار سے لگی زمین پر بیٹھتی چلی گئی تھی۔

□......◉◉......□

صمید حسن اس وقت میٹنگ سے فارغ ہو کر اپنے آفس میں آئے تھے جب زاویار کی کال آ گئی وہ بے حد تھکے ہوئے تھے مگر اس کے باوجود انہوں نے فوراً اس کی کال پک کی۔
''السلام علیکم بیٹا کیسے ہو؟''
''وعلیکم السلام میں ٹھیک ہوں پاپا آپ سنائیں۔''
''میں بھی ٹھیک ہوں ابھی گھر کے لیے نکل رہا تھا۔''
''ہوں کافی تھکے ہوئے لگ رہے ہیں۔''
''نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے تم سناؤ پری سے ملاقات ہوئی۔''
''نہیں پاپا پری سے تو نہیں ہوئی البتہ ایک اور اہم ہستی سے ملاقات ہو گئی۔''
''کس ہستی سے۔''
''آپ کی ایکس وائف سے۔''
''وہاٹ......؟'' صمید حسن کو لگا جیسے ان کا وجود زلزلوں کی زد میں آ گیا۔ دوسری طرف زاویار بڑے مزے سے بتا رہا تھا۔
''جی پاپا سارے حساب کلیئر کر لیے میں نے ان سے بتا دیا انہیں کہ وہ کیسی گری ہوئی عورت ہیں۔''
''جسٹ شٹ اپ زاویار کس نے حق دیا تمہیں کہ تم اس سے ایسی گھٹیا بات کہو۔'' وہ دھاڑے...... مگر زاویار نے اثر نہیں لیا۔
''میں نے کچھ غلط نہیں کہا پاپا جو عورت شادی شدہ ہو کر اپنے عاشق کے لیے اپنے محبوب شوہر اور سگی اولاد کو چھوڑ کر چلی جائے اسے گرا ہوا ہی سمجھا جاتا ہے۔'' وہ غلط نہیں تھا۔
جو کچھ وہ اپنی ماں کے لیے بول رہا تھا وہ سب اس کے دماغ میں ڈالنے والے خود ہی تھے تبھی انہوں نے فوراً لائن کاٹی اور پھر جیسے اپنی کرسی پر ڈھے گئے تھے۔ جوان جذباتی بیٹے کو ہمیشہ اپنا بنائے رکھنے کے لیے انہوں نے بہت غلط راستہ اختیار کیا تھا مگر اس وقت جو کچھ بھی ہوا وہ سوچی سمجھی پلاننگ نہیں تھی اسی لیے جلد بازی میں وہ ہو گیا جس نے خود انہیں انہی کی نظروں سے گرا دیا تھا۔ ان کی آنکھیں بھر آئی مگر انہوں نے جلد ہی انگوٹھے کی پوروں سے آنکھیں صاف کر لیں۔
''ایم سوری مریرہ...... ایم رئیلی ویری سوری۔'' وہ بڑبڑائے اور پھر فوراً ہی اپنا موبائل فون اٹھا کر آفس سے باہر نکل گئے۔

☐......☯☯......☐

صمید حسن آفس سے نکل کر ابھی مین روڈ پر آئے تھے کہ ان کے سیل پر کرنل شیر علی کی کال آ گئی وہ ڈرائیو کر رہے تھے مگر پھر بھی انہوں نے گاڑی کی رفتار دھیمی کر کے کرنل صاحب کی کال اوکے کی۔
''السلام علیکم۔''
''وعلیکم السلام صمید کچھ بتانا تھا تمہیں کہاں ہو؟''
''جی فرمایئے۔ میں ابھی گھر کے لیے آفس سے نکل رہا تھا۔'' بنا کرنل صاحب کے لہجے کی پریشانی پر غور کیے انہوں نے ہمیشہ کی طرح مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔ جب وہ چند لمحوں کی خاموشی کے بعد قدرے دکھ سے بولے۔

''پاک آرمی کی طرف سے کال آئی تھی بتا رہے تھے کہ ڈوماری کی پہاڑیوں سے سدید اپنے ساتھیوں کے ساتھ پاکستان پہنچ رہا تھا جب اچانک اس کا پاؤں پھسلا اور وہ کہیں کھو گیا۔''

''اوہ یہ تو بہت پریشانی والی خبر ہے۔''

''ہوں سدید کے افسران کا خیال ہے کہ اتنی بلند پہاڑیوں سے پھسل جانے کے بعد اس کا زندہ تصور کیا جانا بہت مشکل ہے۔''

''آپ کہنا چاہتے ہیں کہ......!''

''ہوں سب کا خیال ہے کہ وہ شہید ہو چکا ہے مگر......''

''مگر......''

''مگر میرا دل نہیں مانتا۔''

''عائلہ کو بتایا آپ نے۔''

''ہوں پتھر کی طرح خاموش ہو کر رہ گئی ہے۔''

''میں اس کے جذبات سمجھ سکتا ہوں آپ پریشان مت ہوں پلیز میں تھوڑی دیر تک آپ کی طرف چکر لگاتا ہوں۔''

''ٹھیک ہے اللہ حافظ۔''

''اللہ حافظ۔'' کال ڈسکنیکٹ ہو چکی تھی۔ صمید حسن نے موبائل ڈش بورڈ پر رکھ کر گاڑی کی رفتار بڑھا دی تھی۔

☐......☯☯......☐

اس روز سنڈے تھا ایلی رات گھر نہیں آیا تھا۔ پریہان نے اپنا اور فاطمہ بی کا ناشتہ تیار کیا۔ کچھ دیر ان کے پاس بیٹھ کر اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے کے بعد وہ اپنے کمرے میں آئی تو اسے اچانک کل ہوزان کے ساتھ ہونے والی اپنی اتفاقیہ ملاقات یاد آ گئی۔ کچھ تھا جو وہ پیاری سی لڑکی اس کے ساتھ شیئر کرنا چاہتی تھی۔ پریہان نے اس سے ملاقات کا وعدہ کیا تھا لہٰذا ایلی کے لیے پیغام چھوڑ کر وہ گھر سے نکل آئی ہوزان کا دیا ہوا پتا اس کے پاس تھا۔

وہ DURHAM کی رہائشی تھی ایک چھوٹا سا مگر بے حد خوب صورت علاقہ اسے DURHAM بے حد پسند تھا۔ تبھی لندن سے CHAPEL HILL اور پھر CHAPEL HILL سے اپنا ایک ضروری کام نپٹا کر وہ DURHAM پہنچ گئی تھی۔ لندن سے DURHAM کا فاصلہ تقریباً 432 کلومیٹر تھا پریہان کو لندن سے DURHAM پہنچنے میں خاصی سفری مشکلات کا سامنا کرنا پڑا لندن میں جاب کی وجہ سے ہوزان بھی صرف سنڈے کے سنڈے DURHAM کا چکر لگاتی تھی جہاں اس کے نانا کا اپنا چھوٹا سا آبائی گھر تھا۔ وہ اس وقت ARNARD CASTLE کے قریب تھی جب اس نے ہوزان کو کال کی۔

''ہیلو۔'' ہوزان کی آواز گہری نیند سے اچانک بیدار ہونے کی غماز تھی۔ پریہان نے ایک نظر ہاتھ پر بندھی رسٹ واچ پر ڈالی پھر قدرے مدھم لہجے میں بولی۔

''میں پری بول رہی ہوں کل لندن میں ہماری ایک مختصر سی ملاقات ہوئی تھی جس میں، میں نے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ میں آپ کو آپ کے گھر آ کر ملوں گی، کیا ہماری ملاقات ہو سکتی ہے۔''

''شیور کہاں ہیں آپ اس وقت۔''

BARNARD CASTLE

”ٹھیک ہے کیا آپ درھم پہنچ کر رابطہ کرسکتی ہیں یا میں وہیں آ جاؤں۔“
”نہیں، نہیں آپ صرف اتنا بتا دیں BARNARD CASTLE سے درھم مزید کتنی مسافت پر ہے۔“
”33 کلومیٹر۔“
”ٹھیک ہے میں آپ سے درھم پہنچ کر رابطہ کرتی ہوں۔“
”اوکے، بہت شکریہ پری۔“ ہوزان کے لہجے سے اس کے دل کی خوشی چھلک رہی تھی۔ پرہیان نے ویلکم کہہ کر کال کاٹ دی۔

اگلے تقریباً چالیس منٹ کے بعد وہ ہوزان کے بتائے ہوئے ایڈریس پر پہنچ چکی تھی۔ صرف ایک بیڈروم ایک کچن اور باتھ روم پر مشتمل ہوزان کا گھر بے حد سادا مگر نفاست کا بہترین نمونہ تھا۔ ہوزان کی آنکھوں میں دروازہ کھولتے وقت عجیب سی چمک تھی۔ پرہیان نے اسے گلے لگالیا۔
”السلام علیکم۔“
”وعلیکم السلام اینڈ بہت شکریہ کہ آپ نے مجھ پر سلامتی بھیجی میں حقیقتاً بہت خوشی محسوس کررہی ہوں آؤ بیٹھو۔“ نیلی آنکھوں والی وہ لڑکی بے حد خوب صورت تھی جتنی خوب صورت تھی اس سے کہیں زیادہ پرُخلوص پرہیان تفصیلی نگاہوں سے اردگرد کا جائزہ لیتے ہوئے چھوٹے سے ہال نما کمرے میں کاؤچ پر بیٹھ گئی۔
”آپ کا درہم بہت خوب صورت ہے ہوزان۔“
”شکریہ آپ کا پاکستان بھی کچھ کم خوب صورت نہیں ہے۔“ ہوزان کے لہجے سے لگ رہا تھا کہ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی تاہم اس نے پرہیان کو محسوس نہیں ہونے دیا۔
”بے شک کیا آپ نے پاکستان دیکھا ہے۔“
”نہیں مگر میری ماں پاکستان کا بہت ذکر کرتی تھیں ان کی ہر بات پاکستان سے شروع ہوکر پاکستان پر ہی ختم ہوتی تھی۔“ چھوٹے سے کچن میں کافی کا پانی چولہے پر رکھتے ہوئے اس نے بتایا۔
”ماں بتایا کرتی تھی کہ پاکستانی کھانوں جیسا ذائقہ اور معیار دنیا کے کسی اور خطے میں نہیں ہے وہ پاکستانی معاشرت، رسم ورواج، رہن سہن سب کی بہت تعریف کیا کرتی تھیں۔“
”ہوں کیا انہوں نے پاکستان دیکھا تھا۔“
”نہیں...... میری طرح انہیں بھی پاکستانی سرزمین دیکھنے کا بہت شوق تھا مگر وہ کبھی پاکستان نہیں جاسکیں۔“
”اوہ...... پھر وہ پاکستان کے بارے میں اتنا کچھ کیسے جانتی تھیں۔“
”عمر عباس نے بتایا تھا انہیں۔“
”عمر عباس کون۔“
”وڈیرہ تھا کوئی پاکستان سے یہاں تعلیم حاصل کرنے کے لیے آیا تھا بعد میں ان کا پورا خاندان آپس کی دشمنی کی بھینٹ چڑھ گیا تو وہ یہاں سے چلا گیا۔“
”آپ کی مما کیسے جانتی تھیں انہیں۔“
”بالکل ویسے ہی جیسے میں زاویار صمید حسن کو جانتی ہوں۔“ وہ اب کافی پھینٹ رہی تھی۔
پرہیان اس کے ہاتھوں کی پھرتی پر نظریں جمائے بیٹھی رہی۔
”عمر عباس ہی ماں کی زندگی میں آنے والا وہ پہلا شخص تھا جس سے وہ بے پناہ پیار کرتی تھیں اسی نے بتایا تھا

ماں کو کہ اسلام میں عورت کا کیا مقام ہے کتنی عزت اور بلند مرتبہ ہے کتنے حقوق ہیں وہ ماں سے پیار نہیں کرتا تھا مگر ان کی بہت عزت کرتا تھا میری ماں آخری سانس تک اسی کے نام کی مالا جپتی دنیا سے رخصت ہوگئی۔'' ہوزان کے لہجے میں ہلکا سا کرب جھلکا تھا۔ پرہیان نے موضوع رخ موڑ دیا۔

''زاویار بھائی کو کب سے اور کیسے جانتی ہیں آپ؟''

''تین سال ہوگئے۔'' مختصر لہجے میں کہتے ہوئے ہوزان نے اسے کافی کا مگ تھمایا۔

''جس اسٹور پر میں ملازمت کرتی ہوں زاویار اس اسٹور کا مستقل کسٹمر تھا پہلی بار میں نے یہاں کسی شخص کی نگاہوں میں اپنے لیے ہوس اور حقارت کی جگہ عزت اور اپنائیت دیکھی تھی۔ اسی لیے دل کب زاویار پر آ گیا پتا ہی نہیں چلا۔'' پرہیان کو کافی کا مگ تھمانے کے بعد وہ وہیں اس کے مقابل بیٹھ گئی تھی۔

''زاویار صمید حسن کی بہن سے کیوں ملنا چاہتی تھیں آپ۔''

''مجھے ایبک نے بتایا تھا کہ زاویار کی بہن کو یہاں لندن میں رہائش کی ضرورت ہے اسی لیے۔''

''ایبک کون؟''

''دوست ہے میرا بچپن کا۔ کئی سال اکٹھے پڑھا ہے ہم نے آج کل زاویار اسی کے ساتھ رہ رہا ہے۔''

''اوہ...... میں ملی ہوں اس سے مجھے وہ اچھا نہیں لگا۔''

''ہوں بتایا تھا ایبک نے کہ زاویار کی وجہ سے اس نے تمہارے ساتھ کوئی اچھا سلوک نہیں کیا۔''

''مجھے پروا نہیں ہے ویسے بھی مجھے یہاں بہت اچھی رہائش مل گئی ہے۔''

''گڈ، میں چاہتی تھی زاویار کی بہن میرے ساتھ رہے۔''

''بہت شکریہ ہوزان مگر میں خوش ہوں۔''

''ٹھیک ہے مگر کیا آپ میری اچھی دوست بننا پسند کریں گی بہت کچھ ہے زندگی میں جو مجھے کسی بہت اچھے دوست کے ساتھ شیئر کرنا ہے۔''

''کیوں نہیں آپ جیسی اچھی لڑکی کو دوست بنا کر مجھے دلی خوشی ہوگی ہوزان۔''

''شکریہ ایک اور چھوٹا سا کام بھی تھا آپ سے۔''

''ہوں کہیں۔''

''میں پاکستان جانا چاہتی ہوں مگر میرا وہاں کوئی جاننے والا نہیں ہے۔''

''اوہ میں آپ کو پاکستان بھجوا سکتی ہوں اپنے گھر آپ جتنا ٹائم چاہیں وہاں رہ سکتی ہیں۔''

''واقعی؟''

''جی ہاں واقعی۔''

''اوہ تھینک یو سوچ پرہیان میں آپ کا یہ احسان مرتے دم تک نہیں بھولوں گی۔'' وہ بہت پُرجوش تھی پرہیان مسکرا دی۔ اس روز ہوزان نے اسے پورا درہم گھمایا تھا۔

پرہیان عذیر کی زندگی میں وہ دن ایک بہت خوب صورت یادگار دن ثابت ہوا تھا اگلے دو ہفتوں کے بعد اس نے ایلی کی مدد سے ہوزان کے پاکستانی سفر کی ساری تیاری مکمل کرلی تقریباً تین ماہ کے بعد اس روز اس نے مجبوراً اپنے گھر کال کی تھی۔ فون سارا بیگم نے ریسیو کیا تھا۔

''ہیلو۔'' پورے تین ماہ کے بعد اپنی ماں کی آواز سن کر اس کی آنکھیں بھر آئی تھیں جبکہ گلا رندھ گیا تھا۔ اس سے

جواب میں ایک لفظ بھی نہ بولا گیا۔

"ہیلو۔" سارا بیگم کی آواز میں بے چینی تھی پرہیان کی آنکھیں چھلک اٹھیں۔ وہ بولی تو اس کا لہجہ بھیگا ہوا تھا۔

"پری بول رہی ہوں کیسی ہیں آپ۔"

"پری...... تم کہاں ہو بیٹا؟"

"لندن میں۔"

"لندن میں تو تمہارے پاپا تمہیں ڈھونڈ کر آئے ہیں مگر تم انہیں نہیں ملیں۔" "وہ میرے بابا نہیں ہیں اگر میرے پاپا مجھے یہاں ڈھونڈنے آتے تو میں انہیں ضرور مل جاتی۔" اس کے لہجے میں بے حد ٹھہراؤ تھا۔ سارا بیگم کو دکھ ہوا۔

"تم ایسا کیوں کر رہی ہو پرہیان تمہیں پتا ہے ناں صمید حسن نے ہمیشہ سگے باپ سے بڑھ کر تمہارا خیال رکھا ہے۔"

"جانتی ہوں اسی لیے تو شرمندہ ہوں۔"

"مت کرو ایسا پری تمہاری ماں میں مزید دکھ اٹھانے کی ہمت نہیں ہے۔"

"آپ دکھ اٹھانا چھوڑ دیں مما میں یہاں خوش ہوں مجھے کسی سے کوئی گلہ نہیں...... بس ایک ضروری کام کے سلسلے میں یہاں رکی ہوئی ہوں جیسے ہی میرا کام مکمل ہو گیا واپس لوٹ آؤں گی فی الحال مجھے آپ سے کچھ ڈسکس کرنا تھا۔"

"ہوں کہو، میں سن رہی ہوں۔" سارا بیگم کی آواز میں آنسوؤں کی آمیزش تھی۔ پرہیان نے ہونٹ بھینچ لیے۔

"میری ایک دوست ہے ہوزان اسے پاکستانی سرزمین دیکھنے کا بہت شوق ہے میں اسے پاکستان بھیج رہی ہوں کیا آپ لوگ اسے اپنے گھر میں رہنے کی اجازت دیں گے؟"

"ہاں کیونکہ اس گھر کے دروازے کبھی کسی کو بند نہیں ملے۔"

"تھینک یو۔" اپنی ماں کے گم لہجے پر اس نے قدرے سرد مہری سے کہا تھا جب وہ تڑپتے ہوئے بولیں۔

"اپنی ماں کو اتنا پرایا مت کرو پرہیان خدا کا واسطہ ہے تمہیں۔" مگر پرہیان نے ان کی بات کا جواب نہیں دیا۔ اس کی آنکھیں مکمل بھیگ چکی تھیں حلق میں بھی جیسے آنسوؤں کا پھندہ لگ گیا تھا تبھی اس نے بنا کچھ کہے لائن ڈسکنکٹ کر دی۔ وہ ایک سرد ترین دن تھا۔ تاحد نگاہ بکھری برف نے جیسے اس کے احساسات بھی منجمد کر دیے تھے ابھی وہ فون رکھ کر پلٹ رہی تھی کہ ایلی سامنے آ گیا۔

"ہیلو۔" پرہیان نے اسے دیکھتے ہی جلدی سے آنکھیں صاف کی تھیں۔

"السلام علیکم۔"

"اوہ سوری میں ہمیشہ بھول جاتا ہوں کہ تم مسلمان ہو بہرحال وعلیکم السلام کیسی ہو۔"

"میں ٹھیک ہوں تم آج کل کہاں مصروف ہوتے ہو۔"

"کہاں ہو سکتا ہوں سوائے بزنس کے۔"

"ہوں کافی پیئو گے۔"

"نہیں مجھے صرف اتنا بتاؤ کہ تم اپنی ماں سے اتنے روڈ لہجے میں بات کیوں کر رہی تھیں۔"

"تم جان کر کیا کرو گے۔"

"کچھ نہ کچھ تو کروں گا ہی۔"

”وہ اسی لیے قابل ہیں ایلی انہی کی وجہ سے میری زندگی ایک سوالیہ نشان بن کر رہ گئی پتا نہیں وہ شخص کون تھا جس کے ہاتھوں ان کی عزت برباد ہوئی کاش وہ مجھے جنم دینے سے پہلے ہی ماردیتیں تو آج میرے اندر اتنی گھٹن نہ ہوتی۔“

”ہوسکتا ہے جیسا تم ان کے بارے میں سوچ رہی ہو ویسا نہ ہو۔“

”نہیں میں پہلے اندھیرے میں تھی مگر اب روشنی میں آ گئی ہوں سب کچھ صاف ہوگیا میری ماں نے صرف اپنا گناہ چھپانے کے لیے کسی اور عورت کا دل اجاڑ دیا اس سے اس کی خوشیاں چھین لیں میرا دل چاہتا ہے ایلی کاش مجھے اس عورت کا سراغ مل جائے اور میں اس کے گھر کی نوکرانی بن کر ساری عمر بلا معاوضہ کام کروں شاید اسی طرح میرے اندر کی بے سکونی کو کچھ قرار مل جائے۔“

”تم پاگل ہو پری اور کچھ نہیں بہر حال کل سے تم میرا آفس جوائن کر رہی ہو۔“

”تمہارا آفس اور میں......!“

”جی ہاں مجھے اپنے آفس کے لیے ایک خوب صورت، سمجھ دار اور معاملہ فہم لڑکی کی ضرورت ہے اور تم اس معیار پر پورا اترتی ہو لہٰذا میں نے تمہیں اپنی پرسنل سیکرٹری کی حیثیت سے اپائنٹ کرلیا ہے۔“

”اپائنٹ بھی کرلیا۔“

”جی ہاں ویسے بھی گھر میں سارا دن بور ہوتی ہو، آفس میں رہو گی تو دل بہلا رہے گا۔“

”وہ تو ٹھیک ہے مگر......“

”کوئی اگر مگر نہیں......اگر تم واقعی کسی کے لیے کچھ کرنا چاہتی ہو تو تمہارے لیے خود اپنے پیروں پر مضبوطی سے کھڑے رہنا بہت ضروری ہے خیر کیا بنا تمہاری اس دوست ہوزان کا۔“

”کچھ نہیں......میں نے گھر بات کرلی ہے ہوزان اگلے چند روز میں پاکستان چلی جائے گی۔“

”چلو اچھی بات ہے میرے لائق کوئی اور بات یا خدمت ہو تو بلا جھجک کہہ سکتی ہو۔“

”شکریہ ایلی۔“

”اپنا شکریہ اپنے پاس سنبھال کر رکھو۔“

”ہاہاہا اوکے۔“

”چلو اب ایک کپ کافی لے آؤ بہت تھکن محسوس ہو رہی ہے۔“ قطعی بے لچک لہجے میں کہتا اگلے ہی پل وہ پلٹ گیا تھا۔

پر ہیان کو لگا جیسے آہستہ آہستہ اس کی زندگی کے راستے کی ساری دشواریاں ختم ہوتی جارہی ہوں۔

□......☯☯......□

سدید علوی کی شہادت کی خبر نے عائلہ علوی کا نروس بریک ڈاؤن کر ڈالا تھا پورے تین دن وہ اسپتال میں گرد و پیش سے بیگانہ پڑی رہی تھی۔ کرنل صاحب کے لیے زیست کے یہ لمحات جتنے تکلیف دہ تھے اتنے تکلیف دہ دن تو سگے بیٹے اور بہو کی موت پر بھی نہیں تھے۔ کیا کیا نہیں کھویا تھا انہوں نے زندگی میں۔ اپنا سگا بھائی، اپنی بھابی، اپنی محبوب ترین بیوی وہ بھی اچانک ایک ہی حادثے میں اس پر بے حد عزیز دوست ملک اظہار اور ان کی پوری حویلی کے اجڑنے کا درد مریرہ رحمان کی لاتعلقی اور بریرہ کی جوانی کی موت کا صدمہ......وقت نے انہیں آہستہ آہستہ ایک ایک حادثے کے ساتھ اندر سے توڑ ڈالا تھا مگر وہ پھر بھی چٹانوں کی طرح مضبوط اور حوصلہ مند رہے تھے تاہم سدید کی

شہادت اور اس پر عائلہ کی حالت نے انہیں اندر سے اچھا خاصا ڈسٹرب کر ڈالا تھا۔
صمید حسن اپنی تمام مصروفیات سے وقت نکال کر اسپتال میں ان کی پوری پوری معاونت کر رہے تھے۔ تقریباً ایک ہفتے اسپتال میں ڈاکٹرز کی انتہائی نگہداشت میں رہنے کے بعد عائلہ علوی نے زندگی کی بازی جیت لی تھی مگر یوں کہ جیسے اس کے وجود میں جان ہی نہ ہو۔ خشک لبوں پر چپ کا قفل لگ گیا تھا۔ بہت کچھ تھا جو وہ اسے کہنا اور سمجھانا چاہتے تھے مگر باوجود ارادے کے انہوں نے اس سے کچھ نہیں کہا تھا۔ وہ کچھ کہنے سننے یا سمجھنے کی پوزیشن میں ہی نہیں تھی۔ تقریباً دس دن کے بعد اسے اسپتال سے گھر شفٹ کیا گیا تھا وہ بھی اس حال میں کہ وہ ایک زندہ لاش سے زیادہ کچھ نہیں تھی۔ خوب صورت چہرہ کملا کر سرسوں کے پھول کی مانند زرد ہو گیا تھا۔ آنکھوں کے گرد پڑنے والے سیاہ حلقے اس کی شب بیداری کا واضح ثبوت تھے۔ کرنل صاحب اس کا حال دیکھ کر جیسے ڈھے گئے۔
نہ وہ کسی سے بات کرتی تھی نہ کہیں آتی جاتی تھی اپنا سیل بھی اس نے آف کر کے رکھ دیا تھا۔ سارا سارا دن چپ چاپ گھر کے کام نپٹاتی اور رات میں دیر تک مصلے پر بیٹھی دعائیں مانگتی رہتی اور روتی رہتی تھی۔ کرنل صاحب اس روز صمید حسن کے آفس آئے تھے صمید صاحب نے انہیں دیکھ کر اپنی تمام ضروری میٹنگز کینسل کر دیں۔
''مجھے حکم کیا ہوتا میں چلا آتا۔'' انہیں اپنے ساتھ اپنے آفس میں لا کر انہوں نے نہایت عاجزی سے کہا تھا جب وہ بولے۔
''نہیں صمید ضرورت مجھے تھی اسی لیے میں نے یہی بہتر سمجھا کہ خود چل کر تم تک آؤں۔''
''آپ حکم کریں میں حاضر ہوں۔''
''مجھے عائلہ کی بہت فکر ہے ڈرتا ہوں کہیں اندر ہی اندر وہ خود کو کوئی روگ نہ لگا لے۔''
''نہیں ایسا نہیں ہوگا آپ پریشان نہ ہوں وہ جلد ٹھیک ہو جائے گی۔''
''نہیں صمید میں اسے جانتا ہوں بچپن سے لے کر اب تک پالا ہے اسے مجھ سے زیادہ اسے کوئی نہیں سمجھ سکتا وہ بہت حساس ہے رشتوں کے معاملے میں کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔''
''آپ پریشان نہ ہوں اسے تھوڑا وقت دیں وہ بہل جائے گی۔''
''نہیں...... آج سے پچیس سال پہلے مجھ سے یہی غلطی سرزد ہوئی تھی اور میں نے ہمیشہ کے لیے اپنی ایک بیٹی کو کھو دیا کیسی طوفانی رات میں وہ پیدل چل کر میرے دروازے تک آئی تھی مگر میں نے اس کی بات نہیں سنی تم دونوں کے رشتے کو وقت دینے کے لیے میں نے اپنی بیٹی کو بے یارو مددگار چھوڑ دیا اس کا ساتھ تک نہیں دیا اور دیکھ لو آج پچیس سال گزر جانے کے باوجود اس نے مجھے دوبارہ اپنی شکل نہیں دکھائی۔ بہت حساس تھی وہ بھی رشتوں کے معاملے میں، مگر میں نے اسے نہیں سمجھا نتیجتاً وہ مجھے ہمیشہ کے لیے چھوڑ گئی میں نہیں چاہتا میری دوسری بیٹی بھی مجھ سے اسی طرح کھو جائے۔'' پچیس سال بعد کرنل صاحب نے صمید حسن کے سامنے مریرہ رحمان کا ذکر کیا تھا وہ بھی یوں کہ جیسے ان کے اندر بھی ڈھیر سارا پچھتاوا ہو۔ مریرہ رحمان صرف صمید حسن کی زندگی کی خوشیوں کے دیپ بجھا کر نہیں گئی تھی بلکہ اس نے کرنل شیر علی کی آنکھوں کی جوت بھی بجھا ڈالی تھی۔ صمید کو لگا جیسے ایک مرتبہ پھر کسی نے ان کا دل کاٹ کر رکھ دیا ہو۔ اگلے چند لمحوں کے بعد انہوں نے اپنا ہاتھ کرنل شیر علی کے لرزتے بوڑھے ہاتھوں پر رکھا تھا۔
''آپ عائلہ کے لیے جو بھی چاہتے ہیں کھل کر مجھے بتائیں ان شاء اللہ میں آپ کو مایوس نہیں ہونے دوں گا۔''
''مجھے تم سے یہی امید تھی صمید اسی لیے میں یہاں آیا ہوں۔''

اکتوبر ۲۰۱۶ء کے شمارے کی ایک جھلک

اوتار: سمیر احمد فاروقی کوئی عام نوجوان نہیں تھا وہ کم عمری ہی سے ذہین پڑھنے کی خداداد صلاحیت لے کر پیدا ہوتا تھا۔ خطرے کا احساس اسے وقت سے پہلے ہوجاتا تھا لیکن اس کی سترہویں سالگرہ پر اسے احساس ہوا کہ وہ کتنا مختلف ہے پھر ایک حادثے نے اسے احساس دلایا کہ اسے اپنی خداداد صلاحیت کو بڑھانے کی ضرورت ہے ورنہ اس کا جینا ناممکن ہوگا۔ اس کہانی کا کردار، جگہیں اور واقعات رائٹر کے ذہن کی تخیل ہیں اور کسی سے ان کی مماثلت صرف اتفاقیہ ہوسکتی ہے۔

ایک سو سولہ چاند کی راتیں: یہ ناول 1947ء کی ایک کہانی پر مبنی ہے اس ناول کا پلاٹ، اس کے تمام کردار تقریباً 69 سال قبل کے یہ محبت کی ایک کہانی ہے جس نے Partition سے ایک سو سولہ دن قبل جنم لیا، انڈو پاک کی تقسیم جب ہونے جارہی تھی اس محبت کی کہانی دوران اپنا سفر شروع کیا۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت کچھ

''میری خوش نصیبی ہے بیٹا آپ بتائیں کیا کرنا ہے۔''

''نکاح۔''

''نکاح...... میں کچھ سمجھا نہیں۔''

''میں سمجھا دیتا ہوں کسی بھی پرانے تعلق کے سحر سے نکلنا اس وقت تک ممکن نہیں ہوتا جب تک کہ انسان کسی نئے تعلق کی ڈور میں نہ الجھ جائے میں چاہتا ہوں عائلہ کا نکاح کردوں کسی اچھے سے معقول انسان کے ساتھ جو اسے خوش رکھ سکے اس کے دل سے سدید علوی کی یادوں کو نکال سکے۔ صرف یہی ایک طریقہ ہے اسے زندگی کی طرف واپس لانے کا۔''

''مجھے آپ کی بات سے اختلاف نہیں ہے مگر کیا عائلہ کو اس کام کے لیے راضی کرنا آسان ہوگا۔''

''نہیں، مگر پھر بھی جتنی جلدی یہ کام ہوجائے اچھا ہے میں عائلہ کی طرف سے فکر میں رہ کر نہیں مرنا چاہتا۔''

''خدا آپ کو سلامت رکھے آپ پریشان نہ ہوں میں آپ کے ساتھ ہوں آپ بس عائلہ کا خیال رکھیں مجھے وہ اپنی بیٹیوں کی طرح ہی عزیز ہے۔''

''ہوں میں جانتا ہوں۔'' کرنل صاحب نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر دونوں اِدھر اُدھر کی باتوں میں مصروف ہوگئے تھے۔

⊡......⊙⊙......⊡

وہ ایک سرد رات تھی تقریباً پونے تین بجے کا وقت تھا جب عائلہ اپنے گرم بستر کو چھوڑ کر وضو کرنے کے لیے کمرے سے باہر نکل آئی۔ وضو کرکے ابھی وہ جائے نماز بچھانے کی تیاری کررہی تھی کہ اچانک کرنل صاحب کے کمرے سے کسی بھاری چیز کے گرنے کی آواز آئی تبھی وہ جائے نماز وہیں چھوڑ کر تیزی سے ان کے کمرے کی طرف بڑھی تھی مگر کمرے کی دہلیز کے اس پاس قدم رکھتے ہی جیسے اس کا وجود بے جان ہوگیا تھا۔ کرنل شیر علی اپنے بستر پر اوندھے منہ پڑے تھے۔ جانے کیسے انہیں دیکھ کر اس کے حلق سے فلک شگاف چیخ نکلی تھی۔ اس نے بھاگ کر اپنا سیل آن کیا اور فوراً صمید حسن کو کال ملائی مگر اس کی کال کو رسپانس نہیں ملا ایک بار دو بار تین بار کتنی بار ٹرائی کیا مگر کوئی جواب نہیں تبھی بغیر وقت ضائع کیے وہ باہر نکلی اور ساتھ والے ہمسایوں کا دروازہ پیٹ ڈالا۔ دروازہ کھلنے پر اس نے انہیں اپنی مشکل بتائی اور پھر انہی کی مدد سے کرنل صاحب کو اسپتال پہنچانے میں کامیاب ہوسکی۔ کرنل صاحب کو ہسپتال میں پہنچتے ہی انتہائی نگہداشت کے وارڈ میں داخل کرلیا گیا تھا۔ عائلہ کو لگا جیسے کسی نے اس کے وجود سے ساری جان نچوڑلی ہو۔

صبح فجر کی اذان کے بعد صمید حسن نے اسے کال بیک کی تھی شاید وہ رات میں اپنا سیل چیک نہیں کرپائے تھے۔ عائلہ نے دوسری ہی بیل پر کال پک کرلی۔

''ہیلو بیٹا آپ ٹھیک ہو؟''

''نہیں آپ جلدی سے اسپتال آجائیں بابا جان کو ہارٹ اٹیک ہوا ہے مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔''

''اوکے...... آپ تسلی رکھیں میں اور سارا بس ابھی پہنچ رہے ہیں۔'' جلدی جلدی اسے حوصلہ دے کر صمید حسن نے کال ڈس کنکٹ کردی تھی۔

اگلے تقریباً تیس منٹ کے بعد وہ سارا بیگم کے ہمراہ اس کے پاس موجود تھے عائلہ انہیں دیکھتے ہی شدت سے رو پڑی۔ تبھی سارا بیگم نے اسے اپنے ساتھ لگا کر اسے پیار کیا تھا جبکہ صمید حسن اس کے سر پر شفقت بھرا ہاتھ رکھنے

کے بعد تیزی سے آئی سی یو کی طرف بڑھ گئے تھے کرنل صاحب کو یہ دوسرا اٹیک تھا۔ ڈاکٹر اپنی سی کوشش کر رہے تھے عائلہ اندر ہی اندر بے آواز روتی رہی۔ پورے اٹھارہ گھنٹے زندگی اور موت کی جنگ لڑنے کے بعد بالآخر کرنل صاحب کو ہوش آ گیا تھا۔ عائلہ کو لگا جیسے اس کے بے جان وجود میں دوبارہ جان آ گئی ہو۔ صمید حسن سب سے پہلے لپک کر ان کے قریب گئے تھے کرنل صاحب کی نگاہیں بھی جیسے انہی کی منتظر تھیں تبھی انہوں نے ایسی بے بس نگاہوں سے دیکھا تھا کہ وہ شرمندہ ہو کر رہ گئے تھے۔

"مجھے اپنا وعدہ یاد ہے میں کل ہی نکاح کا بندوبست کر دیتا ہوں بس آپ جلدی سے ٹھیک ہو جائیں۔" ان کی خاموش نگاہوں کا پیغام سمجھتے ہوئے انہوں نے فوراً کرنل صاحب کے ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر انہیں تسلی دی۔

جواب میں وہ صمید حسن کے ہاتھ تشکر سے دباتے ہوئے بمشکل اپنے لبوں کو جنبش دے پائے تھے۔

"میرا ایک اور کام کر دو صمید۔"

"حکم کریں۔"

"میرو کو ڈھونڈ لاؤ اسے بلا دو میں مرنے سے پہلے صرف ایک نظر اسے دیکھنا چاہتا ہوں اس سے معافی مانگنا چاہتا ہوں۔" جانے کتنی دقت سے انہوں نے اپنی بات مکمل کی تھی صمید حسن کے ہاتھوں کا دباؤ ڈھیلا پڑ گیا۔ بے ساختہ اس لمحے انہوں نے کرنل شیر علی سے نگاہیں چرائی تھیں۔

"میں کوشش کروں گا بس آپ جلدی سے ٹھیک ہو جائیں۔" کوئی امید نہ ہونے کے باوجود انہیں تسلی دی۔ جواب میں کرنل شیر علی نے آہستہ سے پلکیں موند لیں۔

اگلے تین روز کے بعد انہیں آئی سی یو سے ایک پرائیوٹ روم میں شفٹ کر دیا گیا تھا عائلہ ان کے ساتھ تھی اسے ایک لمحے کے لیے بھی ان سے دور جانا گوارا نہ تھا صمید حسن صاحب نے سارا بیگم کو وہیں چھوڑا اور خود اسپتال سے باہر نکل آئے تھے۔

□......☯☯......□

زاویار اس وقت اپنے اپارٹمنٹ کا لاک کھول رہا تھا جب اس کے سیل پر صمید حسن صاحب کی کال آئی لاک کھول کر اس نے جیب سے سیل نکالا پھر صمید صاحب کے نام پر نگاہ پڑتے ہی فوراً کال اوکے کی۔

"ہیلو۔"

"ہوں کیسے ہو برخوردار۔"

"فائن پاپا آپ سنائیں اس روز آپ نے درمیان میں ہی کال کاٹ دی تھی۔"

"ہاں ایک ضروری کام یاد آ گیا تھا۔"

"اوکے، اس وقت کیسے یاد کیا۔"

"کچھ ضروری کام تھا تم سے کیا ایک دو روز میں پاکستان آ سکتے ہو۔"

"جی وائے ناٹ، مگر بات کیا ہے۔"

"پاکستان آؤ گے تو بات کا پتا بھی چل جائے گا۔" صمید کا لہجہ ضرورت سے زیادہ سنجیدہ تھا زاویار کے اندر خطرے کی گھنٹی بج اٹھی۔

"سب ٹھیک تو ہے ناں پاپا؟"

"ہوں۔"

"او کے..... میں کل پہنچ رہا ہوں پاکستان۔"

"شاباش مجھے تم سے اسی فرماں برداری کی امید تھی۔" قدرے مطمئن لہجے میں کہنے کے بعد صمید حسن نے کال کاٹ دی تھی۔ انہیں یقین تھا ان کا بیٹا ان کا مان نہیں توڑے گا اور یہی ہوا تھا اب صرف اسے نکاح کے لیے راضی کرنا تھا اور کیسے راضی کرنا تھا یہ وہ بہت پہلے ہی سوچ بیٹھے تھے۔

□......☯☯......□

اسلام آباد سے واپسی کے بعد صیام اس روز پہلے دن آفس آیا تھا جب شہزاد نے اسے گھیر لیا۔

"السلام علیکم۔"

"وعلیکم السلام کیسی ہیں آپ۔"

"فٹ اینڈ فائن آپ کیسے ہیں۔"

"الحمدللہ میں بھی ٹھیک ہوں۔"

"چلیں شکر ہے اللہ کا۔ مجھے کچھ ضروری بات کرنا تھی آپ سے۔"

"جی کہیے۔"

"ضروری باتیں یوں کھڑے کھڑے نہیں ہوتیں آپ اطمینان سے اپنے سارے کام نپٹا لیں پھر لنچ پر باہر کہیں چل کر بیٹھتے ہیں کھانا بھی کھالیں گے اور بات بھی ہوجائے گی۔"

"چلیں ٹھیک ہے جیسی آپ کی مرضی۔" وہ پہلے سے زیادہ خوب صورت اور فریش دکھائی دے رہا تھا۔ شہزاد کی نگاہیں جیسے اس کے سراپے سے چپک کر رہ گئیں۔

خان کی شادی وہ اٹینڈ نہ کرسکا تھا اس نے اس سے معذرت کرلی تھی ورکنون اس روز آفس نہیں آئی تھی۔ شہزاد نے اپنا ضروری کام نپٹا کر اسے لنچ کی آفر کردی جسے صیام نے قبول کرلیا۔ جو بھی تھا وہ لڑکی اس کی محسن تھی وہ اس کا دل نہیں توڑ سکتا تھا قریبی ریستوران میں اپنا پسندیدہ مینو آرڈر کرنے کے بعد اس نے صیام سے کہا۔

"میں نے شگفتہ کے لیے ایک رشتہ دیکھا ہے لڑکا باہر کسی ملٹی نیشنل کمپنی میں کام کرتا ہے گھر والے بھی اچھے ہیں اور گھر والے تھوڑا وقت نکال کر ایک چکر لگالیں تو بہتر رہے گا۔"

"ہوں...... تھینک یو...... میں امی سے بات کرتا ہوں۔"

"ایک اور بات بھی شیئر کرنی تھی آپ سے۔" اس بار اس نے قدرے جھجکتے ہوئے کہا۔ صیام نے نظریں اس کے چہرے پر جمادیں۔

"جی کہیے۔"

"میں نے اپنی مما کو آپ کے بارے میں بتایا تھا آپ کی ذہانت، قابلیت، شرافت، سب یہ بھی کہ میں آپ کو پسند کرتی ہوں انہیں اس رشتے پر کوئی اعتراض نہیں ہے ان فیکٹ مما نے تو مریرہ آنٹی کو آپ کے گھر والوں سے بات کرنے کے لیے بھی کہہ دیا ہے جہاں تک میرا خیال ہے آپ کے گھر والوں کو بھی ہمارے رشتے پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔" اس نے اپنے دل کی بات کہہ دی تھی۔ صیام کو از حد حیران ہوئی۔

"ایم سوری مگر مجھے آپ کی بات پوری طرح سے سمجھ نہیں آئی۔"

"مگر میں نے تو بہت واضح کہا ہے دیکھیں میں جانتی ہوں کہ آپ کا رشتہ آپ کے والد صاحب نے جہاں طے کیا وہ آپ کو پسند نہیں اسی لیے میں نے اپنی مما سے ہم دونوں کی شادی کے لیے بات کی اور وہ مان گئیں میں آپ کو

یہی سب بتانے کے لیے بے حد ایکسائٹڈ تھی آخر کار ہم دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔"

"یہ آپ سے کس نے کہا۔"

"کیا مطلب؟" اسے اچنبھا ہوا۔

"مطلب آپ کو ایسا کیوں لگا کہ میں آپ کو پسند کرتا ہوں۔"

"آپ نے خود کہا تھا۔" اس بار حیران ہونے کی باری شہزاد کی تھی صیام کی آنکھوں میں اس سے بھی زیادہ حیرت اتر آئی۔

"میں نے...... مگر کب؟"

"جب میں نے آپ سے پوچھا تھا کہ کیا آپ کسی کو پسند کرتے ہیں تو آپ نے کہا تھا ہاں اور پھر تبھی آپ نے بتایا تھا کہ وہ لڑکی آپ کے ساتھ آپ کے والد کی رحلت پر آپ کے گھر آئی تھی اور یہ بھی کہ وہ آفس میں آپ کے ساتھ کام کرتی ہے۔"

"ہاں میں نے کہا تھا مگر ایم سوری آپ میری بات کو صحیح طرح سے فالو نہیں کر پائیں میرا اشارہ آپ کی طرف نہیں تھا۔"

"تو......؟"

"تو کچھ نہیں آپ میری محسن ہیں میں دل سے آپ کی بہت عزت کرتا ہوں پلیز میری طرف سے کوئی بھی غلط فہمی اپنے دل میں مت رکھیے میں آپ کی دل آزاری کسی صورت نہیں چاہتا۔"

دل کرچیوں میں تقسیم کرنے کے بعد وہ کہہ رہا تھا کہ وہ اس کی دل آزادی نہیں چاہتا۔ بیٹھے بیٹھے فقط چند ہی لمحوں میں وجود پتھر کیسے ہو جاتا ہے کاش کوئی شہزاد قمر سے پوچھتا عجیب شرمندگی سی شرمندگی تھی۔ بالا ہی بالا اس نے اپنے طور پر کتنا کچھ اکیلے طے کر لیا تھا۔

دل ٹوٹنے کی تکلیف اپنی جگہ مگر اس لمحے اس سے صیام آفندی کی طرف دیکھنا بھی محال ہو رہا تھا۔ کیا عزت رہی تھی اس شخص کی نظروں میں اس کی اور اگر جو وہ آج بھی کلیئر نہ کرتی تو......؟ کتنی مشکل سے اس لمحے سر اٹھا کر اس نے سامنے بیٹھے شخص کی طرف نگاہ کی تھی۔

"ایم سوری، مجھے لگا شاید آپ مجھ میں انٹرسٹڈ ہیں۔"

"پھر تو مجھے آپ سے سوری کرنی چاہیے اگر میری طرف سے ایسی کوئی حرکت ہوئی ہے تو حالانکہ میں سب کے ساتھ بہت محتاط رہنے کی کوشش کرتا ہوں مگر پھر بھی......"

"نہیں...... نہیں آپ کا قصور نہیں ہے مجھے غلط فہمی ہو گئی تھی بہر حال اچھا ہوا سب کلیئر ہو گیا۔ آپ کھانا کھائیں پلیز۔"

"آپ شروع کریں مجھے بھوک نہیں۔" وہ شاید شرمندہ تھا۔ شہزاد نے اسے اور خود کو شرمندگی سے بچانے کے لیے بمشکل ایک چمچ منہ میں ڈالا پھر پیمنٹ کر کے وہاں سے اٹھ آئی۔ ریستوران سے باہر آ کر صیام نے اس سے کہا۔

"مجھے ایک ضروری کام یاد آ گیا ہے آپ چلیں میں تھوڑی دیر تک آتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔" اس کے عذر پر سنجیدگی سے سر ہلاتے ہوئے وہ محض یہی کہہ سکی تھی۔ صیام سیل پر کسی کا نمبر ڈائل کرنے لگا تو شہزاد نے سرسری سی ایک نگاہ اس پر ڈالنے کے بعد گاڑی زن سے آگے بڑھا دی۔ اگلے تقریباً

پچیس منٹ کے بعد اس کی گاڑی مرید ہاؤس کے گیراج میں کھڑی تھی۔
درمکنون اس وقت کچن میں کھڑی اپنے لیے چائے تیار کررہی تھی جب اس نے شہرزاد کو تیز قدموں سے اپنے کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا۔
وہ پلٹی تھی مگر اس سے پہلے کہ شہرزاد کا چہرہ دیکھ پاتی وہ بھاگ کر سیڑھیاں کراس کرگئی تھی۔ کچھ نہ کچھ غلط تھا۔ تبھی اس نے فوراً چولہا بند کیا اور پھر خود بھی شہرزاد کے پیچھے لپک کرگئی۔ اندر وہ اپنے بیڈ پر اوندھے منہ پڑی رورہی تھی۔ شہرزاد کو روتے دیکھ کر درمکنون کا دل جیسے حلق میں آگیا تھا۔ تیزی سے وہ اس کے قریب گئی تھی۔
''شہرو...... کیا ہوا؟'' شہرزاد نے جیسے ہی اس کی آواز سنی وہ فوراً اٹھ کر اس کے گلے لگ گئی اس کے رونے میں بھی مزید شدت آگئی تھی۔
''کچھ بتاؤ تو صحیح آخر ہوا کیا ہے۔'' محبت سے اس کی پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے وہ بے چینی سے بولی تھی جب شہرزاد نے روتے ہوئے اسے بتایا۔
''صیام مجھ میں انٹرسٹڈ نہیں ہے وہ کسی اور کو پسند کرتا ہے۔'' درمکنون کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ شہرزاد کے رونے کے پیچھے ایسی بھی کوئی وجہ ہوسکتی ہے تبھی کچھ نہ سمجھتے ہوئے اس نے محبت سے اس کے بال سمیٹے تھے۔
''تمہیں کیسے پتا؟''
''اس نے خود کہا ہے مجھ سے کہ وہ مجھ میں انٹرسٹڈ نہیں ہے۔''
''مگر کیوں؟''
''پتا نہیں مجھے لگتا ہے میں بہت حقیر ہوگئی ہوں۔''
''جسٹ شٹ اپ اوکے، ہوسکتا ہے وہ تم سے مذاق کررہا ہو تم بھی ناں شہرو ایویں چھوٹی چھوٹی باتوں کو دل پر لے لیتی ہو۔''
''نہیں دری وہ مذاق نہیں کررہا تھا وہ سنجیدہ تھا میں بے وقوف کبھی اس کی آنکھوں کے رنگ پہچان نہیں سکی کیا سوچتا ہوگا وہ میرے بارے میں۔''
''کچھ نہیں سوچتا ہوگا تم پاگل ہوا ویں ہوا بنایا ہوا ہے تم نے اسے وگرنہ کہاں تم کہاں وہ۔'' اس بار درمکنون نے نظریں چرائی تھیں۔ جانے کیوں اس کا دل بہت شدت سے دھڑک رہا تھا شہرزاد نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ صاف کرلیا۔
''نہیں...... وہ بہترین انسان ہے ضرور مجھ میں ہی کوئی کمی ہوگی جو اس نے مجھے اپنے قابل نہیں سمجھا۔''
''تم ایسا کیوں سوچ رہی ہو شہرزاد، تم بھی دنیا کی بہترین لڑکی ہو، میری نظر سے دیکھو خود کو۔''
''میں کچھ دیر سونا چاہتی ہوں دری کیا تم تھوڑی دیر کے لیے مجھے تنہا چھوڑنا پسند کروگی۔''
''ہوں وائے ناٹ سوجاؤ، اسی وقت تمہارا آرام کرنا بہت ضروری ہے۔'' شہرزاد کی التجا پر وہ اٹھی اور پھر اس کے کمرے کی لائٹ آف کرتے ہوئے نپے تلے قدم اٹھاتی باہر نکل گئی۔
شہرزاد کا دل ٹوٹا تھا اس کے آنسو اسے تکلیف دے رہے تھے مگر جانے کیا بات تھی کہ اس کے اندر ایک عجیب سا اطمینان اتر گیا تھا۔ کوئی نادیدہ سی پھانس جیسے خود بخود نکل گئی تھی۔ سارا وجود ہلکا پھلکا ہوگیا تھا تبھی شہرزاد کے غم پر ملول ہونے کے بجائے وہ دوبارہ کچن میں چلی آئی تھی۔

تم میرے دل کی خلش ہو لیکن
دور ہو جاؤ یہ منظور کہاں
ایک سایہ جو کسی سائے سے گہرا بھی نہیں
جسم بھی جس کا نہیں دل نہیں چہرہ بھی نہیں
خال وخد جس کے مجھے ازبر ہیں
دید جس طرح کوئی دیکھتا ہو
راستہ شیشے کی دیوار کے پار گفتگو جیسے کوئی کرتا ہو
اپنے ہی کان میں اک سرگوشی
لفظ جیسے کہ ہو نغمائی ہوئی خاموشی
یہ تعلق ہے بس اک نقش کہ جو ریت پہ کھینچا جائے
باد حیراں سے اڑانے کے لیے موجہ غم سے مٹانے کے لیے
وحشت اسی دل کی طرح اپنی ہی تنہائی میں یوں سمٹا ہے۔
جیسے پھیلا تو فلک ٹوٹ پڑے گا اس پر
کارواں کوئی نہ گزرا کسی منزل کی طرف
گھنٹیاں بجتی رہیں نیند کی خاموشی میں
شام ہر روز اترتی ہے سر جادۂ جاں
وہی اک کہنہ اداسی لے کر
زندگی ڈوبتی جاتی ہے کسی سرد اندھیرے میں مگر
جگمگاتی ہے بہت دور کسی گوشے میں
ایک چھوٹی سی تمنا کی کرن
سائے کا لمس ہے اس دل کی لگن
تم میرے ٹوٹے ہوئے خواب کا اک ذرہ ہو
جو میری آنکھ میں چبھتا ہے تو خوں بہتا ہے
پھر بھی کھو جاؤ یہ منظور کہاں
تم میرے دل کی خلش ہو لیکن......
وہ ایک کرب انگیز رات تھی۔

آتش دان میں انگارے دہک رہے تھے مگر پھر بھی سردی جیسے ہڈیوں میں گھستی جارہی تھی دونوں پاؤں سمیٹ کر آتش دان کے بالکل سامنے کرسی پر بیٹھی وہ پچھلے تین چار گھنٹوں سے مسلسل روئے جارہی تھی۔ اس کا سیل وائبریٹ پر تھا اور بار بار بج رہا تھا مگر اس نے اٹھ کر سیل چیک کرنا گوارا نہیں کیا بھیگا ہوا چہرہ خوب سرخ ہو گیا تھا مگر اندر جلتی آگ کی تپش میں کوئی کمی واقع نہیں ہوسکی تھی۔ صحیح کہا تھا کسی کہنے والے نے، لفظوں کے دانت نہیں ہوتے مگر یہ کاٹ لیتے ہیں۔

اسے بھی زاویار صمید حسن کے لفظوں نے کاٹ لیا تھا اور بہت بری طرح سے کاٹا تھا تکلیف تھی کہ کسی طور کم ہی

نہیں ہو رہی تھی۔ کئی گھنٹے گزر جانے کے باوجود زاویار صمید حسن کے ساتھ ہونے والی گفتگو کی بازگشت اس کے کانوں میں گونج رہی تھی۔

"کیا تم مریہ رحمان کے بیٹے نہیں ہو۔" لہجے میں کتنی آس سموئے اس نے پوچھا تھا مگر زاویار صمید حسن کے لفظوں کے چابک نے جیسے اس کی روح کو ادھیڑ کر رکھ دیا تھا۔

"جی نہیں، میں صرف سارہ منیر حسن اور صمید حسن کا بیٹا ہوں مریہ رحمان نامی کسی عورت کو میں نہیں جانتا۔" اسے گمان ہی نہیں تھا کہ اس نے اپنا بیٹا کبھی یوں زندگی کے کسی موڑ پر ملے گا تو اسے اوندھے منہ گرا کر رکھ دے گا۔ وہ سسک اٹھی تھی۔

"مت کہیں مجھے بیٹا...... میں ایک بدکردار عورت کا بیٹا ہو بھی نہیں سکتا۔" کتنی سفاکی تھی اس کے لفظوں میں۔ مریہ کا پور پور زخمی ہو گیا تھا۔ تو یہ تھی مریہ رحمان کی کہانی، اس کی عمر بھر کی تشنگی اور ریاضتوں کا صلہ اس کی قربانیوں اور صبر کا انعام۔

"میں بدکردار نہیں ہوں۔" کیسے پھنسی پھنسی سی بے بس آواز میں اس نے اپنی صفائی دی تھی مگر اس کے بیٹے نے اس کی آواز پر یقین نہیں کیا۔ اس کے لہجے میں نفرت اور حقارت موجود تھی۔

"بدکردار نہ ہوتیں تو اپنی سگی اولاد کو چھوڑ کر کبھی نہ جاتیں اپنے گھر میں آباد رہتیں۔" وہ کتنا بے خبر اور بدگمان تھا۔

مریہ رحمان کو بے ساختہ وہ بھیگی اندھیری رات یاد آ گئی جب آسمان ٹوٹ کر برس رہا تھا اور وہ بچوں کی طرح روتے ہوئے اپنا سامان پیک کر رہی تھی۔ صمید حسن نے اسے روک کر اس کی تکلیف کا ازالہ کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی جبکہ سارہ منیر حسین اپنی بیٹی کو سینے سے لگائے اس کے بہتے ہوئے آنسوؤں پر بمشکل اپنی ہنسی ضبط کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ جیت گئی تھی۔ اس نے ایک وفاشعار عورت کو اس کی جنت سے بے دخل کر دیا تھا۔ مریہ کے آنسو بہتے رہے۔ دونوں عورتوں کے درمیان پل بنا مرد بے حسی کے سارے ریکارڈ توڑتے اپنے کمرے میں خاموش بیٹھا رہا۔

تبھی اپنا سامان پیک کرنے کے بعد وہ اپنے بیڈروم میں آئی تھی جہاں اس کا تین سالہ چھوٹا سا بیٹا زاویار ہر حقیقت، ہر تلخی ہر قیامت سے بے خبر اپنی پرسکون میٹھی نیند سو رہا تھا۔ وہ اسے اٹھانے کے لیے جھکی تھی جب صمید حسن نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔

"یہ میرا بیٹا ہے تمہیں اگر یہ گھر چھوڑ کر جانا ہے تو اکیلی جاؤ میرا بیٹا تمہارے ساتھ نہیں جائے گا نہ میں اسے تمہیں ساتھ لے جانے دوں گا۔" وہ اس کی راہ روک رہا تھا۔ جنت سے بے دخل ہونے والی بے بس ماں اپنے ہمسفر کے اس سفاک فیصلے پر تڑپ اٹھی۔

"میں ماں ہوں میرا حق آپ سے زیادہ ہے میرا بیٹا میرے بغیر نہیں رہ سکتا۔"

"تو کس نے کہا ہے اپنے بیٹے کو چھوڑ کر جاؤ اتنا ہی بیٹے کا خیال ہے تو رہو اسی گھر میں۔"

"نہیں یہ گھر میرے لیے اب گھر نہیں رہا مقبرہ بن چکا ہے مقتل بن گیا ہے میرا میں یہاں اب ایک منٹ بھی نہیں رہ سکتی۔" وہ روئی تھی مگر صمید حسن پر اس کے آنسوؤں کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ بے حسی کے تمام ریکارڈ توڑتے ہوئے اس نے زاویار کو اٹھا کر اپنی گود میں لیٹا لیا تھا۔

"تمہیں اگر جانا ہے تو تنہا ہی جانا ہوگا اچھی طرح سوچ کر فیصلہ کر لو۔" وہ شخص اسے آزما رہا تھا نہیں...... شاید وہ اس کے اندر کی خوددار عورت کو آزما رہا تھا۔ اس کے صبر اور فیصلے کی مضبوطی کو آزما رہا تھا مریہ رحمان نے ہتھیار

پھینک دیے۔ اس کا پورا چہرہ آنسوؤں سے بھیگ چکا تھا جبکہ آنکھیں ڈوبتے سورج کا منظر پیش کررہی تھیں۔ صمید حسن نے نظریں چرالیں۔

وہ کچھ دیر کھڑی برستی آنکھوں سے اپنے جگر کے ٹکڑے کو دیکھتی رہی پھر ٹوٹے ہوئے شکستہ قدموں سے واپس پلٹ آئی۔ صمید حسن کو یقین تھا وہ اپنے جگر کے ٹکڑے کے لیے اسے چھوڑ کر نہیں جائے گی مگر مریہ رحمان کے ضبط اور ارادے کی پختگی نے اس کا یقین مسمار کرڈالا تھا۔ برستی اندھیری رات میں بنا اپنے کسی انجام اور نقصان کی پروا کیے وہ سودائیوں سی چال چلتی اس کے گھر کی دہلیز عبور کرگئی تھی۔ پیچھے وہ چلایا تھا۔

''تم پچھتاؤ گی میرو، تم جیسی گھمنڈی اور ضدی عورتیں ہمیشہ پچھتاتی ہیں۔'' مگر اس نے پلٹ کر اس کی بات کا جواب نہیں دیا تھا۔

گیٹ پر موجود چوکیدار نے عجیب بے بسی کے ساتھ اسے نم آنکھوں سے دیکھا تھا مگر وہ اسے روکنے کی جسارت نہیں کرسکا تھا۔

مریہ کو بہت بعد میں پتا چلا تھا کہ اس بوڑھے چوکیدار نے اس گھر سے اس کے جانے کے اگلے ہی روز وہ ملازمت چھوڑ دی تھی اور اپنے گاؤں واپس چلا گیا تھا۔ وہ گھر سے نکل تو آئی تھی مگر اس کا دل کٹ رہا تھا لہولہان ہورہا تھا۔ ایک ایک قدم جیسے من من کا ہوگیا تھا۔ سامنے روڈ پر کہیں روشنی نہیں تھی یوں لگتا تھا جیسے سارا شہر اس کے دل کی طرح تاریکی میں ڈوب گیا ہو۔ کہیں کہیں کتوں کے بھونکنے کی تیز آوازیں دل دہلا رہی تھیں مگر اس نے پیچھے پلٹ کر نہیں دیکھا اس کا نچ سے بنی شہزادی کا دل جیسے پتھر ہوگیا تھا۔

چلتے چلتے اس کی سانس پھولنے لگی تھی جبکہ دل جیسے بیٹھتا جارہا تھا چکراتے سر کے ساتھ وہ ابھی موڑ مڑنے ہی والی تھی کہ اچانک کسی گاڑی کی تیز روشنیوں سے ٹکراگئی۔ حادثہ معمولی نوعیت کا تھا مگر پھر بھی اسے ہوش میں آنے میں ایک ہفتہ لگ گیا تھا اور اسپتال میں ایک ہفتہ اس کی دیکھ بھال کرنے والی ذات صرف اللہ رب العزت کی تھی وہ کب بے ہوش ہوئی اسے کون زخمی حالت میں اسپتال لایا وہ کبھی نہیں جان سکی تھی جان سکی تو محض اتنا کہ ہوش میں آتے ہی اسے سب سے پہلے کرنل صاحب یاد آئے تھے۔ وہ کرنل صاحب جو اس کے باپ تو نہیں تھے مگر باپ سے بڑھ کر تھے۔ برگد کی گھنی ٹھنڈی چھاؤں جیسے تھے۔

وہ سیل فون استعمال نہیں کرتے تھے تبھی وہ خواہش کے باوجود انہیں اسپتال سے کال نہیں کرواسکی تھی۔ اپنا جسم زخموں میں جکڑا ہونے کے باوجود اس کا دل اس وقت بھی اپنے معصوم بچے کے لیے تڑپ رہا تھا۔ صمید حسن اور اس کے گھر سے سارے تعلق توڑ آنے کے باوجود اس کے لیے اپنے جگر کے ٹکڑے سے لاتعلق رہنا آسان نہیں تھا اور زاویار صمید حسن کہہ رہا تھا۔

''میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ میری ماں ایک بدکردار عورت تھی اسی لیے وہ مجھے اس وقت جب مجھے اس کی سب سے زیادہ ضرورت تھی چھوڑ کر چلی گئی آج اگر معاشرے میں میری پہچان ہے تو میرے باپ کے حوالے سے ہے صرف مجھے ٹوٹ پھوٹ سے بچانے کے لیے میرے باپ نے کبھی مجھے یہ پتا لگنے نہیں دیا کہ مجھے جنم دینے والی عورت کون تھی مت کہیں مجھے کہ آپ میری ماں ہیں میری ماں وہ عورت ہے جس نے آپ کے چلے جانے کے بعد مجھے ماں کا پیار دیا میرے پاپا کو سنبھالا زندگی میں کبھی ایک لمحے کے لیے بھی اس عورت نے مجھے یہ احساس نہیں ہونے دیا کہ وہ میری سگی ماں نہیں ہے۔'' وہ چلا نہیں رہا تھا مگر اس کے لفظوں میں انگاروں سی تپش تھی۔ مریہ نے سسکاری لیتے ہوئے پلکیں موندھ لیں۔

''اپنی سگی اولاد سے تو ہر کوئی پیار کرتا ہے مگر عظیم تر ہوتے ہیں وہ لوگ جو کسی دوسرے کی چھوڑی ہوئی اولاد کو سگوں جیسا پیار دیں ماں قربانی کا دوسرا نام ہے صرف اپنی خوشیوں کے لیے اپنا گھر بار اپنی اولاد چھوڑ کر بھاگ جانے والی عورتیں قطعی اس قابل نہیں کہ انہیں ماں کہا جاسکے۔''

''اپنی خوشیاں۔'' نم پلکوں کے ساتھ اس نے اپنی دونوں شفاف ہتھیلیاں سامنے پھیلا کر وہاں اپنی ذاتی خوشی کو تلاش کرنے کی کوشش کی تھی مگر...... نظر ناکام واپس پلٹ آئی تھی خوشیاں کہاں راس تھیں زندگی میں صرف بھرم رہ گیا تھا۔

سردی گزرتے ہوئے لمحے کے ساتھ بڑھتی جارہی تھی۔ مریہ نے اٹھ کر آتش دان میں کچھ اور لکڑیاں ڈال دیں آگ کے شعلوں نے شدت پکڑی تھی وہ دوبارہ اپنی جگہ پر ٹک گئی عین اسی اثنا میں باہر دروازے پر دستک ہوئی تھی۔ اس نے چونک کر ٹائم دیکھا شب کے ساڑھے گیارہ ہو رہے تھے بھلا اس وقت دروازے پر کون ہوسکتا تھا۔

لندن میں اس کا حلقہ احباب بہت محدود تھا ان میں سے بھی کسی کو اس نے کبھی اپنے گھر پر انوائٹ نہیں کیا تھا تو پھر اس برستی بارش میں اس وقت اس کے دروازے پر کون آ گیا تھا۔ خود اپنے آپ سے الجھتی وہ اٹھی تھی اور پھر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گئی تھی۔

❑......☯☯......❑

ڈماری کی فلک شگاف پہاڑیاں پورے رعب کے ساتھ سینہ تانے کھڑی تھیں۔ پہاڑی کے دامن میں آڑھے ترچھے پڑے وجود نے پورے دو روز کے بعد آہستہ آہستہ آنکھیں کھولی تھیں۔ جسم کا ایک ایک عضو جیسے ٹوٹ کر جسم سے علیحدہ ہوگیا کپڑے جگہ جگہ سے پھٹ چکے تھے۔ تھکاوٹ اور زخموں سے چور ہونے کے سبب اس کی آنکھیں بے حد بوجھل ہو کر بار بار بند ہو رہی تھیں۔ چاروں طرف فلک شگاف پہاڑ سینہ تانے کھڑے تھے اس میں اتنی ہمت بھی نہیں تھی کہ وہ اٹھ کر بیٹھ ہی جاتا تبھی اسے دو روز پہلے کا اپنا سفر اور ساتھی یاد آئے تھے۔

ایک مرتبہ پھر بمشکل آنکھیں کھول کر اس نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی مگر وہاں پہاڑوں کے وسط میں سوائے برف اور سنسناہٹ کے دوسری کوئی چیز دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ کچھ پل اسی حالت میں لیٹے رہنے کے بعد کب اس کی دوبارہ آنکھ لگ گئی اسے پتا ہی نہ چلا تقریباً تین گھنٹے کے بعد اس کی آنکھ کھلی تو وہاں تنہا نہیں تھا۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

میری عید میری خوشی
عابدہ سبین

لبوں پر وہ جو تبسم سجائے پھرتا ہے
بے چارہ رات کی نیندیں چرائے پھرتا ہے
بجھا بجھا سا وہ بے کیف سا چہرہ
نہ جانے کتنے غموں کو چھپائے پھرتا ہے

عصر کی نماز کے بعد وہ گھر آئے تو صحن میں سناٹا چھایا ہوا تھا۔ یعنی ابھی سب سو کر نہیں اٹھے تھے۔ انہوں نے اِدھر اُدھر نگاہ گھمائی۔ دھوپ صحن سے رخصت ہو چکی تھی۔ انہوں نے حسب معمول پائپ سنبھالا اور صحن کے آدھے حصے میں بنے لان اور بعد میں تمام جگہ پر اچھی طرح پانی کا چھڑکاؤ کر دیا۔ تا کہ دھوپ کی شدت سے تپتی زمین ٹھنڈی ہو جائے۔ وہ یہ کام روز کرتے تھے اور بہت خوشی سے کرتے تھے۔ حالانکہ ان کی بہو نبیلہ انہیں منع کرتی تھی کہ ابا جی میں خود کر لیا کروں گی مگر انہیں یہ کام کرنا پسند تھا تبھی وہ پائپ سمیٹ کر اس کی جگہ پر رکھ آئے اور صحن کے وسط میں بچھے تخت پر بیٹھ گئے۔ اس وقت گھر کے تینوں پورشنز میں خاموشی تھی۔

”گڈ ایوننگ دادا جی۔“ ان کی دس سالہ پوتی اریجہ بیگ اٹھائے اندر سے برآمد ہوئی تھی۔

”گڈ ایوننگ مائی چائلڈ...... اٹھ گئیں آپ۔“

”جی دادا جی۔“ وہ ان کے پاس ہی بیٹھ گئی اور کتابیں کاپیاں نکالنے لگی۔ اس پہر ان کے دونوں پوتا پوتی ہوم ورک کرتے تھے ان کے پاس بیٹھ کر۔

”رومان نہیں آیا اب تک؟“

”دادا جی بھیا نہا رہے ہیں۔ وہ اسکول سے آ کر نہیں نہائے تھے ناں تو اب مما سے ڈانٹ کھائی ہے۔“ وہ مزے سے بتا رہی تھی۔ ”دادا جی ہماری چھٹیاں کب ہوں گی؟“

گرمی کی شدت عروج پر تھی۔ گورنمنٹ نے تو اعلان کر دیا تھا مگر پرائیوٹ اسکولز سمر کیمپ کے نام پر اچھا خاصا بچوں کو گرمی میں نچوڑتے ہیں۔

”بہت جلد ہو جائیں گی۔“ انہوں نے روز کی طرح پوتی کو تسلی دی وہ بھی بہل گئی اور اپنا ہوم ورک دیکھنے لگی۔ رومان بھی آ گیا تھا۔ بشیر احمد ان دونوں کی کاپیاں دیکھنے لگے۔ تب ہی بائیں طرف کی باڑھ پھلانگ کر ارحد آیا۔

”السلام علیکم دادا جی......“ وہ چونکہ گھر کا سب سے بڑا پوتا تھا اسی لیے ان کا بہت لاڈلا تھا۔ اس نے آ کر حسب عادت دادا کے کندھوں پر بازو پھیلائے تھے۔

”وعلیکم السلام میرے بچے۔“ ان کے اندر سکون اتر گیا۔ بیٹے چاہے آپس میں نہیں بولتے تھے مگر ان کی اولاد میں محبت اب بھی وہ ہی تھی۔ یہ ہی بشیر احمد کی کامیابی تھی۔

”کیسی ہے اب تیری طبیعت؟“ ارحد اب ان کے سامنے آ بیٹھا تھا اور ہوم ورک کرتی اریجہ کی پونی چھیڑ رہا تھا۔

”ٹھیک ہوں دادا جی۔“ ارحد کے چہرے پر سایہ سا لہرا گیا انہوں نے اپنے پوتے کا چہرہ دیکھا۔ خون تو شاید ختم ہی ہو گیا تھا...... اچھا خاصا ہینڈسم جوان تھا۔ اور اب ہڈیوں کا ڈھانچہ بن گیا تھا۔ مگر انہیں خوشی تھی بروقت سنبھل گیا۔

”اپنی خوراک کا خیال رکھو...... بہت کمزور ہو گئے ہو۔“

”دادا جی آپ کی دعائیں اور دست شفقت یوں ہی سر پر رہا تو پھر سے پہلے جیسا ہو جاؤں گا۔“ وہ مسکرایا۔

"مما آپ بنادیں شیک، پیا کریں مما کہتی ہیں پینا کریں... اس سے انسان صحت مند ہوتا ہے اور بلڈ بھی بنتا ہے۔"

"اچھا جی پھر تم اپنی مما سے کہوں ناں مجھے بھی دیا کریں یار...... دیکھو ناں میں کتنا دبلا ہوگیا ہوں۔" اس نے رومان کے بال بگاڑے۔

"کہنے کی ضرورت نہیں میں پہلے ہی لے آئی ہوں۔" ان کی تو روٹین تھی شام کے اس وقت بچوں کے لیے شیک بنانا اور ارہد کی آواز وہ سن چکی تھی سو اس کے لیے بھی لے آئی۔

"ابا جی آپ کی چائے۔" بشیر احمد کی برسوں پرانی عادت تھی عصر کے بعد چائے کی۔ موسم کیسا بھی ہو وہ اپنی عادت نہیں بدل پائے تھے۔

"تم ٹھیک ہو اب۔ ٹریٹمنٹ مکمل ہوگئی یا ابھی جاری ہے۔"

"ویکلی چیک اپ کے لیے بلایا ہے اب۔" وہ سنجیدہ تھا۔

"السلام علیکم دادا جی......"

"وعلیکم السلام جیتی رہو۔" دادا جی نے قدرے بلند آواز میں وہیں سے ہاتھ ہلایا۔ ارہد نے اسے ایک نظر دیکھ کر ارادتاً رخ پھیر لیا۔ کہیں بڑی چاچی نے دیکھ لیا تو اس بے چاری کی شامت آجائے گی۔

"آپ کیسی ہیں چاچی۔"

"ٹھیک ہوں۔ آجاؤ چائے پی لو......"

"ارے نہیں...... گرمی بہت ہے۔ آپ انجوائے کریں۔" اس نے نبیلہ چاچی کو جواب دیا پھر دادا جی سے مخاطب ہوئی۔

"میں نے اسپیشل آپ کے لیے بھنڈی قیمہ پکایا ہے دادا جی۔ آج آپ نے کھانا ہماری طرف کھانا ہے۔" دادا جی نے مسکرا کر سر ہلا دیا تھا۔ ہانیہ نے رخ موڑ کر بیٹھے ارہد احمد کی پیٹھ دیکھی۔ وہ جانتی تھی کہ اس نے ایسا کیوں کیا۔ اس کے دل پر ضرب سی لگی۔ کاش ہمارے بڑے ہمارے دل پڑھ سکتے۔ وہ سب کو ہاتھ ہلا کر ہٹ گئی مگر اس کا دل بہت بوجھل ہوگیا تھا۔ نبیلہ چاچی نے اسے بتایا تھا کہ۔

"اب ارہد بہت بدل گیا ہے۔ اس نے تمام بری عادتیں اور دوست چھوڑ دیے ہیں۔ اور نشے کی جو لت اسے دوستوں نے لگادی تھی۔ تایا ابو نے اب اس کا بھی باقاعدہ علاج کروایا ہے۔ کیونکہ خود ارہد یہ سب چھوڑنا چاہتا تھا۔ اس لیے تایا ابو کو بھی مشکل نہ ہوئی بلکہ وہ تو خود غم کا شکار تھے۔ ان کا اکلوتا بیٹا تھا۔ تین بہنوں کا اکلوتا بھائی اور سب سے بڑا بھی۔ بھلا وہ اپنے بیٹے کو یوں زہر اتارتے دیکھ کر خوش تھوڑا ہی تھے اور تائی امی......" وہ ماضی میں جانے لگی تھی مگر پھر سر جھٹک گئی۔...... "ارہد احمد تم جیسے بھی ہو۔ جیسے پہلے تھے میرے دل میں تمہارا مقام وہ ہی ہے جو ہمیشہ سے تھا۔"

❀ ...... ❀ ...... ❀ ...... ❀

بشیر احمد کا یہ شاندار گھر ایک کنال کے رقبے پر پھیلا ہوا تھا...... انہوں نے یہ گھر محبت اور خلوص کی مٹی سے بنایا تھا۔ ان کا کل سرمایہ یہ گھر اور ان کے تین بیٹے صفدر احمد ارشد احمد اور اظہر احمد تھے۔ بیوی تو کئی سال پہلے جدائی دے گئی۔ مگر بچوں کی محبت نے انہیں بکھرنے نہ دیا اور سنبھال لیا۔ ان کے تینوں بیٹے ہمیشہ محبت سے رہے۔ کبھی جھگڑا نہ ہوا۔ بیویوں کی کھٹ پٹ ہوجاتی تھی مگر انہوں نے کبھی توجہ نہیں دی۔ صفدر احمد کی تین بیٹیاں اور ایک بیٹا تھا۔ ارہد احمد جو کہ گھر کا سب سے بڑا بچہ تھا۔ تینوں بہنیں چھوٹی تھیں۔ ارشد احمد کے چار بچے تھے دو بیٹیاں اور دو بیٹے اور سب سے چھوٹے اظہر کے دو بچے تھے اریحہ اور رومان۔

ساری زندگی اس گھر میں کبھی جھگڑا نہیں ہوا تھا۔ مگر اب چھوٹی چھوٹی باتوں پر بحث ہونے لگی تھی اور وجہ کیا تھی ارہد کی بری صحبت۔ وہ گھر کا بڑا بچہ تو تھا ہی۔ بشیر احمد اور ان کی زوجہ نے بچپن میں ہی ارہد اور ہانیہ کا رشتہ طے کردیا تھا جس پر کسی کو بھی اعتراض نہ تھا لیکن اب بچے بڑے ہوگئے تھے۔ ہانیہ بی ایس سی کررہی تھی۔ ارہد ہانیہ سے دو سال بڑا تھا۔ اچھا ذہین اور قابل اسٹوڈنٹ تھا مگر

پچھلے ایک سال سے اس کی توجہ پڑھائی پر نہ رہی تھی۔ بلکہ وہ زیادہ تر دوستوں کے ساتھ آوارہ گردی میں ٹائم پاس کرنے لگا تھا۔ اس کا یہ بدلاؤ سب نے ہی محسوس کیا تھا۔ مگر عفت بیگم نے شدت سے نوٹ کیا۔ حالانکہ اتنے عرصے سے انہیں ارہد اور ہانیہ کے رشتے پر ذرہ برابر بھی اعتراض نہ تھا مگر پچھلے دو ماہ سے جب سے ان کی بہن سعودیہ سے آئی تھی انہیں ارہد کی چھوٹی چھوٹی باتیں کھٹکنے لگی۔ انہوں نے ارشد سے بھی ذکر کرنا شروع کر دیا جو کہ قطعی توجہ نہیں دیتے تھے۔

ہانیہ اپنی مما کی باتیں اور نظریں نوٹ کر رہی تھی۔ ارہد کا اس کے دل میں بہت اعلیٰ مقام تھا۔ شاید یہ اس رشتے کے باعث ہی تھا جو کہ ان کے بڑوں نے طے کیا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ ارہد بہت بدل گیا ہے۔ اب وہ اس سے بھی چڑنے لگا تھا۔ کوئی بات نہ سنتا تھا۔ ہنسی مذاق بات چیت تو خواب سے ہونے لگے تھے۔

''ارہد پلیز تم کیوں یہ سب کر رہے ہو؟''

''کیا کر رہا ہوں میں مس ہانیہ ارشد؟'' اس نے تیز نظروں سے گھورا۔

''تم کتنے اچھے اسٹوڈنٹ ہو۔ مگر اس بار تمہاری سپلی آئی ہے۔ مما کو پتہ ہے کتنا شدید اعتراض ہے۔ خدا کے لیے یہ فضول دوست چھوڑ دو۔ اپنے پیپرز کی تیاری کرو پہلے جیسے بن جاؤ۔''

''تمہاری مما کو تو میری ہر بات پر ہی اعتراض ہے۔ ان کی وجہ سے میں زندگی انجوائے نہ کروں۔ یار یہ ہی عمر ہے...... پھر تو ساری زندگی کام ہی کرنا ہے۔ آئی ایم سوری تمہاری مما کی وجہ سے اپنی لائف کی خوشیاں نہیں ختم کر سکتا۔''

''میرے لیے تو یہ سب چھوڑ سکتے ہو ناں؟ ان کے لیے ناں سہی۔ ارہد میرے دل میں برے برے وہم آتے ہیں۔ بہت ڈر لگنے لگا ہے مجھے۔'' ارہد نے چند ثانیے پوری خاموشی سے اس کا پریشان چہرہ دیکھا پھر دھیرے سے۔ بہت پیار سے اس کا گال تھپکا۔

''ہانی ہمارا رشتہ دادی اور دادا جی نے طے کیا ہے۔ اسے کوئی ختم نہیں کر سکتا۔ تم خوامخواہ وہم نہ پالو اپنے دل میں، بے فکر رہو...... تم صرف ارہد احمد کے لیے بنی ہو اور اسی کے نام سے منسوب رہو گی تا قیامت۔'' وہ بڑی تسلیاں دیتا تھا اسے۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ ہانیہ اسے تمام شدتوں سے چاہتی تھی۔ من بستی میں تو اس کی بھی ہانیہ ارشد کا ہی بسیرا تھا۔ مگر اپنی زندگی شادی سے پہلے فل انجوائے کرنا چاہتا تھا۔ ہانیہ کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔

''مما تم پر اتنا غصہ ہیں وہ بابا کو بھی روز تمہاری ایک ایک بات بتاتی ہیں۔ تم کیوں ایسا کر رہے ہو...... چھوڑ کیوں نہیں دیتے؟'' ارہد نے بے فکری سے جیب سے سگریٹ نکالا اور تب ہی ہانیہ نے جھپٹ لیا۔

''جس دن گھر میں سب نے تمہیں اسموکنگ کرتے دیکھ لیا ناں قیامت آجائے گی۔''

''اور خاص کر عفت چاچی نے...... ہے ناں۔'' اس نے طنزیہ انداز میں کہا اور اس کے چہرے سے آنسو صاف کیے۔

''تم ایویں اپنے قیمتی آنسو ضائع کر رہی ہو۔ مجھ پر یقین کرو میں کبھی تم سے دستبردار نہیں ہوں گا۔ آئی پرامس یو۔''

''یہ سب بھی نہیں چھوڑو گے؟''

''ڈونٹ وری چھوڑ دوں گا۔ سب چھوڑ دوں گا مگر تمہیں نہیں اوکے۔'' وہ ایک بار پھر اسے بہلا کر چلا گیا۔

''ابا جی آپ بھائی جان سے کہیں ناں کہ ارہد کو سمجھائیں۔ اس کی روٹین اچھی نہیں ہے۔ بہت بدلاؤ آ گیا ہے اس میں۔'' آخر ارشد کب تک عفت کی نہ سنتے۔ انہیں سننا پڑی تب ہی تو وہ ابا جی کے پاس بیٹھے تھے۔ جو خود بھی پوتے کے رویے کو دیکھ رہے تھے اور ہانیہ نے بھی انہیں کہا تھا۔

''ارشد...... ارہد ہم سب کا بچہ ہے۔ ہم سب کو مل کر اس کو سمجھانا چاہیے۔ صرف صفدر کو کہنے سے فرق نہیں پڑے گا۔ الٹا وہ پریشان ہو جائے گا۔''

"ابا جی ہم بچے کہاں ہیں... گے تو سیما بھابی یقین کب کریں گی...... ارہد کو بگاڑنے میں ان کا سب سے بڑا ہاتھ ہے۔" عفت نے تیز لہجے میں کہا۔

"اگر تم پیار سے بات کروگی تو ضرور یقین کریں گی سیما بہو لیکن جس لہجے میں تم بول رہی ہو۔ اس طرح گھر میں لڑائی ہوگی۔ ارہد تمہارا بھی تو کچھ لگتا ہے مت بھولو کہ تم نے بھی اسے گود میں کھلایا ہے۔ وہ تمہارے لیے سبحان اور حنان کے طرح ہے۔"

"ابا جی آپ نے دیکھا نہیں ہے کہ وہ مجھ سے کس انداز میں بات کرتا ہے۔" وہ منہ بنا کر بولیں جب سے ارہد کی ٹوہ میں رہنے لگی تھیں۔ ارہد بھی ان سے چڑنے لگا تھا۔ ارشد نے نگاہ کے اشارے سے بیگم کو خاموش ہونے کو کہا۔

"میں ارہد کو سمجھاؤں گا اور سیما اور صفدر سے بھی بات کروں گا۔" بشیر احمد نے انہیں تسلی دی۔ ارہد کی تو وہ ہر روز ہی کلاس لیتے تھے مگر اس بار انہوں نے بڑے بیٹے اور بہو سے بھی بات کی تھی۔

"ابا جی یہ عمر ہی ایسی ہے۔ ذمہ داری پڑے گی تو سب خود ہی چھوڑ دے گا۔" سیما بہو کی یہ عادت بری تھی وہ ارہد کو کبھی نہ سمجھاتیں۔ الٹا اس کی فیور لینے لگتیں۔ البتہ صفدر احمد فکر مند نظر آنے لگے تھے۔

"گھر میں سب سے زیادہ وہ آپ ہی کے قریب ہے سنتا بھی آپ کی ہے۔"

"میں تو روز ہی اسے سمجھاتا ہوں۔" انہوں نے کہا اور پھر بہو سے مخاطب ہوئے۔

"مجھے اندازہ ہے سیما بچے کہ تم ارہد کے معاملے میں بہت پکی ہو۔ مگر بعض دفعہ ہمیں سچائی کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے بچوں کے محفوظ مستقبل کے لیے سختی کرنی پڑتی ہے۔ ماں واحد ہستی ہے جو بچے کو بگاڑ بھی سکتی ہے اور سدھار بھی۔ تمہاری ضرورت سے زیادہ نرمی اور ارہد کی چھوٹی چھوٹی غلطیوں کو نظر انداز کرنا اس کا حوصلہ بڑھا رہے ہیں۔ بہتر ہے تم اپنے رویہ میں سختی لاؤ مگر بہت زیادہ سختی بھی مت لانا۔" بہو بیٹا دونوں نے ان کی بات بہت توجہ سے سنی تھی۔ مگر جہاں سیما ارہد کی غلطیوں پر پردہ پوشی کرتی۔ عفت کی بے جا ٹوہ اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر ٹوکنے کی عادت نے ارہد کے اندر ضد کا جذبہ بیدار کردیا۔ جس کام سے عفت چاچی اسے ٹوکتی وہ جان بوجھ کر کرتا۔ یہ اس کی غلطی تھی مگر اس کی غلطی کو شہ ملتی جب مما اس کی فیور میں سب کے سامنے دیوار بن کر کھڑی ہوجاتیں تھیں۔

گھر کے فرد کیا کرتے۔ ارہد کو بگاڑنے میں ان دو خواتین نے فل کردار ادا کیا۔ بے جا سختی اور بے جا نرمی دونوں بچوں کو بگاڑ دیتی ہیں اور ارہد کے ساتھ یہی ہو رہا تھا۔ ایک طرف سے بے حد نرمی تھی اور دوسری طرف سے روک ٹوک تھی تو وہ بھی ضرورت سے زیادہ۔ حالانکہ عفت چاچی نے بہت محبت سے اسے پالا تھا۔ گود میں کھلایا تھا اگر وہ اب بھی اپنی پرانی جون میں اسے سمجھاتیں۔ نرمی اور پیار سے اسے اچھے برے کا احساس دلاتی تو شاید وہ ضد پر نہ اترتا۔

دوسری طرف سیما کی حد سے زیادہ پردہ پوشی بھی نقصان دہ تھی۔ اباجی کے سمجھانے پر انہوں نے پختہ ارادہ باندھا تھا کہ اب وہ ارہد پر سختی کریں گی مگر اگلے ہی دن عفت نے جو واویلا کیا۔ سیما برداشت نہ کرسکیں ارہد کو اسموکنگ کرتے ہوئے عفت نے دیکھ لیا تھا۔ گھر میں واحد ہانیہ تھی جسے یہ پتہ تھا اور چاہتی بھی نہیں تھی کہ کسی اور کو پتہ چلے وہ خود ارہد کو سمجھانا چاہتی تھی اسے امید بھی تھی کہ وہ مان جائے گا۔ مگر جو صورت حال گھر میں جاری تھی اس نے ارہد کو چڑچڑا اور ضدی کردیا تھا۔ مما نے اسے دیکھ لیا تھا تو اباجی سے بات کرتیں مگر انہوں نے پورے گھر کے سامنے ارہد اور تائی امی کی اچھی خاصی بے عزتی کردی تھی۔

"عفت تم بے وجہ کے ایشو روز بنا کر کھڑے کردیتی ہو۔ کیا ثبوت ہے تمہارے پاس کہ ارہد نے سگریٹ پی؟"

"پتہ تھا مجھے آپ نے اپنے بیٹے کا دانا ہے پر یقین نہیں کرنا۔ تب ہی میں اس کے کمرے سے یہ اٹھالائی ہوں۔ صرف سگریٹ ہی نہیں پیتا ساتھ ہی ڈرگس بھی لیتا ہے آپ کا لاڈلا۔" انہوں نے یوں فخریہ انداز میں سگریٹ کا پیکٹ اور ایک شاپر ٹیبل پر یوں رکھا گویا بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہو۔

"میں کیسے مان لوں کہ تم نے واقعی ارہد کے کمرے سے سامان اٹھایا ہے۔ جس طرح تم میرے بچے کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئی ہو۔ ان دنوں تم اسے بدنام کرنے کے لیے کچھ بھی کرسکتی ہو۔ یہ تم نے کوئی چال چلی ہے۔" سیما ہرگز ماننے کو تیار نہ تھیں۔

"آپ کی اسی شہ پر یہ دن دیکھا ہے ہم نے..... خود اپنے ہاتھوں برباد کررہی ہیں آپ اپنے بیٹے کو۔ ارے کبھی تو اس کی غلطی مان لیا کریں۔ آج نشہ کرنے لگا۔ کل کلاں کو قتل کرکے بھی آگیا تب بھی آپ نے اس کی فیور کرنی ہے۔"

"عفت بس کرو۔" بشیر احمد کو مداخلت کرنی پڑی۔

"مت بھولو ارہد تمہارا بھی کچھ لگتا ہے؟"

"اباجی آپ بھی ہمیں ہی غلط کہہ رہے ہیں۔ اب بھی جب پانی حد سے گزر گیا۔" وہ بری طرح تلملائیں اور پیر پٹختی اندر چلی گئیں۔

اسی وقت گھر کے تمام فرد جمع تھے۔ حنا کے بچے بھی سب موجود تھے۔ جب عفت نے سیما اور ارہد کی بے عزتی کی تھی۔ اباجی نے ارہد سیما اور صفدر احمد کو کمرے میں بلایا تھا۔

"ہاں کرتا ہوں میں نشہ اور اب تو جان بوجھ کر کروں گا ان کے سامنے کروں گا۔ دیکھتا ہوں کہ کیا بگاڑلیں گی میرا۔"

"ارہد....." نہ چاہتے ہوئے بھی صفدر کا ہاتھ اٹھ گیا۔

اس وقت ارہد برا بھلا سمجھنے کی حالت سے باہر تھا۔ باپ کے تھپڑ نے مزید طیش دلایا اور وہ سب کے پکارنے کے باوجود گھر سے باہر نکل گیا۔

"حد کردی آپ نے عفت۔ نے کون سی کسر چھوڑی تھی جو آپ نے مزید جلتی پر تیل کا کام کردیا۔ جوان خون ہے۔ اس طرح نہیں سمجھے گا۔" سیما بولی۔

"یہ ہی ڈھیل ہے تمہاری، جو آج یہ دن دیکھا ہے ہم نے...... سچ کہتی ہے عفت۔ تم نے بگاڑا ہے ارہد کو۔" بشیر احمد سر تھام کر رہ گئے۔ کوئی ان کی سننے کو تیار نہ تھا۔ بس اپنی اپنی ہی کہے جارہے تھے۔

ارہد غصے میں نکلا تھا۔ دوپہر سے رات ہوگئی اور رات سے صبح وہ نہیں آیا۔ فون بھی سوئچ آف تھا۔ سیما جلے پیر کی بلی بن کر گھر میں گھوم رہی تھی۔

"دیکھ لیا بھتیجے کا یہ کارنامہ بھی۔ اگر بڑے کچھ کہہ دیں تو گھر سے فرار ہوجاؤ۔ بس کہہ دیتی ہوں آپ سے اب میں ہرگز اپنی بچی کی زندگی برباد نہیں کروں گی۔ اس نشئی کے ساتھ۔"

"کس طرح کی زبان استعمال کررہی ہو عفت...... صحیح تو کہتے ہیں اباجی۔ ارہد ہم سب کا بچہ ہے۔ اسے سمجھانے کے بجائے تم اس طرح الفاظ استعمال کررہی ہو۔"

"میرا کوئی بچہ وچہ نہیں ہے۔ میرے بچے ایسا کرتے تو جان سے ماردیتی۔"

"بس کردو...... اللہ کا خوف کرو۔" ارشد احمد نے جھڑک دیا۔

دو دن بعد صفدر بھائی اسے اس کے دوست کے گھر سے لائے تھے۔ مگر اس کی جو حالت تھی وہ انہیں شرمندگی میں دھکیل گئی۔

"لو دیکھ لیا۔ اب اور کیا ثبوت درکار ہے سیما بھابی آپ کو۔ آپ کا لاڈلہ نشے سے بے حال ہے۔" صفدر اور سیما جس غم سے دوچار تھے عفت ان کے دکھوں پر نمک ڈالنے سے باز نہ آئیں۔

"بس اباجی آج فیصلہ ہوگیا۔ میں اپنی معصوم بچی کی زندگی برباد نہیں کرسکتی۔ ارے آنکھوں دیکھی مکھی کون نگلتا ہے۔ ہماری طرف سے صاف انکار ہے۔" جس بات کا ڈر اس کی نیندیں اڑارہا تھا وہ کیسے منہ پھاڑے

سامنے آ گیا تھا۔ اس نے بانہوں سے بھر کی نگاہیں اس بے مہر پر ڈالیں جسے اپنا ہوش بھی نہ تھا اور اندر ہی اندر سسکتی نبیلہ چاچی کی بانہوں میں آ کر پناہ لی جو خود بہت دکھی تھیں۔ ایک تو ارہد کی وجہ سے دوسرا یہ جو کچھ ہو رہا تھا اس کی وجہ سے۔

"بھابی اس طرح سے فیصلے نہیں ہوتے۔ ارہد ہمارا اپنا بچہ ہے...... ہم اسے سمجھائیں گے۔ اچھا برا بتائیں گے۔ ایک موقع دیں آپ۔" اظہر نے بولنا چاہا۔

"بس بھیا بہت موقع دے دیا۔ اتنی بار کہا ہر بار ان کی اماں اپنے بچے کی غلطی چھپا جاتیں۔ مگر بس اب بہت ہوگئی۔" عفت کسی صورت ماننے کو تیار نہ تھیں۔ سب نے وقتی غصہ سمجھا مگر وہ اٹل رہیں۔ کئی دن گھر میں یہ ہی صورت حال رہی سب عفت کو مناتے۔ مگر وہ نہیں مانیں۔ حتیٰ کہ ارشد احمد بھی ان کے حامی تھے۔ بشیر احمد نے بہت کوشش کی مگر بے سود۔

"اباجی میں گھر سے جا رہا ہوں۔ اب یہاں نہیں رہ سکتا۔ عفت اپنی جگہ جائز بات کر رہی ہیں۔ میری بیٹیاں ہیں اور نشے میں انسان اچھے برے کی تمیز کھو بیٹھتا ہے۔"

"ارشد احمد۔" صدمے سے کتنی دیر اباجی بول ہی نہ پائے۔

"مجھے دکھ ہے اباجی کہ میرے فیصلے سے آپ کے دل کو ٹھیس پہنچی ہے۔ مگر میں مجبور ہوں۔"

تب انہیں یہ فیصلہ لینا پڑا...... ارشد گھر سے باہر جاتا تو جانے کتنے لوگوں کی زبانوں پر ہزاروں باتیں ہوتیں۔ اس لیے اپنے ہاتھوں سے بٹوارہ کر دیا اور تینوں بچوں کا حصہ علیحدہ کر دیا۔ تاکہ جھگڑا مزید نہ بڑھے اور بھائی بھائی میں ہاتھا پائی نہ ہو۔

"عفت تم جو بھی کر رہی ہو اچھا نہیں کر رہیں۔ ارہد میں ہزاروں برائیاں ہیں مجھے اقرار ہے اور اس عمر میں بچے اکثر غلطیاں کر جاتے ہیں۔ ہمارا فرض ہے انہیں سمجھانا۔ مگر تم نے میرے بیٹے کے ساتھ جو کیا اس کے پیچھے کا راز مجھے پتہ ہے۔ تم نے ہانیہ کو اپنی بہن کے بیٹے سے بیاہنا تھا تو...... بات تم سب کے ساتھ مل کر ویسے بھی فائنل کر سکتی تھیں۔ میں برا نہ مناتی مگر تم نے میرے بیٹے کے ساتھ بہت برا کیا۔ تم نے یہ انتہائی قدم اٹھا کر میرے ارہد کو برباد کر دیا...... میں اسے سنبھال لیتی، سنبھال لیتے ہم مگر......" جس دن گھر کے پورشن بنے عفت کو آخری بار سیما بھابی نے بہت بکھرے ہوئے لہجے میں کہا تھا۔

"ہمیشہ ہی آپ کو بیٹے کی کرتوتوں کی چشم پوشی کی عادت ہے۔ اب بھی الزام میرے سر پر ڈال دیا۔ خیر ہانیہ میری بچی ہے۔ اس کے بارے میں فیصلہ لینے کا حق بھی میرا ہے۔ آپ اپنے اکلوتے بیٹے کو سنبھالیں۔ خاندان بھر میں ناک کٹوائے گا ایک دن۔"

"وہ تو بچہ ہے عفت بہو...... اپنے گھر کی بدنامی تو تم نے خود اپنے ہاتھوں شروع کر دی ہے۔" بشیر احمد کو عفت پر بہت غصہ تھا یہ ہی وجہ تھی کہ علیحدہ ہونے کے بعد انہوں نے اپنے چھوٹے بیٹے کے ساتھ رہنے کو ترجیح دی۔ جب کہ ارشد کی طرف وہ نہ ہونے کے برابر تھے۔

....

کچھ لوگوں کی قدر ہمیں انہیں کھونے کے بعد محسوس ہوتی ہے۔ وہ دن رات اسے سمجھاتی رہی ہاتھ جوڑتی، آنسو بہاتی، منتیں کرتی رہی مگر ارہد نے کتنا ہرٹ کیا اسے بے پروائی برتتا رہا۔ اس کی باتوں کو اس کے آنسوؤں کو اہمیت نہ دی۔ وہ تو گھر سے زیادہ تر باہر وقت گزارتا تھا۔ مگر ہانیہ سارا دن گھر میں رہتی تھی اسے حالات کا رویے کا احساس تھا۔ تب ہی تو اس کے دل میں وسوسے تھے۔ وہ اپنے وہموں کا اظہار کرتی، کچھ ہو جانے کا ڈر اسے کھو دینے کا خدشہ ہمہ وقت لگا رہتا تھا۔ وہ طفل تسلیاں دے کر اسے بہلاتا۔ اسے جانے کیوں پختہ یقین تھا کہ وہ اسے نہیں کھو سکتا وہ صرف ارہد احمد کی ہے اور بس۔

شاید اس امید پر کہ یہ رشتہ دادا جی نے طے کیا تھا اور وہ کبھی یہ ٹوٹنے نہ دیں گے۔ مگر عفت چاچی نے ایک ہی جھٹکے میں اس کے یقین کے موتیوں کی لڑی یوں توڑی تھی۔ موتی موتی بکھر گیا اور ساتھ ہی ارہد احمد کو بھی بکھیر

گیا۔ کچھ ہانیہ کو کھو دینے کا احساس پھر وہ ذلت جو حارث نے اس کی کی۔ اس نے ارہد کو گھر سے بالکل بے گانہ کردیا۔ وہ ہر وقت ہوش و خرد سے بے گانہ رہتا۔

سیما کو احساس ہوا کہ ان کی بے جا حمایت نے ارہد کو بالکل ہی ہاتھوں سے نکال دیا تھا۔ مگر اس کے بابا کے لیے اس کی یہ حالت گہرے صدمے کا باعث بنی تھی اور وہ ہارٹ اٹیک کے باعث ہاسپٹل میں ایڈمٹ تھے جب دادا جی اور مما نے جیسے اسے جھنجھوڑ دیا تھا۔

''آج تیری وجہ سے تیرے بابا زندگی اور موت کی کشمکش میں ہیں ارہد۔ کتنا بدبخت بیٹا ہے تو۔ جسے باپ کا احساس ہے نہ گھر کا۔ تو اکلوتا بیٹا ہے ان کا۔ تین جوان بہنوں کا بھائی۔ ارے اس عمر کے بچے تو باپ کا سہارا ہوتے ہیں اور کم بخت تو...... تو' تو خود سہاروں کا محتاج ہے۔ وہ دن رات محنت کر کے کماتے ہیں اور تو ان کی حق حلال اور محنت کی کمائی نشے کی جہنم میں اتار رہا ہے۔'' مما نے اس کے گریبان کو پکڑ کر بری طرح جھنجھوڑا تھا۔

''ارہد تم مجھے بہت عزیز ہو کیونکہ تم میرے بڑے بیٹے کی سب سے بڑی اولاد ہو۔ مگر آج تیری وجہ سے میرے بیٹے کو کچھ ہو گیا ناں تو یاد رکھو عمر بھر تیری شکل نہیں دیکھوں گا۔'' دادا جی کی آنکھوں میں نمی تھی۔

''ابھی بھی وقت ہے سنبھل جا۔ باپ کا سہارا بن۔ ناں کہ دربدر بھٹکتا پھرے۔ تیری وجہ سے ہمارے گھر میں دراڑ پڑ گئی۔ بھائی بھائی علیحدہ ہو گئے اور اب تیری وجہ سے تیرے بابا ہاسپٹل میں ہیں۔ اب تو ہوش کے ناخن لے لے۔'' مما بکھرنے لگیں۔ اس کے سامنے مما اور دادا کا چہرہ تھا اور اس کی روح تک لرز گئی یہ سوچ کر ہی کہ اگر بابا کو کچھ ہو گیا تو...... جب تک بابا کو ہوش نہیں آیا ان سب کی جان پر بنی رہی۔ مگر جب ڈاکٹرز نے تسلی دی کہ اب خطرے سے باہر ہیں تو سب سے پہلے وہ ہی اندر گیا تھا اور بابا سے لپٹ گیا۔

''بابا پلیز مجھے معاف کر دیں۔ میری وجہ سے آپ کی یہ حالت ہوئی میں ذمہ دار ہوں۔ آپ مجھے جو چاہیں سزا دیں مگر پلیز جلدی سے ٹھیک ہو جائیں۔'' صفدر احمد اب بہتر تھے۔

''سزا نہیں ارہد...... ہم تو چاہتے ہیں تو زندگی کی طرف لوٹ آ۔'' نقاہت بھری آواز تھی ان کی۔

''آپ جیسا چاہیں گے میں وہ ہی کروں گا بس آپ ٹھیک ہو جائیں۔'' وہ بچوں کی طرح رو دیا۔

صفدر احمد کئی دن ہاسپٹل میں رہے۔ صرف ارشد انہیں دیکھنے آئے عفت نہ خود آئیں نہ بچوں کو آنے دیا۔ حالانکہ بچے تایا ابو کو دیکھنے کے لیے تڑپ رہے تھے۔ ہانیہ نے ماں سے چھپ کر دادا جی کے فون سے بات بھی کی تھی وہ بہت رو رہی تھی مگر وہ کیا کرتے سب مجبور تھے۔ عفت نے ایسی ضد لگائی تھی کہ......

''بیٹا دعا کیا کرو ان شاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔'' دادا جی نے اسے حوصلہ دیا۔

صفدر احمد صحت یاب ہوئے تو انہوں نے پہلا کام ارہد کو شہر کے سب سے اچھے سینٹر میں ایڈمٹ کر دیا جہاں نشے کے عادی لوگوں کا بہت اچھے پیمانے پر علاج کیا جاتا تھا۔ شروع شروع میں ارہد کی حالت پر ان سب کی آنکھیں بھر آئیں۔ اس کا تڑپنا' اس کی بے بسی لاچاری وہ کیسے اپنے ہاتھوں سے اپنے بال نوچتا۔ پاگلوں سی حالت ہو جاتی۔ سیما نے تو جانا ہی چھوڑ دیا تھا۔ اپنے لخت جگر کی یہ حالت ان کا کلیجہ چھلنی کر دیتی تھی۔

مگر ارہد نے خود ہی یہ فیصلہ کر لیا تھا اور اسی لیے بہت جلد اس کی ہمت' مستقل مزاجی اور پختہ ارادے کی وجہ سے اس کی حالت میں بہت بہتری آ گئی تھی۔ چھ ماہ اس کا مستقل علاج ہوا تھا۔ جب کہ ذہنی تربیت اب بھی جاری تھی۔ دادا جی نے بھی اس نازک موقع پر جس میں ارہد نے ایک نئی زندگی کا آغاز کیا تھا اس کا بہت ساتھ دیا۔ سب خوش تھے ارہد کو دیکھ کر وہ بھی سب کی خوشی اور ان کے چہروں کے اطمینان کو دیکھتا تو پُرسکون ہو جاتا۔

مگر اپنی غلطیوں کی وجہ سے جو نقصان کر لیا تھا جو کھو دیا تھا وہ اس کے دل میں ٹیس اٹھا دیتا۔ کسی کی کٹورہ سی

آنکھیں جن میں ڈھیروں آنسو بھر کر وہ اس سے فریاد کرتی تھی۔ اسے کھونے سے ڈرتی تھی۔ وہ چہرہ دن رات اس کی سوچوں کا محور بنا رہتا۔ اب تو کبھی کبھار اس کی جھلک دیکھنے کو ملتی تھی۔ کتنے شکوے ہوتے تھے اس کی نگاہوں میں۔ اپنا آپ صاف مجرم نظر آتا تھا۔

"تمہیں کھونے کا تو میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا ہانی۔ میری زندگی میں صرف تم تھی اور اگر تم نہیں رہیں تو کوئی بھی نہیں آسکتی۔ میں تمہارا مجرم ہوں۔ تم نے تو بارہا مجھے احساس دلایا تھا۔ کاش میں سمجھ پاتا۔ عفت چاچی کی ضد میں آ کر میں نے جو بھی غلط قدم اٹھایا اس میں نقصان تو میرا ہوا ناں......دل تو تمہارا ٹوٹا' مان اور اعتبار کو ٹھیس پہنچی۔" یہ احساس اسے شدت سے تھا کہ اس نے ہانیہ کے اعتبار کو توڑا ہے۔ تب ہی وہ اس کے سامنے نہیں آپاتا تھا۔

❀ ...... ❀ ...... ❀ ❀

ارہد نے زندگی کا مثبت آغاز کیا جو بشیر احمد کی روح تک کو سرشار کر گیا۔ مگر بیٹے یوں علیحدہ علیحدہ ہوئے یہ ان کے دل پر ضرب لگا گیا تھا۔ بڑا بیٹا تو سب کچھ بھول کر پھر سے بھائی سے ملنے کو تیار تھا۔ مگر ارشد اور عفت کے اندر ناراضگی تھی اور اس ناراضگی میں جب عید بھی گزر گئی اور ارشد بھائی سے عید تک نہ ملنے آئے تو بشیر احمد کے دل کو گہرا صدمہ ہوا۔ وہ پہلے کی طرح نہ رہے بلکہ نڈھال سے ہو گئے اور جب ان کی بہن کو بھائی کے بیمار رہنے کی خبر ملی تو وہ اسلام آباد سے فوراً آ گئیں۔ یہاں آ کر گھر کے تین حصے دیکھ کر خود بخود بھائی کی بیماری کی وجہ معلوم ہو گئی......انہوں نے اظہر سے پوچھا تو اظہر نے مختصراً انہیں سب بتا دیا۔ اسی شام ارشد بھی ابا جی کی طبیعت معلوم کرنے آ گئے۔

"پھوپو آپ کب آئیں؟"

"رات ہی پہنچی ہوں۔" انہوں نے مختصراً کہا۔

"عفت نہیں آئی؟" سوال جتنا آسان تھا ارشد نے اتنا ہی ٹائم لے لیا۔ "ارشد بیٹا' بہت دکھ ہوا یہ دیکھ کر جس گھر کو

میرے بھائی نے اپنی محبت سے بنایا تھا تم لوگوں نے وہاں نفرت کے بیج بو کر اس کو حصوں میں بانٹ دیا۔" ارشد سر جھکا گئے۔ انہیں خود بھی اباجی کی طبیعت کا احساس تھا اور وہ سمجھتے تھے مگر؟ پھوپو ان کی طرف بھی گئی تھیں۔ بچے اتنے سالوں بعد ان کی آمد پر بہت خوش تھے۔ یوں تو عفت بھی اچھے سے ملی تھیں مگر وہ بھانپ گئی کہ عفت کے دل میں خفگی ہے۔

"پھوپو آپ رکیں گی ناں؟"

"نہیں بچے اتوار تک واپسی ہے۔ آگے بقر عید ہے بچے پہلے ہی کہہ رہے تھے کہ اماں عید سے پہلے آجائیے گا۔"

"یہ عید آپ ہمارے ساتھ کرلیجیے گا۔ اتنے سالوں بعد تو آئیں ہیں۔"

"نہیں بیٹا میرے بچے کبھی نہیں مانیں گے۔ عید تو موقع ہوتا ہے سب سے مل بیٹھنے کا۔ اگر اس موقع پر بھی ہم اکٹھے نہ ہوں تو کیا مزہ تہوار کا۔"

"عید کے چوتھے دن ہانیہ کی بات طے کر رہے ہیں پھوپو۔ آپ رک جائیں۔ ہماری بچی کو دعائیں دے دیجیے گا۔" عفت کا مقصد انہیں روکنا نہیں بلکہ انفارم کرنا تھا تاکہ سب کو پتہ چل جائے کہ وہ اپنی بیٹی کا رشتہ کر رہی ہیں۔ لحہ بھر کو انہیں بھی جھٹکا لگا مگر پھر وہ سنبھل گئیں۔ انہوں نے آتے ہی نبیلہ سے پوچھا تھا۔

"بہو ہانیہ اور ارہد کی بات تو بچپن میں طے تھی ناں؟"

"جی پھوپو...... مگر عفت بھابی نے انکار کردیا تھا۔ اب وہ اپنی بہن کے بیٹے سے رشتہ طے کر رہی ہیں ہانیہ کا۔"

"یہ ہی دکھ تو اباجی کو بیمار کر گیا۔"

"بھائی جان کو پتہ ہے؟"

"ہانیہ نے مجھے بتایا تھا میں نے اباجی سے بات کی تھی کہ شاید اب بھی بگڑی بات بن سکے مگر...... عفت بھابی نہیں مانیں۔" پھوپو کو بھی دکھ ہوا تھا جو رشتہ ان کی مرحومہ بھابی نے اپنی خوشی سے طے کیا تھا وہ عفت نے کیسے توڑ دیا!

"بھائی جان نے بھی کچھ نہ کہا۔" وہ سوچ کر رہ گئیں۔

❀ ...... ❀ ...... ❀ ...... ❀

"دادا جی پلیز اب چھوڑ دیں یہ بیماری اور پہلے کی طرح جوان بنیں۔" ارہد ان کے پاس بیٹھا مذاق کر رہا تھا۔ نبیلہ اظہر اور پھوپو بھی وہیں بیٹھیں تھیں۔ جب ہانیہ باڑھ پھلانگ کر ادھر آئی تھی۔ مگر ارہد کو دیکھ کر مڑنے لگی۔

"ہانی آؤ ناں بچے۔" پھوپو نے آواز دی تو لاچار اسے آنا پڑا۔ اس نے سب کو سلام کیا۔ پھر دادا جی کی طبیعت پوچھی۔

"ٹھیک ہوں بچے۔ تم بتاؤ تمہارا بخار اترا؟"

"جی دادا جی۔" اس نے ہلکے سے لب ہلائے تھے۔ ارہد نے کن انکھیوں سے اسے دیکھا۔ جس کے چہرے پر پہلے والی بات قطعی نہ رہی تھی۔ بمشکل وہ پانچ منٹ رکی ہوگی اور پھر آنے کا کہہ کر تیزی سے باڑھ کراس کر گئی ارہد کے دل کو کچھ ہوا تھا۔

"اچھا نہیں کر رہی ہے عفت۔ بچی ادھ موئی ہوگئی ہے کیسی ماں ہے اسے اپنی اولاد کی خوشی کا بھی خیال نہیں۔" انہیں یہ علم نہ تھا کہ ابھی گھر والوں نے ارہد کو یہ بات نہیں بتائی تھی۔

"قصور آپ کا ہے بھائی جان آپ کے ہوتے ہوئے عفت کیسے ہانی کا رشتہ کہیں اور کرسکتی ہے؟"

"سب اپنی اپنی مرضی کے مالک ہیں نسیمہ اب ہماری کون سنتا ہے۔"

"ارشد سے ایک بار بات تو کریں۔"

"پھوپو ارشد بھائی کا حق نہیں بنتا تھا کہ ہانیہ کا رشتہ طے کرنے سے پہلے اباجی سے آکر بات کرتے۔ ان کی اجازت لیتے۔ مگر انہوں نے تو جیسے تمام فیصلوں کا اختیار عفت بھابی کو دے دیا ہے۔" پہلی بار اظہر نے لب کشائی کی تھی۔

"یہ تو طے ہے کہ ہم میں سے کوئی نہیں جائے گا اس منگنی میں۔" ارہد نے پہلی بار گردن اٹھا کر اپنے چاچو کو

دیکھا۔

"گویا چاچی نے ہانیہ کا رشتہ طے کردیا۔" اس کے دماغ میں جیسے دھماکے سے ہوئے تھے اور وہ فوراً اٹھ گیا۔

"میری غلطی کی سزا جو میں نے پائی ہے وہ کم ہے کیا؟ میں عفت چاچی سے معافی مانگ لیتا ہوں مما۔ وہ جو کہیں گی میں مان لوں گا مگر انہیں کہیں مما پلیز مجھ پر یہ ظلم نہ کریں۔ مما آپ بابا سے کہیں کہ چاچو ارشد سے بات کریں۔ کچھ تو کریں ناں مما کہ ہانیہ پھر سے میری ہوجائے۔ آپ ہی کہتی تھیں ناں مما کہ وہ ہماری ہے صرف ہماری۔ پھر کیسے وہ کسی اور کی ہوسکتی ہے۔" وہ سیدھا آکر ماں کے قدموں میں بیٹھا اور بہت ٹوٹے شکستہ لہجے میں ان سے فریاد کررہا تھا۔ جو بیٹے کی حالت دیکھ کر خود بھی رو پڑیں تھیں۔

"تمہاری چاچی نہیں مانے گی۔ اس رشتے کے لیے تو اس نے ہم سب کو چھوڑ دیا۔" ان کے کمزور لہجے میں نمی تھی۔ اربد نے ان کے گھٹنوں پر سر رکھ دیا۔

"میرے لیے نہ سہی اپنی بیٹی کی خوشی کے لیے مان جائیں گی ناں وہ؟ انہیں اپنی بیٹی کے چہرے پر کرب نہیں نظر آتا مما۔ کیا وہ نہیں جانتیں کہ ہانی کے دل میں کیا ہے؟ کیسی ماں ہیں وہ جنہیں اپنی بیٹی کی خوشی کا بھی احساس نہیں۔ میری ضد میری غلطی کی سزا وہ اپنی اولاد کو کیوں دے رہی ہیں؟" اس کے کسی سوال کا جواب نہیں تھا سیما کے پاس۔ وہ اپنے بیٹے کا سر تھپکنے لگیں اور اپنے آنسو دوپٹے کے پلو میں جذب کرنے لگیں۔

⁂ ...... ⁂ ...... ⁂

"میں اندھا نہیں ہوں عفت بیگم میں نے اپنی آنکھوں سے تمہارے بھانجے کو شراب پیتے دیکھا ہے۔" ارشد احمد کی آواز تیز تھی اور عفت کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔

"اچھا آہستہ بولیے ناں، بچے جوانی میں ایسی حرکتیں کرلیتے ہیں آپ کیوں شور کررہے ہیں؟"

"واہ عفت بیگم اپنے بھانجے کی اتنی چشم پوشی اور جب بات ہمارے اپنے گھر کے بچے کی تھی تب تم نے کتنا واویلا کیا تھا۔"

"تمہارا بھتیجا نشہ کرتا تھا۔ افنان تو کبھی کبھار......"

"نشہ کرتا تھا۔" ارشد نے لفظوں پر زور دیا۔ اربد ان کے سامنے تھا۔ وہ جان چکے تھے کہ اربد نے سب چھوڑ دیا ہے۔

"اور تمہارے بھانجے کی مکمل معلومات میں نے اس کے دوست سے لی ہے۔ شوقیہ نہیں وہ عادتاً شراب نوشی کرتا ہے۔"

"بڑے گھر کے بچے تو ایسی حرکتیں کرتے ہی ہیں۔ آپ یہ دیکھیں ہماری ہانی کروڑوں میں کھیلے گی۔ آپا کہتی ہیں وہ رانی بنا کر رکھیں گی ہانی کو۔"

"تف ہے تم پر عفت۔ روپے پیسے کے لالچ میں بیٹی کو شرابی بھانجے سے بیاہ رہی ہو۔"

"ارشد کیا کہہ رہے ہیں آپ۔ افنان شراب نہیں پیتا کسی دوست نے زبردستی پلادی ہوگی۔" وہ منمنائی۔ جو بات آج تک وہ چھپانے میں کامیاب رہی تھی۔ اب جانے ارشد کو کیسے پتہ چلی تھی وہ کسی صورت یہ رشتہ نہیں کھونا چاہتی تھی۔ بے شک ان کا بھانجا شراب پیتا تھا مگر کروڑ پتی تھا۔ ان کے بھتیجے کی طرح مڈل کلاس سے تعلق نہیں رکھتا تھا۔

"بس کرو عفت خدا کے لیے لالچ میں اندھی نہ بنو۔ مجھے سب پتہ چل چکا ہے۔" وہ جیسے چیخ پڑے۔

"میں اپنی بہن کو زبان دے چکی ہوں ارشد۔ ماں ہوں ہانیہ کی دشمن نہیں اور شادی سے پہلے لڑکے اکثر ہوتے ہیں ایسے۔ مجھے امید ہے کہ میری ہانیہ افنان کو سدھار دے گی۔ مجھے اپنی بچی پر مان ہے۔"

"میری مرحومہ ماں کی زبان میرے ابا جی کی زبان کا پاس رکھا تم نے۔ میرے بھائی صدمے سے ہارٹ پیشنٹ بن گئے۔"

"تمہارے بھائی میری وجہ سے نہیں اپنے بیٹے کے کرتوت کے باعث ہارٹ پیشنٹ بن گئے۔" انہوں

ماہنامہ داستانِ دل ساہیوال

ادب کی دنیا میں ایک نیا نام

نئے لکھنے والوں کے لئے ایک بہترین پلیٹ فارم

اگر آپ لکھاری ہیں اور تحریر کسی مستند ادارے میں بھیجنا چاہتے ہیں تو ابھی داستانِ دل کو بھیجیں۔ آپ کی تحریر قریب کے شمارے میں پبلش کی جائے گی۔ آپ اپنے افسانے، ناولٹ، ناولز، کہانیاں، جگ بیتیاں، آپ بیتیاں، غزلیں یا پھر نظمیں ہمیں ای میل کے ذریعے، ڈاک کے ذریعے یہاں تک کہ وٹس ایپ کے ذریعے بھی بھیج سکتے ہیں۔ بس آپ کی تحریر اردو میں لکھی ہونی چاہیئے۔ اگر آپ نئے لکھاری ہیں تو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، آپ اپنی تحریر ہمیں بھیجیں ہم اس کو صحیح کر کے اپنے شمارے کا حصہ بنائیں گے۔ اگر آپ لکھنا نہیں جانتے تب بھی آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں آپ ہمیں کوئی بھی اچھی سی غزل یا اقوال زریں انتخاب کے لئے بھیج سکتے ہیں۔ وہ بھی داستانِ دل کا حصہ بنے گا۔ اس کے علاوہ آپ اپنی تحریر موبائل پر بھی میسج کر سکتے ہیں بس اردو میں تحریر ہو۔

ہمارے داستانِ دل کے سلسلے کچھ اس طرح سے ہیں

محبت نامے، ملک کی ممتاز شخصیات کا انٹرویو، افسانے ناولز، ناولٹ، غزلیں، نظمیں، حمد، نعت اور انتخاب

اس کے علاوہ آپ کی ہر تحریر کو ہمارے شمارے میں خاص جگہ دی جائے گی۔ آپ ہمارے سارے شمارے پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر پڑھ سکتے ہیں اور پڑھ کر اپنی رائے دے سکتے ہیں

ہمارا ایڈریس ہے۔

ندیم عباس ڈھکو چک نمبر L-5/79 ڈاکخانہ 5.L/78 تحصیل و ضلع ساہیوال

وٹس ایپ نمبر: 03225494228

ای میل ایڈریس ہے abbasnadeem283@gmail.com

نے ارشد کو درمیان میں ٹوکا۔

"میں اپنی بیٹی کے لیے زیادہ بہتر سوچ سکتی ہوں۔ ارہد اسے وہ سب نہیں دے سکتا تھا جو افنان کے پاس ہے۔ بلکہ ارہد تو باپ کی کمائی بھی عیاش دوستوں پر لٹا رہا ہے۔ ارشد تم اتنا نہیں سمجھتے کہ تمہارا بھتیجا کل کو نشے کی لت پورا کرنے کے لیے پورا گھر اور گھر کا سامان تک بیچ سکتا ہے۔"

"افسوس ہوا عفت بیگم تمہاری سوچ پر۔ تمام عمر تم نے ہماری فیملی کے ساتھ گزار دی اتنا نہ جان سکیں کہ ہمارا خون کیسا ہے۔ ارہد میں لاکھوں برائیاں تھیں ہر انسان میں ہوتی ہیں مگر اب وہ الحمدللہ بالکل بدل گیا ہے۔ اپنے بابا کے ساتھ کاروبار سنبھال رہا ہے۔ محبت، توجہ اور خلوص ہر برائی کو اچھائی میں بدل سکتی ہے۔ تمہیں اتنا بھروسہ ہے کہ ہانی افنان کو بدل دے گی۔ کیا ہانیہ ارہد کو نہیں بدل سکتی تھی۔ جو بچپن سے ایک ساتھ رہے ایک دوسرے کے مزاج کو سمجھتے تھے۔ ایک دوسرے کی تمام اچھی بری عادتوں سے واقف تھے۔ ہانیہ ارہد کو صحیح راہ دکھا سکتی تھی۔"

"اب کاہے کو آپ گزرے وقت کا رونا رو رہے ہیں۔ ارہد کا اب ہمارے گھر سے اور ہماری بچی سے کوئی تعلق نہیں۔" وہ یک دم بھڑک گئیں۔

"پھر بھی اچھی طرح سوچ لو کہ میں اپنی بیٹی سے بے حد محبت کرتا ہوں اور میں ہرگز ایک شرابی موالی کو اپنی بیٹی نہیں دوں گا۔" آج ارشد ان کی ہی زبان بول رہے تھے جو انہیں نیزے کی طرح لگی۔

"میرے بھانجے کے لیے یہ لفظ استعمال نہ کریں۔"

"عفت بیگم میں کچھ نہیں بھولا۔ میرے دل پر نقش ہیں تمہارا ایک ایک لفظ تم نے ارہد کے لیے کیا کیا لفظ استعمال کیے تھے اور میری زبان سے جو تم نے کہلوایا تھا۔ مجھے آج بھی ان لفظوں پر شرمندگی ہے۔ وقت نے ثابت کر دیا ہے غلطی تمہاری تھی۔ میں اب ہر بات جان لینے کے بعد تمہارا ساتھ نہیں دوں گا۔"

ہی زبان بول رہے ہو۔" ارشد نے بمشکل خود پر کنٹرول کیا تھا ورنہ ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ عفت کا کیا کر ڈالیں۔

"تمہاری بہن اس گھر میں اگر رشتے کی غرض سے آئی تو ان کی بے عزتی کی ساری ذمہ داری تم پر واجب ہوگی۔ اچھی طرح کان کھول کر سن لو۔"

"وہ ضرور آئیں گی۔" ہمیشہ کی ضدی عفت نے بے خوف لہجے میں کہہ کر ارشد احمد کے غصے کو بڑھا دیا۔

"پھر لکھ لو عفت بیگم کہ وہ تمہیں ہمیشہ کے لیے ساتھ لے کر جائیں گی۔" ان کے الفاظ کچھ پل خود انہیں اجنبی لگے وہ قطعی ایسے تھے نہ ایسی سوچ رکھتے تھے۔ مگر عورت کی ضد اور بد زبانی بسا اوقات مرد کو طیش میں وہ کہنے پر مجبور کر دیتی ہے جو کہنا نہیں چاہتے۔ عفت نے گہرے صدمے اور حیرت سے مجازی خدا کو دیکھا پھر جیسے ان کی زبان اور غصے کو بریک لگ گئی۔

"اباجی آج ارشد بھائی کی بہت تیز تیز آواز آ رہی تھی۔ جانے کیا بات ہے۔ عفت بھابی بھی بہت غصے میں بول رہی تھیں۔" نبیلہ انہیں بتانا نہیں چاہتی تھی مگر اسے پتہ تھا کہ ارشد بھائی شوگر اور ہائی بلڈ پریشر کے مریض ہیں۔ غصے میں چیخ کر بولنے سے ان کی طبیعت بگڑ جاتی ہے۔ بس اسی وجہ سے اباجی سے ذکر کیا۔ کیونکہ اس کے بعد ارشد بھائی کی آواز اب تک نہیں آئی تھی۔

"پتہ نہیں میرے گھر کو کس کی نظر لگ گئی ہے۔ صفدر دل کا مریض بن گیا۔ ارشد کو تو سالوں سے شوگر نے کھوکھلا کر رکھا ہے۔" نبیلہ کچھ نہ بولیں عفت بھابی کے مزاج نے گھر کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے۔ وہ شروع ہی سے ضدی تھیں۔ ارشد بھائی صرف گھر میں سکون اور محبت قائم رکھنے کے لیے ان کی ہر ضد برداشت کرتے تھے اور خود مریض بن گئے۔ وہ کچھ سوچ رہی تھیں۔ انہیں اپنے جیٹھ کی فکر تھی۔ جب انہیں سکون نہ آیا تو ہانی کو فون کر ڈالا۔

"ارشد بھائی کی طبیعت تو ٹھیک ہے ناں؟ صبح

"روز روز باپ کی عیادت کا نتیجہ نظر آ رہا ہے۔ ان کی

کیوں اتنا غصہ کر رہے تھے۔" ہانیہ نے انہیں فی الوقت کچھ نہ بتایا۔

"جی چاچی میں نے بابا کو میڈیسن دے دی تھیں وہ اب ٹھیک ہیں۔ بی پی ہائی ہو گیا تھا۔" نبیلہ کو کچھ اطمینان ہوا۔ انہوں نے اباجی کو بھی بتا دیا کہ وہ فکر مند نہ ہو۔ رات میں وہ اپنے شوہر سے کہہ رہی تھی۔

"ارشد بھائی کی طبیعت ٹھیک نہیں چلیں ان کی عیادت کر آئیں۔ مگر ان کے شوہر بھابی سے ناراض تھے جس دن سے انہوں نے ہانیہ کے رشتے والی بات کی تھی سو منع کر دیا۔

"اظہر آپ بھابی کے لیے بھائی کو تو نہیں چھوڑ سکتے۔ ہانی بتا رہی تھی ان کا بی پی ہائی تھا۔"

"بہو ٹھیک کہہ رہی ہے بیٹا...... چلو میں بھی چلتی ہوں۔" نسیمہ پھوپو بولیں۔

"بھابی نے ہمیشہ ہی اپنی ضد منوائی ہے اور بھائی ان کی مانتے گئے۔ تب ہی آج یہ وقت آ گیا ہے۔" اظہر نے غصے میں کہا۔

"برا نہ ماننا اظہر بیٹا۔ اب کیا فائدہ رشتہ تو ختم ہو چکا ہے ناں اگر تب ہی آپ لوگ بات سنبھال لیتے تو آج یہ نوبت نہ آتی۔ انکار وہ سب کے سامنے کر گئی تھیں تو ظاہر ہے انہیں اپنی بچی کا رشتہ کہیں نہ کہیں تو کرنا ہے۔"

"پھوپو اس وقت حالات ایسے تھے کہ ہمیں لگا کہ ارہد کو شاید شاک ہی غلط راہ سے ہٹا دے۔ عفت بھابی بھی غصے میں تھیں۔ سب نے یہ ہی خیال کیا کہ حالات کچھ نارمل ہو جائیں تو بات کریں گے۔ پھر اب جب کہ ارہد ماشاء اللہ بہت بہتر ہے۔ اپنا اچھا برا سمجھ سکتا ہے سب چھوڑ چکا ہے میرا ارادہ تھا ارشد بھائی سے بات کرنے کا۔ مگر تب ہی بھابی نے یہ شوشہ چھوڑ دیا۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا ناں کہ سیما بھابی درست تھیں۔ وہ پہلے ہی عفت بھابی کا ارادہ جانتی تھیں۔"

"کیا ملے گا اب ان باتوں کے ذکر سے۔ ہمارا حق کہاں ہے اولاد ہے ان کی وہ بہتر فیصلہ کر سکتے ہیں ان کے بارے میں۔" اباجی بھی آ گئے تھے۔

"اباجی اگر یہ ہی سب کرنا تھا تو بچپن میں فیصلے نہ کرتے۔ آپ نے ہار مان لی عفت بھابی سے۔ صفدر بھائی نے ارشد بھائی نے چپ سادھ لی۔ مگر آپ سب نے ارہد اور ہانیہ کا سوچا ہے۔ ان تمام صورت حال سے ان پر کیا اثر پڑا۔ سب جانتے ہیں بچپن سے منسوب ہونے کی وجہ سے ہانیہ نے صرف ارہد کو سوچا ہے۔ اسے چاہا ہے اور ارہد اسے تو یہ یقین تھا کہ وہ کتنا ہی برا ہو اس کے دادا جی اس کے حق کے لیے کھڑے ہوں گے۔ عفت چاچی کچھ بھی کر لیں ہانیہ کو کوئی بھی اس سے الگ نہیں کر سکتا اور یہ ہی امید وہ ہمیشہ ہانیہ کو دیتا تھا مگر آپ لوگوں نے دونوں بچوں کی امیدیں توڑ دیں۔ وہ مان توڑ دیا جو ارہد کو آپ پر تھا اور ہانیہ ارہد پر کرتی تھی۔ سال ہو گیا ہے بچے مرجھا گئے ہیں۔ ان کی آنکھوں کے دیپ بجھ گئے ہیں لیکن کسی کو کوئی فرق نہیں پڑا۔ اب جب کہ ارہد سدھر گیا ہے جب سے اسے ہانیہ کی بات طے ہونے کا علم ہوا ہے وہ کمرے میں بند ہے۔ اگر خدانخواستہ اس نے پھر اپنے لیے کوئی غلط راہ چن لی تو کون ذمہ دار ہو گا۔ ہم سب ذمہ دار ہوں گے۔ کیونکہ ہم نے ان کی نسبت طے کی تھی۔ اس وقت جب انہیں اس لفظ کے معنی تک معلوم نہ تھے۔" اظہر نے جیسے آج بھڑاس نکالی تھی۔ بولنے پر آئے تو بولتے ہی چلے گئے۔

"صرف ایک بار آپ کو بات کرنی چاہیے تھی ناں اباجی ارشد بھائی سے۔ بات کرتے تو شاید کوئی اچھا حل نکل جاتا۔" انہیں اباجی سے بھی گلہ تھا۔

"آپ اس گھر کے بزرگ ہیں۔ آپ کی مرضی سے ہر فیصلہ ہوتا ہے پھر اتنا بڑا فیصلہ عفت بھابی نے اکیلے کیسے کر لیا۔ گھر کے حصے بٹ جانے سے آپ کی اہمیت کم نہیں ہوئی۔ آپ آج بھی فیصلہ کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ ایک بار پوچھیں تو ان سے کہ بنا آپ سے بات کیے انہوں نے کیسے اتنا بڑا اقدام اٹھا لیا۔" نبیلہ اپنے شوہر کو رام کرنے کی کوشش میں تھیں۔ مگر وہ جیسے اتنے دن سے جو

لاوا من میں بھرے بیٹھے تھے۔ پھٹ گئے اور دل کا سارا غبار نکال ڈالا۔

"اظہر کی یہ بات جائز ہے بھائی جان کم از کم ایک بار تو آپ کو اپنا حق استعمال کرنا چاہیے تھا۔ ارشد آپ کی اولاد ہے۔ وہ ضرور سنتا آپ کی بات۔" نسیمہ پھوپو نے بھی بھتیجے کی طرف داری کی تھی۔ بشیر احمد قطعی خاموش سن رہے تھے۔

"نسیمہ ہر ماں باپ کو اپنی اولاد پر مان ہوتا ہے کہ وہ کبھی ان کی بات نہیں ٹالیں گے۔ ان کی خواہش کا احترام کریں گے۔ مجھے بھی یہ مان تھا مگر میرے بچوں نے خود ہی سارے فیصلے کر ڈالے میرا مان وہیں ٹوٹ گیا۔ اگر وہ کہتے کہ جو بھی فیصلہ ہوگا وہ اباجی کریں گے تو میں یقیناً بولتا مگر ان سب نے تو ضرورت ہی محسوس نہیں کی تھی۔ عفت بھو نے میری ایک نہ مانی سب کے سامنے صاف انکار کر دیا۔ مصلحت کا کوئی راستہ نہ چھوڑا۔ وہ گنجائش رکھنا ہی نہ چاہتی تھی بات چیت کی۔ میں کیا کرتا پھر۔" ان کا لہجہ کمزور تھا۔

"بڑا بیٹا یوں خاموش کھڑا رہا تمام فیصلے کا اختیار بیوی کے ہاتھ میں دے کر۔ اس نے لفظ تک نہ کہا کہ عفت تمہارے کہنے سے انکار نہیں ہوگا یہ رشتہ اباجی نے طے کیا تھا انکار کا حق بھی ان کو ہے۔"

"میں شدید شرمندہ ہوں اباجی اپنی خاموشی پر اپنی بے حسی پر اور ان تمام رویوں پر۔ جس کی وجہ سے آپ کا دل دکھا۔ میرے بھائیوں کو تکلیف ہوئی۔" ارشد جانے کب سے کھڑے سن رہے تھے۔ یک دم آگے بڑھ کر اباجی کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے۔

"مجھے معاف کر دیں اباجی۔ میں مانتا ہوں اپنی غلطی؛ فیصلے کا اختیار بے شک آپ کو تھا اور آپ کا ہی رہے گا۔ آپ ہی فیصلہ کریں گے۔"

"اب کیا فائدہ بھائی ہفتے بعد آپ ہانیہ کا رشتہ طے کر رہے ہیں۔ اباجی کیا کرلیں گے۔"

"اگر اباجی نہیں چاہیں گے تو ہانیہ کا رشتہ بھی طے نہیں ہوگا اظہر۔ وہی ہوگا جو ان کی خواہش ہوگی۔" ارشد احمد کی بات پر سب حیران تھے۔ بے یقینی سے ان کی آنکھیں ارشد پر مرکوز تھیں۔

"یقین کریں میں سچ کہہ رہا ہوں۔"

"اور بھابی؟"

"کچھ نہیں کہے گی وہ میرا وعدہ ہے۔" ان کے چہرے پر جو یقین رقم تھا۔ اس نے سب کو مطمئن سا کر دیا مگر آخر یہ کایا پلٹی کیسے تھی یہ کسی کو پتہ نہ تھا۔

***
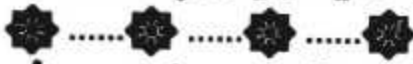
عفت بیگم پچھلے تین دن سے گہری خاموشی میں مبتلا تھیں۔ شاید انہیں اس بات کی توقع نہ تھی کہ ارشد احمد جنہوں نے ہمیشہ ان کی ہر بات مانی تھی ہر ضد پوری کی تھی یوں ری ایکٹ کریں گے۔ چلو غصہ تو سہہ جاتیں مگر ان کے الفاظ تین دن گزر جانے کے بعد بھی ان کے کانوں میں گونج رہے تھے۔ وہ اب تک شاید بے یقین تھیں۔ وہ ان الفاظ کو بھی ارشد احمد کا غصہ سمجھ کر بھول جاتیں مگر اس دن کے بعد ان کے شوہر نے انہیں مخاطب کرنا تو دور ان کی شکل تک دیکھنا نہ گوارا کی تھی۔ طبیعت خراب ہونے پر بھی ہانیہ سے میڈیسن منگوالی تھی مگر ان کی طرف دیکھا تک نہیں تھا۔ ان کے شوہر غصے کے تیز نہیں تھے نہ انہیں چیخنے چلانے کی عادت تھی انہیں۔ بہت کم غصہ آتا تھا اور غصے میں بھی وہ کبھی یوں تیز آواز میں نہیں بولتے تھے جیسے اس دن بولے شاید تب ہی تو وہ چپ ہوگئیں تھیں۔

"مما خالہ کا فون ہے۔" چھوٹے بیٹے حنان نے ان کا موبائل اٹھا کر دیا۔ وہ کوشش کے باوجود کال اٹینڈ نہ کرسکیں اور جب دوبارہ بیل ہوئی تو انہوں نے ریسیو کی سلام دعا کے بعد ان کی بہن مدعا پر آگئیں۔

"پھر سناؤ عفت تمہاری طرف کی تیاری ہوگئیں۔ کیا ری ایکشن ہے تمہارے سسرال کا۔" وہ کسی مزیدار اسٹوری کی منتظر تھیں مگر بہن کی طرف سے آنے والے جواب نے تو انہیں غوطہ حیرت میں ڈال دیا۔

"آپا دراصل میں چاہ رہی تھی کہ ابھی ہم یہ ڈیلے کر دیں...... کچھ دن بعد ہی رکھ لیں گے۔ ارشد کا شوگر اور بی پی دونوں ہائی ہیں۔"

"کیوں عفت کیا ہو گیا؟"

"نہیں کچھ خاص نہیں مگر ہماری تیاری نہیں ہے۔ بتا تو رہی ہوں کہ ارشد کی طبیعت اچھی نہیں ہے۔ ویسے میں کیا تیاری کروں گی۔ پھر اباجی کو بھی بخار ہے۔ ان کی موجودگی بھی ضروری ہے۔ ابھی ان سے بات بھی نہیں کر پائے۔"

"انہیں تو صدمے سے غش ہی آنے ہیں بہنا۔ تم کیوں فکر کر رہی ہو۔ نیک کام جلد ہو جائے تو بہتر ہے۔" عفت بہن سے بات بھی نہ کر سکتیں تھیں کھل کر۔ انہیں کیا بتاتی۔

"آپا اگر دو چار دن آگے پیچھے ہو بھی جائیں گے تو کیا حرج ہے۔ گھر کی تو بات ہے۔"

"چلو دیکھ لو۔ بس میں اب جلد سے جلد افنان کی شادی کرنا چاہتی ہوں۔ شادی کے بعد ہی وہ گھر میں ٹکے گا۔ ورنہ تو بس دوست ہی دوست ہیں۔ کچھ کہو تو بھڑک جاتا ہے۔ ہانیہ ہی آ کر مزاج درست کرے گی صاحب زادے کے۔" وہ خوشی سے اٹھلائیں عفت ان کا ساتھ بھی نہ دے سکیں۔

"چلیں ٹھیک ہے آپا پھر بات کریں گے۔ میں ذرا مصروف تھی۔" ٹال مٹول کر کے انہوں نے فون بند کر دیا۔

"ارہد بھیا کھانا کھا لیں بابا بلا رہے ہیں۔" پچھلے کئی دن سے وہ بہت کم کمرے سے نکلتا تھا۔ کھانا پینا بھی برائے نام تھا۔ چھوٹی بہن اب بھی تیسری بار بلانے آئی تھی وہ مجبوراً آ تو گیا تھا مگر اسے قطعی بھوک نہیں تھی۔

"یقین کریں بابا مجھے بھوک نہیں ہے۔"

"چلو تھوڑا بہت کھا لو بیٹا۔" مما بولیں تو لب بھینچ گیا۔ صفدر احمد کو بھی علم ہو گیا تھا سیما نے انہیں ارہد کے اس رویے کا سبب بتا دیا تھا۔ دکھ تو انہیں بھی تھا مگر وہ کیا کر سکتے تھے۔ بمشکل دو چار نوالے لے کر وہ اٹھ گیا اور دادا کے پاس آ گیا تھا۔

"کہاں غائب ہو برخوردار اتنے دن سے؟" اظہر چاچو کو وہ کئی دن بعد نظر آیا تھا۔

"یہیں ہوں ہم نے کہاں جانا ہے۔" وہ مایوس تھا۔ دادا جی کے پاس سر جھکائے بیٹھا تھا۔

"ارہد بھیا آپ نے ہمارا بکرا دیکھا کل ہی لائے ہیں پاپا۔ آپ لوگوں کا بکرا کب آئے گا؟" رومان اس کی کمر پر جھول رہا تھا۔

"تم نے کب بتایا یار...... چلو دیکھتے ہیں۔" اس نے رومان کو اٹھایا اور اس کے ساتھ صحن میں آ گیا۔

"ارے واہ یہ تو بہت پیارا ہے تمہارے جیسی صورت ہے بالکل ہے ناں۔"

"آپ بھی ہانی آپی والی بات کر رہے ہیں۔ واقعی یہ میرے جیسا ہے۔ وہ بھی کہہ رہی تھیں۔" وہ معصوم بچہ الجھ سا گیا۔ ارہد نے مسکرا کے اسے دیکھا۔

تب ہی دائیں طرف باڑھ پار کر کے وہ آئی تھی۔ اسے دیکھ کر ٹھہر سی گئی۔ پلٹنا بھی عجیب لگا۔ ارہد نے پل بھر اسے دیکھا پھر رومان کی طرف متوجہ ہو گیا۔ مگر جانے کیوں آج اس کا دل چاہ رہا تھا ہانیہ سے بات کرنے کو۔ وہ اندر بڑھنے لگی تو اپنے آپ کو روک نہ سکا۔

"ہانی۔" اتنے عرصے بعد ہانیہ نے یہ لہجہ سنا تھا۔ اس کے قدم رک گئے تھے۔ مگر وہ مڑی نہیں تھی۔

"کیا تم اپنی اس منگنی پر خوش ہو؟" اس کے لہجے میں یاسیت تھی۔ ہانیہ نے پلٹ کر اسے دیکھا کٹورہ سی آنکھوں میں آنسو لبالب بھر گئے تھے۔

"کیا فرق پڑتا ہے ارہد احمد خوش ہونے یا نہ ہونے سے۔ تم نے میرے پاس کوئی آپشن چھوڑا کب ہے۔ تمہارے اعتبار کے آسرے پر رہی اور تم نے سب چور چور کر دیا۔"

"اعتراف ہے مجھے اپنی ہر خطا کا۔ تمہارے وہموں پر تمہیں بہلاتا رہا۔ مگر یقین ہانی مجھے خود بھی اندازہ نہیں تھا

کہ یہ ہو جائے گا۔ مجھے اعتبار تھا ابا جی پر کہ وہ کبھی ہمارے خوابوں کو بکھرنے نہیں دیں گے۔ مگر ان کی خاموشی نے مجھے ہرا دیا۔ میرا یقین خاک میں مل گیا ہانی۔ مگر تمہیں کھونے کے بعد احساس ہوا کہ تم کتنا ٹھیک کہتی تھیں۔ تمہارے من میں سچائی تھی۔ شاید میں تمہارے قابل ہی نہیں تھا۔" وہ بولا تو ہانیہ کے من میں درد کی ٹیسیں بڑھ گیا۔

"تم نے کبھی میری باتوں کو سنجیدہ نہیں لیا۔ میں نے تمہیں بارہا خبردار کیا تھا ناں ارہد کہ میرا ڈر بے وجہ نہیں ہے۔ میرے دل کا خوف، خدشے کسی وجہ سے تھے لیکن تم نے میری سنی ہی کب اور دیکھ لیا ناں...... کیسے میرا خوف سچ بن کر ہمارے سامنے آ کھڑا ہوا اور ان دیکھی دیوار کھینچ گیا۔ ہمیں دور کر گیا۔ تم تو خوش ہو گئے اب مجھ جیسی احمق لڑکی اب تمہیں ستاتی نہیں ہوگی ہر وقت تمہیں ٹوکتی نہیں ہوگی۔" وہ بولتے بولتے رو پڑی۔

"ساری خوشیاں ہی تم سے وابستہ تھیں تو کیسے خوش رہوں گا۔ بے پروائی ہے تو جبھی سب اپنی جگہ جائز ہیں تمہارے گلے بھی قبول ہیں مگر یہ تم بھی جانتی ہو ہانیہ ارشد تمہیں کھونے کا سوچنا بھی محال تھا میرے لیے۔ یہاں بستی ہو تم...... ہمیشہ سے اور ہمیشہ رہو گی یہیں۔" اس نے پہلو پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"بچپن سے تمہارا ہاتھ پکڑ کر چلنے کی عادت تھی۔ مگر تم نے خود ارہد یہ فاصلے پیدا کیے ہیں۔ بہت برے ہو تم۔" اتنا اندازہ تھا اسے ہانیہ کے دل میں گلے ہیں وہ جانتا تھا ہانیہ اس سب کا ذمہ دار اسے سمجھتی تھی۔

"تمہیں میں نے کتنی بار سمجھایا کہ مما تو موقع تلاش کر رہی ہیں۔ پلیز تم سدھر جاؤ۔ انہیں موقعہ نہ دینا۔ مگر تم نے انہیں سنہری موقعہ دیا۔ اپنی انسلٹ اور خاندان بھر کی بے عزتی کرنے کا۔ جس وقت مما نے سارے رشتے توڑنے کا اعلان کیا۔ اس وقت تمہیں اتنا بھی ہوش نہ تھا کہ......" اس کے گلے میں کچھ پھنس گیا تھا جیسے۔

"مگر اب کیا فائدہ تم سے کچھ کہنے کا......" ارہد احمد ایک بات تو طے ہے ناں کہ ذمہ دار تم ہو میرا دل توڑنے کے میرا مان توڑنے کے بھی، تم نے......" وہ بنا بات مکمل کیے تیزی سے بھاگ گئی مگر اس کے من کا بوجھ بڑھا گئی تھی۔

⁂ ...... ⁂ ...... ⁂ ...... ⁂

"عفت نے بتایا تھا آپ کی طبیعت کا۔ اب کیسی ہے؟" رفعت بانو بہن کو بتائے بنا بہنوئی کی عیادت کے لیے آئی تھیں۔ عفت کا رنگ پھیکا پڑ گیا۔

"الحمدللہ ٹھیک ہوں۔" ارشد احمد کا لہجہ سنجیدہ تھا اتفاق ہی تھا کہ رفعت کے آنے سے کچھ دیر بعد ہی ابا جی پھوپو بھی آ گئے۔ صبح ہی ارشد انہیں بلا کر آئے تھے۔ قربانی کا جانور لائے تھے بڑوں کی دعائیں لینی تھیں۔

"آپ کا بخار کیسا ہے انکل جی عفت اکثر آپ کی طبیعت کا بتاتی ہے۔"

"شکر ہے اس مالک کا۔" انہوں نے مسکرا کر جواب دیا۔ عفت نے سب کو چائے سرو کی۔ ابا جی نے قربانی کا جانور دیکھا بہت دعائیں دی۔

"اظہر بھی بکرا لے آیا ہے۔ صفدر میاں نے آج جانا ہے۔" وہ خوشی خوشی بتا رہے تھے۔ ارشد نے ان کے من کا بوجھ ہلکا کر دیا تھا وہ تینوں بیٹوں کی طرف سے مطمئن تھے۔

"بس صفدر بھائی بے چارے، جوان اولاد وہ بھی اکلوتا بیٹا غلط راہ پر نکل جائے تو باپ کی تو کمر ہی جھک جاتی ہے۔ کتنے خواب دیکھتے ہیں والدین بچوں کے بارے میں۔"

"آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے رفعت آپا۔ صفدر بھائی الحمدللہ بہت خوش ہیں اپنے بیٹے کی طرف سے۔ جس نے ان کا کاروبار سنبھال لیا ہے۔" انہوں نے ایک زہریلی نگاہ اپنی بیوی پر ڈالی جنہوں نے گھر کی بات باہر بتائی تھی۔

"او...... اچھا میں نے تو سنا تھا کہ ارہد نشہ وغیرہ کرنے لگا ہے۔"

"غلط ایسا ہے آپ نے دوستوں میں بیٹھ کر بچے شرارت میں چھوٹی موٹی حرکتیں تو کر دیتے ہیں۔ اس کے دوست نے سگریٹ دے دی تھی۔ آپ کی بہن نے تماشہ بنادیا۔ اب آپ بتائیں افنان بھی گیدرنگ میں بہت کچھ کرتا ہے۔ ضروری تو نہیں ناں وہ غلط راہ پر نکل گیا ہو۔" ارشد احمد نے دونوں بہنوں کے چھکے چھڑا دیے تھے۔

رفعت تو پھر بھاگنے کی سوچنے لگیں انہیں خدشہ تھا کہ ارشد احمد کو افنان کے بارے میں علم نہ ہو گیا ہو۔

"بس بچے ہیں اس عمر میں تو اکثر ہی غلطیاں کر جاتے ہیں مگر ذمہ داری پڑتے ہی سنبھل جاتے ہیں بھول جاتے ہیں سارے دوست موج مستی۔"

"جی بس ایسا ہی ہے۔" انہوں نے اٹھتے ہوئے کہا پھر سب سے اجازت لے کر چلتی بنیں مگر جاتے جاتے بہن کو اشارے سے "فون کرنا" کہنا نہ بھولیں۔

✿ .... ✿ .... ✿ .... ✿

بشیر احمد کا گھر ایک بار پھر قہقہوں اور مسرتوں سے گونج رہا تھا اور ان کے چہرے کی جگمگاہٹ انوکھی تھی۔ ایک سال سے جو مسکراہٹ ان سے روٹھ گئی تھی وہ آج ان کے چہرے پر کھل رہی تھی۔ ان کے تینوں بیٹے ان کے پاس بیٹھے تھے۔ بچے سب اکٹھے بیٹھے تھے اور چاندرات کو چار چاند لگا رہے تھے۔

نسیمہ پھوپو نے اپنے بھائی کے چہرے کی طرف دیکھا اور دل ہی دل میں دعا کی کہ وہ ہمیشہ یوں ہی مسکراتے رہیں۔

وہ عید سے پہلے اسلام آباد جانا چاہتی تھی۔ ان کے بچے بار بار فون کر رہے تھے مگر یہاں کے حالات ان کا دل کاٹ رہے تھے اپنے بھائی کے گھر کے یہ حصے دیکھ کر انہیں گہرا رنج ہوا تھا۔ چلو پورشنز الگ الگ ہو جانا اتنے دکھ کی بات نہ تھی اگر وہ محبتیں وہ سلوک بھی رہتا۔ لیکن یہاں تو صورت حال ہی الٹ ہو رہی تھی۔ تب انہوں نے اپنے بچوں سے بات کی تھی انہیں اپنا خیال ظاہر کیا جو انہوں نے سوچا تھا۔ بچے کی ماں نے کہ اگر آپ کی وجہ سے ماموں کے گھر کی خوشیاں لوٹ سکتی ہیں تو ہم زبردستی نہیں کرتے۔ نسیمہ نے چاندرات کو تینوں بھائیوں کو فیملی کے ساتھ اظہر کی طرف اکٹھا کیا۔ ان کے کہنے پر سب آ گئے تھے مگر اتنے نفوس کے باوجود انتہائی خاموشی تھی۔ ہر کسی کا چہرہ اجنبیت اور بے رخی لیے ہوئے تھا۔ صفدر احمد اور ارشد احمد عرصے بعد ملے تھے۔ ارشد نے خود بڑے بھائی اور بھابی کو سلام کیا تھا انہوں نے بھی جواب دے دیا۔ مگر دلوں میں جو باتیں جو گلے شکوے تھے جب تک نہ نکلتے ان کے درمیاں اجنبیت رہنی تھی اور نسیمہ پھوپو نے یہ ہی ختم کرنی تھی آج۔ انہوں نے خاموش بیٹھے بشیر احمد کا چہرہ دیکھا۔ پھر سب کی طرف دیکھ کر بھائی سے مخاطب ہوئیں۔

"بھائی جان آپ کے تینوں بچوں نے ماشاء اللہ قربانی کرنی ہے۔ اب آپ فیصلہ کریں کہ پہلے دن قربانی کس کے گھر ہوگی۔"

"ہر کوئی اپنے گھر کا ہے علیحدہ علیحدہ۔ اس میں فیصلے کی کیا ضرورت ہے۔" عفت عادت سے مجبور تھیں پھر انہیں یہ خدشہ لاحق تھا کہ کہیں سب کے درمیان صلح نہ ہو جائے۔ انہیں صلح صفائی پر کوئی اعتراض نہ تھا۔ بس ہانیہ کا رشتہ ان کے بھانجے سے ہونا چاہیے تھا اور صلح کے بعد ایسا ممکن نہ تھا۔

"آپ چپ رہیں عفت بھو۔ بڑوں کے درمیان بات ہو رہی ہے۔ جب آپ سے مشورہ مانگیں گے تب آپ بولیے گا۔" پھوپو کا لہجہ اتنا سخت تھا کہ عفت شرمندگی کے احساس سے سرخ پڑ گئی۔

"بھائی جان بتائیں ناں؟"

"میرے گھر میں ہر سال ایک ہی قربانی ہوتی تھی۔ اس بار تین علیحدہ علیحدہ ہیں۔ نسیمہ میرے فیصلے سے کیا ہوگا۔ جب ان کے دلوں میں ہی گنجائش نہ رہی تو......"

"ابا جی ہمیں آپ کا ہر فیصلہ منظور ہوگا آپ حکم کریں۔" ارشد نے لب کھولے۔ جب کہ ان کی بیوی

پہلو بدل کر رہ گئی۔

"بچے قربانی پہلی کوئی بھی کرے اس سے فرق کیا پڑتا ہے۔ بات تو یہ ہے کہ آپ سب اکٹھے ہوں گے۔ اپنے بھائی کی خوشی میں۔ عید چھوٹی ہو یا بڑی عید کی خوشی تو مل بیٹھ کر مسرتیں بانٹنے میں ہیں۔ مگر میرے گھر میں تو بھائی بھائی کی شکل دیکھ کر منہ پھیر لیتا ہے۔ پھر کیا عید اور کیا عید کی خوشیاں۔" ان کا لہجہ رنجیدہ تھا۔ عیدالفطر پر انہوں نے کتنی کوشش کی تھی کہ تینوں بیٹے اکٹھے بیٹھیں عید ملیں مگر ایسا نہ ہوسکا تھا۔ تو اب بھی ان کے دل کو یہ ہی دکھ تھا۔

"بھائی آج سب کو اکٹھا کرنے کا مقصد یہ ہی ہے کہ دلوں میں جو شکوے، گلے ہیں انہیں ختم کیا جاسکے۔ یہ بے رخی یہ نفرتیں مٹا کر کل صبح کی عید کو یادگار بنادیں۔ پھر سے سب اکٹھے ہو کر خوشیاں بانٹیں۔"

"پھر تم ان سے خود ہی پوچھ لو نسیمہ کہ یہ کیا چاہتے ہیں۔ کیونکہ میری بات کی ان کی نظر میں کوئی اہمیت نہیں رہی اب۔" انہوں نے ہاتھ کھڑے کردیے۔

"ایسا نہیں ہے اباجی۔" تینوں بیٹے اٹھ کر ان کے گرد جمع ہوگئے۔

"اگر ایسا نہیں ہے تو پھر ہمارے کیے گئے فیصلے بدلنے کا اختیار کس نے دیا تھا تمہیں ارشد احمد۔ یہ رشتہ ہم نے طے کیا تھا تمہاری مرحومہ ماں نے اپنی خوشی سے طے کیا تھا۔ پھر تم نے یہ رشتہ کیسے ختم کیا۔ جب تم دونوں بھائی آپس میں لڑ رہے تھے فیصلے کر رہے تھے تب کیوں یہ خیال نہ آیا تھا کہ باپ ابھی زندہ ہے۔ یہ فیصلہ ان کا تھا تو وہ ہی حل کریں گے۔"

"اباجی ہماری طرف سے انکار نہیں ہوا تھا۔ یہ ارشد اور عفت نے فیصلہ کیا تھا۔" صفدر نے سچائی سے کہا۔ عفت کا بس نہیں چل رہا تھا کہ حالات اب بھی اپنے حق میں کرلیں لیکن پھوپو کی وجہ سے خاموش تھیں۔

"حالات کے پیش نظر یہ ہمیں کہنا پڑا تھا بھائی جان۔ شاید یہ ہماری غلطی تھی۔"

"غلطی ہماری نہیں تھی۔ ان کے بیٹے......" عفت زبان کے ہاتھوں مجبور تھیں۔ مگر شوہر کو ٹوک کر زبان کھولی تو ان کی کڑی نگاہ پر لب پھر سل گئے۔

"اباجی آپ درست ہیں ہمیں یہ فیصلہ لینے کا حق نہیں تھا۔ پلیز ہمیں معاف کردیں۔ ہم شرمندہ ہیں مگر اب ہمیں آپ کا ہر فیصلہ منظور ہوگا۔" ارشد احمد نے گلوگیر لہجے میں باپ کو مخاطب کیا۔ ارہد نے نبیلہ چاچی سے لگی بیٹھی ہانیہ پر نگاہ ڈالی تھی۔ لمحے بھر کو دونوں نظریں ایک ہوئیں تھیں پھر ہانیہ نے رخ پھیر لیا۔ مگر آج ارہد احمد کو اس کی اس ادا پر بہت پیار آیا تھا وہ بمشکل مسکراہٹ کو لبوں میں دبا گیا۔

"عفت بہو نے انکار کیا ہم چپ رہے کہ غصے میں ہیں حالات سنبھل جائیں تو سب کو سمجھائیں گے۔ تم نے علیحدہ ہونے کی فرمائش رکھی ہم وہ بھی مان گئے کیونکہ حالات ہمارے بس میں نہیں تھے...... لیکن تم لوگوں نے مجھے یوں خود سے الگ کردیا۔ ہانیہ کا رشتہ کہیں اور طے کردیا مجھ سے پوچھا تک نہیں۔ جب اس کا رشتہ ہم نے طے کر رکھا تھا پھر تم لوگوں نے کیوں کہیں اور بات چلائی۔" اباجی نے کہا۔

"جب انکار ہوگیا تھا تو ہم نے ہانیہ کا رشتہ کہیں اور تو کرنا تھا۔" عفت چپ نہ رہ سکیں۔

"انکار تم نے کیا تھا بہو ہم نے نہیں کیا۔ ہم نے اعلان نہیں کیا تھا ہم اس رشتے سے دست بردار ہوتے ہیں۔ جب بات طے کی تھی تو خاندان بھر میں ہم نے اعلان کیا تھا۔ کیا ہم نے انکار کیا ہے تمہیں۔ صفدر یا سیما کو ہم نے کب کہا تھا کہ ہم نے رشتہ توڑ دیا ہے۔" براہ راست وہ عفت سے ہی مخاطب ہوئے۔

"اب بھلا ان باتوں سے کیا حاصل اباجی ہانیہ کی منگنی ہے عید کے بعد......"

"ہانیہ کی منگنی ہم سالوں پہلے کرچکے ہیں بہو اور رشتہ ایک بار ہی طے ہوتا ہے۔ تم کیسے کہیں اور بچی کی منگنی کرسکتی ہو۔" ان کے لہجے میں گرج تھی۔ عفت واحد خاتون تھیں جو بول رہی تھیں۔ سیما، نبیلہ صرف سن

رہی تھیں۔

"تمہارے غصے اور انکار کی وجہ ختم ہو چکی ہے بہو۔ تمہیں ارہد کی جن عادتوں پر اعتراض تھا وہ چھوڑ چکا ہے۔ اب وہ جیسا تم چاہتی تھی ویسا ہے۔"

"ابا جی میں اپنی بہن کو زبان دے چکی ہوں۔" وہ منمنائی۔

"برسوں پہلے ہم زبان دے چکے تھے اس کا پاس نہیں ہے تمہیں۔" انہوں نے سوال کیا۔

"بھابی خدا کے لیے یہ ضد چھوڑ دیں۔ ہر انسان میں اچھائیاں برائیاں ہوتی ہیں اور جس عمر میں ارہد نے غلطیاں کیں اس عمر میں اکثر بچے خطائیں کرتے ہیں لیکن ارہد کو اللہ پاک نے ہدایت دی اس نے خود کو سنبھالا اور پلٹ آیا۔ آپ بھی جو کچھ ہوا اسے بھول کر نیا آغاز کریں۔ آپ کو لگتا ہے مادی چیزیں آپ کی بیٹی کی خوشیوں کی ضمانت دے سکتی ہے۔ ہم کروڑ پتی نہیں ہیں لیکن الحمدللہ ہزاروں لاکھوں سے اچھی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ صرف روپے پیسے کی ریل پیل نہ دیکھیں اپنے بچوں کی خوشیاں دیکھیں ان کی خواہش دیکھیں۔ آپ کی ضد ان بچوں کی زندگیاں برباد کر دے گی۔ جنہوں نے آپ لوگوں کے فیصلے کے احترام میں ہی ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ رہنے کے خواب دیکھے۔ خود کو [illegible] رکھا۔ کہ ہماری حد [illegible] ہیں۔ دنوں میں صرف ایک دوسرے کو بسایا اور اب آپ خود ہی ان کے خواب نوچ رہے ہیں۔ شکر کریں بھابی کہ اس دور میں آپ لوگوں کو اتنی اچھی اور فرماں بردار اولاد ملی جو آپ کے فیصلوں پر چپ ہیں۔ بغاوت نہیں کی۔ اگر وہ بچے ہو کر اتنا کچھ سہہ سکتے ہیں تو کیوں آپ لوگ انہیں سرکشی پر مجبور کر رہے ہیں اور اگر وہ خاموشی سے آپ کی ضد کے آگے ہار بھی گئے تو کیا گارنٹی دیں گی آپ کے خوش رہے گی آپ کی بیٹی۔ کیسی ماں ہیں آپ جسے اپنی بچی کی آنکھوں میں بکھرے خوابوں کی کرچیاں نظر نہیں آتیں۔ اس کا پھول جیسا چہرہ کملا گیا مگر آپ کو صرف فکر ہے کہ" اظہر آج چپ رہ سکے۔

"اس عمر میں بچے جذباتی ہوتے ہیں اظہر انہیں وہ نظر نہیں آ رہا ہوتا جو ہم دیکھ رہے ہوتے ہیں...... دشمن نہیں ہیں ہم اپنی اولاد کے۔ روپے پیسے بھی آج کی ضرورت ہے۔"

"ضرورت ہے بھابی مگر سب کچھ نہیں۔ یہ روپے پیسے آپ کو عارضی سکون دے سکتے ہیں۔ حقیقی خوشی نہیں۔ اگر حقیقی دولت دیکھنا چاہتی ہیں تو اپنی اولاد کی خوشی دیکھیں۔ وہ خوش ہوں گے تو آپ بھی پُرسکون ہوں گی۔" اظہر آج کسی صورت بھی ہارنا نہیں چاہتا تھا۔ اس سے ہانیہ کی اداسی اور ارہد کی آنکھوں کا کرب نہیں دیکھا جاتا تھا۔

"تم کس بے حس عورت سے بحث کر رہے ہو اظہر۔ اس کے نزدیک رشتے ناتے اہم نہیں ہیں صرف دولت اہم ہے۔ جس کا لالچ اس کی بہن نے اس کے دل و دماغ میں ایسا بٹھا دیا ہے کہ یہ اپنی بیٹی کو ایک شرابی اور جواری بھانجے کے ساتھ بیاہنے پر راضی ہو گئی ہے اندھی ہو گئی ہے یہ عورت۔" ارشد نے آج ان کا سارا غرور کہ میرا بھانجا لاکھوں میں ایک ہے چکنا چور کر دیا تھا۔ [illegible] تبر میں جیسے زمین [illegible]

"ارشد وہ تمہاری شریک حیات ہے بچے۔" پھوپو نے فوراً ٹوکا۔

"آپ بتائیں پھوپو میں کیا کروں۔ اسے سمجھا سمجھا کر تھک گیا ہوں۔ مگر یہ نہیں سنتی۔ میرے ابا جی میرے بھائی سب اس نے مجھ سے جدا کر دیئے...... میں نے ہر بات مانی اس کی لیکن اس کی حرص اور لالچ کی حد نہیں اب یہ چاہتی ہے کہ میں اپنی بیٹی کی زندگی برباد کر دوں۔ سب کچھ جانتے ہوئے بھی۔ اس نے کہا ارہد نشے کا عادی ہے ہماری بچی برباد ہو جائے گی۔ میں نے اس کی سنی اور آج یہ اپنی بیٹی جس شخص کے حوالے کر رہی ہے وہ صرف نشے کا نہیں جوئے کا بھی عادی ہے۔ اسے سمجھائیں کہ یہ غلطی نہ کرے۔ کم از کم میں اسے ایسا ہرگز نہیں کرنے دوں گا۔

اسے بہن کی دولت درکار ہے۔ بے شک چلی جائے۔ ساری عمر وہیں گزار دے مگر میں اپنی بچی کو تباہ نہیں کروں گا۔" وہ چپ تھے تو ان کی عزت قائم تھی مگر بولے تو وہ سر اٹھانے کے قابل نہ رہی۔

"سچ کہتے ہیں بڑے بزرگ مرد کے آگے ضد کرنا عورت کو مٹی میں ملا دیتا ہے۔ اگر واقعی انہوں نے غصے میں آ کر کوئی قدم اٹھالیا تو۔" وہ ضدی نہیں تھے مگر فیصلہ جب کرتے اٹل کرتے تھے۔ عفت بیگم کا سارا غصہ ضد اڑن چھو ہو گیا تھا۔ نسیمہ پھوپو اٹھ کر عفت کے پاس آئیں۔

"روپیہ پیسہ عورت کے نصیب سے ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے ہماری ہانیہ کے بھاگ سے ارہد بھی کروڑ پتی بن جائے۔ مادی دولت کے لیے اپنے بچوں کی خواہشوں کا گلا نہ گھونٹو عفت بہو۔ ہانیہ کو دولت نہیں خوشی چاہیے اور اس کی خوشی ارہد کے ساتھ میں ہے تمہیں اتنی سی بات سمجھ نہیں آتی۔ کیا جب ہانیہ تمہارے سامنے اڑ جائے گی کوڑی ہوگی تب سمجھوگی۔ بچوں کی خوشیوں کا مان رکھنا چاہیے اور مرد کے سامنے کبھی بھی ضد نہیں چلتی عورت کا وقار اس کے جھکنے میں قائم رہتا ہے بہو۔" بہت دھیرے دھیرے وہ اسے سمجھا رہی تھیں کیونکہ چیخ کر بات کرتیں تو شاید وہ نہ مانتی۔ انہوں نے دھیرے سے آہستہ لہجے میں انہیں قائل کیا اور شاید عفت کو ان کی بات سمجھ آ گئی تھی۔ پھوپو نے سچ ہی کہا تھا ہانیہ کے چہرے کو دور سے دیکھا تو وہ جان گئیں۔ ہانیہ نے ماں کو دیکھا اسے یہ نہیں پتہ کہ پھوپو نے انہیں کیا کہا تھا بس اتنا نظر آ رہا تھا کہ اس کی مما کو اپنے رویے پر افسوس تھا۔ انہوں نے ابا جی صفدر بھائی اور سیما بھابی سے اپنے رویے کی بدصورتی کی معافی مانگی لی تھی۔ سیما نے انہیں گلے لگالیا۔

"عفت تم میرے لیے چھوٹی بہنوں کی طرح ہو اور بہن بھائیوں میں تو لڑائی جھگڑے ہو جاتے ہیں۔" ابا جی نے تینوں بیٹوں کو گلے لگایا ان کی آنکھیں بھر آئیں۔ عفت کی چھوٹی سی ضد کی وجہ سے سال بھر وہ حقیقی خوشی کو ترستے رہے۔

"بھائی جان اب تو بتادیں کہ کل صبح قربانی کس پورشن میں ہوگی۔" نسیمہ پھوپو پُرمسرت لہجے میں بولیں۔

"صفدر بڑا ہے تو ظاہر ہے کہ صفدر کی طرف ہوگی۔" انہوں نے پل بھر میں فیصلہ کر دیا۔ ارہد اب تک دور بیٹھا بڑوں کی سن رہا تھا دھیرے سے اٹھ کر عفت چاچی کے قدموں میں آن بیٹھا۔

"مجھے معاف کر دیں چاچی۔ میں نے آپ کے ساتھ بدتمیزی کی۔ میرا لہجہ گستاخانہ رہا۔ میں آپ سے بہت شرمندہ ہوں۔" عفت کئی لمحے خاموش رہیں پھر ارہد کے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔

"بعض دفعہ بڑے خود اپنے رویے کی بدصورتی سے بچوں کو بدتمیزی اور بدسلوکی پر مجبور کر دیتے ہیں۔ قصوروار تم نہیں تھے بلکہ میرے ہی دل میں لالچ اور کھوٹ آ گیا تھا غلطی تو مجھ سے ہوئی کہ میری وجہ سے تم کو اتنی تکلیف سہنی پڑی۔ میں نے ہی تمہیں غلط راہ پر جانے پر مجبور کیا اپنے رویے سے۔" انہیں احساس تھا کہ ارہد کے بگڑنے میں ان کا عمل دخل کتنا تھا۔

"نہیں چاچی آپ تو بڑی تھیں۔ میری بھلائی کے لیے ہی ٹوکتی تھیں بے شک انداز غلط تھا مگر بات تو حق تھی ناں۔" اس نے عفت کے گھٹنوں پر سر رکھا۔

عفت کو جیسے وہ دن یاد آ گئے جب وہ چھوٹا تھا ایسے ہی ان کے گھٹنوں پر سر رکھ کے اپنی بات منواتا تھا۔ ان کی آنکھوں میں پانی تیرنے لگا۔ سب گلے شکوے دور ہو گئے تھے فضا میں بس خوشیاں رقص کر رہی تھیں۔

"عید کے چوتھے دن نکاح ہے ہانیہ اور ارہد کا۔ صفدر سب کو اطلاع دے دینا۔" عفت نے تشکر سے ابا جی کو دیکھا کیونکہ بہت سے لوگوں کو انہوں نے اطلاع دے دی تھی کہ عید کے چوتھے دن وہ اپنی بیٹی کی بات طے کر رہے ہیں۔ ان کے سسر نے ان کی زبان کا پاس رکھا تھا۔

"نبیلہ بہو سب کا منہ میٹھا کراؤ بھئی۔ آج پھر میرے

گھر میں خوشیاں رقص کررہی ہیں۔'' نبیلہ مسکراتی ہوئی اٹھ گئیں اندر سے مٹھائی لاکر سب کا منہ میٹھا کرایا۔

''سچ کہا ہے کسی نے عید کا مقصد تو دل کی خوشی بانٹنا ہے۔ یوں لگ رہا ہے جیسے عرصے بعد عید آئی ہے میرے گھر میں۔'' سب مسکرادیئے تھے۔ نبیلہ نے تمام بڑے لوگوں کا منہ میٹھا کرایا پھر ینگ جنریشن کی طرف آئیں۔

''لو بھئی مبارک ہو آخرتم لوگوں کی دعائیں رنگ لے آئیں۔'' ارہد کے منہ میں گلاب جامن زبردستی دیتے ہوئے وہ بولیں۔

''دیکھ لیں چاچی لوگوں کو مجھ پر یقین نہیں تھا مگر میرے اللہ کو میرا خیال تھا۔ بے شک وہ دلوں کا حال بہتر جانتا ہے۔'' ڈائریکٹ اسے دیکھتے ہوئے ارہد نے مسکراتے لہجے میں کہا۔

''میں تم سے اگری نہیں کرتی...... اللہ پاک نے ہانیہ کی دعائیں سنی ہیں۔'' نبیلہ چاچی نے اس کی فوراً لی۔

''ظاہر ہے آنکھوں کی جگہ جو کٹورے فٹ ہیں محترمہ کے ہر وقت لبالب بھرے رہتے تھے اللہ پاک کو ترس آ گیا۔'' اس نے پھر اٹیک کیا۔

''نیتوں کا حال جانتا ہے میرا رب۔'' وہ بولی تو ارہد کھل کر مسکرادیا۔

''تمہاری نیت اور حالت تو گھر کا بچہ بچہ بھی جانتا تھا محترمہ ہانیہ ارشد کہ تم کس قدر دیوانی ہو ارہد احمد کی۔''

''بس ارہد احمد کو ہی احساس نہ ہوا۔'' اس نے بھی جوابی کارروائی کا آغاز کیا۔

''ہرگز نہیں...... احساس ہوا ہے تبھی تو اپنی آزمائش میں کامیاب رہا آخر کو تم میری ہو صرف میری۔'' وہ خوش تھا۔

''بس باتیں بنانے کا ہنر آتا ہے ارہد احمد تمہیں۔'' اس نے خفگی سے گھورا۔

''دیکھو ہانی جتنا لڑنا ہے آج لڑلو جو غصہ ہے نکال لو کر کل صبح کا آغاز صرف محبت سے کرنا۔''

''ساری لڑائی ہی محبت کی ہے ارہد احمد۔ جو تم کبھی سمجھ ہی نہ پائے۔''

''ایسا نہیں ہے ہانی۔ مجھے تمہارے دل کے تمام جذبات کا احساس ہے بس مجھے کبھی اظہار کا طریقہ نہیں آیا شاید مجھے یہ یقین تھا کہ عمر پڑی ہے اقرار کی اظہار کی۔ تم نے ہمیشہ ساتھ ہی تو رہنا ہے۔ بس یہ سوچ کر کبھی اس چاہت کا اقرار نہ کر پایا۔ مگر یہ سچ ہے کہ محبت میرے دل میں بھی کم نہیں ہے۔ تمہاری طرح رو دھو کر سب کو دکھانے کا شوق نہیں تھا مجھے۔'' وہ سنجیدگی سے کہتا کہتا پھر مذاق کر گیا۔

''تم دونوں کبھی نہیں سدھر سکتے۔'' نبیلہ چاچی نے یقین سے کہا۔ چاچی اندر بڑھ گئیں اب صرف وہ دونوں بیٹھے رہ گئے۔ باقی تمام گھر کے نفوس پھوپو کے پاس بیٹھے تھے۔

''اب تو مجھ سے خفا نہیں ہو محترمہ ہانیہ ارشد۔'' وہ اٹھ کر ہانیہ کے برابر آبیٹھا تھا۔

''پہلے کب خفا تھی؟'' اس نے دونوں ہاتھوں کا پیالہ بنا کر چہرہ اس پر ٹکایا۔ ارہد نے پرشوق نگاہیں اس کے چہرے پر جمادیں۔

''میں مایوس تھی۔ تمہیں کھودینا میرے لیے آسان نہیں تھا تم جانتے ہو۔ اس سال میں تو خود سے بھی خفا رہی ہوں۔ ارہد احمد مجھے تم پر غصہ ضرور تھا کہ میں تمہارے بارے میں سب کچھ جانتے ہوئے بھی ہر کسی سے چھپاتی رہی اور تم نے میری ساری محنت خاک میں ملادی اور خود کو چھپا بھی نہ سکے۔''

''سپوز ہانی میں خود کو نہ بدلتا مجھے یہ احساس نہ ہوتا کہ میں نے یہ غلط راستہ منتخب کیا تھا۔ کیا پھر بھی تم مجھے اس حالت میں بھی قبول کرلیتیں۔ عمر گزار سکتی تھیں میرے ساتھ تمام برائیوں سمیت؟'' اس نے پرسوچ انداز میں ہانیہ سے سوال مانگا۔

''ارہد احمد میں نے ہوش سنبھالتے ہی اپنے ساتھ تمہارا نام سنا تھا مجھے یہ احساس بچپن سے کرادیا گیا تھا کہ تم جیسے بھی ہو میں نے تمہارے ساتھ زندگی بسر کرنی ہے

اور شاید تم بھول رہے ہو کہ تمہاری ساری عادتوں کی واحد راز داں میں تھی۔ اگر مجھے تم سے راستہ الگ کرنا ہوتا تو سب کو بتا سکتی تھی مگر میں خود سے بھی چھپاتی رہی اور یہ ہی دعا کرتی تھی کہ اللہ تمہیں ہدایت دے۔ یقین تھا مجھے اس ذات پر کہ تم پلٹ آؤ گے۔ کیونکہ تمہاری فطرت بری نہیں تھی۔ صحبت بری تھی۔ وہ دوست برے تھے جن کی گیدرنگ میں تم بیٹھتے تھے۔ تمہاری تربیت مضبوط تھی۔"

"کتنا بڑا نقصان ہوجاتا میرا۔ اگر تم مجھے نہ ملتیں ہانی۔ مجھے صرف اتنا پتہ تھا تم میرے نام سے منسوب ہو۔ مجھے عمر تمہارے ساتھ گزارنی ہے۔ سو کسی بھی لڑکی کی میری لائف میں گنجائش نہیں...... میرے دل پر صرف تمہاری حکومت تھی۔ مگر ان احساسات کو زبان دینے کی میں نے کبھی ضرورت ہی محسوس نہیں کی تھی۔ شاید میں تمہاری طرح تمہیں اپنے اندر محسوس نہیں کر پایا تھا جیسے تم مجھے کرتیں تھیں۔ مگر یہ طے تھا کہ تمہیں کھونا کسی صورت منظور نہیں...... اور جب ہمارے بڑوں نے یہ فیصلہ کیا ہمارے راستے الگ ہوئے تب بھی بس اتنا احساس تھا کہ میں تمہارا مجرم ہوں تم مجھے بارہا بتاتی رہی۔ خبردار کرتی رہیں مگر میں نے کبھی تمہاری کسی بات کو سنجیدہ نہیں لیا لیکن جس دن مجھے یہ پتہ چلا کہ تم کسی اور سے منسوب ہو رہی ہو تب جیسے میرے اندر سے کسی نے مجھے جھنجھوڑ ڈالا۔ میرے وہ جذبات واحساسات جو خود میرے لیے انجان تھے۔ مجھ پر آشکار ہوئے۔ تو مجھے پتہ چلا کہ تم میرے لیے کتنی اہم ہو۔"

"جو ہوا شاید ہمیں آگہی دینے کے لیے تھا ارہد۔"

"آہم...... آہم۔" وہ دونوں بہت مگن تھے ایک دوسرے سے باتوں میں جب نبیلہ چاچی نے کھنکھار کر انہیں احساس دلایا۔

"مت بھولو عفت بھابی کا موڈ بدلنے میں وقت نہیں لگتا۔" وہ انہیں ڈرا رہی تھیں۔

"توبہ ہے چاچی اچھی اچھی باتیں کریں۔ بڑی مشکل سے تو یہ خوشی نصیب ہوئی ہے۔ اب آپ دو گھڑی بات تک کرنے نہیں دے رہی ہیں۔"

"برخوردار عمر پڑی ہے بات کرنے کو۔ سب ساتھ ہوں تو یہ سب اچھا نہیں لگتا۔" ہانیہ ان کی بات سمجھ گئی تھی تب ہی فوراً اٹھ کر اس کے پاس سے چلی گئی ارہد نے مصنوعی خفگی سے چاچی کو دیکھا۔

"بھگا دیا ناں۔ چلو ہم بھی وہیں چلتے ہیں۔" وہ مسکرا کر ان کے ساتھ صحن میں آ گیا۔ ہانیہ دادا جی سے لگی بیٹھی تھی۔ وہ بھی ان کے پاس آ گیا۔

"تھینک یو دادا جی آپ نے ثابت کردیا کہ آپ واقعی میرے دادا جی ہیں۔" حسب عادت ان کے کندھوں پر بازو پھیلائے وہ مخاطب ہوا۔

"تم نے مگر ثابت نہیں کیا کہ تم میرے پوتے ہو۔ ہار مان کر کمرے میں پڑے رہے۔ ہمت نہیں کی ناں۔" وہ اس کا مذاق اڑا رہے تھے۔

"کیا کرتا اگر بولتا تو بدتمیز، بدزبان، نافرمان کہلاتا۔" اس نے لاچاری بیان کی۔ "اور ویسے بھی جب آپ تھے تو مجھے کیا پڑی تھی خوامخواہ بزرگوں سے پنگے لینے کی۔" اس نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"مگر میری پوتی بہت ہمت والی ہے۔ اس ایک سال میں سب سے زیادہ تکلیف وہ وقت اس نے گزارا۔" انہوں نے ہانیہ کو خود سے گلے لگالیا آنکھیں موند لیں وہ پُرسکون تھے کہ ان کا گھر پھر سے ایک ہوگیا تھا۔ ان کے بچے مل جل کر بیٹھے تھے کوئی رنجش نہ تھی صرف خوشیاں ہی خوشیاں تھیں۔

انہوں نے آنکھیں کھولیں اور ایک نظر صحن میں موجود سب بچوں پر ڈالی اور آسودہ سی مسکراہٹ ان کے لبوں کا حصہ بن گئی۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

ذرا مسکرا میرے گمشدہ
فاخرہ گل

تیرے پیار کو ترس گئے ہیں ہم
محبت کی آگ میں جھلس گئے ہیں ہم
کس کس کو بتاتے جدائی کا سبب ہم
رو دھو کر خود پر ہی برس گئے ہم

گزشتہ قسط کا خلاصہ

اربش اجیہ کے خوابیدہ حسن سے بے حد متاثر ہوتا ہے اسی دوران مسز سکندر کو اندر چیک اپ کی خاطر بلایا جاتا ہے تو اربش ان کے ہمراہ جا کر دیگر ٹیسٹ وغیرہ کراتا ہے اور پیمنٹ بھی کرنا چاہتا ہے لیکن اس دوران اجیہ وہاں پہنچ کر اپنی ماں کو شرمندگی سے بچالیتی ہے اور خود سارے واجبات ادا کرتی ہے۔ اربش کے دوست کی والدہ اور مسز سکندر میں اچھی خاصی دوستی ہو جاتی ہے اسی ناطے وہ اجیہ کا نمبر بھی لے لیتی ہیں تاکہ رابطوں کو بحال رکھا جاسکے اور واپسی پر انہیں گھر ڈراپ کرنے کی آفر بھی کرتی ہیں ایسے میں اجیہ اور اس کی ماں اپنے گھر سے بہت پہلے اتر کر حالات کو سنبھالنے کی کوشش کرتی ہیں اربش اجیہ میں انوکھی کشش محسوس کرتا ہے وہ اس کے ساتھ ہی یونیورسٹی میں ہوتی ہے اسی لیے ایک دوسرے کو شناسا سا معلوم ہوتے ہیں اربش یونیورسٹی پہنچ کر نہ صرف اجیہ کی تلاش میں کامیاب رہتا ہے بلکہ اس کی طرف دوستی کا ہاتھ بھی بڑھاتا ہے اجیہ اس کے خلوص سے متاثر ہو کر اس سے دوستی کر لیتی ہے۔ متوقع اسکالرشپ کے حصول کی خوش خبری وہ گھر والوں کو دینا چاہتی ہے لیکن وہاں ایک اور ہنگامہ اس کا منتظر ہوتا ہے۔ غزنی کی اتفاقیہ طور پر شرمین سے ملاقات ہو جاتی ہے جو اس کی کلاس فیلو رہ چکی ہوتی ہے اپنے حالات سے آگاہ کرتے شرمین ایک مرتبہ پھر دوستی کے رشتے میں بندھ جاتی ہے اور باتوں میں اجیہ کا ذکر کرتی ہے۔ جس پر غزنی چونک جاتا ہے لیکن پھر نام کی مماثلت ہونے پر خود کو تسلی دیتا ہے غزنی سکندر چچا سے ملنے ان کی دکان پر پہنچ جاتا ہے اور انہیں رات میں اجیہ کی غیر حاضری اور چچی اور حنین کے رویے کا بتا کر ان سے اصل حقیقت جاننا چاہتا ہے لیکن اجیہ کے نام پر سکندر شدید اضطراب میں مبتلا ہو کر ان تمام باتوں سے انکاری ہو جاتے ہیں گھر پہنچ کر وہ اپنا غصہ اپنی شریک حیات پر اتارتے ہیں اور خاندان والوں کے سامنے سچائی آجانے کے خوف سے نہایت شرمندگی محسوس کرتے ہیں۔ ایسے میں اجیہ کے گھر لوٹنے پر وہ اسے بھی تنقید کا نشانہ بناتے ہیں جبکہ اجیہ ان تمام باتوں سے بے خبر باپ کے رویے پر ششدر رہ جاتی ہے۔ اپنی محبت کے جذبات حنین اپنی ڈائری تک محدود رکھتی ہے اور اس راز میں کسی کو بھی شریک نہیں کر پاتی ہے۔

اب آگے پڑھیے

❖......○○......❖

اور یہ وہ وقت تھا جب عام طور پر لڑکیاں کھانا دینے کے بعد کچن صاف کر کے ٹی وی کے سامنے آ بیٹھتی ہیں اپنے پسندیدہ ڈرامے دیکھتی ہیں میوزک شوز سے لطف اندوز ہوتی ہیں گھر والے اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے ہیں اور سب مل جل کر باتیں کرتے ہوئے دن بھر کی تھکن اتارنے کے بعد نئے دن کے لیے تازہ دم ہونے کی کوشش کرتے ہیں لیکن زمین پر بسنے والے تمام لوگوں کا

نصیب کہاں نہیں ہوتا برستی ہوئی بارش میں کسی کا خوشی سے ہنسنا اور کسی کا کرب سے رونا ایک فطری عمل اس لیے بھی ہے کہ دنیا میں قیام کا ہر ایک کا سانچہ مختلف ہے ہر کسی کو گوندھنے کے لیے الگ مٹی دی گئی ہے اور ہر ایک کے ہاتھ میں ہنر بھی مختلف ہے اس لیے کچھ لوگ اپنی دانش مندی اور ہمت کے بل بوتے پر ناقص مٹی سے بھی شاہکار تخلیق کر لیتے ہیں۔ شاید اجیہ کے حصے میں آئی مٹی سخت ہونے کے ساتھ ساتھ بے فیض بھی تھی یہی وجہ تھی کہ اپنا آرام و سکون قربان کر دینے کے بعد بھی وہ معتبر اور اپنے والد کے لیے باعث فکر نہ تھی بلکہ وہ ان کے لیے منہ چھپانے کی ایک وجہ تھی اور یہ بات کسی طور اس کے ذہن سے نہ نکلتی۔ اس وقت بھی وہ کال سینٹر جانے کے لیے گاڑی میں دوسری لڑکیوں کے ساتھ بیٹھے باہر ایک دوسرے کے پیچھے بھاگتی ہوئی چھوٹی بڑی گاڑیوں کو دیکھ رہی تھی کہ اسی دوران گاڑی میں میوزک ابھرنے لگا۔

اداس لوگوں سے پیار کرنا کوئی تو سیکھے
سفید لمحوں میں رنگ بھرنا کوئی تو سیکھے
کوئی تو آئے خزاں میں پتے اگانے والا
گلوں کی خوشبو کو قید کرنا کوئی تو سیکھے

حامد علی خان کی خوب صورت آواز نے شاعری اور ردھم کے ساتھ مل کر ان لفظوں کو ایسا سحر انگیز بنا دیا تھا کہ براہ راست یہ آواز دل میں اترتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ وہی محرومی جو اجیہ کی زندگی کے کسی کونے میں روز اول سے زندہ تھی وہی ان لفظوں میں بھی سانس لے رہی تھی۔ وہی احساس جو اس کے دل میں بچپن سے پلتا آ رہا تھا وہ ان سروں میں بھی سر اٹھاتا ہوا محسوس ہو رہا تھا اسے لگا جیسے ایک ایک لفظ انفرادی طور پر اس سے اظہار ہمدردی کر رہا ہو، ایک تو پہلے بھی اس کا دل بوجھل تھا اس پر حامد علی خان کی آواز نے اس کی آنکھیں تک نم کر دی تھیں لیکن یہ نمی [illegible] انگلیوں کی پوریوں پر سمیٹ اس نے کمال مہارت سے اپ[illegible] کر کسی کے بھی سامنے ظاہر ہونے سے بچا لی تھی۔ کیونکہ وہ دکھوں کی تشہیر کی حامی نہیں تھی دوسروں کی ہمدردیاں لینا اسے کبھی بھی پسند نہیں رہا تھا وہ اپنے لیے "ہائے بے چاری" جیسے الفاظ سننے سے انتہائی چڑتی تھی اور یہی وجہ تھی کہ آج تک کوئی بھی لڑکی اس کے کتنے ہی قریب کیوں نہ آئی ہو لیکن اسے بھی اجیہ نے اپنے گھر کے ماحول یا بابا کے رویے کے متعلق آگاہ نہیں کیا تھا اور اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اس کے بابا بے شک جیسے بھی تھے اور ان کا رویہ اجیہ کے ساتھ کتنا ہی مایوس کن کیوں ناں تھا لیکن پھر بھی تھے تو وہ اس کے والد اور وہ نہیں چاہتی تھی کہ کسی کے بھی سامنے کوئی ایسی بات کرے جس کی وجہ سے کوئی اس کے بابا کو مورد الزام ٹھہرائے ان کے لیے برا سوچے یا برا کہے اور اس کی ذات کا یہ پہلو ایسا تھا کہ جس کی وجہ سے اسے بعض اوقات جھوٹ بھی بولنا پڑتا اور جہاں سوالات کی کثرت ہونے لگتی وہاں جھوٹ در جھوٹ بولنے کے بجائے وہ آہستہ اور غیر محسوس طریقے سے اپنا راستہ الگ کر لیتی۔

ابھی وہ گاڑی میں ابھرتے اس میوزک میں گم جانے کب تک اور کیا کچھ سوچتی رہتی کہ آہستہ رکتی گاڑی ایک دم رک گئی اس نے سیدھا ہو کر باہر دیکھا تو پتا چلا کوئی شخص اپنی گاڑی معمولی سی ترچھی کر کے یوں پارک کر گیا تھا کہ آنے والی ٹریفک اس کی وجہ سے متاثر ہوتی معمول کی رفتار سے آتی گاڑیاں [illegible] اور پھر معمولی سا ترچھا ہو کر دوبارہ سامنے والے بہاؤ میں شامل ہو جاتیں لیکن ڈرائیور چاچا نے تو شاید اس انسان کو اس غلطی کی نشاندہی کرانے کا پکا فیصلہ کر لیا تھا اسی لیے گاڑی روک کر ہارن پہ ہارن دینے لگے انہوں نے گاڑی روکی تو پیچھے آنے والی گاڑیاں خود بخود رکتی چلی گئیں اور ان کے ہارن کے ساتھ ہارن دینے لگیں چشم زدن میں سب لوگ ادھر متوجہ ہوئے بوتیک کا گارڈ گن شولڈر پر ڈالے اندر گیا اور اگلے ہی لمحے اربش ایک ہاتھ میں شاپنگ بیگ پکڑے عجلت میں بوتیک سے باہر نکلا اجیہ نے ایک مرتبہ اچانک اس پر نظر پڑنے کے بعد پھر دوبارہ اور سہ بارہ دیکھا تو بھی بصیرت نے یہی گواہی دی نہ تو [illegible] اور نہیں صرف اور صرف اربش

ہے۔ برق رفتاری سے سیڑھیاں اترتا ارتش دائیں ہاتھ سے پینٹ کی جیب سے گاڑی کی چابیاں نکالتے ہوئے ڈرائیور چاچا کی طرف متوجہ ہوا جنہوں نے سر باہر نکالے اشارے سے اس کی گاڑی کے غلط پارک ہونے اور پیچھے گاڑیوں کی قطار کے موجود ہونے کے بارے میں کہا تب تک وہ نزدیک آچکا تھا اس نے بھی اشارے سے ہی سینے پر ہاتھ رکھ کر ہلکا سا سر کو خم دیتے ہوئے غلطی تسلیم کرنے کا بتایا اور گاڑی کا لاک کھولتے ہوئے ایک اچٹتی سی نظر گاڑی کے پچھلے حصے پر ڈالی تب تک اجیہ اپنے چہرے کے سامنے پرس رکھ کر اب اس کی اوٹ میں ہو چلی تھی۔

گہری نیلی جینز پر وائٹ برانڈڈ شرٹ پہنے ارتش نے گاڑی ٹھیک کرتے ہوئے اس کی طرف دیکھا ضرور لیکن بالکل گاڑی کے شیشے کے قریب بیٹھی اجیہ کے بجائے صرف پرس ہی نظر آیا البتہ اجیہ نے اسٹریپ کے پیچھے سے اسے ضرور دیکھ لیا تھا اور اس کا یہی خیال تھا کہ ارتش کا یوں دیکھنا محض ایک معمول کی بات تھی اور کچھ نہیں۔

کوئی دکھائے محبتوں کے چراغ مجھ کو
میری نگاہوں سے بات کرنا کوئی تو سیکھے
کوئی تو آئے نئی رتوں کا پیغام لے کر
اندھیری راتوں میں چاند بن کر کوئی تو چمکے

ڈرائیور چاچا نے اب فاتحانہ انداز میں دوبارہ گاڑی اسٹارٹ کی اور ارتش کے سامنے سے گاڑی نکال کر لے جاتے ہوئے ایک مرتبہ پھر اسے دیکھا وہ ڈرائیور چاچا کو ماتھے تک ہاتھ لے جا کر سلام کر رہا تھا اور انتہائی خوش دلی سے مسکرا رہا تھا جواباً ڈرائیور چاچا نے سیلوٹ کے انداز میں دائیں کنپٹی تک ہاتھ لے جا کر اسے مزید عزت دی اب ان کی گاڑی ٹریفک کے بہاؤ کا ایک بار پھر حصہ بن چکی تھی۔ سڑک کے اطراف شاپنگ پلازوں، دکانوں، ریسٹورنٹس کی لائٹس جگمگا رہی تھیں اور وہ ارتش کے انداز میں گم تھی۔

کا ڈرائیور ہونا ظاہر تھا انہیں ارتش نے جس طرح عزت دی تھی۔ عام طور پر ہونے والے واقعات کی طرح گالم گلوچ کرنے کے بجائے فراخ دلی سے اپنی غلطی تسلیم کی تھی اور پھر جاتے جاتے ایک دفعہ پھر نظر مل جانے پر جس بڑے پن کے ساتھ انہیں پیشانی تک ہاتھ لے جا کر سلام کیا تھا یہ سب اجیہ کو انتہائی خوشگوار محسوس ہوا تھا اور پتا نہیں کیوں اس کی ذات کا یہ پہلو اجیہ کو ایک نامعلوم سی خوشی بخش رہا تھا کیونکہ یہ دکھاوا نہیں تھا اس کے اردگرد اس کی جان پہچان والا کوئی بھی نہیں تھا جن کے سامنے خود کو مہذب دکھانے کے لیے وہ یہ سب کرتا حالانکہ عام طور پر مہنگی گاڑی میں بیٹھنے والے خوامخواہ ہی دوسروں کو خود سے کمتر یا حقیر سمجھنے لگتے ہیں لیکن اسے یہ سوچ کر اچھا لگ رہا تھا کہ اتنی اچھی نیچر والا انسان اس کا دوست ہے اور وہ لوگ ایک ساتھ پڑھتے ہیں۔ پہلی مرتبہ لیبارٹری میں اس سے ملاقات پھر یونیورسٹی میں اس کا ڈھونڈتے ڈھونڈتے اجیہ تک پہنچنا اور پھر اسے رات کو سکون سے سونے کی ہدایت کر کے اس کی کتابیں خود لے جانا۔ اجیہ کو تمام واقعات ایک مرتبہ پھر مکمل احساسات کے ساتھ یاد آنے لگے تو ایسا لگا جیسے کچھ دیر پہلے ذہن پر جے بوجھل پن کا کہر اب چھٹنے لگا ہو وہ چند لمحوں کے لیے خود کو ہلکا پھلکا محسوس کر رہی تھی اور سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائے تمام واقعات کو دہراتے ہوئے حیرت انگیز طور پر اس نے محسوس کیا کہ وہ مدہم سا مسکرا رہی ہے اس کے چہرے پر تناؤ نہیں تھا بلکہ اسے اپنا آپ انتہائی ریلیکس لگ رہا تھا۔

یوں زندگی کی راہ میں ٹکرا گیا کوئی......

ڈرائیور چاچا کے منتخب کردہ گانوں کے انتخاب میں اگلا گانا اجیہ کے حسب حال تھا اور کچھ دیر کے لیے وہ سب کچھ بھول بھال کر سیدھی ہو بیٹھی اور تیزی سے گزرتی روشنیوں کو دیکھنے لگی۔

''یہ روشنیاں ایک [illegible] ہوں گی دنیا [illegible] نہیں ہے اور میں اپنی محنت سے امی کو ایک بڑا سا گھر لے کر دوں گی ان کے نام پر بہت سے

ساٹھ سالہ ڈرائیور چاچا جن کے یونیفارم سے بھی ان

پیسے بینک میں رکھواؤں گی انہیں کبھی بھی پاپا سے بلکہ مجھ سے بھی مانگنے کی ضرورت نہیں پڑے گی تحسین بھی ڈاکٹر بننے کے بعد امی کا سر فخر سے بلند کرنے کا باعث بنے گی پھر ہم دونوں مل کر امی کو اتنا خوش رکھیں گی کہ لوگ امی کی قسمت پر رشک کیا کریں گے اپنی بیٹیوں کو ہماری مثال دیا کریں گے۔ امی کو کبھی روز کی سبزی کے لیے پیسے لینے کی خاطر بابا کے سامنے ہاتھ پھیلانا نہیں پڑے گا بلکہ میں امی کو کہوں گی کہ ہر وہ چیز پکائیں اور کھائیں جس کے لیے کبھی آپ کے دل میں کوئی حسرت آئی ہو اور ان سب خوابوں کی تعبیر حاصل کرنے کے لیے مجھے سخت محنت کرنا پڑے گی دن رات کی تمیز کیے بغیر۔" اربش کے خیال نے اسے کچھ دیر ہواؤں میں تو رکھا لیکن پھر اسے زمین پر آنے میں بھی زیادہ وقت نہیں لگا تھا وہ جانتی تھی اربش اگر منہ میں سونے کا نوالہ لے کر پیدا ہوا ہوگا تو شاید پیدائش کے وقت اس کے منہ میں صبر کا گھونٹ دیا گیا ہوگا اس لیے بہت زیادہ دیر خود کو اس کے خیالوں میں مصروف رکھنے کے بجائے جلد ہی حقیقت کی دنیا میں لوٹ آئی جہاں اس کے خواب اور خواہشیں ہمیشہ کی طرح اس کے منتظر تھے اور روزانہ کال سینٹر آتے ہوئے اس کی گود میں چلے آتے وہ ان کی سنتی، انہیں سمجھاتی، دلاسہ دیتی اور ایک نہ ایک دن ان کی تکمیل کا وعدہ پھر سے دہرا کر انہیں خوش کر دیتی اور پھر چشم تصور سے وہ زندگی جیتی جس میں امی بہت خوش ہیں ان کا معیار زندگی بھی بلند ہے اور رہن سہن بھی گھٹ گھٹ کر جینا جہاں خارج از امکان تھا اور شاید وہ ابھی یہی کچھ سوچ رہی ہوتی کہ گاڑی کال سینٹر کے باہر رکی چوکیدار فوراً اپنی جگہ سے اٹھا اور انہیں اندر جانے کا رستہ دیتے ہوئے عادتاً سلام کیا اور پھر ڈرائیور چاچا کے ساتھ باتوں میں مصروف ہو گیا تھا۔

❖......○○......❖

"شوکاز نوٹس۔" اجیہ کال سینٹر میں داخل ہونے کے بعد حسب معمول سب سے ہیلو ہائے کرتے کرتے اپنی سیٹ تک پہنچی ہی تھی کہ کمپیوٹر کے ساتھ ہی رکھے خالی

رنگ کے لفافے نے اسے چونکا دیا لفافے کے اوپر سیاہ
روشنائی سے تحریر تھا کہ اس کے اندر شوکاز نوٹس ہے اور اس
لکھے ہوئے پر اسے حیرت اس لیے بھی ہوئی کہ یہ اور اس
طرح کے دوسرے کاغذات کانفیڈینشل تصور کیے جاتے
ہیں اس لیے لفافے کے باہر ہی اندرونی متن کا عیاں
کردینا یقیناً اچنبھے کا باعث تھا۔

کندھے سے پرس اتار کر اس نے کمپیوٹر کے بائیں
طرف رکھا کمپیوٹر آن کیا اور کرسی کی پشت سے ٹیک لگا
کر لفافہ کھول کر بڑے غور سے اس ٹائپ شدہ لیٹر کو
پڑھنے لگی جس میں اسے اظہار وجوہ کا کہا گیا تھا اور اس
لیٹر کے بعد اب اس پر لازم تھا کہ وہ ذمہ داران کے
سامنے تازہ ترین صورت حال پر اپنی صفائی پیش کرے
یا اپنا نقطہ نظر واضح کرے۔

نانا ابو میں نے زارا کا پین نہیں توڑا لیکن پھر بھی وہ مجھ
سے ناراض ہوگئی ہے کہتی ہے کہ پین ہر صورت میں، میں
نے ہی توڑا ہے کیونکہ اور کسی کی بھی اتنی ہمت نہیں ہے کہ
اس کے بیگ میں بغیر پوچھے ہاتھ ڈالے آپ بتائیں ناں
میں اسے کیسے یقین دلاؤں۔

کھیلوں کے سالانہ مقابلے کے بعد اب وہ تینوں
کلرک آفس میں بیٹھے باتیں کررہے تھے پرنسپل اپنے
آفس میں میٹنگ میں مصروف تھے لہٰذا وہ ادھر ہی بیٹھ گئے
حنین اپنی سہیلیوں کی ٹولی کے ساتھ اب تک گراؤنڈ میں
ہی موجود تھی اور نانا ابو کی آمد سے لاعلم ہونے کی وجہ سے
اسے وہاں آنے کی کوئی جلدی بھی نہ تھی۔

"وہ اگر تمہاری اس قدر صفائیاں پیش کرنے پر بھی
نہیں مانی تو پھر اسے منانے کا کیا فائدہ۔"

"نانا ابو بھلا یہ کیا بات ہوئی۔" وہ ناسمجھی سے اٹھلائی۔

"بات یہ ہوئی کہ اگر زارا کے سامنے تمہیں خود کو سچا
ثابت کرنے کے لیے اتنی صفائیاں دینی پڑ رہی ہیں تو بھلا
وہ کیسی دوستی ہوئی کیونکہ دوست تو بن کہے ایک دوسرے
کے حالات سمجھ جاتے ہیں ناں۔ دوستوں کے سامنے
صفائی پیش کرتے ہوئے ہلکان ہونا پڑے تو پھر اس رشتے
میں دوستی کہاں اور بھلا پھر ان دوستوں میں اور تمام لوگوں
میں کیا فرق رہ جائے گا؟" نانا ابو نے گراؤنڈ میں رنگ
برنگے غبارے ہوا میں اڑاتی بچیوں کو دیکھا ان کے
چہرے پر موجود خوشی فطری تھی جبکہ اجیہ کے چہرے پر
تفکرات تھے اور اس دفعہ یہ تفکر بابا کی نہیں بلکہ دوست کی
وجہ سے تھا۔ امی ان دونوں کی گفتگو میں ہمیشہ خاموش رہ کر
ان کی باتیں سنا کرتیں وہ خود بھی تو چاہتی تھیں کہ سکندر
صاحب نہ سہی تو اجیہ کے نانا ابو ہی زندگی کے رویوں کو
سمجھنے پرکھنے میں اجیہ کی کچھ رہنمائی کردیا کریں۔

"نانا ابو یعنی آپ کا مطلب ہے کہ میں زارا سمیت
ان سب لوگوں کی دوستی چھوڑ دوں ناں جو یہ یقین نہیں
کررہے کہ میں نے زارا کا پین نہیں توڑا؟"

"ارے نہیں نہیں یہ میں نے کب کہا بیٹا۔" وہ حیرت
سے مسکرائے۔

"جو آپ کی بات پر اتنی صفائیاں دینے کے بعد بھی
یقین نہ کرے اس کے ساتھ دلی رشتہ استوار رکھنے سے
کہیں بہتر ہے کہ دنیاداری والے تعلقات بنائے جائیں
اس طرح دل کم سے کم دکھتا ہے۔"

"دنیا داری والے تعلقات کیسے ہوتے ہیں؟" اس
نے ناک چڑھا کر منہ بسورا۔

"میرا مطلب ہے کہ جو بات کرے اس سے تو مکمل
اخلاق کے ساتھ بات ضرور کرو لیکن کسی پر بھی اتنے ہی
اخلاق سے بات کرنے یا جواب دینے کی امید مت
باندھو، ایسا کروگی ناں تو دکھ میں رہوگی اور نہ ہی کسی کو اپنا سچا
ہونے کی صفائیاں دو نہ یہ یقین دلانے کی کوشش میں
ہلکان رہو کہ تم اس بات میں کس قدر سچی ہو لیکن ہاں خود
اپنے ضمیر اپنے آپ کو مطمئن رکھو۔"

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں میں اور زارا اتنے عرصے
سے ایک ساتھ ہیں لیکن پھر ابھی وہ میری بات پر یقین
کرنے کے بجائے دوسری لڑکیوں کی بات کو صحیح سمجھ رہی
ہے تو بس ٹھیک ہے سمجھتی رہے مجھے کوئی ضرورت نہیں خود کو
سچا ثابت کرنے کی۔"

اس کے فیصلہ کن انداز پر امی نے مسکراتے ہوئے تایا ابو کو اس کے سر پر شفقت بھرا ہاتھ رکھتے دیکھا۔ وہ اجیہ کو دنیا کے سامنے ایک مضبوط لڑکی کے طور پر جوان ہوتا دیکھنا چاہتی تھیں بات بات پر رونے اور دوسروں کا سہارا ڈھونڈنے والی لڑکی تو وہ خود اپنی زندگی میں برت چکی تھیں اور نہیں چاہتی تھیں کہ اجیہ ان جیسی ہو۔

"پڑھ تو لیا ہوگا تم نے اب تک یہ لیٹر؟" شرمین بڑے جارحانہ انداز میں اس کے پاس اس طرح کھڑی تھی کہ ایک ہاتھ کرسی کی پشت پر تھا اور دوسرا اپنی کمر پر عروبہ نے معمولی سی گردن موڑ کر انتہائی ناگواری سے اسے دیکھا انداز ایسا تھا جیسے اس کے سامنے اس وقت دنیا کی ناپسندیدہ ترین لڑکی کھڑی ہو اور واقعی یہ حقیقت بھی تھی جو اس کے چہرے سے صاف ظاہر ہو رہی تھی اس کی طرف سے واضح طور پر کوئی بھی جواب نہ ملنے کے باعث اب وہ اجیہ کے بالکل سامنے آ کر کھڑی ہو گئی تھی اور اس کے کمپیوٹر کاؤنٹر سے ٹیک لگا کر اسے تمسخرانہ انداز میں دیکھ رہی تھی۔

"تمہیں میری فکر میں گھلنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے شرمین، تم اپنے کام سے کام رکھو اور مجھے اپنا کام کرنے دو تو میرا خیال ہے یہ ہم دونوں کے ہی حق میں بہت بہتر ہوگا، ورنہ......" اجیہ نے جان بوجھ کر جملہ ادھورا چھوڑا اور کمپیوٹر کی طرف متوجہ ہوئی۔

"ورنہ یہ کہ اگر تمہاری بتائی ہوئی وجوہات بلکہ بہانے بازی سے ایڈمنسٹریشن مطمئن نہ ہوئی تو وہ تمہیں کھڑے کھڑے نکال بھی سکتے ہیں۔" شرمین نے اجیہ کا ادھورا چھوڑا ہوا جملہ اپنی مرضی سے مکمل کیا تھا۔ "اور کون جانے کہ آج یا کل میں تمہارا آخری دن کون سا ہونے والا ہے۔"

"فکر مت کرو شرمین کیونکہ یہ سب سراسر الزام ہے اور یہ بات سو فیصد سچ ہے اور تم بھی اچھی طرح جانتی ہو لیکن پھر بھی اس الزام کی نہ صرف حقیقت واضح کر کے رہوں گی بلکہ یہ منصوبہ بنانے والوں کو بھی بے نقاب کروں گی۔" ہلکا سا مسکراتے ہوئے اس نے اپنی بات مکمل کی اور اس کی اسی مسکراہٹ نے شرمین کو جیسے آگ ہی لگا دی۔ وہ اجیہ کو پریشان دیکھنا چاہتی تھی لیکن اس کا اب تک مسکراتے رہنا ہی شرمین کا دل جلانے کو کافی تھا دل تو اس کا یہی چاہ رہا تھا کہ ابھی اجیہ کو ہاتھ پکڑ کر باہر والی سڑک پر چھوڑ آئے لیکن یہ سب اس کے اختیارات میں نہ تھا اور اختیارات کی یہی ہوس تو اسے چین لینے نہیں دے رہی تھی کہ جب سے اس نے دیکھا تھا کہ اجیہ کی بہترین کارکردگی اور کسٹمرز کے ساتھ عمدہ طرز تعلقات کی وجہ سے وہ ہیڈز کی آنکھوں کا تارا بننے والی ہے اس نے فوراً اس کی خامیاں گھڑ کے یہاں وہاں سب کے سامنے بات کرنا شروع کی وہ نہیں چاہتی تھی کہ اجیہ کو کسی بھی طور اس سے زیادہ اہمیت دی جائے۔

"ویسے جو تمہیں خواب دیکھنے کی عادت ہے ناں یہ سب سے خطرناک ہے اور میرا مشورہ مانو تو یہ عادت چھوڑ دو کیونکہ جتنے اونچے تمہارے خواب ہیں ناں تو کسی دن سوتے ہوئے ہی ٹھوکر لگ کر ایسی گرو گی کہ ایک جھٹکے سے آنکھیں کھل کر رہ جائیں گی۔"

"خواب دیکھنے کی نہیں شرمین بلکہ اپنے خوابوں کو حقیقت میں بدل ڈالنے کی بھی ہمت ہے مجھ میں یو جسٹ ویٹ اینڈ واچ۔" اجیہ کی طرف سے یوں چیلنج کرنے پر شرمین ہلکی آواز میں بے اختیار ہنسی۔

"یعنی اندھے کو اندھیرے میں بڑی دور کی سوجھی۔"

جواب میں اجیہ نے کچھ بھی کہنے کے بجائے شوکاز نوٹس کو دراز میں ڈال کر ایک نظر مسکراتے ہوئے شرمین پر ڈالی اور پھر ماؤس ہاتھ میں لے کر کسٹمرز لسٹ پر کلک کر دیا یعنی اب وہ مزید اس کی کسی بھی بات کا جواب دینا چاہتی تھی اور نہ ہی اس سے بات کرنا چاہتی تھی اور اسی دوران ہی چپڑاسی نے شرمین کو بتایا کہ اسے اندر بلایا جا رہا ہے لہٰذا ایک اچٹتی سی مسکراہٹ کے ساتھ وہاں سے ہٹ کر آفس کی طرف بڑھ گئی۔ اس کے جاتے ہی اجیہ نے گہرا سانس لے کر کرسی کی پشت سے ٹیک لگا لی معاملے کا کوئی ایک

بھی سر اس کے ساتھ نہیں آ رہا تھا شرمین کے سامنے تو ظاہری طور وہ انتہائی مطمئن اور پرسکون ہونے کی اداکاری کرتی رہی تھی لیکن درحقیقت سخت الجھی ہوئی تھی وہ بالکل بھی سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ اس شوکاز نوٹس کے جواب میں اسے کیا کرنا چاہیے۔

''نانا ابو میں بہت پریشان ہوں اتنی پریشان کہ آپ کو بھی نہیں بتا سکتی آپ صرف میرے لیے دعا کیجیے پلیز۔'' وہ جب بھی پریشان ہوتی سب سے پہلے ہر بات نانا ابو کے ساتھ شیئر کیا کرتی لیکن اس مرتبہ وہ انہیں بھی کچھ بتانا نہیں چاہ رہی تھی صرف اس لیے کہ وہ پریشان نہ ہوں۔

''اچھا ایسا کرو سکون سے کسی بھی جگہ بیٹھ جاؤ اور تصور کرو کہ تمہاری تمام پریشانیوں کا واحد حل صرف کہہ دینے میں ہے یعنی یہاں تم نے کوئی پریشانی بیان کی وہاں وہ پریشانی حل ہوگئی۔''

''میں سمجھی نہیں نانا ابو۔'' اپنے اسکول بیگ سے پانی کی بوتل نکال کر اسے منہ سے لگاتے ہوئے اس نے کہا۔

''میرا مطلب ہے کہ جب بھی کوئی مشکل یا پریشانی ہوا کرے ناں تو اللہ کو مخاطب کر کے سب کہہ دیا کرو وہ سب سے بڑھ کر مسائل کا حل کرنے والا بھی ہے اور اس سے کچھ چھپانا بھی نہیں پڑتا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ ہمیشہ رہنے والا ہے اور اس کے سسٹم میں، ہماری تمام پچھلی مشکلات کا ریکارڈ موجود ہوتا ہے بس وہ منتظر ہوتا ہے کہ اس سے مدد مانگی جائے اس کے ساتھ اپنی مشکلات پریشانیاں ڈسکس کی جائیں اور وہ اپنی محبت کی آغوش میں ہمیں لے لے سیراب اور مطمئن کردے۔'' نانا ابو کی بات پر اس نے ناخن کھوجتے ہوئے سر ہلایا۔

''اور پتا ہے میں تو شاید آج ہوں کل نہ رہوں اس لیے مجھ سے زیادہ اللہ کریم سے اپنی بات شیئر کرنے کی عادت ڈالو تاکہ میرے بعد بھی تم خود کو تنہا مت سمجھو۔'' کرسی کی پشت گاہ سے سر ٹکائے وہ دیر تک نانا ابو کو یاد کرتی رہی تھی پھر ظاہری طور پر سیدھی ہو کر بیٹھی، اور [illegible] کام پر کلک کر کے [illegible] سے [illegible] تو تھی لیکن ذہن الجھا ہوا تھا جب تک نانا ابو زندہ تھے اس نے کبھی خود کو تنہا نہیں سمجھا تھا ذرا ذرا سی بات بھی وہ انتہائی دھیان توجہ اور دلچسپی سے سنا کرتے اور درحقیقت ان کے اسکول آنے کا مقصد ہی محض یہ تھا کہ وہ کمی جو سکندر صاحب کی بے توجہی کے باعث اس کی ذات کا حصہ بن رہی ہے اسے پورا کیا جاسکے۔

پھر ان کے دنیا سے چلے جانے کے بعد اجیہ اپنی ہی ذات میں سمٹ کر رہ گئی تھی اپنی ہر مشکل اور پریشانی کو وہ صرف اور صرف اپنے تک ہی محدود رکھنے لگی امی کے ساتھ کوئی بھی بات یا پھر اپنے احساسات شیئر کر کے وہ انہیں پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی ان کے سامنے ہمیشہ ہنستی مسکراتی اجیہ کا رویہ اب ویسا ہی ہوگیا تھا جیسا نانا ابو کا اس کے ساتھ تھا وہ امی کے سامنے خود کو مضبوط دکھاتی انہیں خوش رکھنے کی کوشش میں اپنی تمام پرابلمز کو پس پشت ڈال دیتی اور یہی نہیں بلکہ اپنے دل کا حال تو کبھی اس نے حنین کے ساتھ بھی شیئر نہیں کیا تھا یہ الگ بات ہے کہ ان دونوں کے سامنے خوش رہتے رہتے سکندر صاحب کا رویہ یاد آتا تو اس کے تمام اعصاب جواب دے جاتے اور تب وہ ہمیشہ کی طرح واش روم کا رخ کرتی جہاں اس کے آنسوؤں کا کوئی گواہ نہ ہوتا اور جہاں اس کے آنسو کسی کو پریشان نہیں کرسکتے تھے پھر جب نانا ابو کی بات یاد آئی تو اللہ کریم کو مخاطب کر کے دل کی ہر بات کہہ ڈالی کہ دنیا میں کسی کے بھی سامنے رو کر وہ خود کو کمزور ثابت نہیں کرنا چاہتی تھی۔

❖......OO......❖

اربش گفٹ لے کر گھر پہنچا گیٹ پر آ کر گاڑی کا ہارن دیا اور تیز میوزک کی دھن میں اسٹیئرنگ پر انگلیوں سے میوزک کا ساتھ دینے لگا گیٹ کے دونوں اطراف کی لائٹس آن تھیں اوپری منزل پر موجود ممی کے بیڈ روم کی کھڑکیوں سے اندر موجود روشنی چھن کر باہر آرہی تھی [illegible] سے معلوم [illegible] وہ اربش کا انتظار کرتے رہنے کے بعد اب اپنے کمرے میں چلی گئی تھیں ویسے بھی وہ اپنی سالگرہ پر منعقدہ اس سرپرائز ڈنر کے لیے ہرگز انفارمڈ

نہیں تھی۔ ٹیرس، اوپری چھت اور لان کے پودوں کی لائٹیں ان کے خوب صورت گھر کی رونق مزید بڑھا رہی تھیں پھر ان کے بیڈ روم کی لائٹ بند ہوئی یعنی وہ گیٹ کھولنے کے لیے نیچے آرہی ہوں گی اربش نے سوچا اسی وقت بوا نے گیٹ کھولا اس نے سر جھکا کر انہیں اشارے سے سلام کیا اور گاڑی اندر لے گیا اسی وقت ممی بھی باہر نکل آئی تھیں چہرے سے متفکر نظر آنے کے ساتھ ساتھ وہ کچھ کچھ ناراض بھی لگ رہی تھیں ان کے لیے لیا گیا گفٹ گاڑی کے بجائے وہ ڈگی میں رکھ چکا تھا اسی لیے بڑی بے فکری سے گاڑی سے نکلا اور گھر کی دونوں معتبر خواتین کے سامنے پیش ہوگیا۔

"مجھے پکا یقین ہے کہ آپ مجھ سے ناراض تو ہوں گی لیکن سخت ناراض نہیں ہے ناں؟"

"ٹائم دیکھا ہے کیا ہورہا ہے اور یہ کوئی وقت ہے گھر آنے کا۔" وہ واقعی اس سے خفا تھیں۔

"مطلب کہ اگر بندہ کسی وجہ سے لیٹ ہوجائے تو پھر گھر نہیں آنا چاہیے کیا؟" اس نے جان بوجھ کر بات برائے بات کی۔

"ارے پگلے یہ بات نہیں ہے۔" بوا نے اسے پیار سے چپت رسید کی۔

"بلکہ باجی کا مطلب یہ ہے کہ تم اتنی تاخیر سے کیوں آئے ہو حالات دیکھو ناں کراچی شہر کے کتنے خراب ہیں نہ کوئی فون کیا نہ اطلاع دی خوامخواہ برے برے خیالات آرہے تھے۔"

"اوہ اچھا اچھا اب سمجھا ناں کہ ممی آخر پریشان کیوں ہیں۔" اس نے دیکھا ممی واقعی ناراض لگ رہی تھیں جبکہ بوا کے چہرے پر ہمیشہ کی طرح شفقت بھری مسکراہٹ تھی۔

"ممی آپ ناراض ہیں کیا؟"

"اگر میری ناراضی کا سوچتے تو بھلا بتاؤ کیا اتنی دیر سے آتے اور پھر اس سے پہلے کبھی ایسا ہوا بھی نہیں کہ تم اتنی دیر سے گھر آؤ اگر آج کہیں تاخیر ہو ہی گئی تھی تو بھلا فون کردو۔ مجھے موبائل فون بھی ہے لینڈ لائن نمبر بھی ہے لیکن ان کے باوجود میری گاڑی ٹھیک ہونے کے لیے نہ دی ہوتی تو شاید اب تک میں تمہیں ڈھونڈنے بھی نکل چکی ہوتی۔" ممی ایک ہی سانس میں بولتی چلی گئی اور وہ بھی خاموشی سے سنتا گیا ویسے بھی وہ آج تک کبھی ان کے سامنے نہیں بولا تھا انہیں کبھی کسی معاملے میں غلط قرار نہیں دیا تھا ان کی ہر بات میں ہاں میں ملاتا اور یہاں تک کہ ان کی بات سے اتفاق رکھتا کہ اگر وہ کہتیں کہ رات کا وقت ہے اور چاہے پھر باہر دن کا سورج چمک رہا ہوتا وہ کبھی بھی نہ کہتا کہ ممی آپ غلط کہہ رہی ہیں جبکہ باہر دیکھیں دھوپ نکلی ہوئی ہے وہ بس انہیں خوش رکھنا چاہتا تھا اور اس مقصد کے لیے کوئی کسر نہ چھوڑتا اور ویسے بھی ممی کے علاوہ اس کا دنیا میں تھا ہی کون کہ اس کی محبت کسی اور رشتے کے ساتھ تقسیم ہوتی بابا کی وفات کے بعد آہستہ آہستہ سارے ہی رشتے دور ہوتے چلے گئے تھے۔

ننھیال میں ویسے بھی نانا کے علاوہ کوئی نہ تھا اور ددھیال والے تب تک ہی ساتھ رہے جب تک پاپا زندہ تھے ان کے دنیا سے جانے کے بعد ایک ایک کرکے سبھی دور ہوتے چلے گئے اور تب ممی اربش اور بوا...... یہی ان کی کل کائنات تھی اور اس کائنات میں ممی ہی تمام تر محبت کا مرکز تھیں جبکہ ان کا خیال تھا کہ یہ مرکز اربش ہے۔

"سوری ممی...... آئی پرامس آج کے بعد ایسا نہیں ہوگا پلیز ناراض نہ ہوں۔" اور بھلا وہ اربش سے کیسے ناراض رہ سکتی تھیں لہٰذا مسکرانے لگیں۔

"چلیں ایسا کرتے ہیں آج ہم کھانا کہیں باہر کھائیں گے۔" اربش نے اپنا ارادہ ظاہر کرنے کے بعد فرداً فرداً دونوں کے چہرے دیکھے وہ دونوں ہی اس اچانک اور غیر متوقع پروگرام پر حیران تھیں۔

"لیکن میں تو رات کا کھانا تیار کرچکی ہوں۔" بوا نے حیرت سے کہا۔ "ہمیشہ کی طرح صرف روٹیاں باقی تھیں جو بہار...... آنے پر پکانی تھی۔"

"ارے تو کیا ہوا بوا یہ کھانا ہم کل کھالیں گے۔" اربش

نے فوری حل پیش کیا تو ممی اس کی استقبال کی منصوبہ بندی پر بے اختیار ہنس پڑیں۔

"تم تو آج تک بھی فریج کا کھانا نہیں کھاتے پھر کل کیسے کھالو گے بھلا؟"

"کل کھالوں گا ممی اور وہ اس لیے کہ آج ہم کھانا باہر کھائیں گے ناں۔ آپ دونوں بس جلدی سے تیار ہوجائیں۔"

"ارے اتنی بھی کیا جلدی ہے اور کیا ساری باتیں آج یہیں پر کھڑے کھڑے کرنی ہے؟" ممی شگفتگی سے بولیں خود بوا بھی کہنا چاہ رہی تھیں۔

"جی نہیں بالکل نہیں بلکہ آج ساری باتیں ہم باہر ہی کریں گے اب بس جلدی سے تیار ہوکر آجائیں بلکہ میرا تو خیال ہے کہ تیاری بھی کیا کرنی آپ دونوں تو ماشاءاللہ پہلے ہی اتنی گریس فل لگ رہی ہیں ایسے ہی چلتے ہیں۔" اس نے دیکھا ممی نے ساڑھی پہن رکھی تھی یعنی وہ شام میں کہیں گئی تھیں ورنہ عموماً وہ گھر پر شلوار قمیص پہننے کو ترجیح دیا کرتیں اور باہر نکلتے ہوئے ساڑھی پہننا پسند کرتیں۔

بوا نے بھی بریزے کی لان کا سوٹ پہن رکھا تھا ہلکے زرد رنگ کا یہ سوٹ ممی پچھلی عید پر ان کے لیے لائیں تھیں ویسے بھی وہ اس گھر میں نوکر کے طور پر رہائش پذیر نہیں تھیں بلکہ اس گھر میں اور اربش اور ممی کی نظر میں ان کا رتبہ گھر کے ایک فرد کا ہی تھا بہترین لباس، اپنے جیسا طرز رہائش اور وہی ایک ساتھ بیٹھ کر کھانا پینا وہ تینوں گھر کے افراد کی طرح ہی مل جل کر رہا کرتے تھے۔

"اوہو لیکن آج ہی کیوں؟" ممی نے بوا کو دیکھا اور بوا نے اربش کو لیکن اربش نے کوئی بھی جواب دینے کے بجائے انہیں جلدی سے آنے کا اشارہ کیا اور گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔ ممی کے لیے فرنٹ ڈور کھولا اور بوا کے لیے گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول کر دوبارہ واپس آیا ان دونوں کے ہاتھ پکڑے اور گاڑی تک لے آیا وہ دونوں مسکرا رہی تھیں اس کے انداز پر خوش نظر آرہی تھیں۔

"ارے رکو میں لاؤنج وغیرہ کے تالے تو لگا دوں۔" بوا نے گاڑی میں بیٹھتے ہوئے ہلکا پھلکا سا احتجاج کیا مگر تب تک گاڑی میں بیٹھ چکی تھیں۔

"وہ میری ذمہ داری ہے پیاری بوا آپ دونوں بیٹھیں اور میوزک انجوائے کریں میں صرف لاؤنج ہی نہیں بلکہ اوپر ٹیرس تک کو لاک کرکے آجاتا ہوں بلکہ ممی آپ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھیں میرے آنے تک گاڑی دوبارہ باہر نکالیں میں تب تک سب کچھ لاک کرکے گیٹ بھی بند کرتا ہوں۔" ان کا جواب سنے بغیر وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا اندر کی طرف چلا گیا تھا۔ بوا اور ممی کی ہنسی گاڑی میں گونجی وہ دونوں ہی اس سے بہت پیار کرتی تھیں اور گو کہ اب وہ جوان تھا بلکہ اپنی عمر سے زیادہ بڑا لگتا تھا لیکن ان کی نظر میں اب بھی وہ ایک معصوم صورت والا شرارتی بچہ ہی تھا۔

ممی گاڑی سے باہر نکل کر ڈرائیونگ سیٹ پر آئیں گاڑی کو ریورس گیئر میں ڈال کر گیٹ سے باہر نکالا اور گاڑی اسٹارٹ ہی رہنے دی جبکہ خود دوبارہ فرنٹ سیٹ پر آ بیٹھیں سامنے رکھی کتابوں پر نظر پڑی تو اٹھا کر ورق گردانی کرنے لگیں اسی دوران بیرونی گیٹ کو تالا لگانے کے بعد اربش نے آکر اسٹیئرنگ سنبھالا اور گیئر لگا کر میوزک کی آواز کم کردی۔

"یہ کون سی بکس ہیں تمہارے سبجیکٹس کی تو نہیں ہیں یہ۔" ممی نے بکس واپس ڈیش بورڈ پر رکھنے کے بعد پوچھا۔

"میری ایک دوست کی ہیں میں نے سوچا اس کی کچھ ہیلپ کردوں۔"

"ٹھیک ہے ہیلپ ضرور کرو لیکن اس طرح نہیں کہ تمہاری اپنی اسٹڈیز کسی بھی طور متاثر ہوں پتا ہے ناں تمہیں ٹاپ کرتے دیکھنا میری کتنی بڑی خواہش ہے۔"

"اور یہ تو آپ کو بھی پتا ہے ناں کہ آپ کو اور اپنی بوا کو خوش رکھنا اور آپ دونوں کی ہر خواہش پوری کرنا میری کتنی بڑی خواہش ہے۔" ذرا سا رخ موڑ کر اس نے ممی کے ساتھ ساتھ بوا کو بھی دیکھا۔

"اللہ تمہیں خوش رکھے بیٹا اور تمہاری ہر خواہش پوری کرے۔" بوا نے دعا دی۔

سڑک کے دونوں اطراف لگی روشنیاں مختلف شاپنگ مالز، دکانوں اور ریسٹورنٹس کے باہر لگی لائٹس سے گمان گزرتا تھا کہ اس وقت رات ہرگز نہیں بلکہ دوپہر کا ہی وقت ہے جو لوگ دوپہر میں دفتری اوقات کی وجہ سے مصروف رہا کرتے تھے اس وقت شاپنگ یا ڈنر کے لیے سجے سنورے نظر آرہے تھے ارتش نے پہلے سے ترتیب شدہ پروگرام کے مطابق ریسٹورنٹ کے لیے مختص پارکنگ میں گاڑی کھڑی کی اور ممی اور بوا کی طرف کا دروازہ کھول کر گاڑی لاک کرنے کے بعد ان کے ساتھ ریسٹورنٹ میں داخل ہوا۔ انتظامیہ کے ساتھ باہمی مشاورت تو تھی ہی لہٰذا جیسے ہی وہ تینوں اپنے لیے مختص شدہ میز کے قریب پہنچے ٹیبل کے عین اوپر لگے ریوالونگ فانوس پر سے گلاب کی پتیاں بہت مدہم مدہم گر رہی تھی ممی اور بوا حیرت سے چلتے ہوئے ٹیبل پر پہنچی ہی تھیں کہ ویٹرز خوب صورت کیک اور موم بتیوں سے سجی ٹرالی لے آئے، ٹیبل کے عین درمیان میں ارتش کے ہاتھ کا لکھا ہوا کارڈ رکھا تھا جس پر ہیپی برتھ ڈے ممی کے ساتھ ان سے اپنے پیار کا اظہار کیا گیا تھا ویٹر نے سلیقے سے ٹیبل پر کیک اور دیگر لوازمات سیٹ کرنے شروع کیے تو ارتش ان کے چہرے پر بکھری حیرت اور خوشی سے لطف اندوز ہوتا ہوا آہستگی سے تالیاں بجانے کے ساتھ انہیں سال گرہ وش کرنے لگا کوشش تو اس نے کی تھی کہ ہیپی برتھ ڈے ٹو یو ممی کہتے ہوئے آواز دھیمی رکھے لیکن پھر بھی دوسرے ٹیبلز پر موجود لوگوں نے جب اسے اپنی ماں کے لیے اس قدر اہتمام کرتے دیکھا تو اس کی محبت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور اس کی محبت اور انداز کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے اس کی تالیوں کے ساتھ تالیاں بجاتے ہوئے اس کی آواز کے ساتھ آواز بھی ملا دی اور یوں پورے ریسٹورنٹ میں ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔

ہیپی برتھ ڈے ٹو یو

ہیپی برتھ ڈے ٹو ڈیئر ممی

ہیپی برتھ ڈے ٹو یو کی آواز گونجی تو ممی کے ساتھ ساتھ بوا کی بھی آنکھیں بھیگ گئیں۔

ممی نے فرط جذبات سے ارتش کو گلے لگا لیا تھا ممی خود کو دنیا کی خوش قسمت ترین ماں سمجھ رہی تھیں کہ اگر اللہ نے بھری جوانی میں انہیں بیوگی دی تھی تو بیٹا اتنا محبت کرنے والا اور تابعدار عطا کیا تھا کہ انہیں اپنی زندگی میں کوئی کمی یاد نہ رہی اسے کبھی ان کی کسی بات سے اختلاف نہ ہوتا اور نہ ہی ان کے مشورے کے بغیر کبھی اس نے کوئی قدم اٹھایا تھا معمولی سی بات پر بھی پہلے ان کی رائے لیتا اسی لیے ان کی حیرت لازم تھی کہ ارتش نے اتنا کچھ کر لیا اور انہیں خبر تک نہ لگنے دی۔

"تھینک یو سو مچ ایوری ون۔" ارتش نے سچے دل سے اردگرد کے ٹیبلز پر موجود لوگوں کو شکریہ ادا کیا جنہوں نے اس کی خوشی میں تالیوں سے شرکت کر کے یہ لطف دوبالا کر دیا تھا اور اس کی طرف سے شکریہ ادا کرنے کے بعد اب دوبارہ اپنی باتوں اور کھانے پینے میں مصروف ہو گئے تھے۔

"مجھے سمجھ ہی نہیں آرہا ارتش کہ کن الفاظ میں اس خوشی کو بیان کروں جو یوں تمہاری طرف سے اتنی محبت کا اظہار کرنے پر مجھے ہو رہی ہے۔" ممی نے کیک کاٹنے کے بعد پہلے بوا کو اور پھر ارتش کو کھلاتے ہوئے کہا۔

"آپ سے تو میں اس سے کہیں زیادہ پیار کرتا ہوں بس یہ الگ بات ہے کہ ہمیشہ اظہار نہیں کر پاتا اور اسی لیے آج تھوڑی سی کوشش ضرور کی ہے کہ آپ کی خوشی کو بہت بہتر طریقے سے مناؤں کیونکہ آج کا دن پورے سال کا سب سے بہترین دن ہے جب میری ممی اس دنیا میں آئیں ہے نا بوا پیاری ٹھیک کہہ رہا ہوں نا میں۔" ممی کو کیک کھلانے کے ساتھ اس نے بوا سے پوچھا اور خود ممی کا بچا ہوا کیک منہ میں ڈال لیا۔

"واقعی بیٹا تمہارے جیسے بیٹے تو اللہ کا تحفہ ہوتے ہیں اور قسمت والوں کو ہی ملتے ہیں۔"

"ارے یاد آیا میں تو آپ کے لیے گفٹ بھی لایا تھا۔" بات کر کے وہ بس ایک منٹ میں واپس آنے کا

کہہ کر باہر نکلا تھا تا کہ گاڑی سے ان کے لیے تیار کردہ گفٹ نکال لائے۔

❖......○○......❖

اتنی فرصت نہیں اب اور سخن کیا لکھنا
بس یہ انداز غزل اس کا سراپا لکھنا
بزم خورشید رخاں میں وہ الگ سب سے الگ
حلقہ گل بدناں میں اسے یکتا لکھنا
اس کی باتوں کو تلاوت کی طرح دہرانا
اس کے ملنے کو بھی الہام کا لمحہ لکھنا
دیکھ لینا اگر اغیار کی محفل میں اسے
دل کی باتوں پہ نہ جانا اسے اپنا لکھنا

اجیہ کے جانے کے بعد حنین نے کچن سمیٹا تب تک امی نماز سے فارغ ہوگئیں پھر وہ اور امی کمرے میں بیٹھ کر یہاں وہاں کی باتیں کرنے لگیں بابا نے فون کرکے حنین کو بتایا تھا کہ آج وہ معمول سے ذرا تاخیر سے گھر آئیں گے اس لیے اگر وہ سونا چاہیں تو بے شک سو جائیں لہٰذا امی ان کے آنے تک حنین کے پاس لیٹی ہوئی کوئی کتاب پڑھنے لگی تھیں۔ حنین نے پہلے تو اپنی میڈیکل کے داخلے کی تیاری کے ٹیسٹ کے لیے وہ پیجز پڑھے جن پر اجیہ نے اس کے لیے نشان لگا رکھے تھے ان میں سے ایک باب منتخب کیا اور مکمل توجہ سے ذہن نشین کر ہی رہی تھی کہ ڈائری کتابوں کی اوٹ سے کیا نظر آئی چند لمحوں کی ملاقات کا دل کو کہہ کر کتاب رکھی اور ڈائری کھول کر اس میں لکھے تاثرات پڑھنے لگی۔ عین اسی وقت باہر متواتر دو بیلز ہوئیں فوراً ڈائری بند کرکے محفوظ مقام پر رکھی۔

یہ انداز بابا کا ہی تھا اس نے فوراً بیڈ سے اتر کر سلیپرز پہلے تکیے پر رکھا دوپٹا اٹھا کر گلے میں ڈالا اور برق رفتاری سے گیٹ کھولنے پہنچ گئی۔

"سلام بابا جانی۔" یہ ہی حنین کی عادت تھی جیسے ہی سکندر صاحب گھر آئے گھر کے کسی بھی کونے میں ہوتی وہیں سے باآواز بلند انہیں سلام کرتی اور اگر کبھی نزدیک ہوتی تو خود سامنے آکر سلام کرتی اور سکندر صاحب اس کے سر پر ہاتھ رکھتے

"وعلیکم السلام بابا کی جان۔" اس کے سر پر ہاتھ رکھتے وہ اندر آگئے تھے انداز نارمل تھا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ دوپہر کو ہونے والی بدمزگی کو وہ نظر انداز کرچکے تھے اسی دوران امی بھی ٹی وی لاؤنج میں آگئی تھیں۔

حنین کھانا لانے کے لیے کچن میں گئی کہ ایک بار پھر گیٹ پر بیل ہونے لگی اور اس بیل کے ساتھ ہی حنین کو لگا جیسے اس کا دل اچھل کر حلق میں آگیا ہو دھڑکن غیر متوازن محسوس ہوئی فوراً چولہا ہلکا کرکے کچن سے نکلی تھی بابا جانی اور امی استفہامیہ نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے جیسے کہتے ہوں کہ اس وقت کون ہوسکتا ہے اور حنین کچن سے نکلی تو یہ سوال امی کی زبان پر آگیا۔

"امی بیل دینے کا انداز تو غزنی کا ہے لیکن اس وقت۔" آدھی رات کے قریب وقت ہونے کو آیا تھا۔ اسی لیے تینوں حیران تھے ایک بار بیل پھر سے ہونے لگی تھی۔ پہلے مکمل بیل دینے کے ساتھ ہی دو مرتبہ پھر بیل دینے کا انداز صرف غزنی کا ہی تھا اور غزنی کی بیل کا انداز تو حنین کو ویسے بھی ازبر تھا۔

"گیٹ کھولوں؟" حنین نے سکندر صاحب سے پوچھا۔ دانت بھینچتے ہوئے انہوں نے گہری سانس لی اور اثبات میں سر ہلا دیا۔

"جلدی سونے لگی ہو تم؟" اندر آتے ہی غزنی نے پہلا سوال یہی کیا تھا۔ "بہت دفعہ بیل دینے کے بعد کہیں جاکر گیٹ کھلا ورنہ میں تو واپس جا رہا تھا۔"

"تو چلے جاتے یہاں کون انتظار کر رہا تھا تمہارا جو یوں بیل پر بیل دے رہے تھے۔" حنین نے ذرا سنجیدگی سے کہا تو اس کا یہ انداز غزنی کو حیران کرگیا۔

"عجیب بات ہے پہلے تو میں جب بھی آتا تھا تم ہنستی مسکراتی بلکہ چہکتی ہوئی ملتی تھیں دیر تک مجھ سے باتیں کرتی تھیں اپنی اسٹڈیز اور فیوچر پلان ڈسکس کرتی تھیں لیکن تم تو اب بدل رہی ہو آہستہ آہستہ اس کی کوئی خاص وجہ۔" حنین کا بدلا ہوا رویہ غزنی کے لیے ہرگز قابل

برداشت نہیں ہوا تھا اسی لیے کل پر بات رکھنے کے بجائے آج ہی جھٹ سے پوچھ لیا۔

''وہ اس لیے کہ کبھی کبھار آنے والوں کی ہر کوئی عزت کرتا ہے لیکن روز آنے والوں کو تو کوئی پوچھتا تک نہیں۔''

بات کرنے کے ساتھ ساتھ وہ صحن سے ہوتی ہوئی لاؤنج میں داخل ہوئی غزنی بھی اس کے پیچھے پیچھے چل تو ضرور رہا تھا لیکن درحقیقت وہ حنین کے بدلے ہوئے رویے کی گتھی سلجھانے کی کوشش میں بھی تھا کہ آخر اس کے لہجے میں چھپی بیزاریت کے پیچھے وجہ کیا ہے لاؤنج میں داخل ہوتے ہوئے اس نے سکندر صاحب کے چہرے پر کھیلتی مسکراہٹ کے مصنوعی پن کو حیرت سے دیکھا لیکن سلام دعا کرنے کے بعد امی کے ساتھ ان کے تخت پر جا بیٹھا۔ سکندر صاحب اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے لگے تو براہ راست وہ بات کہہ دی جو وہ محسوس کر رہا تھا۔

''مجھے لگتا ہے کہ میں نے اس وقت آکر آپ سب کو پریشان کردیا ہے۔'' سب کے چہرے بغور دیکھتے ہوئے اس نے سکندر صاحب سے کہا تو وہ خود کو کمپوز کرتے ہوئے خوامخواہ مسکرائے۔

''ارے نہیں بیٹا یہ تمہارا اپنا گھر ہے تم نے بھلا اس طرح کیوں سوچا۔''

''بس پتا نہیں کیوں یونہی محسوس کیا تو کہہ دیا۔''

''محسوس کیا ہونہہ خوامخواہ محسوس کیا تم نے ارے تم صبح آؤ رات آؤ جس وقت دل چاہے آؤ بلکہ میرا تو خیال ہے کہ تمہیں اپنے اور ہمارے گھر میں کوئی فرق نہیں کرنا چاہیے اس لیے کہ خود ہم سب نے کبھی اس نہج پر سوچا تک نہیں ہے کیوں بھئی ٹھیک کہہ رہا ہوں ناں میں۔'' سکندر صاحب نے صفائی دیتے ہوئے امی کی بھی تائید چاہی تو وہ بھی جھٹ سے بولیں۔

''جی بالکل...... بھلا اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔''

''امی اور بابا جانی آپ دونوں تو یہی کہیں گے ناں کہ غزنی کے اس وقت آنے سے آپ کو کوئی بھی ٹینشن نہیں ہوئی ہی لیکن یہ تو میں جانتی ہوں غزنی کہ اس وقت آنا کس قدر ٹینشن کا باعث ہے۔'' حنین کی بات پر سکندر صاحب نے چونک کر اسے دیکھا امی نے بھی گھورا۔

''حنین یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟''

''سچ کہوں گی امی کیونکہ مجھ سے جھوٹ ووٹ نہیں بولا جاتا۔''

''کیسا جھوٹ؟'' غزنی نے پوچھا۔

''یہ سراسر جھوٹ ہی تو ہے کہ اس وقت ہمیں کوئی ٹینشن نہیں ہورہی۔''

''اوہو کس بات کی ٹینشن ہے یہی تو میں پوچھ رہا ہوں ناں۔'' غزنی جھنجلایا۔

''اس بات کی ٹینشن ہے جناب کہ رات کے کھانے کے بعد میں سارے برتن دھو چکی تھی کچن مکمل صاف کرچکی تھی اب امی اور بابا جانی پھر کہیں گے کہ غزنی کے لیے چائے لاؤ ساتھ کھانے کو کچھ لاؤ پھر اس کے بعد برتن دھونا سارا کچن دوبارہ صاف کرنا کیا یہ ٹینشن نہیں ہے۔'' مزے سے کرسی پر بیٹھ کر پاؤں ہلاتے ہوئے وہ بولی تو سب کی جان میں جان آئی۔

''ڈونٹ وری تم چائے رہنے دو کھانا بھی کھا کر آیا ہوں اور چائے بھی ابھی پی ہے۔'' غزنی نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''اور بھائی جان بھابی وغیرہ تو سب ٹھیک ہیں ناں۔'' بابا جان نے اسے اٹھتا دیکھ کر شکر ادا کیا اور پوچھا۔

''جی ہاں سب خیریت ہے۔ ایک دوست کا پچھلے دنوں ایکسیڈنٹ ہوگیا تھا مجھے آج ہی پتا چلا دوپہر میں تو ٹائم ہی نہیں ملتا سوچا ابھی ایک آدھے گھنٹے کی ملاقات کرلوں۔''

''وہ تو سب ٹھیک ہے لیکن کوئی چائے ٹھنڈا کچھ تو پیتے۔''

''ابھی تو نہیں لیکن واپسی میں اِدھر ہی آؤں گا اس لیے ناشتہ ضرور حنین کے ہاتھوں کا کروں گا ویسے بھی سنا ہے کہ آج کل بہت سگھڑ ہوتی جارہی ہے۔'' اور ایک

دفعہ پھر جیسے سب کے جسم میں برقی رو دوڑ گئی تھی ان کے
چہرے پر ابھرتے جلتے بجھتے تاثرات کو آر یا پار لگانے
کے لیے ہی تو آج وہ آیا تھا اور نہ صرف آیا تھا بلکہ یہاں
ابا کو بتا کر آیا تھا کہ آج رات وہ یہیں رکے گا یہیں سے
صبح ناشتہ کر کے اپنے آفس چلا جائے گا اور پھر شام کو ہی
واپسی ہوگی۔

"ناشتہ تو دے دوں گی اگر میرے ساتھ برتن
دھلوانے کا بھی وعدہ کیا جائے تو......" حنین نے اپنی
پریشانی چھپاتے ہوئے شگفتگی سے کہا تو غزنی وعدہ کر کے
باہر نکل آیا ہلکی کلف لگے سفید شلوار قمیص میں رات کے
اس پہر بھی وہ تازہ دم لگ رہا تھا اور لگتا تھا کہ وہ اپنے آفس
سے سیدھا یہیں چلا آیا ہے ورنہ گھر جانے کی صورت میں
اس وقت ٹراؤزر شرٹ پہنے ہوئے ہوتا حنین نے اسے نظر
بھر کر دیکھا اور جیسے محفوظ کرلیا۔ غزنی کے منہ سے اپنی
تعریف سننا وہ چاہے یونہی برسبیل تذکرہ ہی کیوں نہ ہو
اس کے لیے ایک خوشگوار احساس تھا اور آج ہی نہیں ہمیشہ
سے ایسا ہی تھا۔

وہ موڈ میں کبھی اس کی چائے یا کھانے کسی بھی انداز
کی تعریف کر دیتا اور پھر حنین کے کانوں میں وہ الفاظ
گونجتے رہتے جتنی مرتبہ وہ الفاظ دوبارہ محسوس کرتی غزنی
کا چہرہ بھی تصور میں ابھرتا اور وہ چلتے پھرتے مسکرانے
لگتی۔ کچھ لوگوں کے منہ سے یونہی بس خوامخواہ بھی تو
تعریف سننا اچھا لگتا ہے ناں۔ اب بھی وہ تو عام سے لہجے
میں ایک عام سی بات کر گیا تھا لیکن حنین کے لیے یہ بات
اہم تھی بہت اہم۔

غزنی کے جانے کے بعد امی اور سکندر صاحب کی
پریشانی دیدنی تھی۔ اس وقت تو اس نے اجیہ کے بارے
میں کچھ نہیں پوچھا تھا لیکن آج رات یہیں پر رکنے کا
مطلب ہے کہ وہ آ کر ضرور اس کے بارے میں پوچھے گا
اور پھر اسے کس طرح مطمئن کیا جائے گا یہ ایک بہت بڑا
سوال تھا جس کی وجہ سے سب لوگ سخت پریشان تھے۔
ایسے میں بابا اٹھ کر امی پر ایک ملامتی نظر ڈالنے کے بعد
اپنے بیڈروم میں جانے ہی والے تھے کہ امی نے روکا۔

"آپ اپنے کمرے میں جا رہے ہیں اور اگر غزنی
نے آ کر اجیہ کا پوچھا تو میں کیا کہوں گی۔"

"یہ سب تو تمہیں اس وقت سوچنا چاہیے تھا جب
میرے فیصلے کے خلاف بیٹی کو گھر سے باہر قدم نکالنے میں
اس کی راہ ہموار کی اس کی مدد کی کوئی اور ماں ہوتی تو اسے
دریا برد کر دیتی لیکن نوکری کے لیے گھر سے پاؤں نہ
نکالنے دیتی لیکن ظاہر ہے تمہیں بھی پیسہ مل رہا ہے تم
کیوں کسی کو روکو گی۔" سکندر صاحب کو تو ویسے بھی ہر وقت
کے کوسنوں کے لیے ذرا سا موقع درکار ہوتا لہٰذا آج بھی
سارے کا سارا الزام ان کے سر پر دھر کر طعنے دینے لگے۔

"دیکھیں آپ......"

"کچھ بھی کرو اور غزنی کو کچھ بھی کہو لیکن اسے کسی
بھی قیمت پر اجیہ کا رات کو گھر سے باہر ہونے کا علم نہ
ہو......بس۔"

"لیکن بابا جانی اگر اس نے آپ کا پوچھا تو......"

"تو کہہ دینا کہ مر گیا ہے ہمارا باپ، گلا گھونٹ کر مار
ڈالا ہے ان ماں بیٹی نے اسے۔" سکندر صاحب کے بس
اتنا کہنے کی دیر تھی کہ حنین کی آنکھوں میں تو گویا آنسوؤں
کے سیلاب اتر آئے اور وہ فوراً سے ان کے قریب آ گئی۔

"اتنی بڑی بات آپ نے کیسے کہہ دی بابا جانی۔ مجھے
آپ کا یہ کہنا بالکل بھی اچھا نہیں لگا ہے دل چاہ رہا ہے زور
زور سے روؤں آپ نے میرا بھی نہیں سوچا بابا جانی اگر مرنا
ہی ہے تو پہلے مجھے ماریں کیونکہ آپ کے بغیر میری زندگی
کا کوئی تصور ہے ہی نہیں اور نہ ہی مجھے ایسی زندگی جینی ہے
جس میں آپ نہ ہوں۔" بات کرتے کرتے وہ رو تو پہلے
سے رہی تھی لیکن ضبط کی کوشش میں جیسے گلے میں
آنسوؤں کا پھندا سا محسوس ہوا تو پھوٹ پھوٹ کر رونے
لگی، سکندر صاحب نے شفقت بھرے انداز میں اس کے
سر پر ہاتھ پھیرا۔

"نہیں کہوں گا آئندہ کبھی ایسا نہیں کہوں گا بس ایک
مرتبہ خاموش ہو جاؤ۔" وہ دل ہی دل میں پچھتا رہے تھے

پشیمان تھے ایسے الفاظ کیوں منہ سے نکالے کہ حنین کی آنکھوں میں آنسوؤں کا سبب بن گئے۔

"بابا جانی اب وعدہ کریں آپ مجھ سے اور وہ بھی پکا والا وعدہ کے آئندہ آپ اپنے بارے میں ایسا کچھ نہیں کہیں گے۔" اس کی موٹی موٹی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز تھیں اور چہرہ ایک دم سرخ ہوگیا تھا۔

"نہیں بھئی میری توبہ اگر آج کے بعد میں نے ایسا کہنا تو دور سوچنے کی بھی ہمت کی بس تم آج کے بعد میرے سامنے رونا مت ورنہ مجھے بہت بے سکونی رہتی ہے۔" سکندر صاحب نے اس کے گالوں سے ڈھلکتے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا تو حنین نے فوراً اپنی آنکھیں اور چہرہ صاف کرلیا۔

"آپ بہت اچھے ہیں بابا جانی دنیا کے سب سے اچھے بابا جانی ہیں آپ۔" وہ مسکرائی۔ سکندر صاحب نے ایک بار پھر اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور بولے۔

"اللہ تمہیں ہمیشہ مسکراتا رکھے اور غم کا ایک بھی آنسو تمہاری آنکھوں تک نہ پہنچ پائے۔" ایسا لگتا تھا کچھ دیر پہلے غزنی ایک ٹینشن کی صورت گھر میں داخل ہی نہیں ہوا تھا اور اگر وہ آیا بھی تھا تو اب دوبارہ اس کا آنے کا کوئی ارادہ نہ تھا۔

امی نے حسرت سے سکندر صاحب کو دیکھا جو حنین کی آنکھوں میں آئے آنسوؤں پر اس قدر پریشان ہوگئے تھے کہ خود اس کے آنسو پونچھے اسے خاموش ہونے کا کہا اور پھر آئندہ کبھی اس کی آنکھوں میں آنسو نہ آنے کی دعا بھی کی اسی لمحے انہیں اجیہ کی یاد آئی۔ سکندر صاحب کی باتیں کس طرح اس کی آنکھیں اداس کردیتی تھیں۔ ان کے سامنے بات کرتے ہوئے وہ کیسی جھجک کا شکار رہتی۔ اور بھلا وہ کیسی بیٹی تھی کہ باپ کو سلام تو کرتی لیکن باپ کی طرف سے اپنے سلام کا جواب سننا اس کے نصیب میں نہ تھا۔ اور سکندر صاحب بھلا کیسے باپ تھے کہ انہیں اپنی بیٹی پر سلامتی بھیجنا گوارا نہ تھا وہ جو اس گھر کے مکینوں کی خوشیوں اور آرام و سکون کی خاطر اپنے آرام و سکون کو پس پشت ڈالے ہوئے تھی خود اس کی خوشی کا کسی کو خیال ہی نہ تھا۔ امی اندر ہی اندر کڑھتی رہیں۔

ایسا ہرگز نہ تھا کہ وہ سکندر صاحب کی طرف سے حنین کو دیے گئے لاڈ پیار کے خلاف تھیں بلکہ وہ تو صرف یہ چاہتی تھیں کہ جتنا پیار وہ حنین کو کرتے ہیں کم از کم اتنا نہیں تو اس سے آدھا حصہ ہی اجیہ کو دے دیا کریں لیکن کچھ خواہشات صرف خوابوں کا درجہ رکھتی ہیں اور کچھ خواب صرف حسرت بن کر دل میں بستے ہیں اور یہ حسرت تو انہیں اجیہ کی پیدائش سے لے اب تک تھی کہ سکندر صاحب اجیہ کو باپ کا پیار دیں۔

"اور سنو بیٹا بات بات پر رونے والی لڑکیوں کو تو ویسے ہی دنیا پیروں تلے رول دیتی ہے اس لیے خود کو مضبوط رکھو اتنا مضبوط کہ سہارے کے لیے کسی کا ہاتھ نہ تھامنا پڑے۔ بلکہ تم خود دوسروں کو سہارا دینے کے لیے اپنا ہاتھ ان کی طرف بڑھاؤ۔"

"بالکل بابا جانی میرا اپنا دل چاہتا ہے کہ میں اتنی اسٹرونگ ہوجاؤں جیسی اجیہ ہے یقین کریں میں نے آج تک اسے روتے نہیں دیکھا اور ایک میں ہوں کہ بات بات پر رونے لگ جاتی ہوں۔" اپنی ہی رو میں بولتے ہوئے حنین نے اجیہ کے ذکر پر سکندر صاحب کے چہرے کے تاثرات بدلتے دیکھے تھے۔

"میں بہت تھکا ہوا ہوں کمرے میں جا رہا ہوں اس لیے غزنی کے آنے پر مجھے جگانا مت۔" لہجے کا روکھا پن وہ کوشش کے باوجود چھپا نہیں پائے تھے۔

"لیکن بابا جانی اگر غزنی نے اجیہ کا پوچھا تو کیا کہنا ہے۔" حنین کے پوچھنے پر سکندر صاحب کمرے میں جاتے جاتے ایک بار پھر پلٹے۔

"اجیہ کے بارے میں کیا کہنا ہے کیا نہیں کہنا یہ اجیہ کی ماں جانے یا تم میرا اجیہ کے ان معاملات سے کوئی تعلق نہیں...... میں تو صرف صبح اٹھ کر یہ دیکھوں گا کہ غزنی کو پتا چلنے کے بعد صبح کس کس کی انگلیاں مجھ پر اٹھیں گی۔" سرد لہجے میں کہتے ہوئے انہوں نے خشمگیں نظروں سے

دیکھا اور کمرے میں چلے گئے تھے۔

❖......OO......❖

پس دیوار کے قصے سرِ دیوار لکھنے کو
قلم بھی ہاتھ میں ہے ذہن کی رفتار باقی ہے
مگر مجھ کو اُلجھنا ہی نہیں بے کار لوگوں سے
میرے قصے میں مجھ کو بس خدا کی ذات کافی ہے

عزت نفس سے بڑھ کر دنیا میں اور کوئی چیز نہیں ہوتی اور اجیہ پر الزام لگا کر شرمین نے براہ راست اس کی ذات پر حملہ کیا تھا جسے نظر انداز کرنا اجیہ کے لیے ہرگز ممکن نہ تھا اس نے سوچ رکھا تھا کہ وہ شرمین سے نہیں الجھے گی کیونکہ ایسے لوگوں سے بحث کرنا بے کار ہے جنہوں نے یہ سوچ رکھا ہو کہ آپ کی بات کو درست تسلیم کرنا ہی نہیں ہے اپنا معاملہ وہ خدا کے سپرد کر چکی تھی لیکن یہ ضرور چاہتی تھی کہ کال سینٹر کے ذمہ داران کے سامنے مکمل ثبوت کے ساتھ یہ بات واضح کرے کہ یہ صرف جھوٹ اور اس کے خلاف سازش ہے۔ آج معمول سے بڑھ کر مصروفیت تھی جیسے ہی ذرا سا وقت ملا اس نے گردن موڑ کر شرمین کے کاؤنٹر کی طرف دیکھا۔ اس کی کرسی خالی تھی یعنی اس وقت وہ کہیں اور مصروف تھی البتہ کمپیوٹر تو آن تھا اور یہی وہ چاہتی تھی کہ وقت ملتے ہی کسی طرح شرمین کا کمپیوٹر چیک کرے لہٰذا بڑی ہی برق رفتاری سے اپنی سیٹ سے اٹھی اور شرمین کے کاؤنٹر پر رکھے کمپیوٹر پر جھک گئی۔

❖......OO......❖

سکندر صاحب تو سارا معاملہ ان پر ڈال کر خود کمرے کا دروازہ بند کر چکے تھے لیکن ظاہر ہے امی انتہائی پریشان تھیں کہ غزنی کے آنے کے بعد کیا ہوگا اور پھر اگر رات کو اجیہ کے سونے کا کہہ بھی دیا جائے تو صبح کیا بہانہ کیا جائے گا۔

"امی مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آرہا کہ غزنی کو کیا کہنا ہے۔" حنین نے ان کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا۔

"میں سوچ رہی ہوں کہ اگر کس طرح اجیہ ابھی گھر آجائے تو کتنا اچھا ہو۔" امی نے سوچتے ہوئے کہا۔

"سوچ تو اچھی ہے امی لیکن رات کے اس پہر بھلا وہ کیسے آئے گی اور پھر ظاہر ہے وہ بھی تو جاب کرتی ہے ناں اپنی مرضی سے تو آ نہیں سکتی۔"

"آ تو نہیں سکتی یہ بات میں بھی اچھی طرح جانتی ہوں لیکن اس کے بغیر اور کوئی چارہ بھی تو نہیں ہے ناں تم ایسا کرو اسے فون کر کے ساری صورت حال بتاؤ کسی بھی طریقے سے کوشش کر کے گھر پہنچے۔" امی نے ہاتھ مسلتے ہوئے کہا وہ جانتی تھی کہ اگر غزنی کو پتا چل گیا کہ اجیہ رات کو نوکری کرتی ہے تو سکندر صاحب سارا غصہ انہی پر نکالیں گے اور ساتھ ہی اجیہ کو بھی برا بھلا کہیں گے۔

"اچھا امی میں ابھی اجیہ کو فون کرتی ہوں۔" بات کرتے ہوئے وہ فون سیٹ کی طرف جاتے ہوئے امی کے ہاتھ تھام کر بولی اور وہیں رک گئی ان کے چہرے کو غور سے دیکھا اور بیٹھ کر حیرت سے بولی۔

"آپ کے ہاتھ اتنے ٹھنڈے ہو رہے ہیں بی پی تو لو نہیں ہو رہا ناں آپ کا۔" اس نے امی کا سفید پڑتا چہرہ بغور دیکھا لیکن اسی وقت امی نے اپنے ہاتھ اس کے ہاتھوں سے چھڑائے اور ملتجی انداز میں بولیں۔

"تم مجھے چھوڑو اور فوراً اسے فون کرو کہ کسی بھی طریقے سے گھر پہنچے ابھی اور اسی وقت۔"

"جی اچھا۔" حنین کو اندازہ تھا کہ اس وقت امی کی کیا ذہنی کیفیت ہوگی اس لیے فوراً اٹھ کر اجیہ کے موبائل پر کال ملانے لگی۔

❖......OO......❖

ورکنگ ہال میں سب اپنے اپنے کمپیوٹرز پر مصروف تھے اجیہ اس وقت شرمین کے کاؤنٹر پر سامنے والے کیبن کی اوٹ میں جھکی ہوئی تھی اسے مکمل یقین تھا کہ ریٹ لسٹیں اِدھر اُدھر کرنے کا کوئی نہ کوئی ثبوت وہ اس کمپیوٹر سے ضرور حاصل کر سکتی ہے اور اگر صرف ان کمپنیز کے رابطہ نمبر ہی اجیہ کو مل جاتے تو وہ ضرور اپنا آپ کلیئر کر سکتی تھی۔

اسی وقت شرمین انچارج کے آفس سے نکلی اجیہ کی اس پر بھی نظر تھی اور عین اسی وقت کمپیوٹر اسکرین پر کالنگ

رئیس کے ساتھ ساتھ باقی تفصیلات بھی سامنے آگئیں لیکن شرمین اس وقت آفس سے نکل چکی تھی اور اب کسی بھی وقت اپنے کمپیوٹر کی طرف آسکتی تھی۔

مستطیل شکل کے اس ہال میں کھڑی اجیہ کے پاس اب وقت بہت کم تھا اس نے جلدی سے اپنا موبائل نکالا اور کمپیوٹر پر نظر آئی تفصیلات اپنے موبائل میں نوٹ کرنے ہی والی تھی کہ اس کا فون بجنے لگا ٹیلیفون پر ہوم لکھا آرہا تھا اس نے کال ڈسکنیکٹ کی اور پھر سے لکھنے لگی کہ دوبارہ فون آنے لگا ایک مرتبہ پھر اس نے جھنجلا کر کال ڈسکنیکٹ کی ایک نظر شرمین کو دیکھا جو اسی طرف آرہی تھی اور جلدی سے اس کمپنی کی ای میل اور تفصیلات نکالیں جس کے بارے میں اس پر الزام تھا کہ وہ اپنی کالنگ آفرز اور تفصیلات انہیں دے چکی ہے لیکن شاید ایسا ممکن نہ تھا اس لیے ایک بار پھر اسکرین پر ہوم لکھا آنے لگا اور وہ بے بسی سے ہونٹ کاٹ کر رہ گئی۔ اس وقت گھر سے فون آنا اچنبھے کی بات تو تھی لیکن سامنے سے شرمین کو نزدیک آتا دیکھ کر اس نے مجبوراً اسکرین بند کردی اور جلدی سے اپنے کاؤنٹر پر جانے کے لیے سیدھی ہو کر کھڑی ہوئی اس سے پہلے کہ اجیہ تیزی سے اس کے کاؤنٹر سے نکلتی شرمین نزدیک پہنچ چکی تھی اور قبل اس کے کہ اپنی سیٹ کی طرف بڑھتی سامنے سے آتی اجیہ کے ساتھ ٹکرا گئی اجیہ کے ہاتھ میں پکڑے موبائل فون کی اسکرین ایک بار پھر اب سیاہ نظر آرہی تھی شرمین نے اسے دیکھا پھر فوراً اپنے کمپیوٹر کو دیکھا جو پہلے کی طرح اسی پوزیشن میں تھا جیسا وہ اسے چھوڑ کر گئی تھی اس کے باوجود اس نے اجیہ کو مشکوک نظروں سے دیکھا۔

''اس وقت تم میرے کاؤنٹر پر کیا کررہی تھیں اور آخر تم کس حیثیت سے میری سیٹ تک پہنچی ہو۔''

''ہونہہ میں تمہیں کچھ بھی بتانے کی کسی بھی صورت میں پابند نہیں ہوں شرمین مجھ سے اس طرح کے سوالات کرکے تم صرف اور صرف میرا وقت ضائع کررہی ہو کیونکہ تمہارا وقت تو ویسے بھی کسی کام کا نہیں۔'' جان بوجھ کر اسے جلانے کے لیے اجیہ مسکرائی اور واقعی وہ تلملا ہی گئی۔

''تم پابند ہو اجیہ اس لیے کہ تم میری جگہ پر کھڑی ہوئی تھیں میں تمہاری سیٹ پر نہیں گئی تھی۔''

''جاب کے فرسٹ ڈے یہاں کے قواعد وضوابط پر دستخط کرتے ہوئے میں نے کہیں بھی یہ لکھا ہوا نہیں دیکھا تھا کہ ہم سب میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کی سیٹ پر نہیں جاسکے گا اور اگر ایسا کرے گا تو اس کے خلاف تادیبی کارروائی کی جائے گی۔''

''ڈونٹ ٹرائی ٹو بی اوور اسمارٹ۔'' شرمین کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اجیہ کو اٹھا کر باہر پھینک دے لیکن اس دن اجیہ بھی شاید اسے میٹھے زہر سے مارنے کا ارادہ کیے ہوئے تھی اس لیے ایک بار پھر پہلے سے زیادہ مسکراتے ہوئے بولی۔

''جب تم میری سیٹ پر میرے سر پر کھڑی ہوتی ہو تب میں نے تو کبھی بھی نہیں کہا کہ شرمین اس وقت تم میرے کاؤنٹر پر کیا کررہی ہو اور آخر تم کس حیثیت سے میری سیٹ تک آئی ہو۔''

''ہونہہ...... مجھے کچھ کہنے یا مجھ سے کوئی سوال کرنے کی ہمت ہے تم میں۔'' شرمین کا انداز رعونت لیے ہوئے تھا لہجے میں بھی تحقیر نمایاں تھی۔

''چچ چچ چچ...... افسوس ہوتا ہے شرمین بلکہ مجھے تو ترس آتا ہے تم پر کہ کیا کوئی انسان اس حد تک بھی گرسکتا ہے لیکن خیر کوئی بات نہیں ظرف ظرف کی بات ہے ناں پھل دار درخت پر پتھر مارے جائیں پھر بھی وہ جوابی طور پر پھل ہی پیش کرتا ہے اور خاردار جھاڑی صرف قریب سے گزرنے پر بھی کپڑے پھاڑ دینے پر تلی ہوئی نظر آتی ہیں۔ میرا اور اپنا رویہ دیکھو اور پھر سوچو کہ تم کسی خاردار جھاڑی جیسی حرکتیں کیوں کرتی پھر رہی ہو اچھی خاصی ہو ہم ایک ماحول میں ایک ساتھ کام نہیں کرسکتے کیا۔''

''نہیں کرسکتے بالکل بھی نہیں کرسکتے اور نہ ہی تم اس قابل ہو کہ مجھے سمجھاؤ کہ آخر مجھے کیا اور کس طرح کرنا

چاہیے۔ سمجھیں تم۔"

اسی دوران ایک مرتبہ پھر اجیہ کے موبائل کی اسکرین روشن ہوئی اور گھر سے آتے فون کی اطلاع ملتے ہی وہ گردن جھٹک کر اس کے سامنے سے گزری اور اپنی سیٹ پر پہنچ کر گھر کا نمبر ملانے لگی اور حنین نے بیل ہونے سے پہلے ہی فون اٹھالیا تھا۔

"ہیلو اجیہ تم فون کیوں نہیں اٹھا رہی تھیں میں کب سے تم سے بات کرنے کی کوشش کررہی تھی لیکن تم بار بار فون کاٹ دیتی ہو پھر امی نے......!" ابھی اس کی بات ادھوری تھی کہ امی نے حنین کے ہاتھ سے ریسیور لیا اور بڑی بے تابی سے بولیں۔

"اجیہ بیٹا میری جان جلدی سے گھر آجاؤ غزنی آیا ہوا ہے اور رات بھر یہیں رکے گا۔"

"اوہو امی غزنی ہی آیا ہے نا......کوئی قیامت تو نہیں آگئی۔"

"تم کچھ بھی کہو لیکن بس کسی بھی طریقے سے گھر آجاؤ کیونکہ اگر تم اس کے واپس آنے سے پہلے گھر نہ آئیں تو یقین کرو واقعی قیامت آجائے گی۔" امی کی پریشانی کا ان کی آواز اور انداز سے بخوبی اندازہ ہورہا تھا لیکن اس کے باوجود وہ مجبور تھی کیونکہ یہ اس کی جاب تھی جہاں آنے اور جانے کے معاملات میں وہ ہرگز بااختیار نہ تھی اور آج کل تو ویسے بھی شرمین کی وجہ سے حالات کشیدہ چل رہے تھے۔

"امی اس وقت میرا گھر آنا بہت مشکل ہے نہیں آسکوں گی میں۔" اس نے دھیمے لہجے میں سمجھانے کی کوشش کی۔

"اور اگر غزنی کو میری جاب کا پتا چلتا ہے تو چلنے دیں کیونکہ آج یا کل اسے معلوم تو ہونا ہی ہے کہ میں ایک کال سینٹر میں نائٹ جاب کرتی ہوں۔"

"یہ سب باتیں بعد کی ہیں مری جان لیکن تمہیں خدا کا واسطہ ہے کہ فوراً کسی بھی طریقے سے کوشش کر کے گھر آجاؤ میں......!"

"آپ پلیز ایسے مت کہیں امی اور بالکل پریشان نہ ہوں میں فوراً گھر کے لیے نکلتی ہوں لیکن اب اس مسئلے کا کوئی حل نکالنا ہوگا۔" اس سے امی کا یوں گڑگڑانا برداشت نہیں ہورہا تھا اور اسی وقت ان کے انچارج قریب سے گزرتے ہوئے اس کی بات سن کر رک گئے اس نے فون بند کیا تو فوراً پوچھا۔

"گھر میں کوئی پریشانی ہے کیا؟ آئی مین سب خیریت تو ہے ناں۔"

"سر کیا میں اس وقت گھر جاسکتی ہوں۔" اچانک اس نے اپنے انچارج کو دیکھا تو فوراً اپنی سیٹ سے کھڑی ہوکر اجازت مانگ لی ان کی بات کا جواب البتہ وہ گول کرگئی تھی۔

"شیور......وائے ناٹ بلکہ اس وقت تو آپ کا اکیلے جانا بالکل بھی مناسب نہیں ہے اس لیے میں ڈرائیور کو کہتا ہوں وہی آپ کو ڈراپ کرآئے گا۔" باقی تمام حالت اپنی جگہ لیکن وہ واقعی اچھی نیچر کے مالک تھے اسی لیے باوجود اس کے کہ آج اسے شوکاز نوٹس کے ساتھ ان سے ملنا تھا لیکن پھر بھی انہوں نے مزید کوئی بھی بات پوچھنے کے بجائے فوراً اسے گھر جانے کی نہ صرف اجازت دے دی بلکہ اس کے کہے بغیر ہی ڈرائیور کو بھی وہیں کھڑے کھڑے اجیہ ہی کے کاؤنٹر پر رکھے ٹیلی فون سے اجیہ کو چھوڑنے کا کہا۔ اپنی سیٹ پر بیٹھی شرمین کے لیے یہ صورت حال ہرگز خوشی کے باعث نہیں تھی۔

❖......○○......❖

آج کا ڈنر اربش سمیت بوا اور ممی کے لیے بھی ایک یادگار ڈنر تھا۔ اتنے خوب صورت طریقے سے اربش نے ان کی سال گرہ کا اہتمام کیا تھا کہ شاید اب کبھی بھلایا نہ جاتا اور نہ صرف یہ کہ بہت دنوں کے بعد آج انہوں نے باہر کھانا کھایا تھا بلکہ بوا اور ممی نے پرانی باتیں چھیڑیں تو پھر وقت گزرنے کا احساس تک نہ ہوا۔ یوں بھی کراچی سمیت تمام بڑے شہروں میں لوگوں کو فرصت ہی رات کو ملا کرتی ہے جب اپنے کام کاج سے فارغ ہوکر ریلیکس ٹائم میں لوگ باہر نکل کر دن بھر کی تھکن دور کرتے ہیں۔

اسی لیے اردگرد کے شاپنگ مال بھی اب تک کھلے ہوئے تھے کھانا کھانے کے بعد بوانے قہوہ پیا' ممی نے چائے منگوائی اور اربش نے ہمیشہ کی طرح کیپوچینو پسند کیا تھا اور اب اٹھ کر وہ تینوں گاڑی میں بیٹھ رہے تھے۔ اربش نے ممی کو دیئے جانے والے گفٹ کے ساتھ کارڈ بھی پکڑا ہوا تھا جب گاڑی میں گزرتے ڈرائیور انکل نے اسے پہچان کر فوراً شیشہ مزید نیچے کر کے سر باہر نکالا اور ماتھے تک ہاتھ لے جا کر سلام کرنے سے پہلے ایک ہاتھ باہر نکال کر اسے لہراتے ہوئے اربش کو اپنی طرف متوجہ کیا۔

ڈرائیور چچا کے یوں ہاتھ ہلانے پر اجیہ نے بھی ان کی آنکھوں کے سمت دیکھا اور اتنی رات گئے اربش کو باہر دیکھ کر حیران رہ گئی۔ فوری طور پر سے کچھ سمجھ نہیں آیا تھا کہ ایسا کیا کرے کہ وہ اربش کی نظروں سے خود کو بچا پائے لیکن شاید وہ ناکام رہی تھی اور ایک مرتبہ پھر اس نے جلدی سے اپنا پرس منہ کے سامنے کیا تھا اور اپنا منہ بھی دوسری طرف کر لیا تاکہ اربش کے سامنے اس کی پہچان ظاہر نہ ہو۔

اربش نے ڈرائیور چچا کو دیکھ کر خوش دلی سے ان کے سلام کے جواب میں ہاتھ ہلایا ٹریفک کم تھا لہٰذا گاڑی کو گزرنے میں زیادہ دیر نہ لگی اور اس لمحے بھر کی ملاقات نے ڈرائیور چچا کو تو خوش کیا ہی تھا لیکن خود اجیہ بھی اس وقت یوں اچانک اور بالکل غیر متوقع طور پر اسے دیکھ کر فریش ہوگئی تھی حالانکہ کال سینٹر سے نکلتے وقت اس کا دل انتہائی بوجھل اور پریشان تھا۔ یہ بے ترتیب' ادھوری اور اچانک سی ملاقات اس کے موڈ میں اتنی زبردست تبدیلی لائی تھی کہ باہر نظر آتی ہر چیز پیاری لگنے لگی تھی۔

''کسی بڑے گھر کا بچہ معلوم ہوتا ہے لیکن دیکھو عاجزی کیسی ہے اور طبیعت میں کتنی پختگی ہے کہ مجھے بھی سلام کرتا ہے جبکہ نہ جان نہ پہچان۔'' ڈرائیور چچا نے اجیہ سے اپنے خیالات شیئر کیے۔ پچھلی سیٹ پر بیٹھی اجیہ نے بھی ان کی بات کے جواب میں جی کہہ کر تائید میں سر ہلایا۔

''ایسے لڑکوں سے خاندان کا پتا چلتا ہے کہ واقعی کسی اچھے گھرانے سے تعلق ہے ورنہ جن کے پاس ایک دم سے دولت آتی ہے ناں' ان کی گردن میں سب سے پہلے سریا آتا ہے اور میرا تو ماننا ہے کہ اگر کسی بندے کی تربیت یا اخلاق دیکھنا ہو تو صرف اس کے اپنے سے کم حیثیت لوگوں کے ساتھ رویہ پر یہ غور کر لو اور خدا اس بچے کو زندگی دے اس نے تو میرا دل ہی جیت لیا ہے۔'' ڈرائیور چچا کی اربش کے لیے کی گئی تعریف سے اسے حقیقی خوشی محسوس ہو رہی تھی۔ اسے اچھا لگ رہا تھا کہ اربش ایک اچھا اور سلجھا ہوا انسان ہے ورنہ سکندر صاحب کے رویے کا نقش اس کے ذہن پر ایسا ثبت ہوگیا تھا کہ لگتا شاید سارے مرد ایسے ہی ہوں گے اور اس پر پھر غزنی کا رویہ......

غزنی کا تصور ذہن میں آتے ہی اس کا حلق تک کڑوا ہونے لگا تھا اس کا دل ہی نہ چاہتا کہ وہ غزنی سے بات تو کیا اس کے بارے میں بھی سوچے بھی باوجود اس کے کہ وہ بابا کی گڈ بک میں تھا اور وہ ہمیشہ سے ہی اسے بہت پسند کیا کرتے تھے لیکن اس کے باوجود وہ بھی غزنی کے سامنے کمفرٹیبل محسوس نہیں کیا کرتی تھی جبکہ حنین کی اس کے ساتھ گاڑھی چھنا کرتی اور عین اس وقت جب اجیہ کی گاڑی اس کے گھر کے قریب پہنچی بائیک کھڑی کر کے کسی کو فون کرتے غزنی نے چونک کر فون جیب میں ڈالا اور ذرا تجسس سے اجیہ کو گاڑی سے اترتے دیکھا تھا۔ وہ سخت حیران تھا کہ آخر اس گھر کے اندر کون سی کھچڑی پک رہی ہے تقریباً رات کا ایک بج رہا تھا اور اس وقت اجیہ کسی کی گاڑی میں آ کر اب گھر کے سامنے کھڑی اپنے گھر کی بیل دے رہی تھی اور شاید حنین اس کی پہلے سے آمد سے واقف تھی جبھی بیل شاید پوری طرح بجی بھی نہیں تھی کہ گیٹ کھل گیا اور وہ بڑی خاموشی سے اندر داخل ہوگئی جبکہ اس سے پہلے کہ ڈرائیور چچا گاڑی موڑ کر نکل جاتے کہ فوری طور پر ذہن میں سوچ کا گھوڑا دوڑا تھا غزنی ان کے پاس جا پہنچا اور بڑی ہی بے تکلفی سے ہاتھ ان کی طرف بڑھایا۔

"سلام چاچا۔"

"والسلام...... معاف کرنا میں نے پہچانا نہیں۔" ڈرائیور چچا نے ذہن پر زور ڈالتے ہوئے بغور دیکھا لیکن پہچاننے میں ناکام رہے تو سچائی سے اس بات کا اعتراف بھی کرلیا۔

"آپ صدیقی صاحب کے ہی ڈرائیور ہیں ناں؟" غزنی نے اندھیرے میں تیر چلایا تھا۔

"صدیقی صاحب...... کون سے صدیقی صاحب بیٹا؟"

"ارے چاچا وہی جو ٹھیکیدار ہیں۔" غزنی نے ایک سچ جاننے کے لیے ایک مزید جھوٹ گھڑا۔

"نہیں نہیں میں تو کسی کنسٹرکشن کمپنی یا ٹھیکیدار کو نہیں جانتا۔ میں تو نیو لائن کال سنٹر میں ڈرائیور ہوں اور کافی عرصے سے انہی کے ساتھ ہوں۔" انہوں نے بڑی سادگی سے تمام تفصیل بتادی تھی۔

"اوہ اچھا اچھا تو آپ یعنی ہمارے ہی گھر آئے تھے اجیہ کو چھوڑنے۔"

"جی بیٹا...... پہلے تو آپ کو پتا ہے ناں کہ رات کو لینے آتا تھا اور باقی بچیوں کے ساتھ صبح واپس چھوڑنے آتا تھا لیکن آج شاید گھر میں کوئی مسئلہ ہوگیا ہے تو مجبوری میں اس وقت آنا پڑا' امی ابو کی طبیعت تو ٹھیک ہے ناں؟" ڈرائیور چچا نے فکرمندی سے پوچھا تو غزنی نے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے گہرا سانس لیا۔

"جی جی سب خیریت ہی تھی شام تک' باقی میں بھی ابھی گھر ہی جارہا ہوں پوچھ لیتا ہوں۔" ڈرائیور چچا نے سر ہلایا۔

"اچھا بیٹا مجھے اب اجازت دو' نوکری کا مسئلہ ہے دیر سویر ہوجائے تو جواب داری ہوتی ہے۔"

"ارے ہاں ہاں' بالکل کیوں نہیں بلکہ اگر ٹائم اتنی رات کا نہ ہوتا تو آپ کو چائے پلواتا۔" غزنی کے کہنے پر انہوں نے اس کا شکریہ پیشگی طور پر ادا کیا اور گاڑی کا اسٹیئرنگ گھماتے ہوئے سیدھی گلی سے نکلنے کے بجائے ہی راستے کو اپنایا جس سے وہ آئے تھے۔

"ہونہہ...... مسئلہ تو اب میں کھڑا کروں گا۔" اس نے چچا کی گاڑی کو جاتا ہوا دیکھا اور بیل پر انگلی رکھ دی۔

❖......○○......❖

گھر آنے کے بعد ممی اور بوا اپنے کمروں میں سونے کے لیے لیٹ گئی تھیں' تب اربش نے فریش ہوکر ٹراؤزر شرٹ پہنا اور گاڑی سے لاکر میز پر رکھی کتابیں لے کر بیڈ پر بیٹھ گیا اور گو کہ یہ کتابیں اجیہ کی نہیں بلکہ لائبریری سے اِشو کروائی گئی تھیں لیکن پھر بھی پہلا صفحہ کھولتے ہی سامنے اجیہ کی صورت نظر آنے لگی۔

انہیں ملے ہوئے کوئی بہت زیادہ عرصہ تو نہیں ہوا تھا لیکن پھر بھی ایسا لگتا تھا جیسے وہ اسے بہت پہلے سے جانتا ہے۔ پہلی ملاقات میں ہی وہ اسے اجنبی معلوم نہیں ہوئی تھی اور نہ صرف وہ بلکہ ہسپتال میں اس کی امی سے ملاقات کے دوران بھی ان میں بہت اپنائیت محسوس ہوئی تھی اور آج جب لائبریری میں انہوں نے ایک پیریڈ ایک ساتھ گزارا تو ایسا لگا جیسے دونوں میں بہت عرصے سے دوستی تھی اور یہ احساس جو وہ اجیہ کے لیے اپنے دل میں محسوس کررہا تھا یہ یقینی طور پر دوستی سے کہیں آگے کی بات معلوم ہوتی تھی۔

اس کے موبائل میں اجیہ کا وہ نمبر بھی محفوظ تھا جو اس نے حسن کی امی کو بتایا تھا اور وہ یقینی طور پر کوئی فرضی نمبر تھا۔ اس کے علاوہ اس کے پاس اجیہ کا اصلی نمبر بھی تھا جو اس نے امی کی ٹیسٹ رپورٹ سے لینے کے بعد وہیں پر کھڑے کھڑے ڈائل کیا تھا اور کنفرم ہوچکا تھا کہ اجیہ کا وہی نمبر ہے۔ اب وہ اس دل کا کیا کرتا کہ وہ شدت سے اجیہ سے بات کرنے اور اس کی آواز سننے کی شدید خواہش کررہا تھا لیکن رات کے اس پہر تو یقینی طور پر اجیہ سو رہی ہوگی...... یہی سوچ کر اس نے خود کو سمجھایا اور ویسے بھی یہ وقت کسی کو بھی فون کرنے کے لیے ہرگز مناسب نہ تھا اور اجیہ تو پھر ایک لڑکی تھی لہٰذا چپ چاپ اچھے اسٹوڈنٹس کی طرح کتابیں کھولیں اور وہ تمام ٹاپکس جن کی اجیہ کو کل

ضرورت تھی ان پر نہ صرف بک مارک رکھتا گیا بلکہ ہر بک مارک پر یہ بھی لکھتا گیا کہ اجیہ کا مطلوبہ مواد کون سے نمبر کی سطر سے لے کر کون سے نمبر کی سطر تک ہے۔ وہ اب تک اس کے بارے میں کم از کم اتنا تو جان چکا تھا کہ وہ ایک ذہین اور محنتی لڑکی ہے اور یقیناً وہ پوری رات بیٹھ کر پڑھتی رہی ہوگی' یہی وجہ تھی کہ اس کے ساتھ ہونے والی پہلی ملاقات میں اجیہ سوتی ہوئی ملی تھی۔

اربش کو ممی نے کبھی اتنی دیر تک جاگنے نہیں دیا تھا ان کا خیال تھا کہ نیند کا پورا نہ ہونا بھی صحت کی خرابی کو دعوت دے سکتا ہے اور آج اگر تمام رات اس کا جاگ کر اجیہ کا کام نمٹانے کا ارادہ تھا تو وہ اس کے پروگرام سے قطعی طور پر لاعلم تھیں ورنہ یقیناً یہ کتابیں اٹھا کر لے جاتیں اور اپنے تکیے کے نیچے رکھ کر سوتیں تاکہ وہ کسی بھی طریقے سے دوبارہ ان پر وقت نہ لگاتا اور شاید وہ نہیں جانتی تھیں کہ اربش آج جاگ کر اس کا کام کرے گا ورنہ سختی سے تاکید کر کے اس وقت سونے اور یہ کام صبح کرنے کو کہتیں۔

ان ماں بیٹے میں ایسا ہی رشتہ تھا' ایک دوسرے کی بات سمجھنے اور ایک دوسرے کی بات ماننے والا۔ ان کی زندگی میں آج تک کسی تیسرے نے اتنی زبردستی انٹری نہیں دی تھی لیکن یہ سچ تھا کہ اجیہ کا اس کی زندگی میں آنا ایک خوب صورت اور ایسا منفرد واقعہ تھا کہ جس کے بعد وہ ایک ایسا کام بھی کر رہا تھا جو وہ جانتا تھا کہ ممی کو پسند نہیں ہے لیکن ساتھ ہی دل میں عہد بھی کر رکھا تھا کہ صبح ناشتہ کرتے ہوئے وہ ممی کو بتا دے گا کہ آج وہ ساری رات جاگتا رہا ہے۔ ممی نے اس کو جس لاڈ پیار سے پالا تھا اس میں واقعی نافرمانی یا حکم عدولی کی کوئی گنجائش تھی اور نہ ہی وہ کبھی بھی ایسا سوچ سکتا تھا۔

❖......○○......❖

غزنی گھر میں داخل ہوا گیٹ کھولنے والی حسب معمول حنین ہی تھی اور حسب معمول ہی چہک رہی تھی۔ وہی انداز جو اس کا پہلے ہوتا تھا اور بات کرنے کا وہی اسلوب جو ہمیشہ سے اس کا تھا کہ بات کرتی تو لگتا ...زمانے میں وہی اس کی سب سے بہترین دوست خیر خواہ اور فکر کرنے والی ہے۔ ابھی بھی اسے دیکھا تو بس غزنی کے گھر کے اندر آنے کی دیر تھی کمر پر ہاتھ رکھ کر خبر لینے والے انداز میں بولی۔

"اتنی دیر...... یہ کوئی وقت ہے آنے کا اور حالات دیکھے ہیں شہر کے' کتنے خراب ہیں۔"

"مطلب کہ وہیں چلا جاؤں؟"

"ارے نہیں نہیں' یہ بھلا میں نے کب کہا' میرا مطلب تو یہ تھا کہ مجھے اتنی دیر تک جاگنا پڑا۔"

"ویسے کچھ عجیب بات نہیں کہ اس گھر میں لڑکے اور لڑکیوں کے لیے اصول الگ الگ ہیں۔" اندر کی طرف جاتے ہوئے غزنی نے بغور حنین کو دیکھا۔

"کون سے اصول؟" چلتے چلتے مڑ کر اس نے غزنی کو دیکھا' وہ اس کے چہرے کے تاثرات سے اندازہ لگانا چاہتی تھی کہ وہ یہ بات کس معانی میں کر رہا ہے لیکن اس کا چہرہ سپاٹ تھا کوئی طنزیہ انداز یا لہجے کی چبھن محسوس نہیں ہوئی تھی۔

"یہی گھر میں آنے جانے کے......"

"بیٹا تم آ گئے' آؤ آؤ...... جاؤ حنین کچھ لے کر آؤ غزنی کے کھانے کے لیے۔" وہ چونکہ اب مکمل طور پر ریلیکس تھیں اس لیے پہلے کی نسبت نہایت اطمینان اور اعتماد سے بات کر رہی تھیں۔

غزنی نے دل ہی دل میں ان کی چالاکی اور پھرتی کو داد دی' وہ سمجھ چکا تھا کہ اس کی طرف سے یہ بتانے پر کہ وہ آج رات یہاں رکے گا۔ اجیہ کو ہنگامی طور پر گھر بلایا گیا تھا۔

"ارے امی اتنی رات میں کیا لاؤں؟ چھوڑیں رہنے دیں' کیوں غزنی؟"

"ہاں میں ابھی کھا کر آ رہا ہوں' فی الحال ضرورت نہیں ہے اگر ہوئی تو کہہ دوں گا خود اٹھ کر لے لوں گا۔"

"واؤ...... یعنی آج ہم غزنی کے ہاتھ کی چائے پئیں گے بلکہ کوئی اور پیئے نہ پیئے میں تو ضرور پیوں گی۔" اس

دفعہ غزنی کافی دنوں کے بعد اتنے وقت کے لیے آیا تھا اس لیے حنین بے حد خوش تھی کہ اس کے ساتھ وقت گزارنے کا موقع ملے گا۔

"اچھا بھئی جب جی چاہے مجھے کہہ دینا' ویسے بھی آج شاید مشکل سے ہی نیند آئے۔" اس نے جوتے اتارے اور سامنے رکھے سلیپرز جو سکندر صاحب کے تھے اور یقینی طور پر اس کے لیے نکال کر رکھے گئے تھے پہن کر معنی خیز انداز میں بولا۔

"ویسے اجیہ کہاں ہے؟ جب بھی آتا ہوں ملاقات ہی نہیں ہو پاتی۔"

"بس ذرا پڑھائی سے ہی فرصت نہیں ملتی اسے' اتنی مشکل تو پڑھائی ہے اس کی۔" امی نے اطمینان سے کہا تو وہ مسکرانے لگا' اس اعتماد پر اس کا دل چاہا کہ انہیں خراج تحسین پیش کیا جائے۔

"اگر آپ کہیں تو میں ذرا اس کا حال چال ہی پوچھ لوں۔"

"ہاں ہاں کیوں نہیں' گھر پر ہی تو ہے وہ اور شاید اب تک پڑھ رہی ہے۔ جاؤ مل لو جا کر' بلکہ ایسا کریں اکٹھے چلتے ہیں اور بیٹھ کر گپ شپ کرتے ہیں۔" غزنی اور حنین اجیہ کے کمرے کی طرف جانے لگی تو امی بھی اپنی جگہ سے اٹھ گئیں۔

"میری تو اب نیند سے آنکھیں بوجھل ہو رہی ہیں' تم لوگ آپس میں باتیں کرو بلکہ اجیہ سے ملنے کے بعد اب سو جاؤ تو بہتر ہے صبح ہونے میں ویسے بھی اب کچھ ہی گھنٹے رہ گئے ہیں۔" امی انہیں ہدایت دینے کے بعد خود اپنے کمرے میں چلی گئی تھیں۔

وہ دونوں حنین اور اجیہ کے مشترکہ کمرے میں پہنچے تو اجیہ واقعی کتاب گود میں رکھے بیڈ کی ٹیک سے کمر ٹکائے بیٹھی تھی۔

گنجان آباد علاقے میں یہ دس مرلہ گھر سکندر صاحب کو والد کی وفات کے بعد ملا تھا' تین بیڈ رومز پر مشتمل اس گھر میں ایک کمرہ اجیہ اور حنین شیئر کیا کرتی تھیں ایک سکندر صاحب کا تھا جبکہ تیسرے کمرے کو گیسٹ روم کے طور پر سیٹ کر کے رکھا گیا تھا۔ غزنی یا اس کی اماں وغیرہ کبھی کبھار آتے تو اسی کمرے کو استعمال میں لایا جاتا تھا اور آج بھی غزنی کے آنے کے بعد حنین نے اس کمرے کی کھڑکیاں روشندان کھول کر بیڈ شیٹ وغیرہ بھی جھاڑ دی تھی۔

"السلام علیکم!" غزنی نے کمرے میں داخل ہو کر اجیہ کو مخاطب کیا' اس نے کتاب سے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا' سلام کا جواب دیا اور پاؤں سمیٹ کر سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

"لگتا ہے کافی دیر سے پڑھ رہی ہو یا شاید شام سے یہیں بیٹھی ہو؟" غزنی نے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے رکھا اسٹول گھسیٹا اور اس پر بیٹھ گیا جبکہ حنین بیڈ پر ہی بیٹھ گئی تھی۔

"اور مجھے لگتا ہے کہ سارے شہر میں اس وقت رات لیکن ہمارے گھر میں صبح کا وقت ہے اور تم تو کتنی تازہ دم لگ رہی ہو بھئی! آج سونے کا کوئی ارادہ نہیں ہے کیا؟" غزنی کی بات کا جواب گول کرتے ہوئے اس نے بات کرتے ہوئے پہلے غزنی اور پھر حنین کو دیکھا اور حنین کے بولنے سے پہلے ہی غزنی بول پڑا۔

"کافی دنوں بعد تمہیں دیکھا ہے اجیہ...... لیکن تم بہت کمزور ہو گئی ہو پہلے سے ڈائٹنگ تو نہیں کر رہی کہیں؟" غزنی کی بات پر حنین قہقہہ لگا کر ہنس دی۔

"اتنا غور سے تو کبھی میں نے بھی نہیں دیکھا جتنا غزنی دیکھ رہا ہے۔"

"حالانکہ غزنی کے دیکھنے سے مجھ پر کوئی اثر نہیں ہونے والا۔" اجیہ کے لہجے میں اکتاہٹ تھی' بے زاریت تھی جسے حنین نے محسوس کر لیا تھا اور اسے بالکل بھی اچھا نہیں لگتا تھا جب غزنی کی خوشگوار موڈ میں کہی گی باتوں کے جواب میں اجیہ یوں روکھا پھیکا جواب دیا کرتی اور صرف حنین ہی نہیں خود غزنی کے لیے یہ بات تکلیف دہ ہوتی جب اسے محسوس ہوتا کہ اجیہ اس سے جان چھڑانا چاہ

رہی تھی جبکہ وہ تو اجیہ کو دیکھنے اور اس کی آواز سننے کی چاہ میں جب خود پر برداشت نہ رکھ پاتا تو بالآخر سکندر صاحب سے ملنے کا بہانہ کرکے چلا آتا اور اسے دیکھ کر بجائے اجیہ کے حنین کا چہرہ کھل جاتا۔ حنین ہی اس گھر میں واحد فرد تھی جسے غزنی کو دیکھ کر دلی خوشی ہوتی اور بہانے سے اسے دیر تک روکے رکھنے کی کوشش کرتی۔

"ظاہر ہے اب تو تمہاری مصروفیت باہر کی ہی اتنی بڑھ گئی ہے کہ میری کسی بھی بات کا یاد رکھنے کا تم پر کیا اثر ہوگا۔" غزنی نے سادے لہجے میں بات کی تھی۔

"میرا خیال ہے میری باہر کی یا گھر کی مصروفیت سے کسی کو کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے۔"

"تمہیں شاید نہ ہو لیکن مجھے تمام تر مصروفیات سے مکمل سروکار ہے۔" اجیہ اس سے بحث نہیں کرنا چاہتی تھی اور غزنی اس وقت اس کی کال سینٹر میں جاب کو ڈسکس کرکے اجیہ کے ساتھ وقت گزرنے کے اس موقع کو ہرگز ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا یہ معاملہ اس نے سکندر صاحب کی موجودگی تک کے لیے اٹھا رکھا تھا۔

لیکن اجیہ اس سے بخوشی بات کرنے کو بھی رضامند نظر نہیں آتی تھی جس کی وجہ سے غزنی کا دل یقیناً اس وقت پیچ و تاب کھا رہا تھا۔ سنجیدگی اور شوخی کے امتزاج سے کی گئی کمرے کی آرائش اس وقت کمرے کے ماحول کو بھی عیاں کررہی تھی۔

اجیہ کے سائیڈ ٹیبل پر کمپیوٹر رکھا تھا اور دائیں طرف ہی رکھی اجیہ کی وارڈ روب کے اندرونی اور بیرونی سائیڈ پر اجیہ نے جابجا مختلف کوٹس لکھ کر چسپاں کررکھے تھے۔ ان سب اقوال میں محنت اور دولت ایک دوسرے سے متصادم محسوس ہوتے تھے جبکہ حنین کی سائیڈ پر رنگ برنگی چوڑیوں کے اسٹینڈ اور مختلف قسم کی جیولری باکسز رکھے تھے۔

"کیا مصروفیت ہے ویسے آج کل تمہاری؟" غزنی نے ایک بار پھر براہ راست اجیہ سے سوال کیا تو وہ کتاب بند کرکے کمپیوٹر ٹیبل پر رکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"سوری غزنی...... لیکن اس وقت مجھے بہت سخت نیند آرہی ہے اس لیے کسی بات کا جواب نہیں دے پاؤں گی۔" ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے رکھا لوشن اٹھا کر وہ دوبارہ بیڈ پر آ بیٹھی تھی اور اب ہاتھوں پر لوشن لگا رہی تھی۔

"حنین تم بھی لیٹ جاؤ' نیند آرہی ہوگی ناں؟"

"باقی دنوں میں تو تم آرام سے پوری رات جاگ لیتی ہو' یہ آج اتنی نیند کہاں سے آگئی؟" غزنی کی بات پر اجیہ نے چونک کر پہلے غزنی اور پھر حنین کو دیکھا۔

"اور اگر آج بھی میں نہ آتا تو یقینی طور پر تم تمام رات جاگتی رہتیں۔"

"جی نہیں' اب ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے کیونکہ ہماری اجیہ کوئی چوکیدار تو ہے نہیں کہ ساری رات جاگتی رہے اور ہاتھ میں ڈنڈا پکڑ کر گلی میں گھومتی رہے کہ جاگتے رہنا مجھ پر نہ رہنا' ارے جاگتے رہنا بھائیو جاگتے رہنا۔" حنین نے آواز دھیمی رکھتے صدا لگائی جبکہ اجیہ نے خاموش رہنا بہتر خیال کیا۔

غزنی نے گہری نظر سے اجیہ کو دیکھا جو بالوں کو سمٹ کر ہلکی سی ڈھیلی چٹیا بنانے کے بعد اب لیٹنے کے لیے غزنی کے اٹھنے کی منتظر تھی۔ جیسے ہی اس نے غزنی کو دیکھا وہ پہلے ہی اسے دیکھ رہا تھا اور نظر ملنے پر گڑبڑا کر نظریں چرانے کے بجائے اسی طرح دیکھتا رہا جیسے پہلے دیکھ رہا تھا اور اس کا دیکھنے کا انداز اجیہ کو جلا کر رکھ دیتا تھا کہ کسی کا دیکھنا سیروں خون جلا دیتا ہے تو کسی کا دیکھنا سیروں خون بڑھا بھی دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت اگر غزنی کا خون بڑھ رہا تھا تو اتنا ہی خون اجیہ کا جل رہا تھا' جبکہ حنین ان دونوں کی کیفیات سے بے خبر اپنی ہی سوچوں میں پرواز کررہی تھی۔

"غزنی...... لڈو کھیلیں؟ اتنے بہت سارے دنوں کے بعد تو ہم لوگ اکٹھے ہیں۔"

"حنین تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے؟ یہ بھلا کون سا وقت ہے لڈو کھیلنے کا' چپ کرکے خود بھی سوؤ اور دوسروں کو بھی سونے دو۔" اجیہ نے کہہ تو دیا تھا لیکن حنین بھلا کہاں ماننے والی تھی اس نے تو شکر کیا تھا کہ اتنے عرصے بعد

اسے غزنی کے ساتھ وقت گزارنے کا موقع مل رہا تھا۔

"یار اجیہ بہن...... سوتے تو ہم روز ہی ہیں ناں لیکن ایک ساتھ بیٹھنے کا وقت تو کم کم ملتا ہے اس لیے پلیز تم بھی اٹھ جاؤ ورنہ اگر بابا جانی نے صرف مجھے بیٹھا دیکھا تو غصہ کریں گے۔" اس وقت اجیہ کو حنین پر سخت غصہ آیا تھا جو اس غزنی کی مصیبت کو بھی انجوائے کرنا چاہ رہی تھی اور جس کی وجہ سے اسے بھاگم بھاگ کال سینٹر سے گھر پہنچنا پڑا تھا۔

"ارے یہ چچا تمہیں کب سے ڈانٹنے لگے، تم تو اتنی معصوم ہو کہ تمہیں ڈانٹنے کے لیے کوئی وجہ ڈھونڈنے والا خود ہی تھک ہار کر لوٹ جائے گا۔" غزنی کے الفاظ پہ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ ریکارڈ لے اور بار بار سنے۔

"اور خیر چچا بھی اتنے اچھے ہیں کہ مجھے نہیں لگتا کہ وہ تم لوگوں میں سے کسی ایک کو بھی ڈانٹتے ہوں گے۔" اور پھر وہ رات تقریباً ان تینوں نے جاگ کر ہی گزاری اجیہ سونا چاہتی تھی لیکن حنین نے زبردستی اسے اپنے ساتھ بٹھائے رکھا۔ اتنی رات کو غزنی کے ساتھ اس کا اکیلا بیٹھنا سکندر صاحب کے لیے ہرگز قابل قبول نہ تھا لہٰذا صرف اور صرف اس کی خوشی کے لیے وہ کتابیں لے کر اپنے بیڈ پر بیٹھی پڑھتی رہی اور حنین اور غزنی نے بیڈ کے دائیں طرف فرش پر چٹائی بچھائی اور اس پر بیٹھ کر لڈو کھیلتے تو کبھی ڈرافٹ کھیلنے لگتے۔ حنین کی فرمائش پر غزنی نے اٹھ کر چائے بھی پکائی اور دونوں نے پی البتہ اجیہ نے ان کے بھرپور اصرار کے باوجود بھی ان کی طرف سے چائے کی آفر قبول نہیں کی اور فجر سے کچھ پہلے غزنی اٹھ کر مہمانوں کے لیے مخصوص کمرے میں جا کر لیٹ گیا تو حنین اور اجیہ بھی لیٹ گئیں۔

یہ رات حنین کے لیے ایک یادگار رات کے طور پر ختم ہوئی تھی۔ وہ لوگ انتہائی مطمئن تھے کہ انہوں نے اپنی مکمل کوشش اور بروقت کی گئی منصوبہ بندی کے باعث اجیہ کا نائٹ جاب کرنا اس سے چھپالیا تھا اور جس قیامت کے آنے کا خطرہ سکندر صاحب کو تھا وہ اب ظاہری طور پر وقتی طور سے ٹل گیا تھا۔ اسی لیے بلب کی دودھیا روشنی کو بند کرتے ہوئے دونوں ہی بے حد پُرسکون تو تھیں لیکن پھر بھی اجیہ کے ذہن میں یہ سوال ضرور ابھرے تھے کہ آخر کب تک ان کی یہ آنکھ مچولی اسی طرح چلتی رہے گی اور اب شاید یہ وقت آنے والا تھا جب دونوں میں سے آر پار چن لیا جائے کیونکہ اجیہ کا ماننا تھا کہ اگر وہ نوکری کر رہی ہے تو اس میں برائی تو کوئی نہیں تھی اور اب سب کو معلوم ہو جانا چاہیے کہ وہ ایک کال سینٹر میں رات کی نوکری کرتی ہے لیکن یہ باتیں بھلا سکندر صاحب کو کون سمجھاتا جو ذاتی انا کا جھنڈا اتنی مضبوطی سے تھامے کھڑے تھے کہ چھوڑنے پر تیار ہی نہ تھے اور خاندان کے لوگ اعتراض بعد میں کرتے لیکن پہلے خود سکندر صاحب شور و واویلا کرتے اور باقی دوسروں کی باری بعد میں آتی۔

یہ دونوں تو مطمئن ہو کر سکون کی نیند سوگئی تھیں لیکن سارا دن کام کرنے اور ساری رات حنین کے ساتھ کھیلنے اور باتیں کرتے ہوئے جاگنے کے بعد غزنی کی آنکھوں میں نیند نہیں تھی۔ اجیہ کی نوکری کے متعلق وہ جان چکا تھا اور اس میں کوئی ابہام باقی نہیں رہا تھا کہ وہ نہ صرف جاب کرتی ہے بلکہ رات کے اوقات میں جاب کرتی ہے اور تمام رات گھر سے باہر گزارتی ہے۔ غزنی تو دن کی روشنی میں بھی لڑکیوں کی نوکری کے خلاف تھا اور اب اجیہ کا رات کو نوکری کے لیے نکلنا اسے الجھا ہی تو گیا تھا۔

کیا کرے اور کیا نہ کرے کی کشمکش میں پھنسا غزنی کبھی سوچتا کہ صبح سکندر صاحب سے بات کی جائے پھر خیال آتا اگر وہ یوں تمام رات باہر گزارتی ہے تو پھر یقیناً اس میں ان کی بھی مرضی شامل ہوگی کیونکہ ایسا ممکن ہی نہیں ہوسکتا کہ بیٹی تمام رات گھر سے باہر ہو اور اس کے بارے میں باپ لاعلم رہیں پھر سوچتا اگر سکندر صاب کے علم میں یہ تمام باتیں ہیں اور انہیں اس سب طریقہ کار یا معاملے پر کوئی اعتراض بھی نہیں ہے تو پھر وہ کیا کرسکتا ہے۔

ایک اور خیال یہ بھی آتا کہ گھر جا کر اماں ابا کے علم میں

سارا معاملہ لائے اور پھر مل کر کوئی حکمت عملی ترتیب دی جائے۔ وہ حقیقتاً پریشان تھا اور اس کی پریشانی کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ تمام معاملہ اجیہ کے گرد گھوم رہا تھا اس لیے وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ کوئی شور یا واویلا کرے اور پھر تماشہ دیکھنے یا واویلا سننے والوں کی زبان پر کسی بھی طور اس کا نام آئے اور پھر اس نام کو لوگ اپنے گھروں میں بیٹھ کر ڈسکس کریں۔ بے شک وہ اس دن اجیہ کی طرف سے کال ریسیو نہ کرنے پر واقعی طیش میں آ گیا تھا اور اس کے دل میں اس دن سے غصے نے ڈیرہ ڈال رکھا تھا لیکن پھر بھی جو کچھ بھی تھا اجیہ کو اپنے سامنے اتنا نزدیک دیکھ کر وہ روح تک سرشار ہو گیا تھا اور اجیہ کی عزت قائم رکھنا ہی اس کی اولین سوچ قرار پائی تھی۔ باوجود اس کے کہ وہ اس سے کبھی سیدھے منہ بات تک نہ کرتی لیکن پھر بھی جو جگہ اس کے دل میں اجیہ کی تھی وہ کسی اور کی نہیں تھی اور نہ ہی اس کا خیال تھا کہ کوئی بھی دوسرا اجیہ کی جگہ لے سکتا تھا۔ یہ اور اس جیسی دوسری سوچوں میں الجھا شاید وہ اسی طرح کروٹ بدلتا رہتا کہ سکندر صاحب کے جاگنے اور چلنے پھرنے کی آوازیں آنے لگیں یقیناً اس وقت وہ فجر کی نماز کی ادائیگی کے لیے مسجد جانے کی تیاری کر رہے تھے وہ بھی کچھ سوچ کر فوراً اٹھا اور اس سے پہلے کہ وہ ہاتھ میں تسبیح پکڑے صحن تک پہنچتے وہ بھی برق رفتاری سے ان تک جا پہنچا۔ صبح صادق کی نرم ہوا جاگنے والوں کو اپنی آغوش میں سمیٹنے پر تیار تھی سکندر صاحب نے اسے یوں صبح صبح اپنی طرف آتے دیکھا تو یہ سوچ کر اوسان خطا ہو گئے کہ اسے یقیناً اجیہ کی نوکری کا پتا چل گیا ہوگا۔

"دراصل میں سوچ رہا تھا ابھی گھر چلا جاؤں، آپ جاگے تو ساتھ ہی نکل آیا کیونکہ کسی کو بھی بغیر بتائے چلا جاتا تو وہ بھی غلط بات تھی۔"

"تم اس وقت گھر جانا چاہ رہے ہو؟ اتنے اندھیرے میں اور وہ بھی بغیر کچھ کھائے پیے؟" ان کا حیران ہونا لازم تھا۔

"کھانے پینے کا تو خیر کوئی مسئلہ نہیں ہے لیکن بس ایک کام یاد آ گیا تھا۔" یہ کہہ کر وہ رکا نہیں اور ان سے پہلے اپنی موٹر سائیکل نکال کر اسٹارٹ کر لی سکندر صاحب نے خدا حافظ کہتے ہوئے ہاتھ ہلایا تو وہ بے دلی سے ہاتھ ہلا کر صبح کے ملگجے اندھیرے میں نکل گیا۔

❖......OO......❖

ممی صبح اربش کو ناشتے کے لیے جگانے آئی تھیں، رات کو گاڑی کی ڈیش بورڈ پر دیکھی گئی تین کتابوں میں سے دو سائیڈ ٹیبل پر رکھی تھیں جبکہ تیسری کتاب بیڈ کے اوپر کھلی پڑی تھی جس کا مطلب تھا کہ وہ رات کو پڑھتے پڑھتے سو گیا تھا انہوں نے کتاب بند کر کے دوسری کتابوں پر رکھی۔ انہیں اربش کا اس طرح سونا بالکل اچھا نہیں لگ رہا تھا کہ کام کسی اور کا' کتابیں کسی اور کی اور وہ ان کے لیے اتنا ہلکان کہ آج ٹھیک طریقے سے سو بھی نہیں پایا۔ کھلی کتاب بیڈ پر رکھی ہونے کا صاف مطلب یہ تھا کہ وہ فی الحال سونا نہیں چاہتا تھا لیکن نیند اس پر اس قدر غالب ہوئی کہ اسے کتاب بند کر کے سائیڈ پر رکھنے کی مہلت بھی نہ دی۔

لہٰذا ممی نے آج اسے جگانے کا ارادہ ترک کرتے ہوئے سکون سے نیند پوری کرنے کا وقت دیا تھا آج تو ویسے خود وہ بھی جلدی جانے کا سوچ رہی تھیں جب سے انہوں نے اسکول بنایا تھا اور اس مقام تک لے کر آئی تھیں اس مرتبہ انہوں نے دو بہنوں کو اپنے اسکول میں جاب دے کر ایسی غلطی کر لی تھی کہ خود پچھتاتیں اور پہلے تو کچھ عرصے تک معاملات ٹھیک چل رہے تھے دونوں کے پاس پروفیشنل ڈگریاں بھی تھیں اور مہارت بھی۔ بڑی جلدی ان دونوں نے اسکول کا ماحول اور بچوں کا مزاج سمجھ کر جب پڑھانا شروع کیا تو خود وہ بھی بہت خوش ہوئی تھیں لیکن اب وہ اور ان کی فیملی چونکہ کسی اور شہر میں شفٹ ہو رہی تھیں اس لیے انہوں نے کل ہی جاب چھوڑنے کا متعلق بتایا تھا۔

ایک ساتھ دو ٹیچرز کا جاب چھوڑنا اور ایسی ٹیچرز جو بنیادی مضامین انتہائی مہارت سے پڑھاتی ہوں ان کے لیے ایک دھچکا ہی تو تھا۔ ملازمت کے قواعد و ضوابط میں یہ

نقطہ بھی تحریر کیا گیا تھا کہ کوئی بھی ٹیچر ملازمت چھوڑنے سے پندرہ دن پہلے انتظامیہ کو اطلاع دینے کی پابند ہوگی اور انہوں نے تو اس بات کی پاسداری کی تھی لیکن ممی کو ان پر اس قدر رنج تھا کہ دل چاہتا کھڑے کھڑے نکال دیں اور وہ ایسا کر بھی سکتی تھیں اگر کوئی باصلاحیت لڑکی مل جاتی۔

کل تک انہوں نے جاب کے لیے دی گئی کافی درخواستیں کھنگالیں تھیں، کتنی ہی لڑکیوں کی سی ویز چیک کیں اور پھر ان میں سے چند کو ایڈمنسٹریشن کے ذریعے فون کرکے بلوایا گیا تھا۔ کل ازہش کے آنے پر وہ اسی لیے وہی ساڑھی زیب تن کیے ہوئے تھیں جو صبح اسکول پہن کر گئی تھیں۔

ویسے بھی یہ انٹرویوز ایک دن کی بات نہیں تھے اور پھر ممی کی پسند کا معیار بھی اونچا تھا' انہیں ہر لحاظ سے پرفیکٹ ٹیچرز کی تلاش رہتی تھی۔ اسی لیے اسکول میں ٹیچرز کے انٹرویو کے سلسلے کو تین روز پر محیط کیا گیا تھا۔ ارادہ تھا کہ تین دن میں منتخب ہونے والے ٹیچرز کو چوتھے دن سے اسکول میں آکر اپنے فرائض سنبھالنے کو کہا جائے۔ اس طرح انہیں کم وبیش دس دن ان ٹیچرز کے ساتھ وقت گزارنے اور ان کی پیشہ وارانہ مہارت سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملے گا جو اب ملازمت چھوڑ رہی ہیں۔

❖......OO......❖

غزنی کے بغیر رات تو گزری تھی لیکن اماں کو ہر وقت اس کا ہی خیال آتا رہا تھا باوجود اس کے کہ وہ بتا کر گیا تھا کہ رات سکندر صاحب کے گھر گزارے گا۔ اماں کی بھی خواہش تو تھی کہ وہ بھی کچھ وقت اجیہ کے ساتھ گزارتیں لیکن اگر وہ دونوں ہی گھر سے چلے جاتے تو ابا اکیلے ہوتے ہیں اسی خیال سے اماں خاموش ہوگئی تھیں اور سوچا کوئی بات نہیں اگر اتنے عرصے بعد آج غزنی نے وہاں رہنے کی خواہش کی ہے تو اسے ضرور جانا چاہیے۔

اس وقت وہ جاء نماز پر فجر کی نماز کے بعد سے اب تک بیٹھی ہوئی تھیں کہ ابا ٹرے میں اپنے اور ان کے لیے چائے کے دو کپ اور چند بسکٹس رکھ کر لے آئے اور صوفے پر بیٹھ گئے۔ اماں نے ان کی آمد محسوس کی' گردن

موڑ کر دیکھا تو جانماز لپیٹ کر خود بھی اٹھ گئیں۔

''آپ جیسا شوہر اللہ اس دنیا کی تمام بچیوں کے نصیب میں لکھ دے۔'' اماں نے بڑے ہی صدق دل سے دعا کی تھی۔

''اور آپ جیسی نہ صرف بیوی بلکہ ماں، بہن اور بیٹی اللہ سب کو عطا فرمائے۔'' ابا نے اماں کے اور اپنے درمیان صوفے پر ہی ٹرے رکھ لی تھی اور اس میں سے ایک کپ اٹھا کر انہیں پکڑایا۔

''آپ ہر رشتے میں مکمل ہیں اور ہر روپ میں مثال ہیں، میں تو اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھتا ہوں کہ اللہ نے میرا نصیب آپ کے نصیب کے ساتھ جوڑ کر مجھے عمر بھر کی راحت و سکون عطا کر دیا۔'' اماں ہمیشہ کی طرح ان کی تعریف پر شرما گئی تھیں، ابا بھی ان کی تعریف کرتے تو وہ اب تک سرخ ہو جاتیں اور اگر وہ دونوں ایک دوسرے کی تعریف کرتے تھے تو اس میں کچھ غلط بھی نہ تھا۔

''اب ہمارے بیٹے کی شادی کی عمر ہے اور آپ ہیں کہ ہر وقت میری ہی تعریفیں کرتے رہتے ہیں، کل کو بہو گھر میں آئے گی تو ہم بڈھا بڈھی کے چونچلے دیکھ کر ہنسے گی۔''

''وہ تو جب آئے گی سو آئے گی لیکن پہلے سے مجھ غریب کو پابند سلاسل کرنا کہاں کا انصاف ہے ملکہ عالیہ......'' چائے کا گھونٹ لیتے ہوئے وہ شگفتگی سے بولے لیکن اماں سنجیدہ ہونے لگی تھیں۔

''جہاں پناہ...... مذاق ختم اور ایک سنجیدہ بات......''

اماں کے ٹونس پر ابا فوراً ہی سنجیدہ ہو کر بیٹھ گئے تھے۔

''خیریت؟''

''خیریت تو ہے لیکن میں چاہتی ہوں کہ اب غزنی کی شادی کر دی جائے، ہمارا ایک ہی تو بیٹا ہے اور شادی کی عمر میں بھی ہے پھر زندگی کا کیا پتا کب ساتھ چھوڑ جائے تو میرا شدت سے جی چاہتا ہے کہ ہم غزنی کی شادی کریں، میں اس کی بیوی کو اس گھر میں چلتا پھرتا ہنستا کھیلتا دیکھوں، پھر میرے پوتے پوتیاں ہوں انہیں گود میں کھلاؤں ان کے نخرے اٹھاؤں ان کے ساتھ کھیلوں۔ وہ تھوڑی سی بات چیت کرنے کے قابل ہوں تو انہیں اسکول کی نرسری میں داخل کرواؤں انہیں ہوم ورک کرواؤں ساتھ لے جا کر ان کی پسند کے کھلونے، کپڑے اور جوتے وغیرہ خریدوں پھر......؟'' اماں شاید بولتی ہی چلی جاتیں کہ ابا بیچ میں بول پڑے۔

''پوتے پوتیوں کو جس اسکول میں داخل کروانا ہے اس کا نام بھی سوچ رکھا ہوگا ناں؟''

''ہاں تو اور کیا، سب کچھ تیاریاں کر چکی ہوں۔ اگر سچ کہوں تو میں آج کل جیسے ہی لیٹتی ہوں تو میری آنکھوں کے سامنے مستقبل کی فلم چلنے لگتی ہے۔ یہاں تک کہ پوتے اور پوتیوں کی شادیاں بھی ہو جاتی ہیں۔ میرے اور آپ کے ہاتھوں میں لاٹھیاں آ جاتی ہیں، جسے ہم ٹیک کر چلتے ہیں اور یہ گھر جہاں اس وقت ہم دونوں اور سارا دن میں اکیلی ہوتی ہوں شور و غل اور قہقہوں سے پر رونق لگنے لگتا ہے۔''

اماں جب تک باتیں کرتی رہیں، ابا سنتے رہے تھے بغیر کسی اکتاہٹ، بوریت یا بے زاریت کے اور نہ ہی انہوں نے اماں کی کہی ہوئی کسی بھی بات کا مذاق اڑایا تھا بلکہ جس موڈ میں اور جوش و خروش کے ساتھ وہ باتیں کر رہی تھیں ابا بھی اسی دلچسپی کے ساتھ اپنی باتوں کے متعلق کوئی کوئی سوال کر کے انہیں مزید تفصیل سے بات کرنے کا موقع فراہم کرتے اور ان دونوں کے درمیان مثالی محبت اور اب تک قائم تھی، چاہت کی ایک بنیادی وجہ یہ بھی تھی کہ وہ ایک دوسرے کے لیے بہترین سامع تھے۔ ایک دوسرے کی باتیں ہمیشہ بڑی ہی دل جمعی اور شوق سے سنتے تھے اور کسی سے بھی محبت قائم رکھنی ہو تو بنیادی اصول یہی ہے کہ اس کی باتیں غور سے نہ صرف سنی جائیں بلکہ کسی بھی بات کو مذاق نہ بنایا جائے۔ جن بیویوں کے شوہر ان کی باتیں سننے کے لیے وقت نہیں نکالتے ان کا وقت پھر اوروں کے ساتھ زیادہ گزرنے لگتا ہے اور جن شوہروں کی بیویاں ان پر توجہ نہیں دیتیں ان کی توجہ پھر

دوسری طرف بھٹکتی رہتی ہے جبکہ اس کے برعکس میاں بیوی کا تعلق محبت کا تو ہونا ہی چاہیے لیکن دوستی کا بھی ایسا رشتہ ہو کہ ایک دوسرے کی باتیں سننے اور ایک دوسرے کو اپنی باتیں سنانے کے لیے بے چین رہا جائے۔

اور اماں ابا کے درمیان یہی تعلق ہی تو تھا کہ دکان سے فارغ ہو کر ابا یہاں وہاں دوستوں کے ساتھ بیٹھ کر چائے کے کپ پینے پلانے کے بجائے فوراً ہی گھر کا رخ کر لیا کرتے اور ان کی اسی محبت اور باہمی انڈر اسٹینڈنگ نے اس گھر کو دیکھنے سننے والوں کی نظر میں جنت بنا رکھا تھا۔

''اچھا ویسے کیا غزنی کے لیے کوئی لڑکی بھی نظر میں ہے یا پھر صرف پوتے پوتیوں پر ہی فوکس ہے؟''

''کوئی لڑکی کیوں؟'' ابا کی بات پر انہیں حیرت ہوئی۔ ''ارے بھئی وہ اپنی اجیہ ہے ناں' اس سے بڑھ کر پیاری' معصوم اور محبت کرنے والی لڑکی بھلا ہمیں کہاں مل سکتی ہے۔''

''یہ سارے خیالات آپ کے اپنے ہی ہیں یا ان میں غزنی بھی آپ کے ساتھ متفق ہے؟''

''غزنی بھلا اختلاف کیوں کرے گا' آخر اجیہ پڑھی لکھی ہے خوب صورت ہے' گھر گرہستی جانتی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اپنے خاندان کی ہے اس لیے ہم اس کے اور وہ ہمارے مزاج کو بخوبی سمجھتی ہے اس لیے مجھے تو نہیں لگتا کہ غزنی کسی بھی صورت اجیہ کے لیے انکار کرے گا۔''

''باتیں تو آپ کی ساری ٹھیک ہیں اور نہ ہی مجھے اجیہ بیٹی کے اس گھر میں آنے پر اعتراض ہے لیکن پھر بھی میں یہی کہوں گا کہ غزنی کو بٹھا کر اس سے اس کی مرضی پوچھیں اور اس کے بعد خواب دیکھیں اور اگر غزنی کو کوئی اعتراض نہیں تو اسی ہفتے رشتہ لے کر چلے جاتے ہیں۔'' ابا نے رشتہ لے جانے کی بات کر کے اماں کو خوش ہی کر دیا تھا' فوراً بولیں۔

''میں آج ہی غزنی سے بات کرتی ہوں اور پھر اسی ہفتے کو بھی چھوڑیں پرسوں جا کر اجیہ کو اپنے بیٹے کے لیے مانگ لیتے ہیں۔ منگنی کرنے میں کیا حرج ہے منگنی کر دیں گے اور جب اس کی پڑھائی ختم ہو جائی تو شادی رکھ لیں گے' کیا خیال ہے؟'' اماں نے تو بیٹھے بٹھائے ہتھیلی پر سرسوں جما دی تھی' ابا ان کی بے تابیوں پر مسکرا رہے تھے۔

❀.......❀.......❀

امی نے آج جان بوجھ کر اجیہ اور حنین کو سوتے رہنے دیا تھا' اجیہ کو تو اس لیے نہیں جگایا تھا کہ آج کافی دنوں کے بعد وہ رات کی نیند لے رہی تھی تو امی کا خیال تھا کہ وہ کچھ دیر مزید سوئے اور اس کی وجہ سے پھر حنین کو بھی نہ جگایا کیونکہ ذرا سا بیڈ ہلنے پر اجیہ کا جاگ جانا یقینی تھا لہٰذا اسی طرح کمرے میں نیم تاریکی رہنے دی۔ سکندر صاحب کے لیے ناشتا تیار کیا وہ مسجد سے آئے تو بڑی خاموشی سے کھانے کی میز پر ناشتے کی ٹرے رکھی اور ابھی مڑی ہی تھیں کہ انہوں نے پکارا۔

''لگتا ہے غزنی کو واقعی اجیہ کی جاب کا معلوم نہیں ہوا ورنہ وہ تو ہنگامہ کھڑا کر دیتا' ایسا کیا کہا تم لوگوں نے؟''

سکندر صاحب کی بات پر امی نے وزدیدگی سے انہیں دیکھا' انہیں تو معلوم نہ تھا کہ اجیہ گھر پر ہے اور کمرے میں سو رہی ہے اور ویسے بھی امی کو ان کے رات والے رویے نے بہت دکھ دیا تھا اور صرف رات کیا' ساری عمر انہوں نے ایسا ہی کیا تھا کہ دوسروں کے سامنے مشکل وقت میں ہمیشہ اجنبی بن جایا کرتے۔ آج تک جب جب امی کو ان کے سہارے کی ضرورت پڑی تھی اور انہوں نے امید بھری نظروں سے انہیں دیکھا تب تب انہوں نے امی سے نظریں چرائی تھیں اور رات کو جس طرح وہ معاملے سے لاتعلق ہو کر اپنے بیڈ روم میں جا گھسے تھے تب سے ان کا دل ہی نہیں چاہ رہا تھا کہ وہ سکندر صاحب کو مخاطب تو دور ان کی کسی بات کا جواب بھی دیں۔ یہی وجہ تھی کہ صبح جب وہ ناشتے کا پوچھنے غزنی کے کمرے میں گئیں تو اسے موجود نہ پا کر حیرت تو ضرور ہوئی لیکن دل ہی نہ چاہا کہ وہ سکندر صاحب سے اس کے بارے میں پوچھتیں اسی لیے بس

خود سے اخذ کرلیا کہ وہ گھر چلا گیا ہوگا۔

اور یہ حالات اس کے ساتھ نہیں تھے بلکہ کتنی ہی عورتیں رات کو روتے ہوئے سوتی ہیں اور صبح اولاد کو دیکھ کر ہنسنے پر مجبور ہو جاتی ہیں لیکن آخر کب تک؟ کتنی ہی خواتین شوہر کے ناروا سلوک کے بعد بھی روتے ہوئے دوپٹے کے پلو سے آنسو پونچھتی ہیں تو روتے روتے اس شخص کو جسے شوہر کا درجہ دیا گیا ہے کبھی نہ دیکھنے اور اس کے ساتھ کبھی نہ بات کرنے کا عہد کر لیتی ہیں لیکن آخر کب تک؟ شوہر کی طرف سے نرمی سے بولے گئے دو بول اس کے سارے ارادے مسمار کر کے پھر سے اسی شوہر کے پاؤں میں بٹھا دیتے ہیں کہ اس کے سوا اور کوئی چارہ بھی نہیں ہوتا لیکن فی الحال امی کا دل ہی نہ چاہا کہ کسی بات کا جواب دیں۔

"میں پوچھ رہا ہوں کہ غزنی کو ایسا کیا کہا تم لوگوں نے؟ اور کیسے یہ سب ممکن ہوا کہ اسے کچھ پتا ہی نہ چلا۔" امی پھر بھی خاموش رہیں۔

"میں صبح فجر پڑھنے جا رہا تھا کہ ایک دم غزنی کمرے سے نکلا اور سلام دعا کر کے موٹر سائیکل اسٹارٹ کی اور چلا گیا' کہیں تم لوگوں نے کوئی الٹی سیدھی بات تو نہیں کی؟" امی نے ایک بار پھر کچھ بولنے کے بجائے چپ رہنے کو فوقیت دی تھی۔

"تمہیں تو میری بات کا جواب دینے میں بھی شکایت ہے تو رہو گونگی بن کر۔" انہوں کے ہاتھ میں پکڑا گلاس اٹھا کر فرش پر دے مارا تھا جس کی آواز سے اندر سوئی اجیہ فوراً ہڑ بڑا کر اٹھی اور فوراً سے باہر آئی باہر لاؤنج میں بیٹھے سکندر صاحب کو دیکھ کر جہاں تھی وہیں رک گئی۔

"میں گھر کے اندر داخل ہوتا ہوں تو جیسے بین کرنے لگتا ہے تمہارا دل کہ میں پھر سے زندہ کیسے لوٹا۔ تم تو چاہتی ہی یہی ہو کہ میں کل کا مرتا آج مر جاؤں اور تمہیں کھل کر کھیلنے کا موقع مل جائے لیکن میں ابھی مرنے والا نہیں' سمجھیں؟ اور نہ ہی میں تمہیں اس گھر میں عیش کرنے دوں گا۔ میری زندگی جس طرح تم نے آج سے بائیس سال پہلے اجیرن بنائی تھی میں تم سے اس عذاب میں گزرے ایک ایک دن کا حساب لوں گا۔ میری خوشیاں' میرا سکون اور میری زندگی کی واحد خواہش نوچ کر پھینک ڈالنے کے بعد اگر تم چاہتی ہو کہ خوش رہو تو پھر یاد رکھو یہ سب تمہاری خام خیالی ہے' سمجھیں تم؟" وہ پہلے سے زیادہ تیز آواز کے ساتھ گرج رہے تھے۔

اجیہ جان بوجھ کر کمرے کے دروازے کی اوٹ میں ہوگئی تھی' وہ جانتی تھی کہ اسے دیکھ کر ان کا غصہ مزید تیز ہوسکتا ہے اس لیے چاہنے کے باوجود کمرے سے نہ نکلی حالانکہ وہ دیکھ رہی تھی کہ امی جس جگہ پر بیٹھی تھیں اسی جگہ بیٹھے بیٹھے خاموشی سے آنسو بہا رہی تھیں اور ضبط کی کوشش میں ہمیشہ کی طرح نچلا ہونٹ دانتوں سے کاٹ رہی تھیں۔ اجیہ نے گہرا سانس لے کر اپنے دل پر پڑے بوجھ کو خارج کرنے کی ناکام کوشش کی' سامنے بے خبر سوئی ہوئی حنین کو دیکھا اور اپنی پسندیدہ پینٹنگ پر نظریں جما دیں۔

ایک پرندہ اپنے ساتھ اڑنے والے تمام پرندوں کو پیچھے چھوڑے بہت اوپر جا رہا تھا اور پیچھے رہ جانے والے پرندے اسے حسرت سے دیکھتے ہوئے تھکاوٹ کا شکار معلوم ہوتے تھے۔ یہ پینٹنگ ہمیشہ سے اجیہ کی ہمت بندھاتی اور حوصلہ بڑھاتی تھی' سو آج بھی اس کی آنکھوں میں ایک عزم تھا' جنون تھا اور زندگی بدل دینے کا فیصلہ کن خیال بھی۔ باہر خاموشی چھا چکی تھی شاید سکندر صاحب دکان پر جا چکے تھے کہ ایک دم سے لاؤنج میں زور زور سے آوازیں آنے لگیں۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاءاللہ)

عید سے پہلے

عرشیہ ہاشمی

کوئی اچھی سی سزا دو مجھے
چلو ایسا کرو بھلا دو مجھے
تم سے بچھڑوں تو موت آجائے
دل کی گہرائی سے دعا دو مجھے

"ماما...... ہم بھی بکرا لائیں گے؟" ننھی عیشاء اپنی ٹھوڑی دونوں ہتھیلیوں پر جمائے مجھے دیکھتے ہوئے پوچھنے لگی۔

"ہمم......" میں نے بند ہونٹوں سے آواز نکالی اور قینچی اٹھا کر سلائی کیے ہوئے کپڑوں کے ایکسٹرا دھاگے کاٹنے لگی۔

"مما...... بتائیں نا......" میرے گول مول سے جواب پر اس کی تسلی نہ ہوئی تو وہ جھنجلا کر دوبارہ سے پوچھنے لگی۔ میرے پاس بچی کو بہلانے کے لیے الفاظ نہیں تھے سو جھنجلا گئی۔

"بس کرو عیشاء...... صبح سے بکرے بکرے کی رٹ سن کر میں تنگ آچکی ہوں۔" مجھے اب عیشاء کے سوالوں پر غصہ آنے لگا۔ اپنے اس غصے میں مجھے خیال ہی نہ رہا کہ میری لاڈلی عیشاء اس غصے کے اظہار پر آنکھوں میں ناراضگی اور آنسو بیک وقت سجائے دکھی ہو رہی تھی۔ اس میں میرا غصہ اور ناراضگی برداشت کرنے کی ذرا بھی ہمت نہ تھی۔ میں نے خود کو دل ہی دل میں کوسا اور عیشاء کے دکھی چہرے کو دیکھتے ہلکے سے مسکرادی اور اسے اپنے پاس بٹھا کر بہلانے لگی۔

♥......♥......♥

"کھٹ، کھٹ، کھٹ......" دوپہر کو میں آرام کی غرض سے کچھ دیر کے لیے کمرے میں چلی آئی۔ عیشاء پہلے سے بیڈ پر سو رہی تھی۔ میں جونہی لیٹنے کے ارادے سے بیڈ کی طرف بڑھی دروازے پر دستک ہوئی۔ میں نے صوفے پر رکھا اپنا دوپٹہ اٹھا کر سر پر اوڑھا اور دروازے پر آگئی۔

"کون ہے؟" دروازہ کھولنے سے پہلے احتیاط سے پوچھ لینا میری بڑی پختہ عادت تھی۔

"میں ہوں باجی...... غلام سرور۔ عبدالجبار صاحب گھر پر ہیں کیا؟"

"عبدالجبار تو نوکری کی تلاش میں گھر سے باہر ہیں۔ کوئی ضروری کام ہے کیا سرور بھائی؟" میں نے دروازہ کھول کر دوپٹہ تھوڑا ماتھے پر سرکاتے ہوئے پوچھا۔

"جی باجی...... کام تو بڑا ضروری تھا۔ دراصل آج ستائیس تاریخ ہے اور آپ کے مکان کا کرایہ پچھلے دو مہینے

سے نہیں آیا۔ امید ہے تو مجھے اس مہینے ہر حال میں پیسے چاہیے۔'' سرور بھائی کی آواز میں تھوڑی سختی سی در آئی تھی۔ کوئی کسی کا لحاظ کب تک کرسکتا ہے۔ آخر انہیں بھی اپنی ضروریات کے لیے پیسہ چاہیے تھا۔

''جی سرور بھائی میں کہہ دوں گی ان سے۔'' یہ کہتے ہوئے میں نے دروازہ بند کردیا۔

''چار ماہ کا کرایہ...... راشن بھی تقریباً ختم ہے۔ کہاں سے پورا ہوگا یہ سب...... میرے اللہ......'' اس نئی فکر نے مجھے پریشان کر کے رکھ دیا۔ میں نے سونے کا ارادہ ترک کیا اور ایک بار پھر سلائی مشین سنبھال لی۔ شام کو عبدالجبار تھکے ہارے گھر لوٹے تو کوئی امید افزا خبر نہ لائے۔

''رانیہ...... برتن اٹھالو میں مسجد جارہا ہوں۔'' میں کچن میں صبح کے لیے آٹا گوندھ رہی تھی جب عبدالجبار اپنا کھانا ختم کر کے اٹھتے ہوئے آواز دینے لگے۔ کچن کا کام ختم ہوچکا تھا' عبدالجبار کے لوٹنے کے انتظار میں میں باہر ہی چارپائی پر لیٹ گئی۔

آسمان ستاروں سے بھرا ہوا تھا۔ لاتعداد ستاروں کو آسمان نے ایسا سمیٹ رکھا ہے کوئی ستارہ اِدھر اُدھر نہیں ہوتا۔ آسمان کی حد سے نہیں نکلتا۔ کتنا وسیع ہے ناں اور ہماری قسمت...... ہمیں اس مسائل بھری دنیا میں تنہا چھوڑ بیٹھی ہے۔

''ہماری مدد کرنے والا کوئی نہیں......'' میں سیاہ آسمان پر جھلمل کرتے تاروں کو دیکھ کر سوچنے لگی۔ اپنے حالات اور اپنی قسمت سے شاکی ہورہی تھی یہ سوچے بغیر کہ جس ہستی نے اس وسیع اور کشادہ آسمان کو بنایا ہے اور اتنی بلندی پر اس آسمان کو ٹھہرا رکھا ہے' وہ ہستی ہی ہے جس نے تمام انسانوں کی قسمت کو بنایا ہے وہ ان سب کے مقدر کا مالک ہے اس کو زیادہ پتا ہے کہ اس کے کس بندے کے لیے کیا بہتر ہے۔

''رانیہ......!'' نہ جانے کب تک مایوسی کے گہرے دلدل میں سرگرداں رہتی کہ کسی نے میرے ہاتھ کو چھوا...... میں یک دم جیسے ہوش میں آگئی۔

''عبدالجبار...... آگئے تم۔'' میں نے اٹھ کر دوپٹہ صحیح کیا اور رو میں بیٹھی رہی۔

''ہاں...... لیکن تم رو رہی تھیں کیوں؟'' عبدالجبار نے نرمی سے استفسار کیا۔

''ہاں عبدالجبار...... وہ...... آج سرور بھائی آئے تھے۔ دو ماہ کا کرایہ مانگنے۔'' میں نے دھیرے سے کہتے ہوئے اپنی پریشانی عبدالجبار کے سپرد کردی۔

''ہمم......'' عبدالجبار کو تو یہ بات سن کر چپ ہی لگ گئی۔ وہ کسی گہری سوچ میں ڈوب گئے تھے شاید۔

''ہم کہاں سے لائیں گے اتنے پیسے؟'' میں عبدالجبار کا منہ دیکھنے لگی مگر جواب ندارد تھا۔

''عبدالجبار...... عیشا بھی بکرے کے لیے ضد کررہی تھی......'' میں نے اداسی سے اپنی لاڈلی کی یہ فرمائش اس کے باپ کے سامنے رکھ دی۔

ایسا نہیں تھا کہ میں بے حس یا خودغرض تھی۔ دراصل عبدالجبار اور میں اپنے دل کی ہر بات ایک دوسرے سے کرتے تھے۔ ہماری خوشیاں سانجھی تھیں' تو پھر یہ مسائل' یہ غم' یہ قسمت...... یہ کیسے نہ سانجھی ہوتی...... اور ویسے بھی بات کرنے سے آدھا دکھ تو کم ہوجاتا ہے۔ سو مجھے عبدالجبار سے ضرور بات کرنا تھی۔ ان کو حالات کا صحیح رخ دکھانا تھا۔

''ہوجائے گا بندوبست...... تم فکر نہ کرو' میری پیاری وائف۔'' عبدالجبار کی اس امید پر میں نے بھی یقین کرلیا۔

''تم عورتوں کی تو عادت ہوتی ہے...... چھوٹی سی بات کی ٹینشن لے کر اسے پہاڑ بنادیتی ہو۔ حالانکہ مسائل تو آتے رہتے ہیں زندگی میں اور حالات ہمیشہ ایک جیسے نہیں رہتے رانیہ صاحبہ...... امید رکھو۔''

''امید تو ہے عبدالجبار...... لیکن سبیل نظر نہیں آتی۔'' میں نے اداسی بھرے مدہم لہجے میں جواب دیتے ہوئے ایک بار پھر نظر آسمان پر ٹکادی۔ آسمان پر چمکنے والے روشن ستارے مجھے اپنی کم مائیگی کا احساس دلانے لگے۔ میرے گھر کے اندھیرے میری نظروں میں گھومنے لگے تو میں

نے اپنی توجہ ان سے ہٹادی۔

"نوکری کا بنا کچھ......؟"

"دو تین جگہ اپلائی کرآیا ہوں' جلد ہی ان شاء اللہ انٹرویو کے لیے کال کریں گے وہ۔" عبدالجبار کے اس جواب سے ایک امید سی بندھی۔

"اللہ کرے جلدی سے آپ کی نوکری لگ جائے۔ حالات کچھ تو بدل جائیں گے ناں۔" میں نے دل ہی دل میں عبدالجبار کی نوکری کے لیے دعا مانگی۔

"سنو رانیہ......!" عبدالجبار نے اچانک مجھے پکارا۔

"ہاں...... کیا بات ہے؟" میں نے نظریں اٹھا کر عبدالجبار کے چہرے پر پھیلی ہوئی سنجیدگی کو پڑھنے کی ایک ناکام کوشش کی۔

"تمہارے پاس سلائی کا کتنا کام ہے؟" ویسے تو عبدالجبار نے مجھے کبھی سلائی کے لیے نہیں کہا تھا نہ ہی کبھی منع کیا۔ میں نے اپنی فرصت سے نجات پانے اور اپنے ہنر سے استفادہ کرنے کے لیے سلائی کا کام شروع کیا تھا آج عبدالجبار کے اس طرح پوچھنے پر حیران سی ہوگئی۔

"تقریباً اکتیس سوٹ تھے جن میں سے سولہ تو سلائی کرکے واپس کردیئے مگر ابھی پے منٹ نہیں ملی مجھے۔ وہ پیسے ہی مل جاتے تو کچھ پریشانی کم ہوجاتی۔" میں نے فکر سے جواب دیا۔

"اچھا...... مطلب ابھی پندرہ سوٹ رہتے ہیں۔ ٹھیک ہے تم یہ کام جلد از جلد مکمل کرو' پھر ایک کام ہے میرے پاس تمہارے لیے۔" عبدالجبار کے اس لہجے پر مجھے تجسس سا ہونے لگا۔

"کیا؟" اپنا تجسس آخر میں جلد ہی زبان پر لے آئی۔

"ابھی نہیں...... وقت آنے پر بتاؤں گا۔" عبدالجبار کے دو ٹوک جواب پر میں اپنا سا منہ لے کر رہ گئی۔

"اور دعا کرنا کہ کل کا سورج ہمارے لیے امید اور خوشی لے کر آئے۔" عبدالجبار نے مسکراتے ہوئے کہا تو میں بھی اپنی ساری پریشانیاں بھول کر مسکرادی۔

"ضرور...... ان شاء اللہ۔"

♥ ...... ♥ ...... ♥

اگلا دن واقعی میں امید کا سورج لے کر چڑھا تھا۔ میں صبح ناشتے کے برتن دھونے کے بعد عیشاء کے لیے عید کا ڈریس سلائی کررہی تھی جب میری ایک پرانی کسٹمر آگئیں۔ اور مجھے حیرت اور خوشی کا جھٹکا اس وقت لگا جب اس نے میرے ہاتھ میں ہزار ہزار کے چار نوٹ تھمائے۔

"یہ......؟" میں ناسمجھی کے عالم میں پوچھنے لگی۔

"ارے آپ بھول گئیں رانیہ باجی...... یہ ہماری طرف آپ کی محنت کے پیسے بقایا تھے۔ وعدہ تو آپ سے پانچ دن تک دینے کا کیا تھا لیکن پھر بھول ہی گئی۔ آج کپڑے لے کر آنا تھا تو سوچا کہ اپنا قرض ہی ہلکا کرلوں۔" میری حیرت کو دیکھتے ہوئے انہوں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تو مجھے بھی یاد آگیا۔ یہ پچھلے ماہ کی ہی تو بات تھی۔ اپنی پریشانیوں میں میرے ذہن سے یہ بات ہی نکل گئی تھی۔

"بہت شکریہ سمیرا...... یہ بات ہی بہت ہے کہ آپ نے یاد رکھا۔ ورنہ کون یاد رکھتا ہے' کئی لوگوں نے میرے سلائی کے پیسے روک لیے تھے۔" میں دل سے ممنون تھی۔

"ارے نہیں...... بلکہ میں تو شرمندہ ہوں کہ کافی دیر سے دے رہی ہوں آپ کی امانت۔"

پھر باتوں باتوں میں وقت گزرنے کا پتا ہی نہ چلا۔ وہ مزید ڈریسز سلائی کے لیے دے کر چلی گئیں اور میں دل ہی دل میں رب کی شکر گزار ہونے لگی۔ بالآخر رب نے میری دعائیں سن لی تھیں۔

"ماما...... ابھی تک نہیں سلی میری فراک؟" عیشاء نجانے کب سے میرے پاس بیٹھی اپنی فراک کے سلائی ہونے کا بے صبری سے انتظار کررہی تھی۔

"بس تھوڑی ہی رہتی ہے عیشا...... صبر کرنا بھی سیکھو میری جان۔" میں نے عیشاء کے فراک پر آخری سلائی لگاتے ہوئے اسے حوصلہ دیا۔

♥ ...... ♥ ...... ♥

اگلے تین دنوں میں میں نے بقیہ سلائی مکمل کرلی اور

پے منٹ بھی ہوگئی۔ عبدالجبار کا انٹرویو بھی ہوگیا اور ان کو جوائننگ لیٹر ملنے کا انتظار تھا بس۔ اب پریشانی قدرے کم ہوگئی تھی۔

"عیشاء کے ابو...... سنتے ہو۔" روتی بیویوں والا طرز تخاطب اپناتے ہوئے میں نے قدرے شوخی سے عبدالجبار کو پکارا۔

"عیشاء کی اماں...... دیکھتے بھی ہیں۔" مسکراتے ہوئے جواب آیا تھا۔

"اک بات کہوں گر سنتے ہو!
تم سخت جان سے لگتے ہو!
کچھ کام کرو مزدوری کا
گر خیال ہمارا رکھتے ہو
کچھ پیسے ہاتھ جو آجائیں
تب تم مزدوری مت کرنا
جب لیٹر وہ مل جائے گا
تو کرسی پر ہی تم رہنا
کچھ عید ہماری کر دو ناں
گر اپنا ہم کو کہتے ہو!!
(شاعر سے معذرت کے ساتھ)

ان کا اچھا موڈ دیکھ کر میری رگ ظرافت پھڑک اٹھی تو میں نے ایک مشورہ دے ڈالا۔

"خوب جناب۔" کورنش بجالاتے ہوئے انہوں نے میری اس نظم کی تعریف کی۔

"اچھا...... لائٹ بند کرو...... نیند آرہی ہے۔" میں نے اٹھ کر لائٹ آف کر دی۔

♥......♥......♥

اس کے بعد کچھ سمجھ نہ آیا کہ ہماری مشکلات کیسے ختم ہوگئیں۔ سرور بھائی نے اپنے پیسوں کی دو اقساط کرلیں۔ عبدالجبار بھی کچھ دن مزدوری کا کام کرتے رہے یوں سب اخراجات کا بندوبست ہوگیا اور گھر کے خرچ پر بھی کچھ اضافی بوجھ نہ پڑا اور ایک بکرا بھی آگیا۔

"مما...... میری چوڑیاں اور جوتے تو نہیں لائیں آپ۔" میں نے اپنی سلائی مشین کی صفائی کر کے اسے بکس میں رکھ دی۔ ابھی عیشاء کے فراک پر پیکو اور اوورلاک بھی کروانا تھی۔ تو عیشاء نے اپنی باقی چیزوں کی لسٹ بھی میرے سامنے رکھ دی۔

"اور مما...... بریسلیٹ...... ہیئر بینڈ ابھی تو کچھ بھی نہیں لیا میں نے۔" وہ اپنی ایک ایک چیز گنوا رہی تھی۔

"ارے بیٹا نو ٹینشن...... ابھی مما اور آپ شاپنگ کے لیے جائیں گے ناں...... تو سب کچھ لے لیں گے۔"

لیکن بازار جانے سے پہلے مجھے ایک بے حد ضروری کام کرنا تھا۔ میں نے اپنی سلائی کے بارہ ہزار روپوں میں سے دو ہزار الگ کیے۔ مسجد کے چندے کے لیے، مسجد میں ایک خاص مقصد کے لیے چندہ جمع کیا جاتا تھا، عیدین کے کچھ روز قبل یہ پیسے ان لوگوں کے حوالے کیے جاتے تھے جن کے لیے عید کی خوشیاں خریدنے کی کوئی سبیل نہ ہوتی۔ یہ ایسی امداد تھی جسے لینے میں کوئی عار نہ محسوس کرتا تھا۔

اور میرا معمول تھا کہ اپنی کمائی میں سے کچھ پیسے میں ضرور مسجد میں بھیجا کرتی تھی۔ یہ صرف ایک معمول ہی نہیں بلکہ رب کا شکرانہ بھی ہے کیونکہ اس کے ہم پر بے شمار احسانات ہیں، وہ ہماری ہر مشکل کو حل کرتا ہے، وہ ہمیں ہر مصیبت سے نکالتا ہے، تو ہمارا بھی فرض ہے کہ اس کے بندوں کی مشکلات کم کریں، نیکی کا یہ سلسلہ چلتے رہنا چاہیے۔

آج اگر ہم کسی کی مشکل آسان کرنے میں اپنا حصہ ڈالیں گے تو کل ہمارا رب بھی ہمیں ہر مشکل سے نکالے گا۔ صدقہ صرف مصیبت آنے پر ہی نہیں بلکہ مصیبت آنے سے پہلے بھی دیا جانا چاہیے...... آپ کا کیا خیال ہے؟

عیدِ قرباں

فوزیہ سلطانہ

رقص میں ہے طوفاں کوئی چار سو
تن خس و خاشاک ہوتا جا رہا ہے
ہاتھ میں چبھنے لگی ہیں کرچیاں
آئینہ سفاک ہوتا جا رہا ہے

جوں ہی ذوالحج کا چاند نظر آیا ہر طرف قربانی کے جانوروں کی بہار نظر آنے لگی تھی' جو قربانی کا جانور لے چکے تھے' وہ اس کی نمائش اور جنہوں نے لینے تھے وہ خریداری کے لیے ہلکان نظر آرہے تھے۔ محلے بھر میں عید کی رونقیں لگ چکی تھیں۔

''صالحہ بیٹا کل میرے ساتھ بازار چل کر اپنے لیے جوتے لے لینا عید میں اب دن ہی کتنے رہ گئے ہیں؟'' زاہدہ نے سبزی کاٹتے ہوئے اپنی بیٹی سے کہا۔

''امی...... کیا مسئلہ ہے' آپ کو پتہ ہے نا مجھے بازار جانے سے سخت الجھن ہوتی ہے' آپ خود ہی لے آیئے گا۔'' صالحہ نے بے زاری سے کہا تو وہ اسے گھور کر رہ گئیں۔

''کیا ہوگیا ہے صالحہ کیوں اتنی آدم بیزار ہوگئی ہو؟ لڑکیاں کتنے شوق سے عید کی شاپنگ کرتی ہیں' ایک تم ہو کپڑے لینے بھی نہیں گئیں وہ میں لے آئی اور اب تم جوتے لینے بھی نہیں جاؤ گی۔'' زاہدہ نے نہایت ناگواری سے کہا۔

''امی...... پہلی بات تو یہ ہے کہ میں چاہتی ہی نہیں ہوں کہ آپ میرے لیے کپڑے' جوتے لیں' آپ یہی پیسے خالہ سکینہ کو دے دیتیں تو وہ اپنی ضروریات پوری کرتیں۔'' صالحہ نے محلے کی بیوہ عورت کا حوالہ دیا جس کی چھ بیٹیاں تھیں اور وہ کپڑے سلائی کرتی تھی۔

’’بس بس تم پر تو ہر وقت خدمت خلق کا بھوت سوار رہتا ہے۔‘‘ زاہدہ نے سبزی کا تھال اٹھایا اور بڑبڑاتے ہوئے کچن میں چلی گئیں' صالحہ نے تاسف سے ماں کو دیکھا۔

●●.....●●●.....●●

’’اعجاز..... آپ قربانی کا جانور عید کی رات ہی لائیے گا' اب میں کیسے اس کی دیکھ بھال کروں گی؟‘‘ زاہدہ نے چائے کا کپ اعجاز ملک کو پکڑاتے ہوئے کہا۔

’’بیگم صاحبہ..... آپ ٹینشن نہ لیں ان شاءاللہ عید کی رات کو ہی جانور لاؤں گا۔‘‘ اعجاز ملک مسکرائے۔

’’مگر بابا..... قربانی کے جانور کو پالنے کا بہت اجر ہے۔ آپ پلیز جانور لے آئیے اس کی دیکھ بھال میں کرلوں گی۔‘‘ ساتھ بیٹھی صالحہ نے بات میں حصہ لیا۔

’’چپ رہو صالحہ..... جب تمہارے بابا کہہ رہے ہیں کہ وہ عید کی رات جانور لے آئیں گے تو تمہیں کیا مسئلہ ہے؟‘‘ زاہدہ نے خشمگیں نظروں سے صالحہ کو گھورا۔

’’ارے بھئی..... جب ہماری لاڈلی کی یہی خواہش ہے تو اسے ڈانٹ کیوں رہی ہو زاہدہ' میں آج ہی قربانی کا جانور لے آؤں گا۔ ٹھیک ہے ناں بیٹا۔‘‘ اعجاز ملک نے تائید بھری نظروں سے صالحہ کو دیکھا تو اس نے ہولے سے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا جبکہ زاہدہ پہلو بدل کر رہ گئی۔

●●.....●●●.....●●

صالحہ اعجاز ملک اور زاہدہ کی اکلوتی اولاد تھی' اعجاز ملک سرکاری ملازمت کے اعلیٰ عہدے پر فائز تھے' صالحہ اکلوتی ہونے کی وجہ سے زاہدہ کی تمام امیدوں کا مرکز بنی' زاہدہ کی خواہش تھی کہ صالحہ ایم اے انگلش کرے لیکن صالحہ نے ضد کرکے ایم اے اسلامیات میں داخلہ لیا اور اسلام کا باریک بینی سے مطالعہ کرنے کے بعد اسے صحیح معنوں میں اسلام کی سمجھ آئی تھی جس کی وجہ سے اس کے مزاج میں بدلاؤ آ گیا تھا وہ پہلے کی طرح شوخ اور چنچل نہیں رہی تھی بلکہ اب انتہائی سادہ اور دھیمے مزاج کی ہوگئی تھی۔ زاہدہ کو اس کا یہ بدلاؤ کچھ خاص پسند نہیں تھا جبکہ اعجاز ملک بیٹی کے اس بدلاؤ میں خوش و مطمئن تھے۔

●●.....●●●.....●●

’’السلام علیکم خالہ سکینہ کیسی ہیں آپ؟‘‘ صالحہ نے خوش دلی سے مسکرا کر پوچھا۔

’’وعلیکم السلام! الحمدللہ میں ٹھیک ہوں' اللہ تمہیں

ڈھیروں خوشیاں دے بیٹا‘ اماں کہاں ہے تمہاری؟‘‘ خالہ سکینہ نے اردگرد نظریں دوڑائیں۔

’’خالہ......امی تو بازار گئی ہیں‘ آپ تو جانتی ہیں عید میں صرف ایک دن رہ گیا ہے‘ اسی لیے امی تیاریوں میں مصروف ہیں۔‘‘ صالحہ نے جواب دیا۔

’’ہاں بیٹا وہ تو ہے اصل میں تمہاری اماں نے کپڑے سلائی کرنے کے لیے دیئے تھے یہ میں نے سلائی کردیئے ہیں‘ وہی دینے آئی تھی‘ اپنی ماں کو بتا دینا‘ میں چلتی ہوں۔‘‘ خالہ اٹھ کھڑی ہوئیں۔

’’رکیں خالہ سکینہ ایک منٹ میں ابھی آئی۔‘‘ صالحہ کہہ کر کمرے کی جانب دوڑی‘ چند منٹ بعد لوٹی تو کئی نیلے نوٹ اس کے ہاتھ میں تھے جو اس نے آہستگی سے خالہ سکینہ کو پکڑا دیئے۔

’’ارے بیٹا سلائی کے اتنے زیادہ پیسے؟‘‘ خالہ سکینہ نے بوکھلا کر کہا۔

’’ارے نہیں خالہ سکینہ یہ سلائی کی اجرت نہیں بلکہ میری طرف سے آپ کی بیٹیوں کے لیے عیدی ہے۔ آپ شام کو اپنی بیٹی کو بھیجیے گا‘ وہ امی سے سلائی کی اجرت لے جائے گی۔‘‘ صالحہ جانتی تھی کہ غریب کو اس طرح سے دینا چاہیے کہ اس کی عزت نفس مجروح نہ ہو۔ خالہ سکینہ اسے بے شمار دعاؤں سے نوازتی ہوئی رخصت ہوگئی‘ صالحہ کو دلی اطمینان محسوس ہوا۔

♥●......●♥●......●♥

بالآخر عید کا دن آن پہنچا‘ قربانی کا جانور ذبح ہوکر گوشت کے ٹکڑوں میں بٹ چکا تھا۔ زاہدہ گوشت کے حصے بنانے میں مصروف تھی۔ وہ ماں کو صاف ستھرے گوشت سے ایک پیکٹ بھرتے دیکھ کر چونکی۔

’’امی یہ کس کے لیے بنا رہی ہیں؟‘‘ صالحہ نے حیرت سے استفسار کیا۔

’’یہ مسز خورشید کے ہاں بھیجنا ہے‘ دیکھو تم‘ اتنا کافی ہے یا اور ڈالوں اس میں۔‘‘ زاہدہ نے پیکٹ صالحہ کی جانب بڑھاتے ہوئے پوچھا۔

’’امی...... یہ سب کیا ہے؟ آج کے دن بھی انہی کو دیا جارہا ہے جو سارا سال کھاتے ہیں۔ آپ کو پتہ ہے ناں ان کے ہاں گائے کی قربانی ہورہی ہے۔ اس گوشت کے اصل حق دار غریب لوگ ہیں۔ آپ یہ صاف ستھرا گوشت امیروں کو دے رہی ہیں تو غریبوں کو یہ دیں گی؟‘‘ صالحہ نے چربی اور ہڈیوں کی طرف اشارہ کیا۔

’’صالحہ...... تم نہیں جانتی‘ معاشرے کے

اصولوں کو...... ابھی تھوڑی دیر پہلے مسز خورشید کے ہاں سے اس سے دگنا گوشت آیا ہے‘ میں اب اتنا بھی نہ دوں۔‘‘ زاہدہ نے جھنجلا کر کہا۔

’’وہ آپ کو دیں‘ آپ انہیں دیں۔ امی پھر غریب تو آج بھی رہ جائیں گے۔‘‘ صالحہ نے زچ ہو کر کہا۔

’’تم مجھے پریشان مت کرو۔‘‘ زاہدہ نے کوفت سے کہا تو صالحہ بے دلی سے اپنے کمرے میں چلی گئی۔

●♥●......●♥●......●♥●

آج عید کا دوسرا دن تھا‘ زاہدہ نے بھونی ہوئی کلیجی کا سالن پکایا کیونکہ کلیجی صالحہ کو بہت پسند تھی۔ زاہدہ کے قیلولے کا وقت تھا اسی لیے وہ سونے چلی گئی‘ ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ دروازے پر بیل ہوئی ناچار صالحہ کو جانا پڑا تھا۔ اس نے گیٹ کھولا تو خالہ سکینہ کی بیٹی ہاتھوں میں پلیٹیں تھامے کھڑی تھی۔ صالحہ نے اسے اندر آنے کا راستہ دیا تو وہ اندر آ گئی۔

’’یہ شازیہ باجی نے بھیجا ہے۔‘‘ ننھی گڑیا نے پڑوسی عورت کا حوالہ دیا تو صالحہ نے سر ہلایا۔

’’میری امی نے آپ کو گوشت بھیجا تھا۔‘‘ کچھ دیر بعد اچانک ہی صالحہ نے دریافت کیا۔

’’نہیں جی‘ ہمیں کسی نے گوشت نہیں بھیجا‘ بس شازیہ باجی نے دیا ہے کیونکہ میں ان کے گھر کام کرتی ہوں ناں۔‘‘ بچی کی آنکھوں میں یاسیت تھی ایک پل کو صالحہ سناٹے میں آ گئی۔ ایک دم ہی ناجانے اس کے دماغ میں کیا سمائی کہ کلیجی کے تمام سالن کو بڑے ڈونگے میں ڈالا اور اپنے فریج میں اسٹاک شدہ گوشت میں سے ایک بڑا پیکٹ نکالا۔

’’یہ لو‘ دونوں چیزیں اپنے گھر لے جاؤ۔‘‘ صالحہ نے دونوں چیزیں بچی کو تھماتے ہوئے کہا۔ بچی کی آنکھوں میں خوشی کی چمک آئی اس نے سالن کی جانب ایسے دیکھا جیسے قارون کا خزانہ ہو۔

’’سنو...... کل اسی ٹائم پر پھر آنا۔‘‘ صالحہ نے بچی کو روک کر کہا کیونکہ وہ جانتی تھی کہ کل پائے پکنے ہیں۔ بچی نے مسکراتی نظروں سے صالحہ کو دیکھا اور خوشی سے گھر کی طرف قدم بڑھا دیئے اور صالحہ کو ایسے لگا جیسے عید تو آج ہوئی ہے۔

تحفہ خاص

سویرا فلک

اک شخص جو کم کم میسر ہے ہم کو
آرزو ہے کہ کسی روز وہ سارا مل جائے
اسے کہنا ملاقات ادھوری تھی وہ
اسے کہنا کہ کبھی آکے دوبارہ مل جائے

"سچ آپا...... مجھے تو یقین ہی نہیں آرہا' کیسے قسمت کھل گئی ہماری۔" آمنہ کا لہجہ جذبات سے پُر تھا تو آنکھیں نم۔ وہ اس سال حج کو جارہی تھی مدتوں کی آرزو تھی جو بالآخر پوری ہونے جارہی تھی۔

"یقین کرلو آمنہ...... یہ اللہ کے کام ہیں اللہ ہی جانے' میں نہ کہتی تھی جب حکم ہوگا فوراً بلاوا آجائے گا' دیکھ لو۔ اب بس شکرانے کے نفل پڑھو اور جانے کی تیاری کرو۔" فریدہ نے آمنہ کو گلے لگاتے ہوئے کہا تو اس نے اثبات میں سر ہلایا پھر اچانک کسی خیال کے تحت بولی۔

"ارے ہاں آپا...... وہ آپ کی تیاری کہاں تک پہنچی؟ میرے جانے سے پہلے بتادیجیے جو کام رہ گئے ہیں نمٹا دوں گی فٹافٹ ورنہ آپ کہاں تک ہلکان ہوں گی اور میرے واپسی کے بعد تو دن ہی کتنے رہ جائیں گے۔"

"صحیح کہتی ہو مگر تمہیں معلوم تو ہے شادی کے کام کہاں ختم ہوتے ہیں' آخری دن تک۔ ایسا کرو کل ٹیلر کے یہاں چلو پھر عید کے کپڑوں کا بھی رش ہوجائے گا اس کے پاس جوڑے بھی زیادہ ہیں۔ ماشاء اللہ لڑکیوں والا گھر ہے' ہر تقریب کے لیے نیا جوڑا چاہیے سب کو۔" فریدہ نے بھاوج کو تفصیل بتائی آمنہ اکلوتی بھاوج تھی فریدہ کی۔

"آپ کے گھر کی بھی تو پہلی شادی ہے' ظاہر ہے بچیوں نے ارمان تو نکالنے ہیں' اللہ کرے ان بچیوں کی بھی جلد قسمت کھلے' ہماری امایہ کی طرح۔" آمنہ نے صدق دل سے دعا کی۔

"آمین' بس بچیوں سے فارغ ہوں تو جلدی سے اپنے اطہر کی بہو بھی لے آؤں' اس کی بھی عمر لگنے لگی ہے اب مگر ضد کرکے بیٹھا ہے کہ پہلے تینوں بہنوں کی کروں گا۔" فریدہ کے لہجے میں اکلوتے بیٹے کے لیے فکر اور محبت دونوں موجود تھے۔

"چلیں اچھا ہے نا آپا...... شکر ہے اطہر کو ذمہ

داری کا احساس ہے ورنہ آج کل کے لڑکے کیسے بے پروا اور قلندری طبیعت کے مالک ہیں۔ صبیحہ آپا کو دیکھیں ناکیسی پریشان رہتی ہیں' شکر ہے بیٹی ایک ہی ہے اور صابر بھائی کی پینشن کا آسرا بھی ہے ورنہ نادر اور ذاکر تو پڑھ لکھ کر بھی ایسے ہی فارغ گھوم رہے ہیں' اوپر سے شادی کا خبط سوار ہے۔ صبیحہ آپا اسی وجہ سے پریشان رہتی ہیں کہ کمائیں تو شادی کریں' نکموں کو کون بیٹی دے گا؟'' آمنہ نے بڑی نند کا حوالہ دیا تو فریدہ کو فوراً نعمت خداوندی کا احساس ہوا۔

''اللہ رحم کرے بے چاری پر' ٹھیک کہتی ہو آمنہ' اس دور میں سعادت مند اولاد اللہ کا سب سے بڑا تحفہ ہے مگر بھئی سچ میں انسان بڑا ناشکرا واقع ہوا جو اس کے پاس ہوتا ہے اس کی اسے قدر ہی نہیں ہوتی۔''

''ارے بھئی آپا کب سے آئی بیٹھی ہیں' تم باتیں ہی کرتی رہوگی یا چائے بھی پلاؤ گی۔'' یہ ساجد تھا آمنہ کا میاں اور فریدہ اور صبیحہ کا اکلوتا بھائی۔ چھٹی کا دن تھا' جو کافی دیر سے ڈرائنگ روم سے ملحقہ ٹی وی لاؤنج میں کوئی ٹاک شو دیکھنے میں مگن تھا۔ اب شو ختم ہوا تو وہ وہیں ڈرائنگ روم میں چلا آیا تھا۔

''جی چائے کا نہیں کھانے کا پروگرام ہے' میں نے آپا کی پسند کے پسندے ان کے آنے سے پہلے ہی چڑھا دیئے تھے۔ ذرا ہلکی آنچ پر پکتے ہیں تو مصالحہ رچ جاتا ہے' آپ بتایئے مٹھائی لے کر آئے یا نہیں۔ آپا کا منہ بھی تو میٹھا کرانا ہے' حج کی مبارک باد دینے آئی ہیں۔'' آمنہ نے خوش دلی سے ہنستے ہوئے میاں کی طرف دیکھا تو وہ خجل ہو کر سر کھجانے لگا۔

''او ہو اس کا تو مجھے دھیان ہی نہیں رہا۔''

''اچھا دھیان ہمارے بھائی کا نہیں ہماری خاطر مدارت کا اور بولے چلے تھے ہماری پیاری بھاوج کو' خبردار جو آئندہ ہم نند بھاوج کے درمیان آئے۔'' فریدہ نے سچوئشن کا مزہ لیتے ہوئے بھائی کو مصنوعی غصے سے للکارا تو ساجد نے بھی ڈرنے کی بھرپور ایکٹنگ کا مظاہرہ کیا۔

''ارے میری یہ مجال' میں چلتا ہوں مٹھائی لینے' کان پکڑ کر توبہ۔'' ساجد نے حقیقت میں کان پکڑ کر مسکین شکل بنائی تو آمنہ اور فریدہ کو ہنسی ضبط کرنا مشکل ہو گیا اور کمرہ دونوں کے مشترکہ قہقہوں سے گونجنے لگا۔

❀......❀......❀

جوں جوں دن گزرتے جارہے تھے' آمنہ کی مصروفیات میں اضافہ ہوتا جارہا تھا۔ ایک طرف وہ اپنی حج کی تیاریوں میں مشغول تھی تو دوسری جانب فریدہ کے ساتھ ان کی بڑی بیٹی امامہ کی تیاریوں میں بھی مصروف تھی کیونکہ ایک تو ساجد کی طرف سے ہدایات تھیں' دوسرا خود اسے بھی اپنی ذمہ داری کا احساس تھا۔ فریدہ کی باقی دونوں بیٹیاں ابھی اتنی سمجھ دار نہ تھیں کہ وہ ماں کی بھرپور مدد کرا سکتیں اور جو اکلوتی بہن صبیحہ تھیں وہ خود جوڑوں کے درد سے ہلکان تھیں۔ اس دن بھی وہ اور فریدہ بازار سے برتن لے کر گھر پہنچی تھیں اور بچیوں کو سامان جگہ پر پہنچانے کی ہدایت کررہی تھیں کہ دروازے پر دستک ہوئی' ایک بچی نے دروازہ کھولا تو ڈر کے مارے چیخ کر بولی۔

''اطہر بھائی کیا ہوا ابو کو؟''

''راستہ تو دو' اندر آنے دو۔'' اطہر نے باپ کو کندھے کا سہارا دے کر اندر لاتے ہوئے کہا تو وہ بھاگ کر کچن میں پانی لینے گئی۔ اس کی چیخ کی آواز

سن کر آمنہ اور فریدہ دل گرفتہ سے باہر نکل آئیں۔ شوہر کو یوں بیٹے پر سہارا کیے دیکھ کر وہ دل پکڑ کر رہ گئیں آمنہ نے انہیں تھام کر تسلی دی اور پھر آہستگی سے اطہر سے پوچھا۔

"کیا ہوگیا بیٹا؟ افضل بھائی کو، تم لوگ تو گائے دیکھنے گئے تھے شاید۔"

"ابو کی جیب کٹ گئی۔"

"کیا......؟" فریدہ چکرا کر تخت پر گری تھیں۔

"کتنے پیسے تھے؟" آمنہ کی آواز بھی غمزدہ لگی تھی، بیٹی کی شادی سر پر تھی اور باپ کی جیب کٹ گئی تھی، وہ بھی لرز گئی۔

"امایہ کے زیور اور فرنیچر کی پے منٹ کرنی تھی، آخری دنوں میں ٹریفک زیادہ ہوتا ہے تو ابو نے کہا آج ہی پے منٹ کر دیتے ہیں۔ راستے میں منڈی تھی تو ابو نے کہا جانور بھی ڈن کر لیتے ہیں، تم بعد میں دوستوں کے ساتھ آ کر لے جانا۔ میں نے بھی ضد نہیں کی کہ وہ اپنی پسند کا جانور دیکھ لیں اور گرمی میں بار بار کہاں باہر نکل کر گھومیں گے۔ ہم بینک سے پیسے نکلوا کر منڈی پہنچے وہاں جانور اوکے کیا اور جیولر کے پاس پہنچے تو جیب کٹ چکی تھی۔"

"یا میرے اللہ! ساری عمر کی جمع پونجی تھی آمنہ اطہر کے ابا نے ریٹائرمنٹ کے بعد یہی رقم رکھی تھی بچیوں کے لیے اور اطہر نے آفس سے لون لیا تھا۔ ہائے میرے اللہ اب کیا ہوگیا...... میری بچی کی بارات لوٹ جائے گی کیا......؟" فریدہ بین کرنے لگیں۔

"آپا ایسے نہیں کہتے، خدارا سنبھالیں اپنے آپ کو زندگی ہے ایسے حادثات ہوجایا کرتے ہیں۔ دیکھیں آپ ایسا کریں گی تو بھائی صاحب کو کون دیکھے گا، اللہ بڑا مسبب الاسباب ہے ایسے تو بھائی

صاحب اور پریشان ہوجائیں گے۔'' آمنہ نے انہیں بچوں کی طرح لپٹا کر تسلی دی پانی پلایا اور تخت پر لٹا دیا اور ساجد کو حادثے کی خبر دینے کے لیے موبائل پر کال ملانے لگیں تاکہ وہ بہن بہنوئی کو آ کر سنبھالیں' کڑے وقتوں میں اپنوں کا سہارا مرہم کا کام کرتا ہے۔

❀......❀......❀

''نہیں...... ہرگز نہیں' ایسا نہیں ہوسکتا...... خدا کے لیے رحم کرو مجھ پر۔ اطہر...... اطہر کے ابا تم لوگ کچھ کہتے کیوں نہیں' ساجد تم ہی کچھ بولو......'' فریدہ آپا ہاتھ جوڑے زارو قطار رو رہی تھیں اور کمرے میں موجود سب ہی لوگ خاموشی سے ان کے لرزتے وجود کو تکے جارہے تھے۔

''آپا کیا ہوگیا ہے آپ کو' کیوں ایسے کر رہی ہیں؟'' آمنہ نے ان کے بکھرے بال سمیٹے۔

''مجھے گناہ گار مت کرو آمنہ۔'' وہ بچوں کی طرح بلک رہی تھیں۔

''آپا...... آپ نے ہی تو کہا تھا نا کہ سب کام اللہ کی رضا سے ہوتے ہیں شاید ہمارا بلاوا ابھی بھی نہیں آیا اور پھر آپا...... حقوق العباد کی اہمیت تو حقوق اللہ سے زیادہ ہے۔ یہ بھی تو ہمارے لیے باعث سعادت ہے کہ ہم اپنی حج کی رقم اپنی بیٹی کی شادی پر خرچ کریں۔ شادی کرانا بھی باعث ثواب ہے ویسے بھی ہماری کوئی بیٹی نہیں' آپ سمجھ لیں کہ ہم آپ کی نہیں اپنی بیٹی کی شادی کے لیے یہ رقم دے رہے ہیں' پلیز اب ناں کہہ کر مجھے شرمندہ نہ کریں۔'' آمنہ نے حج کے لیے بنایا ہوا رقم کا لفافہ بہت احترام اور محبت کے ساتھ نند کو دیا تو انہوں نے بے اختیار اسے گلے لگالیا اور سب کی ہی آنکھیں نم ہوگئیں۔

❀......❀......❀

''بس آگئی کرو آمنہ...... کیوں ہلکان ہورہی ہو۔'' ساجد نے آمنہ کو پانی پلاتے ہوئے کہا۔

''مجھے یقین نہیں آرہا ساجد۔'' آمنہ فون ہاتھ میں پکڑے زارو قطار رو رہی تھی۔

کچھ دیر قبل ہی اس کے اکلوتے بیٹے کی کال آئی تھی' جو پڑھائی کے سلسلے میں آسٹریلیا میں مقیم تھا اور حال ہی میں جاب شروع کی تھی اور ساتھ ہی آمنہ کے حج ملتوی کرنے کی اطلاع پر اس نے اس خواہش کا اظہار کیا تھا۔

''امی میں چاہتا ہوں میری پہلی تنخواہ سے آپ اور پپا حج ادا کریں' یہ میرے لیے سعادت کا باعث ہوگا۔ آپ تیاری مکمل رکھیں میں پیسے بابا کے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کر رہا ہوں۔'' اور آمنہ کے منع کرنے پر بھی کہ بیٹا یہ پیسے تمہارے ہیں ان پر تمہارا حق ہے اس نے اپنی بات منوا کر ہی دم لیا اور آمنہ سجدے میں گری اللہ کے حضور شکرانے پر شکرانے ادا کر رہی تھی اور ساجد دھیمی آواز میں اس کے لرزتے وجود کو سنبھالتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

''یقین کرلو میری جان! کیا تم نے نہیں سنا کہ جو اللہ کی راہ میں ایک قدم آگے بڑھاتا ہے' اللہ اس کی جانب دس قدم چل کر آتا ہے۔ اللہ کو تمہارا ایثار' تمہاری قربانی اور صلہ رحمی پسند آگیا اور اپنے پسندیدہ بندوں کو وہ اپنے وعدے کے مطابق ''تحفۂ خاص'' سے نوازتا ہے۔''

قربانی

تمثیلہ زاہد

اک سمندر ہے کہ میرے مقابل ہے
اک قطرہ ہے کہ مجھ سے سنبھالا نہیں جاتا
اک عمر ہے کہ بتانی ہے تیرے بغیر
اک لمحہ ہے کہ مجھ سے گزارا نہیں جاتا

حسب معمول ایک تھکا دینے والا بس کا سفر طے کر کے وہ گھر پہنچی تھی۔ آج جمعہ کا دن تھا اسکول سے جلدی چھٹی ہوجاتی تھی۔ وہ اپنے دونوں بچوں کے ہمراہ لاؤنج میں داخل ہوئی تو دیوار گیر گھڑی نے دو بجے کا عندیہ دیا۔ اس نے ایک نگاہ کچن کی طرف ڈالی جو بھرا ہوا تھا۔ ساس سسر کی چائے کی پیالیاں ناشتے کے برتن گندے پڑے تھے، باقی سارے برتن دھل گئے تھے۔

اس نے ایک لمبی سانس خارج کی اور اپنے دونوں بچوں کو کمرے میں جا کر کپڑے بدلنے کا حکم دیا۔ ساس فالج کی مریضہ تھیں اپنے کمرے میں سو رہی تھیں، سسر شاید جمعہ کی نماز پڑھنے جاچکے تھے۔ اس نے ادھ کھلے دروازے سے دیورانی کے کمرے کی طرف نگاہ ڈالی تو وہ محترمہ ٹانگ پر ٹانگ رکھے کسی میگزین کی ورق گردانی کرنے میں مصروف تھیں اس نے ایک ہلکی سی ناک دروازے پر کی۔

''کون...... او...... بھابی آگئیں آپ...... آجایئے اندر وہاں کھڑی کیوں ہیں؟'' دیورانی رسانیت سے بولی۔

''تمہیں کتنی بار کہا ہے اپنے دو برتنوں کے ساتھ امی ابا کے برتن بھی دھو دیا کرو۔ بزرگوں کی خدمت سے ثواب ملتا ہے گناہ نہیں ہوتا۔'' وہ نرمی سے مگر ناگوار لہجے میں بول رہی تھی۔ اپنی دیورانی کی اس عادت سے سخت کوفت زدہ تھی۔

''یہ ثواب آپ ہی کمائیں مجھے معاف کریں، میں جراثیم والے برتن دھو کر خود کو دس بیماریاں نہیں لگوا سکتی۔ مجھے گھن آتی ہے۔'' ثمینہ دوٹوک لہجے میں بولی۔

''کتنے مزے سے بزرگوں کو تم اتنی بڑی بڑی باتیں کہہ جاتی ہو اللہ سے ڈرو کیا تم کبھی بوڑھی......'' وہ ہکا بکا کہہ رہی تھی کہ ثمینہ نے فوراً بات کاٹی۔

''آپ ہیں نہ اللہ والی...... پلیز آپ اپنا وعظ اپنے تک رکھیں میرے شوہر نوکر افورڈ کر سکتے ہیں رمیز آئیں گے تو کہہ دوں گی، آپ اپنی ڈیوٹی دیں مجھے میری ڈیوٹی میرے مطابق کرنے دیں اور پلیز میرے کیا فرائض ہیں میں بہتر جانتی ہوں۔ مجھے لیکچر دینے کی ضرورت

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

نہیں۔" ثمینہ کہہ کر میگزین اٹھا کر صفحے الٹ پلٹ کرنے لگی اور وہ اپنا سا منہ لے کر کمرے سے باہر آ گئی۔

"سوچا تھا دیورانی آئے گی تو دو سے چار ہاتھ ہو جائیں گے گھر کے کاموں میں کچھ آسرا ہو جائے گا مگر یہاں تو معاملہ ہی الٹ نکلا چار ہاتھ کیا ہونے تھے الٹا ان دو ہاتھوں کو اس کے حصے کے کام بھی کرنے پڑ جاتے تھے۔" حرا بڑبڑا کر کچن میں رات کے لیے کھانا تیار کر رہی تھی' اسے شدید غصہ تھا تھکن کے مارے جسم چور چور ہو رہا تھا' کام تھے شیطان کی آنت کی طرح بڑھتے ہی جا رہے تھے۔ اس کے شوہر ریحان کی تنخواہ میں گزارہ نہیں ہوتا تھا بچے بڑے ہو رہے تھے دونوں بچے کیمبرج سسٹم میں پڑھ رہے تھے' تعلیمی اخراجات زیادہ تھے اس نے ایم۔ ایس۔ سی کر رکھا تھا وہ ایک اچھے پرائیویٹ اسکول میں پڑھا رہی تھی' یوں گزر اوقات ہو جاتی تھی۔

ریحان اور رمیز دو بھائی تھے' رمیز ایک اچھی ملٹی نیشنل کمپنی میں جاب کرتا تھا لیکن حد درجہ کنجوس اور اپنی ذات کی حد تک سوچنے والا انسان تھا۔ اچھی تنخواہ ہونے کے باوجود گھر کے لیے وہ اتنا ہی حصہ ڈالتا جتنا گھر کے خرچ کے لیے بڑا بھائی ریحان دیتا۔ چار ماہ پہلے اس کی شادی بھی ایسی ہی لڑکی سے ہوئی جو اس کی طرح خود غرض تھی۔ رمیز کی طرح اس کی بیوی کو بھی ساس سسر کی خدمت سے کوئی غرض نہیں تھی۔ وہ صاف رمیز سے کہہ دیتی کہ اس کے ماں باپ اس کی ذمہ داری ہیں اور وہ اپنی ذمہ داری اس پر نہ تھوپیں۔ رمیز کندھے اچکا کر رہ جاتا' ریحان اور اس کی بیوی نرم جذبات کے مالک تھے۔ ریحان کی بیوی حرا دوہری مشقت اٹھا رہی تھی' اس کے دو بچے تھے وہ اکثر جھنجلا بھی جاتی لیکن پھر بوڑھے ساس سسر کی حالت دیکھ کر خدا ترسی والی اپنی فطرت سے مجبور ہو کر ان کی خدمت میں جتی رہتی۔ ساس فالج کی اور سسر شوگر کے مریض تھے۔ ان دونوں کی دیکھ بھال' دو بچے گھر کے کام اور پھر جاب...... دیورانی کی بے حسی پر جلنے کڑھنے کے علاوہ اس کے پاس دوسرا اور کوئی راستہ نہ تھا۔ روٹی دھوتی بھی کس کے آگے ماں باپ پردیس میں تھے اور وہ انہیں ہرگز پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔ بس خود سے ہی الجھتی رہتی' دن یونہی سرکتے رہے۔

❁......❁......❁

وہ چپل پاؤں میں ڈالے کچن کے ایک لمبے حصے میں واک کر رہی تھی کہ وہاں تخت پر بیٹھے سسر نے پکارا۔

"ثمینہ بیٹا' پیر گھسیٹ کے مت چلو گھر میں نحوست ہوتی ہے۔"

"او مائی گاڈ...... پھر نصیحت' ابا جی' یہ سب پرانی باتیں ہیں ایسا کچھ نہیں ہوتا آپ بھی اپنے دل میں وہم نہ پالیں۔" وہ بڑبڑاتے ہوئے کچھ اونچی آواز میں بولی۔ شام کو اس وقت واک کرنا اس کے معمول کا حصہ تھا اور وہ اسی انداز میں چلتی تھی۔ سسر اس کی دلیل پر چپ سے ہو گئے۔

"السلام علیکم ابا جی!" ریحان گھر میں داخل ہوتے ہوئے بولے۔

"وعلیکم السلام جیتے رہو بیٹا خوش رہو۔" انہوں نے دعائیں دیں۔

"کیسی طبیعت ہے آپ کی؟" ریحان وہیں تخت پر بیٹھ کر حسب عادت حال چال پوچھنے لگے۔

"اللہ کا شکر ہے' تم سناؤ سب خیریت ہے نہ کچھ پریشان نظر آ رہے ہو۔" وہ تشویش سے بیٹے کے چہرے پر آئی سلوٹوں کو دیکھ کر بولے' اپنے بچوں کی فطرت سے وہ باخبر تھے۔

"بس کچھ فکر ہوں' بونس ملنے کا کچھ امکان نہیں۔" ریحان کے ماتھے پر آئی شکنیں اور گہری ہو گئی تھیں۔

"اچھا...... پھر تو قربانی کے لیے جانور لانا مشکل ہو جائے گا۔" وہ بھی سن کر پریشان ہو گئے۔

"دیکھتے ہیں ابا' اللہ مالک ہے۔" ریحان نے ایک لمبی سانس کھینچی اور قدم اندر کی جانب بڑھا دیئے۔

دونوں بیٹیاں ابا ابا کرتی لپٹ گئی تھیں۔

❁ ❁ ❁

"ابا یہ ممکن نہیں میں اتنی بڑی رقم فی الحال نہیں نکال سکتا۔ آپ کو معلوم ہے عید کے فوراً بعد ثمینہ بھی ماں بن جائے گی' پہلا بچہ ہے اور وہ بھی آپریشن...... ایک لاکھ کا خرچ بتایا ہے ڈاکٹر نے' اب قربانی کے لیے اگر ریحان بھائی کے پاس گنجائش نہیں نکل رہی تو ضروری نہیں کہ پوری گائے ہی لی جائے' حصہ ڈال لیں' جس کو ڈالنا ہے۔" رمیز کے تلخ جملے سن کر ابا اپنا دل تھام کر رہ گئے۔ ان دو بیٹوں کی پرورش اور تربیت میں انہوں نے کوتاہی تو نہ کی تھی پھر ایسی اولاد...... رمیز باپ کے کمرے سے جا چکا تھا' ابا نے کمرے سے باہر کھڑے ریحان کو پلٹتے دیکھ لیا تھا اس نے بھائی کی سب باتیں سن لی تھیں۔ وہ بھی اس صورت حال میں شرمندہ تھا۔ اسے یاد تھا ہر سال ان کے گھر قربانی کا جانور ضرور آتا تھا جسے دونوں بھائی محلے میں سینہ تان کر لے کر چلا کرتے تھے۔ آج رمیز اتنی خود غرض سوچوں کا مالک بن جائے گا کہ والدین کی خوشی بھی اس کے لیے اہم نہ تھی۔ یہ سوچ کر ریحان دکھی ہوئے جا رہا تھا۔ اس نے اس کا اظہار حرا سے کیا تو وہ بھی پریشان ہوگئی۔

"بہت افسوس ہوا' ویسے مجھے رمیز بھائی سے اسی رویے کی توقع تھی۔" حرا بولی۔

"آپ کے پاس کچھ پرائز بونڈ تھے نہ وہ بیچ کر قربانی کا جانور لے آئیے۔" حرا کو جیسے کچھ یاد آیا تو پھر بولی۔

"وہ اتنے نہیں ہیں کہ قربانی کا جانور خرید لیں۔ جانوروں کی قیمتیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں۔ ساٹھ ہزار تو اب معمولی بات ہوگئی ہے۔"

"بس تو پھر آپ گائے میں حصہ ڈال لیں' یہی ہو سکتا ہے اس بار تو بچیوں کی عید کی تیاریاں بھی نہیں ہوئیں۔" حرا افسردگی سے بولی۔

"اللہ مالک ہے جو ہوتا ہے اس میں اللہ ہی کی بہتری ہوتی ہے۔" ریحان نے حسب معمول حرا کو

تشفی دی۔

❁......❁......❁

"بھابی میں ڈاکٹر کے پاس سے ابھی آئی ہوں تھک گئی ہوں پلیز ایک کپ چائے میرے لیے بھی نکال دیں۔" ثمینہ کی ڈھٹائی پر حرا جل ہی گئی جو کہہ کر لاؤنج میں پیر پسار کر بیٹھ گئی تھی۔ مروت تھی کہ کوٹ کوٹ کر اس میں بھری تھی۔ نہ چاہتے ہوئے بھی چائے کی پیالی نکال کر اسے تھمادی اور پلٹنے لگی کہ ثمینہ بولی۔

"بیٹھیں نہ کہاں چل دیں۔"

"بی بی مجھے اور بھی کام ہے آرام تو نصیب والوں کے حصے میں آتا ہے اب تمہاری جیسی قسمت ہماری نہیں، تمہاری نوکرانی تو تمہارے حصے کا کام کر گئی ہے ہم خود ہی نوکر ہیں، ہمیں اپنے کام خود کرنے پڑتے ہیں۔"

"کہہ تو آپ ٹھیک ہی رہی ہیں، اللہ نے قسمت کی دیوی مجھ پر مہربان کر رکھی ہے۔ الٹرا ساؤنڈ تھا میرا آج...... ڈاکٹر کہہ رہی تھیں بیٹا ہے۔" وہ دمک کر فخر سے بولی۔

حرا کا دل اس کے احساس تفاخر پر دھک سے رہ گیا۔ وہ خاموشی سے پلٹ گئی۔

❁......❁......❁

"یہ لیں یہ میرا تین تولے کا لاکٹ ہے، آپ کو مطلوبہ رقم مل جائے گی۔" حرا نے مٹھی کھول کر ریحان کے آگے کر دی۔ عید سر پر تھی چند دن ہی باقی تھے گھر میں عجیب سا سناٹا پھیلا تھا، اسے گھر کی رونق دوبارہ بحال کرنی تھی۔ بچیاں بھی اداس اداس پھر رہی تھیں۔ ابا اماں کے چہروں کی رونق غائب تھی۔ اس پریشانی میں اسے اپنا یہی لاکٹ یاد آیا جو اسے شادی پر ریحان نے منہ دکھائی میں دیا تھا۔ اس کی یہ قربانی گھر کی خوشیاں بحال کر سکتی تھیں۔

"پلیز انکار مت کریں اور آج ہی یہ کام کر دیں۔ قربانی کا جانور لے آئیے گا۔" ریحان نے حرا کی آنکھوں میں دیکھا پھر بے بسی سے لاکٹ جیب میں ڈال کر آفس کے لیے روانہ ہو گیا۔ وہ خود بھی اسکول جانے کے لیے بچوں کے ساتھ تیار ہونے میں جت گئی۔ صبح ثمینہ کی طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے اسے اسپتال رمیز لے گیا تھا۔

❁......❁......❁

"گائے آ گئی...... گائے آ گئی......" دونوں بچیوں نے رات کو صحن میں گائے دیکھ کر شور مچا دیا۔ پورے گھر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ ابا فخر سے ریحان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ریحان کا چہرہ دمک رہا تھا۔

"آپ کو قربانی کا جانور مبارک ہو۔" حرا نے نم آنکھوں سے ریحان کو دیکھ کر کہا۔

"آپ کی قربانی رائیگاں نہیں گئی مجھے بونس مل گیا تھا۔" ریحان نے لاکٹ اس کے گلے میں ڈال دیا۔

"کیا واقعی یہ تو اللہ کا کرم ہو گیا۔" حرا سچ مچ خوشی سے دوہری ہو گئی۔

"ایک خبر ہے آپ کے لیے...... وہ...... رمیز کا فون آیا تھا، اس کے ہاں ابنارمل بیٹا ہوا ہے۔" وہ ہچکچاتے ہوئے بولی۔

"او...... اللہ رحم کرے...... جو اللہ کو منظور...... اللہ ہم سب کو بڑے بولوں سے بچائے۔" ریحان کچھ سوچتے ہوئے بولے تو حرا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

وہ اپنے سامنے ایک مکمل زندگی دیکھ رہی تھی جو اللہ نے اس کی قربانی کے صلے میں اسے عطا کی تھی۔

❁

بادل آناھیں

سمیرا غزل صدیقی

> رہ طلب کے تقاضوں سے آشنا ہی نہ تھے
> نماز عشق وگرنہ نہ ہم قضا کرتے
> میرے تکلم میں گر ٹھہرتا تو
> بیاں ہم بھی اس سے دل کا مدعا کرتے

''امی میں دال نہیں کھاتی آپ کو پتا ہے نہ میرے لیے پلیز تھوڑی سی چکن پکادیں۔'' کھانے کی میز پہ موجود دال کو دیکھ کے عریشہ نے ناگواری سے ماں کو دیکھا۔

''اچھا میری جان ابھی پکادیتی ہوں جب تک آپ یہ جوس پیو۔'' نائلہ نے تازہ آموں کا تیار جوس عریشہ کے گلاس میں ڈالا اور جھٹ ڈیپ فریزر سے چکن نگٹس نکال کے فرائی کرنے چلی گئیں۔

''ممی میں بھی نگٹس ہی کھاؤں گا۔'' جواد نے بھی پلیٹ میں نکلی دال سے ہاتھ کھینچ کے بہن کی نقل کی۔

''اچھا بابا...... تم دونوں یونہی مجھے سارا دن تنگ کیے رکھتے ہو مجال ہے جو میں کچھ پکاؤں اور تم لوگ آرام سے کھالو۔'' نائلہ ہنسی تھیں۔ پھر جھٹ نگٹس فرائی کرکے اس نے فریج سے رائتہ چٹنی اور کیچ اپ نکال کے بچوں کو جلدی جلدی کھانا سرو کیا اس نے بھی دال کے بجائے بچوں کے ساتھ نگٹس ہی کھالیے تھے۔ دال کی بھری ڈش ایسی ہی رکھی رہ گئی اور اگلے دن ڈسٹ بن کی زینت بن گئی تھی۔

اتنی ساری دال سے بھرا شاپر کچرے میں پھینکتے ہوئے لمحہ بھر کو بھی نائلہ کے ہاتھ نہیں کپکپائے تھے اور یہ اس کا روز کا ہی معمول تھا کبھی ڈھیروں چاول کچرے میں جاتے تو کبھی باسی روٹی کچرے میں جاتی تو کبھی سالن کے سالن یونہی پھینک دیے جاتے۔ جیم کھانے کا دل نہیں چاہتا تو بچے فوراً ڈسٹ بن میں ڈال دیتے اور اگلے دن نئی لے آتے' مکھن اگر ایک ہفتہ پرانا ہوجاتا تو کوئی اسے ہاتھ نہ لگاتا' ہر چیز تازہ کی تازہ پکتی پھر بھی بچے اور نائلہ کے شوہر سرمد نخرے کرتے' ہر ماہ شہر کے سب سے بڑے سپر اسٹور سے ہزاروں روپوں کا مہینہ کا راشن آتا تنخواہ آتے ہی چٹکیوں میں اڑا دی جاتی اور راشن بھی چٹکیوں میں برباد کردیا جاتا' بنا ماتھے پہ شکن لائے اور پروا ہوتی بھی کیوں سرمد ایک اچھی کمپنی میں جاب کرتے تھے اور امی ساس کی بھی کچھ بیساں بھی شامل ہوتی تھیں۔

☾......☾......☾

نفیسہ بیگم نے نائلہ کو اپنی خالہ زاد بہن کے بیٹے کی

شادی میں دیکھا تھا، سہرا رنگ پہننے اوڑھنے کا سلیقہ وہ انہیں ایک ہی نظر میں اپنے اکلوتے بیٹے سرمد کے لیے پسند آ گئی تھی اور سرمد تو تھے ہی ماں کے چہیتے جو ماں نے کہہ دیا سو ان کے لیے وہی صحیح تھا یوں اپنی خالہ زاد بہن کے توسط سے انہوں نے نائلہ کے گھر رشتہ بھیجا جو بنا کسی حجت کے قبول کرلیا گیا اور چٹ منگنی پٹ بیاہ کے مصداق نائلہ ان کے گھر کی بہو بن کے آ گئی۔ یوں تو نائلہ بہت ہی اچھی عادت کی تھی سلیقہ مند گھریلو کاموں میں طاق سلائی کڑھائی سے لے کر کھانے پکانے تک کے سارے کام نائلہ اپنے ہاتھوں سے خود ہی کرتی تھی مگر صرف یہی کافی نہ تھا' نفیسہ جیسی سلجھی ہوئی دیکھ بھال کر چلنے والی خاتون چاہتی تھیں کہ جس طرح انہوں نے اتنے سالوں تک گھر سنبھالا ہے اپنی ساس کے نقش قدم پہ چلیں ویسا اب بھی ہو مگر انہیں اس کی امید کچھ کم ہی نظر آتی تھی' نائلہ کے ہاتھ میں صفائی تھی سلیقہ تھا لیکن اس کا یہ سلیقہ اس کی رزق ضائع کرنے کی عادت کے سبب کہیں دور جا سویا تھا' وہ آلو چھیلتی تو اتنا موٹا موٹا چھلکا اتارتی' تین آدمیوں کے لیے روز دو دو ڈشز کھانا پکاتی جن میں سے روز اتنا کھانا فریج کی زینت بنتا اور اگلے دن پھینک دیا جاتا' نفیسہ لاکھ کہتیں۔

"بیٹا...... سالن کم پکایا کرو ہم لوگ ہی کتنے ہیں' ایک ہی ڈش پکا لیا کرو اور اگر بچ بھی جاتا ہے تو اگلے دن دوپہر میں نکال لیا کرو یوں رزق پھینکا مت کرو۔"

"اوہ امی آپ بھی نہ ہمارے پاس کوئی پیسوں کی کمی تو نہیں کہ روز باسی سالن کھائیں' اب آپ خود ہی سوچیں یہ سارا دن آفس میں کام کرتے ہیں اب گھر آ کر انہیں تازہ اور من پسند کھانا بھی نہ ملے تو کیا فائدہ میرا اس گھر میں آنے کا۔" نائلہ کی دلیلوں کے آگے نفیسہ چپ ہو جاتیں وہ سمجھتی تھیں کہ بچی ہے نادان ہے دھیرے دھیرے سمجھ جائے گی مگر یہ محض ان کی خام خیالی ہی ثابت ہوئی تھی عریشہ کی پیدائش کے بعد بھی نائلہ کے مزاج میں تبدیلی نہ آئی تھی عریشہ بھی اب بڑی ہو رہی تھی اب تو سرمد نے بھی نائلہ کے ہاتھ کھلا خرچ دے دیا تھا وہ ڈھیروں مہنگے مہنگے کپڑے بناتی اور پرانے کپڑے پھینک دیتی' نفیسہ پھر سمجھاتیں۔

"بیٹا ہمارے ملک میں ہزاروں نہیں لاکھوں غریب لوگ اس ایک کپڑے کے لیے ترستے ہیں تم انہیں پھینکنے کے بجائے کسی ضرورت مند کو دے دیا کرو۔"

"ایک تو امی آپ بھی نہ اب تو آپ کو میری ہر بات سے ہی اختلاف ہونے لگا ہے یہ فقیر وقیر آپ کو نہیں پتا ہم سے بھی زیادہ امیر ہوتے ہیں۔ بس انہیں مانگ مانگ کے اپنا بینک بیلنس بنانے کی عادت ہو چکی ہے۔ صحیح کہتے ہیں ساس ساس ہوتی ہے کبھی بہو اور پوتوں کو پہنتا اوڑھتا دیکھ کر خوش نہیں ہو سکتی۔" اب تو نائلہ کی زبان بھی دن بدن تیز ہوتی جا رہی تھی۔ نفیسہ چپ ہو جاتیں۔ انہیں یقین ہی نہ آتا کہ یہ وہی نائلہ ہے جو کبھی خوش اخلاقی کا پیکر ہوتی تھی کیا فائدہ ایسی صفائی پسندی کا جب زبان اور من ہی میلا ہو جائے۔ عریشہ کے بعد جواد کی پیدائش کے بعد تو نائلہ اور بھی خود سر ہوتی گئی تھی سرمد دن کا گیا رات کو آتا آتے ہی بیوی بچوں میں لگ جاتا اب اسے بھی ماں سے بات کرنے کی فرصت نہ تھی نہ نفیسہ روایتی ساسوں کی طرح بیٹھ کے بیٹے کے کان بھرتیں آج تک انہوں نے سرمد سے کبھی نائلہ کی کوئی شکایت نہ کی تھی شاید اسی بات کا فائدہ نائلہ نے اٹھایا تھا۔ بیٹے کی بے اعتنائی اور بہو کی خودسری نے انہیں جلد ہی بستر سے لگا دیا تھا اور محض دو سال کے قلیل عرصے میں ہی وہ کینسر جیسے لاعلاج مرض میں مبتلا ہو کر اپنی زندگی کی بازی ہار گئی تھیں۔ جاتے وقت بھی انہوں نے فقط نائلہ کی ہدایت کے لیے دعا مانگی تھی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آنکھیں بند کرلی تھیں۔ نفیسہ کے جانے کے بعد نائلہ مزید شیر ہو گئی تھی اب گھر کا پورا کنٹرول اس کے ہاتھ میں تھا۔

بچے تھوڑے بڑے ہوئے تو نائلہ کو سرمد کی تنخواہ میں گزارہ کرنا کافی مشکل لگنے لگا تھا۔

"آپ پلیز کوئی اور جاب کیوں نہیں ڈھونڈتے' بچے بڑے ہورہے ہیں ان کے اسکول کی ہائی فیسز ٹیوشن چارجز اور نت نئی فرمائشیں پوری کرنا اب میرے بس میں نہیں ہے سرمد۔" چائے کا مگ پکڑاتے ہوئے نائلہ نے سرمد کو دیکھا۔

"یار امی بھی تو ان ہی پیسوں میں گزارہ کرتی تھیں نہ اور میری تنخواہ کوئی کم تو نہیں ہے اچھی خاصی ہے۔" سرمد نے حیرانگی سے نائلہ کو دیکھا وہ اچھے خاصے پیسے نائلہ کو دیتا تھا۔

"امی کی بات الگ تھی سرمد' آپ بڑے تھے سمجھدار تھے لیکن ہمارے بچے چھوٹے ہیں کسی کو یہ چیز چاہیے تو کسی کو وہ' کھانے میں بھی دونوں کی روز الگ الگ فرمائشیں ہوتی ہیں۔ اب آپ ہی بتائیں ہم اپنا دل تو مار لیں لیکن بچوں کا تو نہیں مار سکتے۔" نائلہ جانتی تھی سرمد بچوں سے بہت پیار کرتے ہیں وہ کبھی بھی اپنے بچوں کی فرمائش پوری کرنے سے انہیں نہیں روکیں گے۔

"چلو بچوں کو منع نہیں کرسکتے لیکن ہم اپنے اخراجات تو کم کرسکتے ہیں نہ نائلہ تم جو ہر مہینے اتنے اتنے کپڑے بناتی ہو میرے اور اپنے مت بنایا کرو' ہمارے پاس پہلے ہی اتنے کپڑے ہیں' وہی پیسے بچا کے بچوں کے لیے رکھ لیا کرو۔" اپنی دانست میں سرمد نے اچھا مشورہ دیا تھا۔

"آپ اتنی اچھی کمپنی میں جاب کرتے ہیں آپ کے کپڑے نہیں بناؤں گی تو آپ کی ہی بے عزتی ہوگی۔ سرمد لوگ مذاق اڑائیں گے آپ کا' آپ رہنے دیں میں بھائی سے بات کرتی ہوں آپ کی جاب کے لیے۔" نائلہ کو سرمد کی بات کافی ناگوار گزری تھی۔

"اماں ہوتیں تو مجھے کبھی کسٹم میں جاب نہ کرنے دیتیں تم جانتی ہو نہ وہاں اوپر کی کمائی ہی ہوتی ہے اور اماں اسے سخت گناہ سمجھتی تھیں۔" نائلہ کے بھائی کسٹم میں جاب کرتے تھے وہ چاہتی تھی سرمد بھی وہیں لگ جائیں تاکہ اس کے ٹھاٹ باٹ بھی بالکل اپنی بھابیوں کی طرح ہوجائیں۔

"افوہ سرمد دنیا کرتی ہے یہ جاب اور جو دن بھر محنت کرتے ہیں ہمیں اسی کے پیسے ملتے ہیں وہاں نا کہ مفت کی روٹیاں توڑنے کے۔" نائلہ دلیلیں دینے میں بڑی ماہر تھی۔

"اچھا بابا تم سے کوئی نہیں جیت سکتا' دیکھ لو کر کے بات۔" سرمد نے گہرا سانس خارج کیا اور چائے کا خالی مگ اسے تھما کر اس کے سامنے ہار مان لی تھی۔ اگلے مہینے تک نائلہ کے بھائی نے اپنی جان پہچان کا فائدہ اٹھا کر سرمد کو اچھے اعلیٰ عہدے پر کسٹم میں فائز کروادیا تھا۔ نائلہ کی خوشی کی انتہا نہ تھی سرمد بھی اپنی خاصی تنخواہ بمع کمیشن میں بہت خوش رہنے لگے تھے' نائلہ کا ہاتھ مزید کھل گیا تھا سرمد بھی اب بڑھتے خرچوں سے بے فکر تھے۔

نائلہ ابھی عریشہ اور جواد کے ساتھ شاپنگ سے لوٹی تھی گیٹ کھلا دیکھ کے وہ بھی کافی حیران ہوئی تھی باہر سرمد کی گاڑی کھڑی تھی۔

"لگتا ہے آج جلدی آگئے۔" نائلہ نے عجلت بھری ایک نگاہ رسٹ واچ پر ڈالی جو شام کے چار بجا رہی تھی۔ وہ اندر آئی تو سرمد کافی پریشان سے ٹی وی لاؤنج میں ٹہل رہے تھے۔

"کہاں رہ گئے تھے تم لوگ میں پچھلے دو گھنٹوں سے گھر پہ ہوں' فون کررہا ہوں تو اٹھا بھی نہیں رہیں تھیں' بتا کے جاتے ہو تم لوگ کہیں۔" سرمد کافی پریشان لگ رہے تھے۔

"آئی ایم سوری سرمد دراصل شاپنگ میں ٹائم کا پتا ہی

نہیں چلا۔“ نائلہ نے شاپنگ بیگز صوفے پہ رکھے‘ بچے فریش ہونے کی غرض سے اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے تھے۔

”ایک تو میں ہر ہفتے تمہاری شاپنگ سے پریشان ہوں‘ اب ذرا ہاتھ روک کے خرچ کرو‘ جاب ختم ہوگئی ہے میری‘ سیونگز بھی اتنی نہیں‘ پتا نہیں نئی جاب ملنے میں کتنا ٹائم لگے گا۔“ سرمد نے جیسے کوئی بم اس کے سر پہ پھوڑ دیا تھا۔

”کیا......! یہ کیسے ہوسکتا ہے؟“ نائلہ کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا تھا۔

”تفصیل جاننا تمہارے لیے ضروری نہیں‘ پلیز ایک کپ چائے بنادو میں ویسے ہی بہت پریشان ہوں۔“ سرمد نے گویا بات ہی ختم کردی تھی۔ نائلہ آگے کے خرچوں کا سوچ سوچ کے پریشان تھی گھر میں راشن بھی تھوڑا ہی بچا تھا اور اس کے پاس جو پیسے جمع تھے وہ پہلے ہی شاپنگ پہ خرچ کرچکی تھی اوپر سے بقرہ عید بھی سر پہ تھی‘ سوچ سوچ کے نائلہ کا دماغ پھٹا جارہا تھا۔

◐......◐......◐

سرمد کو گھر بیٹھے پندرہ دن ہوگئے تھے وہ روز کہیں نہ کہیں انٹرویو کے لیے جاتا‘ کبھی کوئی جاب بتاتا تو کبھی کوئی دوست اور کہیں وہ خود ہی جا کے انٹرویو دے آتا مگر یہ اس کی خرابی قسمت تھی یا پھر لگتا تھا کہ ملک میں ملازمتوں کا کال پڑگیا ہے بدقسمتی سے کہیں جاب مل بھی رہی ہوتی تو تنخواہ اتنی کم ہوتی کہ وہ خود ہی منع کردیتا‘ کبھی خود کو بیٹھ کے کوستا کہ آخر کیوں اس نے کچھ جمع کرکے نہیں رکھا‘ بچوں کی ہر جائز ناجائز خواہشوں کو پورا کیا کھلا ہاتھ رکھا مگر اب پچھتانے کا کیا فائدہ تھا۔ اماں اکثر کہا کرتی تھیں۔

”بیٹا بچوں کے اچھے مستقبل کے لیے ابھی سے کچھ جمع کرکے رکھو گے تو کل کام آئے گا۔“ اور وہ اماں کی بات چٹکیوں میں اڑا دیتا جب نائلہ لگاوٹ سے اس سے پیسے مانگتی وہ جھٹ اسے اپنا والٹ پکڑا دیتا اب روز وہ گزرے وقت پہ ملال ہو رہا تھا۔

”نائلہ تمہارے پاس کچھ پیسے ہیں تو دو میں گھر کا راشن بھروا دیتا ہوں‘ کچھ دن بعد عید ہے۔“ نائلہ کمرے میں آئی تو سرمد نے بڑے آرام سے اپنی بات مکمل کی تھی۔

”یہی بات تو میں آپ سے کرنا چاہ رہی تھی سرمد آخر ایسا کب تک چلے گا‘ آہستہ آہستہ گھر کی سب چیزیں ختم ہورہی ہیں میرے پاس صرف پانچ ہزار ہی ہیں وہ لے لیں آپ۔“ نائلہ نے الماری میں سے ہزار ہزار کے پانچ نوٹ نکال کر سرمد کو دیئے۔

”بس یہ بچت کی ہے تم نے اتنے سالوں میں‘ یار خدا کا خوف کرو کچھ‘ میں تمہیں ہر مہینے چالیس ہزار روپے دیتا تھا گھر کے خرچے کے لیے اور اس میں سے صرف پانچ ہزار بچے ہیں تمہارے پاس‘ آخر کیا ضرورت تھی اتنی فضول خرچی کرنے کی۔“ سرمد اس پہ چیخنے پڑے۔

”اب آپ بھی اپنی امی کی طرح مجھ پہ نہ غصہ کریں پہلے کا زمانہ اور تھا اب کا اور ہے۔ بچوں کے اوپر ہی خرچ کرتی تھی نا آخر سب میں۔ آخر کیا فائدہ اتنی اچھی جاب کا جب ہم اپنے بچوں کو ہی اچھی طرز زندگی نہ دے سکیں۔“ نائلہ کو سرمد کا غصہ کرنا ایک آنکھ نہ بھایا۔

”تو اب دو نہ سب آسائشیں انہیں اسی لیے بولتے ہیں اعتدال سے خرچ کرو تاکہ برے وقت میں آسانی ہوجائے میں تو سارا دن آفس میں ہوتا ہوں گھر چلانا تو تمہاری ذمہ داری ہے نہ۔“ سرمد بے بس سے ہو چلے تھے۔

”اچھا پلیز آپ پریشان نہ ہوں‘ اللہ کوئی نہ کوئی راہ ضرور نکالے گا آپ پلیز ابھی بڑی عید کے لیے تو کچھ کریں اگر ہم نے قربانی نہ کی تو میرے میکے میں میری ناک کٹ جائے گی‘ آپ کو پتا ہے نہ ہر سال سب سے مہنگی اور اچھی قربانی ہم ہی کرتے ہیں۔“ نائلہ کو جب بھی

کوئی بات منوانی ہوتی تھی وہ ایسے ہی نرم لہجے میں بڑی ہی لگاوٹ سے سرمد سے بات کیا کرتی تھی۔

"واٹ......! تمہیں ابھی بھی اپنی ناک کی پڑی ہے۔ بہت اچھی بات ہے۔" سرمد کی آنکھوں سے پیسوں کی نمود ونمائش کی پٹی کیا ہٹی اسے نائلہ کی خودغرضی وخودسری اور ماں کی نصیحتیں سب سمجھ آنے لگی تھیں۔

"مگر آپ تو قربانی کے لیے ہمیشہ سے الگ سے پیسے جمع کر کے رکھتے ہیں نہ پھر اس بار نہیں کیے تھے کیا' جاب تو ابھی ختم ہوئی ہے نا آپ کی۔" نائلہ کو تشویش ہوئی تھی وہ وہیں بیڈ پہ سرمد کے پاس بیٹھ گئی۔

"کیے ہیں پیسے جمع مگر صرف بیس ہزار سوچ رہا ہوں اسی سے گھر کا راشن ڈلوالوں قربانی اگلی دفعہ ہوجائے گی۔" سرمد کا لہجہ خود بخود دھیما ہوگیا تھا' آنکھوں کے سامنے بار بار بچوں کے مایوس چہرے آرہے تھے۔

"کیا......! صرف بیس ہزار' ہم ہر سال کم از کم ستر یا اسی ہزار کی قربانی کرتے ہیں۔" نائلہ کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا تھا۔

"تمہارے خرچوں سے کچھ بچے گا تو جمع کروں گا نہ' ماہانہ خرچ کے علاوہ بھی تمہیں آئے دن کبھی کسی چیز کے لیے پیسے چاہیے ہوتے ہیں کبھی کسی چیز کے لیے اور ضروری نہیں کہ قربانی پیسہ دیکھ کے کی جائے' انسان کی جتنی گنجائش ہو اتنا ہی اسے کرنا چاہیے ویسے بھی اللہ جانور کی قیمت نہیں انسان کی نیت دیکھتا ہے اور اس بار قربانی کی امید نہ ہی رکھو تو بہتر ہے ابھی گھر چلانا ضروری ہے۔ بچوں کو کیا کھلائیں گے۔" سرمد نے دوٹوک بات کی اور وہاں سے اٹھ کر چلے گئے' نائلہ پریشان سی وہیں بیٹھی رہ گئی تھیں۔

◎......◎......◎

فریزر میں رکھے نگٹس' شامی کباب' ڈرم اسٹکس ودیگر اسنیکس کا اسٹاک تقریباً ختم ہوچکا تھا۔ اس نے بچوں کو شروع سے ہی گھر کے کھانوں کے بجائے باہر کے اسنیکس وغیرہ کی عادت ڈالی تھی حالانکہ وہ گھریلو امور میں طاق تھی شروع سے ہی اپنے ہاتھ کے پکے مزیدار کھانوں کی عادت بچوں کو ڈال سکتی تھی لیکن جب اس نے اپنی بھابیوں کو بڑے بڑے سپر اسٹورز سے برانڈڈ اسنیکس وغیرہ خریدتے دیکھا تو ان کی دیکھا دیکھی نائلہ نے بھی جواد اور عریشہ کے لیے ایسی کئی ساری چیزیں لا کے رکھنا شروع کردیں جبکہ وہ خود جانتی تھی کہ اگر یہی چیزیں وہ گھر میں خود تیار کرے گی تو اس کی لاگت کم آئے گی مگر یہاں معاملہ حرص کا تھا اور وہ اس دوڑ میں اپنی بھابیوں سے پیچھے نہیں رہنا چاہتی تھی۔

"امی بھئی میں یہ کڑاہی گوشت وغیرہ نہیں کھاتا آپ کو پتا ہے نا پلیز مجھے کباب تل دیں۔" وہ جواد کی آواز پہ اپنی سوچوں سے چونکی تھی سرمد کو اس کے ہاتھ کا کڑاہی گوشت بے حد پسند تھا سو اس نے رات کو وہی پکایا تھا اب حالات پہلے جیسے تو تھے نہیں کہ بچوں کے لیے الگ ڈش تیار کردیتی' عریشہ پھر بھی سمجھدار تھی' لیکن جواد اپنی ضد کا بڑا پکا تھا۔ ابھی بھی بجائے اس کے کہ نائلہ پیار سے جواد کو سمجھاتی وہ بڑی ہی مایوسی سے فریزر سے کچھ ڈھونڈنے لگی بڑی مشکل سے اسے ایک ہی کباب ملا تھا سو اس نے بڑے ہی دکھ سے عریشہ کو دیکھا پھر وہ کباب تل کے جواد کے آگے رکھ دیا۔

"یہ کیا مما ایک ہی کباب اس سے تو میرا پیٹ بھی نہیں بھرے گا۔" جواد نے اسے دیکھا۔

"بیٹا ابھی ختم ہوگئے ہیں' میں مارکیٹ جاؤں گی تو لے آؤں گی ابھی آپ یہی کھالو۔" نائلہ دکھ سے کہتی ہوئی کچن میں چلی آئی آنکھوں میں پانی بھر آیا تھا۔ کھانے کے بعد اس نے حسب عادت رات کا بچا سالن تھیلی میں ڈالا اور ڈسٹ بن میں ڈال آئی۔

"اچھا باجی میں چلتی ہوں' کپڑے دھل گئے ہیں

سب۔'' اماں نے کپڑوں کی دھلائی کے لیے ماسی رکھی ہوئی تھی سو وہ اپنا کام ختم کرکے جانے کے لیے تیار کھڑی تھی۔

''ٹھیک ہے جاؤ۔'' وہ ڈسٹ بن بند کرکے مڑی پھر اندر چلی گئی تھی' کچھ یاد آنے پہ وہ ماسی سے بات کرنے کے لیے بھاگتی ہوئی واپس آئی تھی مگر سامنے جو منظر اس کا منتظر تھا اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔ نجو ڈسٹ بن سے سالن کی تھیلی نکال کے اپنے پلو میں چھپا رہی تھی۔

''ہمارے ملک میں ایسے لوگوں کی بھرمار ہے بیٹا' جنہیں ایک وقت کی روٹی بھی نصیب نہیں ہوتی' بچا کچا سڑا گلا کچرے کا کھانا بھی انہیں کسی نعمت سے کم نہیں لگتا اور اسی پہ وہ اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ ایک تم ہو جو روز اتنا اتنا کھانا پکا کر ضائع کرتی ہو کم از کم کسی غریب کو ہی دے دیا کرو۔'' اپنی ساس کے کہے گئے الفاظ نائلہ کی سماعت میں گونجے اور وہ وہیں بت بنی کھڑی رہ گئی تھی۔ وہ روز اتنا اتنا کھانا پھینکتی تھی اور اس کی ماسی کے پاس کھانے کے لیے کچھ بھی نہ تھا یہاں تک کہ وہ کچرے میں سے کھانا نکال کے کھانے پہ مجبور تھی' نائلہ کی آنکھیں حیرت و دکھ سے کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں۔

◐......◐......◐

اس روز نائلہ بچوں کو اسکول چھوڑنے کے بعد اپنے بھائیوں کے گھر چلی گئی تھی' اماں ابا کے انتقال کے بعد اس کے بھائیوں سے ہی اس کا میکہ آباد تھا' بیرونی دروازے پہ تعینات سیکیورٹی گارڈ نے اسے دیکھتے ہی دروازہ کھول دیا تھا۔ سرمد اسے دروازے پہ ہی چھوڑ کہ کہیں انٹرویو دینے چلے گئے تھے۔ واپسی میں انہوں نے اسے پک کرنے کا کہا تھا وہ اندر آئی تو اندر کا منظر دیکھ کے وہیں رک گئی تھی۔

''ارے شیدا یہ رات کا جتنا کھانا بچا ہے سب باندھ کے رکھ لو تم لے جانا اور سنو میں نے اپنے کپڑے وغیرہ نکالے ہیں وہ عید کے لیے رکھ لو۔'' اس کی بڑی بھابی اپنی نوکرانی سے بھروا دی تھیں۔ ساتھ ساتھ کچھ نقد پیسے بھی انہوں نے اسے تھمائے تھے۔

''ویسے نازیہ یہ اپنی نائلہ بھی بالکل بے وقوف ہے' میں نے خود دیکھا ہے اتنی فضول خرچی کرتی ہے اب یہی دیکھ لو نہ گھر میں چار لوگ ہیں اتنا اتنا پکاتی ہے سب پھینک دیتی ہے' اسے یہ تو دکھتا ہے کہ ہم اتنا خرچ کرتے ہیں مگر یہ نہیں دکھتا کہ ہم صرف ضرورت کے تحت ہی خرچ کرتے ہیں بچوں کی ہر ضرورت پوری کرتے ہیں مگر اپنی ضرورتیں کم کرلیتے ہیں' گھر میں بھی ہم جس کفایت شعاری کا مظاہرہ کرتے ہیں نائلہ جیسی شاہ خرچ لڑکی کبھی نہیں کرسکتی۔'' اس کی بڑی بھابی نسیم نے چھوٹی بھابی نازیہ سے کہا۔

''اور نہیں تو کیا اب دیکھو مصیبت اٹھا رہی ہے کچھ جمع کرکے رکھا ہوتا تو آج کام آتا' بھئی نوکریوں کا تو یہی ہے آج ہے کل نہیں' پیسے کی قدر کرنی چاہیے۔'' چھوٹی بھابی نے بھی بڑی بھابی کی تائید کی تھی نائلہ کو لگا کسی نے اس کے منہ پہ طمانچہ دے مارا ہو۔ اسے مزید وہاں رکنا مناسب نہ لگا تھا سو وہیں سے گھر لوٹ آئی تھی۔ گھر لوٹ کے بھی اس کا دماغ مختلف سوچوں میں ہی گھرا ہوا تھا کتنی اچھی کک تھی وہ سب اس کے کھانوں کی کتنی تعریفیں کرتے تھے اور اس کے بچے ہی اس کے کھانوں کے بجائے برانڈڈ اشیاء کے شیدائی ہوگئے تھے۔ اس کی ساس اس کا میاں اس کے بھائی اور اماں ابا تو اس کے کھانے کے آگے ہوٹل کے کھانوں کو بھی بھول جاتے تھے اور اس نے خود ہی اپنے بچوں کو اپنے ہاتھوں کی لذت سے نا آشنا کر رکھا تھا آج اسے سب سے زیادہ صحیح اپنی ساس کی ہی باتیں لگ رہی تھیں۔ گھر پہنچ کے وہ واقعی اپنی غلطیوں پہ نادم تھی' لبوں پہ بس ایک ہی گردان تھی کہ کاش گزرا وقت واپس لوٹ سکتا تو وہ پھر سے سب صحیح کردیتی۔

◐......◐......◐

عید قرباں میں صرف پانچ روز باقی تھے۔ اب تو بچے بھی قربانی کا پوچھ پوچھ کے چپ لگا کے بیٹھ گئے تھے۔ اس روز سرمد انٹرویو دینے گئے تھے مگر اب تک گھر نہیں لوٹے تھے نہ ہی انہوں نے نائلہ کو فون کیا تھا وہ کب سے پریشان دروازے کے آس پاس ہی ٹہل رہی تھی۔ ہاتھ میں موبائل پکڑے کب سے سرمد کا نمبر ٹرائی کر رہی تھی مگر جواب ندارد تھا' تقریباً شام کے ساڑھے چھ بجے سرمد گھر لوٹے تھے۔

''بکرا آ گیا ماما بکرا آ گیا' اس بار ہم نے بکرا لیا ہے۔ یو آر گریٹ پاپا میں کب سے سوچ رہا تھا کہ اس بار ہم بکرا لیں یو نو واٹ پاپا میرے سارے دوستوں نے بھی اس بار بکرا لیا ہے۔'' سرمد کے ساتھ ایک عدد پیارا سا بکرا دیکھ کے بچے تو بچے نائلہ بھی حیران رہ گئی تھی۔ آنکھوں میں کئی سوال لیے وہ سرمد کی جانب ہی تک رہی تھی۔ کوئی اور وقت ہوتا تو وہ بکرے کے آنے پہ منہ بناتی کہ کہاں وہ ہر سال اپنے بھائیوں کی دیکھا دیکھی مہنگی سے مہنگی گائے کرتی اور کہاں اس بار چھوٹا سا بکرا ہی لے پائے وہ۔

''قربانی جانور کے بڑے چھوٹے ہونے یا زیادہ قیمت پر نہیں ہوتی نائلہ یہ تو نیت سے ہوتی ہے۔'' سرمد نے نائلہ سے کہا تھا اور نائلہ مزید شرمندہ ہو کے رہ گئی تھی اپنی حرکتوں اور اپنی سوچ سے وہ سرمد کی نظروں میں بھی گر گئی تھی۔

''مجھے معاف کردیں سرمد میں غلطی پہ تھی اگر اس وقت میں نے آپ کی امی کی باتوں کی قدر کی ہوتی تو آج ہم بالکل کنگال نہ ہوتے۔'' نائلہ کا سر جھک گیا تھا۔

''اللہ نہ کرے نائلہ کہ ہم کنگال ہوں' اللہ کا شکر ادا کرو جو ہمیں دو وقت کی روٹی دے رہا ہے اور اب پریشان مت ہو مجھے جاب مل گئی ہے' سیلری اتنی زیادہ تو نہیں ہے لیکن اتنی کم بھی نہیں کہ تمہیں اور بچوں کو کسی چیز کی کمی نہیں ہونے دوں گا۔'' سرمد نے عید کے اس پُرمسرت موقع سے پہلے

اسے بڑی ہی اچھی خبر سنائی تھی۔

"اب مجھے گھر چلانے کا ہنر آگیا ہے سرمد، میں ہر حال میں آپ کے ساتھ خوشی خوشی گزارہ کرلوں گی ابھی بھی وقت اتنا آگے نہیں بڑھا' مجھے یقین ہے کہ بچے بھی سمجھ ہی جائیں گے مجھے اب صرف ان کی اچھی تربیت کرنی ہے' بالکل ویسے ہی جیسے امی نے آپ کی تھی۔" نائلہ کی آنکھیں نم ہوچلی تھیں ایک عزم تھا اس کی آنکھوں میں۔

"ہاہاہا...... بھئی واہ آج تو خوش خبریوں کا دن ہے ویسے محترمہ آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ ہم جیسا کوئی بھی نہیں ہے' ہم اکلوتے ہی ہیں۔" بات کو شوخ رنگ دیتے ہوئے سرمد نے اسے اپنی جانب کھینچا۔

"آہم...... آہم بچے دیکھ لیں گے آپ بھی نہ۔" نائلہ کھلکھلاتی ہوئی سرمد سے اپنا ہاتھ چھڑا کے بھاگی تھی' اس کی ہنسی کا پیچھا سرمد کی محبت سے لودیتی آنکھوں نے بڑی دور تک کیا تھا۔

⦿......⦿......⦿

آج عید قربان تھی' انسان کی نیت کے خلوص کی پرکھنے کا دن تھا نا کہ نمود و نمائش کا اور اصل قربانی کا مفہوم بھی یہی تھا' نماز عید کے بعد سرمد نے قصائی کے ساتھ مل کے قربانی کے اس مبارک فریضہ کو انجام دیا تھا' اب گوشت بانٹنے کی ذمہ داری نائلہ کی تھی' نائلہ نے آج سرمد کو واقعی حیران کردیا تھا' اس نے مختلف بڑی بڑی تھیلیاں بنا کے سارا گوشت غریبوں میں تقسیم کروادیا تھا' محض ایک قلیل سا حصہ اپنے لیے رکھا تھا۔

"عریشہ بیٹا ادھر آؤ۔" نائلہ نے عریشہ کو اشارے سے بلایا۔

"دیکھو بیٹا ہم قربانی صرف اللہ کی رضا کے لیے کرتے ہیں نہ کہ اپنے رشتہ داروں' دوستوں کو دکھانے کے لیے۔ ہمارے پاس کپڑے ہیں' پیسے ہیں' گھر ہے سب ہے مگر اس دنیا میں ہمارے آس پاس ایسے بہت سے لوگ ہیں جن کے پاس نہ کھانے کو کچھ ہے نہ رہنے کو چھت تو ہمیں چاہیے کم از کم عید کے دن تو ایسے لوگوں کے ہاں گوشت پہنچ جائے وہ عید کی خوشی سے محروم نہ رہیں اب تم بڑی اور سمجھدار ہو یہ کام تمہارا بھی ہے۔" نائلہ نے پیار سے کہا تو سرمد اور جواد بھی بڑی دلچسپی سے اس کی باتیں سن رہے تھے۔ سرمد اس قدر تبدیلی پہ واقعی حیران تھا کہ واقعی یہ وہی نائلہ ہے جو اتنا اتنا رزق ضائع دیتی تھی' قربانی کا سارا گوشت رشتہ داروں میں بانٹ دیتی تھی جن کے ڈیپ فریزر پہلے سے ہی فل ہوتے تھے۔

"ایسے کیا دیکھ رہے ہیں۔" نائلہ سرمد کو اپنی جانب ٹکٹکی باندھے دیکھتا پا کر اس کے قریب آئی تھی۔

"دیکھ رہا ہوں کہ میری بیوی کتنی خوب صورت اور کتنی سمجھدار ہوگئی ہے۔" سرمد مسکرائے۔

"اور آپ بھی کافی رومانٹک نہیں ہوگئے۔" نائلہ ہولے سے مسکرائی۔

"آپ کی صحبت کا اثر ہے جناب۔" سرمد اس کے قریب ہوئے تو نائلہ دو قدم پیچھے ہٹی۔

"اچھا جائیں اب آپ یہ گوشت بانٹ آئیں اور جواد کو بھی لے جائیں میں کھانے کی تیاری کرتی ہوں۔" نائلہ نے اسے گوشت کی تھیلیاں پکڑائی اور مسکراتے ہوئے ایک نظر آسمان کی طرف دیکھ کے دل ہی دل میں اللہ کا شکر ادا کیا تھا جس نے بہرحال اسے ہدایت سے نوازا تھا۔ اس کی آنکھیں بادل تھیں سجدۂ شکر میں برسنے کو تیار مگر خواب دریا تھے لیکن اب اس نے اپنے دریا جیسے خوابوں کو کنارے پہ لانا سیکھ لیا تھا۔ زندگی مطمئن و آسودہ ہوچلی تھی۔

⦿

Menorrtlagia

زیادتی حیض

ایسے حیض جو کہ بالکل صحیح وقت پر آتے ہوں اور ان کا دورانیہ بھی نارمل ہو ایسے حیض کو (Menorrthagia) کہتے ہیں یعنی کثرت حیض۔

دوسری بے قاعدگی جس میں رحم سے دو حیض کے درمیان وقفہ میں بھی اخراج خون ہوتا ہے اسے بے قاعدہ حیض کہتے ہیں اگر مذکورہ بالا دونوں علامات ایک جگہ اکٹھی ہو جائیں یعنی کثرت حیض بے قاعدگی کے ساتھ ہوں تو اسے بے قاعدہ کثرت حیض یعنی (Metreliagia) کہتے ہیں۔

اس مرض کی تین اقسام ہیں۔

Functional Menarrhagia

افعالی زیادتی حیض

اس صورت میں خون کی مقدار بڑھی ہوئی ہوتی ہے یا بار بار آتا ہے یا دونوں حالتیں پائی جاتی ہیں۔ مندرجہ بالا نقائص کے سوا خون کے اخراج کی نوعیت بالکل طبعی ہوتی ہے البتہ اس کے ساتھ خون کے منجمد ٹکڑے ملے ہوتے ہیں ایسے مریضوں کے رحم میں اجتماع خون کا میلان پایا جاتا ہے مریضہ رموی مزاج کی مالک ہوتی ہے زندگی کے عام معمولات میں بے قاعدگی پائی جاتی ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ خون میں کیمیاوی نقائص پیدا ہو گئے ہوں ان اسباب کے علاوہ بعض ایسے وجوہ بھی ہوتے ہیں جن کا تعلق جسم کی ساخت، بافت اور ریخت سے ہوتا ہے ان کی موجودگی زیادتی مرض کا سبب بن جاتی ہے مثلاً کیلشیم کی کمی، وٹامن کی کمی اس لیے اس زیادتی کے تحت وہ مریض آتے ہیں جن میں سبب مرض صرف مزاج سے تعلق رکھتا ہو۔ مریضہ کو کوئی ایسی بیماری لاحق نہ رہی ہو جس سے عضلات یا اعصاب میں فتور واقع ہوتا ہو البتہ ایسا ہوتا ہے کہ مریضہ زیادتی حیض میں مبتلا تھی اور بعد میں کسی شدید بیماری کے تحت یا علاج کی پیچیدگیوں سے اور بار بار معالج تبدیل کرنے سے استحاضہ کی کسی دوسری قسم میں مبتلا ہو گئیں جن عورتوں کے بہت سے بچے پیدا ہوتے ہیں اور نتیجتاً کمزور ہو کر اس مرض کا شکار ہو جاتی ہیں۔ زیادہ عرصہ تک دودھ پلانے والی یا سخت جسمانی محنت کرنے والی عورتیں بھی اس مرض کا شکار ہو جاتی ہیں۔

(Dramic Menorrhagia)

عضویاتی زیادتی حیض

عضوی حیض کی زیادتی میں کوئی مثبت مرض سبب بن جاتا ہے۔ حیض کا سیلان آلات تناسل کے کسی عضو کی یقینی خرابی سے ہوتا ہے۔ خون کی یہ زیادتی کسی عضوی بیماری کی نمود کے قبل یا بعد میں ہو سکتی ہے۔ بعض حالتوں میں آلات تناسل کے کسی عضو میں اجتماع خون ہو کر ورم آ جاتا ہے اور اس ورم میں حیض کے زمانے میں زیادتی ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے خون مقدار میں زیادہ اور قبل از وقت ہوتا ہے۔ رحم کی عضلات کی خرابیاں اس کی بہت زیادہ ذمہ دار ہیں اور بہت سی صورتیں ایسی ہیں جو اس زیادتی کو پیدا کرتی ہیں معمولی اجتماع خون سے گومڑ اور کینسر تک کی تکلیفات کو اس زیادتی کی وجوہات میں شامل کر سکتے ہیں لیکن سن یاس (Menopause) کے زمانے میں جو خون کی زیادتی ہوتی ہے اسے وجوہات عضوی خرابی سے پیدا شدہ نہیں سمجھا جا سکتا۔

استحاضہ (Menorrthagia) اگرچہ بار بار پیدا ہو یا کبھی کبھی دورہ کرے ہر صورت کسی اندرونی خرابی کی نشان دہی کرتا ہے۔

استحاضہ کے مقامی سبب میں رحم کے زخم دانہ دار ابھار یا زخم سرطان، رسولیاں اور رحم کا خمیدہ ہونا قابل ذکر ہیں۔ ایسے مریضوں کے علاج میں مرض کے مقابل اور مابعد کے حالات کے ساتھ ساتھ مقامی مرض کی نوعیت کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔

علامتی زیادتی حیض

(Sympyomic Menorrthagia)

اس صورت میں کثرت حیض کسی دوسری مرض کی شدت کے سبب واقع ہوتی ہے۔ کثرت حیض کی اس صورت کی مثالیں چیچک، سرخ باد، ہیضہ اور ٹائی فائیڈ وغیرہ ہیں بعض سوزشی کیفیات بالخصوص پھیپھڑوں کی سوزش کی صورتیں بھی دیکھنے میں آتی ہیں۔ ان امراض میں اگرچہ حیض غائب ہو جاتا ہے لیکن اگر حیض جاری ہو تو اس قدر آتا ہے کہ بعض اوقات مہلک صورت اختیار کر لیتا ہے جن امراض میں جلد پر دانے نکلتے ہیں ان میں یہ صورت عام ہے چنانچہ مشاہدہ سے یہ بات

ثابت ہے کہ ان امراض میں کثرت حیض کا ذریعہ موت کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔

ان امراض کے دوران جلد' ناک مقعد سے بھی جریان خون شروع ہوجاتا ہے اور اگر خون میں کیمیاوی تبدیلیاں بھی آ گئی ہوں تو سرسام ہوکر موت چند گھنٹوں میں واقع ہوجاتی ہے۔

بعض اوقات کئی مہینے خون بند رہتا ہے اور یک دم جاری بھی ہوجاتا ہے۔ امراضِ قلب میں بھی خون زیادہ آتا ہے جس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ دل کی سست رفتاری کی وجہ سے خون قلب کی دائیں طرف میں دھیما دھیما واپس آتا ہے اور دور کے اعضاء میں اس کا اجتماع ہوتا رہتا ہے۔ جگر کے امراض اور برائٹس ڈیزیز میں بھی یہ مرض پیدا ہوتا ہے۔

علاج:

ایکونائیٹ

دموی مزاج عورتوں میں مریض لیٹا ہوا اٹھے تو چکر آئے اور پھر لیٹنے پر مجبور ہوجائے' مزاج میں تیزی آجائے' مرجانے کا خوف ہو یا مرض بڑھ جانے کا ڈر ہو۔

اگیریکس

حیض مقدار میں زیادہ اور جلن محسوس ہو ایسی جلن جو برف سے پیدا ہو۔ انگوٹھوں میں جلن' خارش اور سرخی پائی جائے۔

الٹیرس فیری نوزا

خصیۃ الرحم میں اجتماع خون سے استحاضہ پیدا ہو' سیاہ رنگ کا خون بکثرت پیدا ہو۔ لوتھڑے خارج ہوں' پیڑو میں وزن محسوس ہو۔

ایمبرا گریشیا

دو حیضوں کے درمیانی واقفہ میں معمولی معمولی حادثات یا جسمانی مشقت سے خون آنے لگے مثلاً اجابت کرتے ہوئے یا تیز چلنے سے' رحم پر ورم' سوزش اور دکھن ہو۔

ایمونیا میور

رات کے وقت خون کا زیادہ خراج' اجابت کے وقت بہت سیلان ہو۔

ایپس میلیفکا

پیٹ میں بوجھ' بے ہوشی' بے چینی کی زیادتی' جمائیاں آتی ہوں۔

آرنیکا

جوٹ لگنے کے بعد سرخ چمکتا ہوا خون جس میں لوتھڑے بھی خارج ہوں۔ سر گرم ابزو اور ٹانگیں ٹھنڈی' کمر کے مہرے میں درد جو کنج ران سے ہوتا ہوا انگوٹھوں تک محسوس ہو۔

آرسینکم البم

کمزور عورتیں' دیرینہ امراض کے اثرات' گٹھیا' رحم کے عمل میں خرابی آگئی ہو۔ ایسے بخاروں میں استحاضہ ظاہر ہو جن میں جلد پر دانے نکلتے ہیں' منہ کا پک جانا' مریضہ تھوڑی مشقت سے تھک جائے۔

بیلا ڈونا

سرخ خون کا اخراج جو بوقت اخراج گرم محسوس ہوتا ہے۔ باہر کی جانب دباؤ محسوس ہو' کبھی لوتھڑے خارج ہوتے ہوں جن میں بو ہوتی ہے' کنپٹیوں میں تھکن کے ساتھ اجتماع خون۔

برائی اونیا

حیض جلد از جلد آئے' مقدار میں زیادہ ہو' سیاہی مائل خون' کمر اور سر میں درد' سر پھٹا جائے' چلنے پھرنے سے تکلیف بڑھ جائے' کھانے کے بعد اور بیٹھے ہوئے تکلیف محسوس ہو۔

کلکیریا کارب

حیض مقدار میں زیادہ آئے' زیادہ دن تک رہے۔ سیڑھیاں چڑھتے اور اترتے وقت تکلیف بڑھ جائے۔ دودھ پلانے کے زمانے میں بکثرت حیض آئے۔

کاسٹیکم

مریضہ کا چہرہ بالکل زرد ہو' حیض بہت جلد جلد اور زیادہ ہو۔ دوران اخراج خارش اور خراش ہو۔ حیض میں بو' مریضہ ہر بات کے تاریک (منفی) پہلو پر نظر رکھے۔ اخراج صرف دن کے وقت اور لیٹنے پر بند ہوجاتا ہے۔

کیمومیلا

سرخ منجمد خون کا بکثرت اخراج' بدمزاجی اور زود رنجی' مزاج میں غالب ہوتی ہے۔ پیلا پیشاب بار بار بھاری مقدار میں آتا ہے۔

(جاری ہے)

بزمِ غزل

میمونہ رومان

صبا زرگر، ڈکارز زرگر...... جوڑہ

کتابوں کی طرح بہت سے الفاظ ہیں مجھ میں
اور کتابوں ہی کی طرح میں خاموش رہتا ہوں

رشک حنا...... سرگودھا

کوزہ گر سے مٹی لانی پڑتی ہے
اپنی صورت آپ بنانی پڑتی ہے
پانی سے آئینے بن جاتے ہیں
اس کے اندر دھوپ ملانی پڑتی ہے

سامعہ ملک پرویز...... بھیرہ خانپور ہزارہ

تجھ سے ہیں منسلک میری سبھی خوشیاں
کہ تو ہی میری زندگی کا حاصل ہے

شبانہ امین راجپوت...... کوٹ رادھا کشن

زخموں کا کاروبار کرتے رہے
ہم تو کانٹوں سے بھی پیار کرتے رہے
ایسے بھی لوگ تھے جو ہم سے وفا کی جنس
نقد لیتے رہے ادھار کرتے رہے

لائبہ میر...... حضرو

آؤ کہ بچپن کا کوئی کھیل کھیلیں
مدت ہوئی بے وجہ ہنس کے نہیں دیکھا

ماورا بشارت چیمہ...... وزیر آباد

اہل شہر کو ملا خوشیوں کا پیغام
مجھے اداس کر گیا اس عید کا چاند

کنول خان...... ہری پور ہزارہ

چھیڑ گئے کچھ الفاظ دل کو میرے
ماں مجھ کو بھی عید منانی ہے

فرحین ناز طارق...... چکوال

تلخیاں چبھنے لگی جب زیست کے پیمانے میں
درد کے ماروں نے گھول کے پیا عید کا چاند

شمائلہ زاہد...... کراچی

جو شخص کھو گیا ہم سے اندھیری راہوں میں
اسی کو ڈھونڈ کے لاؤ کہ عید آئی ہے

عروج ناز...... کراچی

گر تم آجاؤ اس عید پہ ملنے ہم سے
تو ہم تحفے میں اپنی خوشیاں تمہارے نام کر دیں

صائمہ سکندر سومرو...... حیدرآباد سندھ

سبھی شکوے سبھی گلے بھول کر اس بار اگر ملنے چلے آؤ
تمہاری دید سے کر لیں ہم بھی عید ساجن

فہد احمد...... میرپور خاص

ٹوٹ ٹوٹ کے بکھرے تھے آنکھوں سے اشک
جب اس نے کہا اس عید پہ بھی میں نہ آؤں گا

مریم رمضان...... چیچہ وطنی

سنا ہے اس عید پہ وہ آئے گا
تو اب کی بار عید ہم منا لیں گے

نرمین نعیم سرہیو...... حیدرآباد

عید پہ مہندی سجی، چوڑی تھی سجی
صبح ساری سجنا کے انتظار میں کٹی
مگر ادھر ہائے تھی بے نیازی بڑی
دیکھا، سجنا تانے تھا بکرے پہ چھری

ریما نور...... رضوان

عید آتی ہے ہر چہرے پہ خوشی رقص کرتی ہے
مسکرا کر گلے ملتے ہیں سب کدورتیں ختم کرتی ہے

دلکش مریم...... بہاؤالدین

ہر عید یہی سوچتے گزر جاتی ہے
کاش اس بار تو کچھ مختلف ہوتا

سدید علوی...... منڈی بہاؤالدین

تمہاری دید نے مشکل بنا دیا اس کو
عید کے چاند کو ہم چاند کہہ نہیں سکتے

نجمہ شاہین...... مظفر لاہور

آنکھ نم کر گیا بچھڑے ہوئے لوگوں کا خیال
درد دل دے کے ہمیں ڈوب گیا عید کا چاند

ام حبیبہ...... لاہور

پہلو میں تم نہیں تو مجھ پر حرام عید
پہلو میں تم جو ہو تو محرم تمام عید

فہمیدہ غوری

بڑی عید آ رہی ہے بڑا کام ہم کریں گے

کبھی کرو سارے پل جو تیرے نام ہم کریں گے

ناہید اختر بلوچ...... ڈی آئی خان

فقط تیرے رخِ روشن کی دید سے مطلب
وگرنہ ہم کو ہے کیا اس عید سے مطلب

پیا سحر...... گجرات

میرے طور بھی لے گیا میرے اطوار بھی لے گیا
میری کشتی بھی لے گیا میرے پتوار بھی لے گیا
پھر اس کے بعد نا چاند نکلا نا عید آئی پیا
وہ ایک شخص میرے تہوار بھی لے گیا

افشاں شاہد...... کراچی

بھول جاؤ سارے شکوے گلے
عید کا دن ہے لگ جاؤ ہمارے گلے

مہوش بتول...... خانیوال

اس بار بھی وہ اپنا وعدہ نہیں نبھائے گا
اس عید پر بھی وہ مجھ سے ملنے نہیں آئے گا

عریشہ احمد...... کراچی

وہ آئے گا ہم بھی خوشی سے عید منائیں گے
لیکن ہر عید اس کے انتظار میں گزر جاتی ہے

فرح بھٹو...... حیدرآباد

عید کے روز بھی رہا ان کا انتظار
عید کے روز بھی بس ان کا میسج آیا

مریم رانی...... کوہاٹ

تجھ کو میری نہ مجھے تیری خبر جائے گی
عید اب کے بھی و بے پاؤں گزر جائے گی

رخشندہ بتول...... راولپنڈی

جب چاہیں عید منالیں ہم
اب چاند ہمارا اپنا ہے

صباء عیشل...... فیصل آباد

فیصلہ ترک تعلق کا بجا تھا لیکن
کیا تجھے عید مبارک بھی نہیں کہہ سکتے

فہمیدہ گل...... لاہور

عید کا دن ہے اسی بات کا وعدہ کرلو
ہم سے اک اور ملاقات کا وعدہ کرلو

ملائکہ خان...... راولپنڈی

سانحہ ہے کہ عید پر اکثر
جن کو ملنا ہو وہ نہیں ملتے

رخسار رشید کشمیری...... جدہ

اے کاش تم بھی آتے تو ہم عید مناتے
ورنہ شہر دل کے لوگ بڑی باتیں بناتے ہیں

جویریہ شاہ...... علی پور

تیرے دید کی آس لیے نہ جانے
کتنی عیدیں پھیکی گزریں

محمد شعیب...... کراچی

مصروف ہے خلق عید کی تیاریوں میں اور میں
محوِ فکر ہوں کہ سب سے ہنس کر ملنا ہوگا

نبیلہ نازش راؤ...... اوکاڑہ

تیرے رخسار پہ نہ گرے کبھی کوئی غم کا آنسو
خدا ہر دعا نازش تیری تقدیر بنا دے

عاصمہ سحر...... جڑانوالہ

ہم بھی وہی ہجر یاراں بھی وہی اور وہی دل بے تاب بھی
سنا ہے کوچہ یاراں میں عید ہے ایک دن کے بعد

بنت حوا...... نامعلوم

بے کشش مکانوں میں جیسے چاند راتیں تھیں
اس کے سرد چہرے پہ خوشگوار آنکھیں تھیں

سارہ خان...... بہاولپور

چوڑی، مہندی اور مسکان
سب عید پہ تیرے منتظر ہیں

نادیہ خان بلوچ...... کوٹ ادو

یہ چوڑیاں یہ مہندی یہ بناؤ سنگھار منتظر ہیں تیرے
تم جو آؤ پیا تو ہم بھی عید کریں

صابر خان...... لاہور

اکیلے ہم ہی نہیں شامل اس جرم محبت میں
نظریں جب بھی ملتی تھیں مسکرایا تم بھی کرتے تھے

سیدہ عروج فاطمہ...... ملتان

ایک لمحے کو میں نے تجھے دیکھا تھا
عمر بھر میری نظر میں بچا عید کا چاند

biazdill@aanchal.com.pk

ڈش مقابلہ

طلعت آغاز

ملھنی ہانڈی

اجزاء:

گوشت	ایک کلو
پیاز	دو عدد
ٹماٹر	دو عدد
تیل	ایک کپ
کریم	آدھا پیکٹ
لہسن ادرک پیسٹ	ایک چمچ
نمک	حسب ضرورت
سرخ مرچ	ایک چمچ
ہلدی	حسب ضرورت
دھنیا پسا ہوا	ایک چمچ
کالی مرچ	ایک چمچ
میدہ	ایک چمچ
پسا کھوپرا	ایک چمچ
زیرہ	ایک چمچ
چائنیز نمک	ایک چمچ

ترکیب:

تیل میں پیاز ہلکی فرائی کر کے گوشت اور ادرک لہسن پیسٹ ڈال کے ۵ منٹ پکائیں۔ اب ٹماٹر دھنیا زیرہ سرخ مرچ نمک ڈال کے گلنے تک پکائیں جب تیل اوپر آجائے تو میدہ کھوپرا اور چائنیز نمک ڈال کے ۲ منٹ پکائیں۔ آخر میں کریم ڈال کے ڈش اوٹ کرلیں۔

منال شاہ

بیف کے اچاری تکہ

اجزاء:

بیف چھوٹے ٹکڑے	آدھا کلو
لیموں	چار عدد
ہلدی	ایک چائے کا چمچ
بھنا اور پسا ہوا سفید زیرہ	ایک چائے کا چمچ
کٹی لال مرچ	ایک کھانے کا چمچ
شان تکہ مصالحہ	دو کھانے کے چمچے
سفید سرکہ	دو کھانے کے چمچ
نمک	حسب ذائقہ
پپیتا پکا ہوا	ایک کھانے کا چمچ
تیل	تھوڑا سا
لہسن چار جوئے	پسے ہوئے

ترکیب:

پین میں تیل گرم کریں اس میں لہسن کو ہلکا سا فرائی کریں اس میں سارے مصالحے شامل کریں اور تھوڑا سا بھون لیں۔ اب گوشت میں بھونا ہوا مصالحہ، پپیتا لیموں کا رس شامل کردیں اور ایک گھنٹے کے لیے رکھ دیں۔ سلاخوں میں پیرو کر کوئلوں پر پکالیں چٹنی کے ساتھ نوش فرمائیں۔

شمائلہ زاہد..... کراچی

مٹن لیگ

اجزاء:

پپیتا پیسٹ	۴ کھانے کے چمچ
لیمن جوس	۲ کھانے کے چمچ
جنجر گارلک پیسٹ	۲ کھانے کے چمچ
ہری مرچ (کٹی ہوئی)	۴ عدد
پسی لال مرچ	ایک کھانے کا چمچ
گرم مصالحہ پاؤڈر	ایک چائے کا چمچ
جائفل جاوتری پاؤڈر	چوتھائی چائے کا چمچ
الائچی پاؤڈر	چوتھائی چائے کا چمچ
دہی	ایک کپ
نمک	حسب ذائقہ
آئل	۴ کھانے کے چمچ
زردے کا رنگ	ایک چٹکی

ترکیب:

لیگ کو اچھے سے صاف کر کے ہمر (ہتھوڑی) سے ہلکا سا بیٹ کر لیں۔ پھر کچا پپیتا لگا کر دو گھنٹے کے لیے چھوڑ دیں۔ ایک باؤل میں دہی ڈالیں اور تمام اجزا ڈال کر اچھی طرح مکس کر لیں۔ سارے مسالے ران پر لگا کر پانچ سے چھ گھنٹے کے لیے فریج میں رکھ دیں۔ اب ران کو فائل میں رکھ کر اچھے سے لپیٹ دیں۔ پھر اوون میں 180 ڈگری پر 40 سے 50 منٹ بیک کریں۔ گرم گرم سرو کریں۔

اسماء سحر

لاہوری پائے

اجزاء:

بکرے کے پائے	8 عدد
مغز	ایک عدد
پیاز	3 عدد
لہسن پیسٹ	ایک کھانے کا چمچ
پسی لال مرچ	دو چائے کے چمچ
پسا گرم مصالحہ	ایک چائے کا چمچ
دہی	ایک کپ
ہری مرچ	دو عدد
نمک	حسب ذائقہ
تیل	ڈیڑھ کپ
ہرا دھنیا	آدھی گٹھی

ترکیب:

مغز کو نمک اور ہلدی ملے پانی میں اُبال لیں، اچھی طرح صاف کر کے ٹکڑے کر لیں۔ پائے اچھی طرح دھو کر، نمک ڈال کر گلا لیں یہاں تک کہ گودا نکل آئے اب تیل گرم کر کے پیاز براؤن کر لیں پھر چورا کر کے لہسن میں ملا لیں۔ اب اس تیل میں پسی لال مرچ، گرم مصالحہ، دہی اور چورا کی ہوئی پیاز ڈال دیں جب مصالحہ یکجا ہو کر تیل چھوڑنے لگے تو پائے (شوربے سمیت) شامل کر دیں۔ آدھا گھنٹہ ہلکی آنچ پر پکانے کے بعد مغز بھی ڈال دیں۔ حسب منشا شوربا ہو جائے تو چولہا بند کر دیں۔ کتری ہوئی

ادرک، مرچ اور دھنیا سے سجا کر پیش کریں۔

نادیہ احمد...... دبئی

خستہ کوفتے

اجزاء:

قیمہ (باریک مشین سے نکلا ہوا)	آدھا کلو
پیاز	دو عدد
سبز مرچیں	چار عدد
لہسن ادرک کا پیسٹ	ایک چمچ
پودینہ، دھنیا	آدھی آدھی گٹھی
زیرہ باریک پسا ہوا	ڈیڑھ چمچ
نمک، آئل	حسب ذائقہ
سرخ مرچ	ایک چمچ
ہلدی	ڈیڑھ چمچ
کریم	ایک چمچ

ترکیب:

سب چیزوں کو مشین میں ڈال کر یکجا کر لیں اور ہاتھ سے دبا کر گولیاں سی بنا لیں۔

گریوی بنانے کی لیے

ایک عدد پیاز کو آئل میں ڈال کر براؤن کر لیں پھر تھوڑا سا پانی ڈال کر گہرا شوربا بنا لیں۔ ٹماٹر ڈال کر ہلکا سا پکائیں پھر نمک، مرچ اور ہلدی شامل کر کے چمچ چلائیں۔

قیمہ کے بنے کوفتے لیں ایک دیگچی میں پانی ڈال کر اوپر چھلنی رکھ دیں جب پانی ابلنے لگے تو کوفتے رکھ دیں۔ پانی کے بھاپ سے کوفتے پک جائیں گے پھر ان کو بنی ہوئی گریوی میں ڈال کر پکائیں پھر تھوڑا سا پانی ڈال کر ڈھک دیں۔ تھوڑی دیر پکنے کے بعد اتار لیں اور چپاتی کے ساتھ سرو کریں۔

طلعت نظامی...... کراچی

شاہی ٹکڑے

اجزاء:

ڈبل روٹی کے توس	چار عدد (کاٹ کر آٹھ ٹکڑے کر لیں)

چینی	ایک کپ
خشک دودھ	ایک کپ
زردہ کا رنگ	ایک چٹکی
بادام	10 عدد
دودھ	ایک لیٹر
سبز الائچی (پسی ہوئی)	8 عدد
گھی	ایک کپ
کیوڑا	کھانے کے دو چمچ
چاندی کے ورق	حسب ضرورت

ترکیب:۔

نان اسٹک پین میں گھی گرم کریں اور ڈبل روٹی کے توس تل کر سرخ کرلیں۔ جب سارے توس سرخ کرلیں تو نکال کر رکھ لیں۔ اب اس پین میں سارا گھی نکالیں اور دودھ ڈال دیں۔ جب ایک ابال آجائے تو چینی اور الائچی ڈال کر پکنے دیں۔ پانچ سے سات منٹ بعد اس میں سرخ کیے ہوئے توس ڈال کر ہلکی آنچ پر پکنے دیں۔ جب دودھ خوب گاڑھا ہوجائے تو زردہ رنگ کو کیوڑا میں ملا کر ڈال دیں۔ اب اس کو کسی کھلی اور گہری ڈش میں ڈال کر ٹھنڈا کریں۔ اس پر بادام چھڑک دیں اور چاندی کے ورق لگادیں۔

ہالہ و عائشہ سلیم.....اورنگی کراچی

سیخ کے بالائی دار کباب

اشیاء:۔

روکھا قیمہ	آدھا کلو
پسا ہوا گرم مسالہ	آدھا چمچہ
ادرک	چھوٹی گانٹھ
پیاز	2 ڈلیاں
ہری مرچیں	8 عدد
دھنیا پودینہ	حسب ضرورت
لال مرچ	حسب ضرورت
پپیتا	تھوڑا سا (کچا)
دودھ کی بالائی	آدھی پیالی
نمک	حسب پسند
گھی	حسب ضرورت

ترکیب:۔ سب سے پہلے قیمے کو سل پر باریک پیس لیں (ان کبابوں کیلئے قیمے کا باریک ہونا ضروری ہے ورنہ یہ ٹوٹ جائیں گے) پھر اس میں سارے مسالے ملا دیں۔ ملائی اور 2 کھانے کے چمچ گھی بھی شامل کردیں۔ سب اجزاء کو چمچے سے خوب اچھی طرح ملا دیں۔ کافی دیر اسی حالت میں رہنے دیں۔ پھر اسے سیخوں پر چڑھائیں دہکتے ہوئے کوئلوں کی آگ پر پکائیں درمیان میں گھی بھی ٹپکاتے جائیں ٹماٹر کی چٹنی کے ساتھ پیش کریں۔

نزہت جبین ضیاء.....کراچی

فرائیڈ گولا کباب

اشیاء:۔

قیمہ مشین کا	ایک کلو
پسی سرخ مرچ	1 ٹیبل اسپون
پسا گرم مسالہ	1/2 ٹی اسپون
پسا لہسن ادرک	2 ٹی اسپون
نمک	1 ٹی اسپون
میدہ	1 ٹیبل اسپون
کچا پپیتہ پاؤڈر	ہاف ٹی اسپون
کباب چینی پسی ہوئی	ہاف ٹی اسپون
پیپری (پسی ہوئی)	ہاف ٹی اسپون
گھی	حسب ضرورت
کوئلہ	ایک عدد
پیاز	2 عدد
سفید زیرہ (بھنا ہوا)	1 ٹی اسپون

ترکیب:۔

مشین کے قیمے میں تمام اجزاء ڈال کر چوپر یا سل پر پیس لیں اور آدھے گھنٹے کے لئے فریج میں رکھ دیں۔ اب ان کے گول گول فتے نما کباب بنالیں۔ ایک کڑھائی میں گھی گرم کرکے باری باری تل لیں۔ جب چاروں طرف سے

سرخ ہوجائیں تو باہر نکال لیں۔ جب تمام کباب فرائی ہوجائیں تو دیچی میں رکھ کر کوئلے دہکا کر اس کا دھواں دیں۔ (نوٹ) گول کوفتے بنا بنا کر سیخ سلائی سے بیچ میں سوراخ کردیں۔ سلاد اور رائتے کے ساتھ گرما گرم سرو کریں۔ سب کو یقیناً بہت پسند آئیں گے۔

ندا حسنین...... کراچی

تندوری تکے

اجزاء:

گوشت کے پارچے	آدھا کلو
پیاز	آدھا پاؤ
دہی	آدھا پاؤ
گھی	تین کھانے کے چمچ
کچا پپیتا	ایک کھانے کا چمچ
سفید زیرہ، خشخاش	دو کھانے کے چمچ
بھنے ہوئے چنے	دو کھانے کے چمچ
لہسن	ایک پوتھی
ادرک	ایک کھانے کا چمچ

ترکیب:

پیاز کے باریک لچھے کاٹ لیں پھر انہیں تھوڑے سے گھی میں تل کر نکال لیں۔ اب زیرہ خشخاش اور چنے بھی اسی طرح گھی میں تل کر نکال لیں۔ اب انہیں پیاز کے ساتھ باریک پیس لیں پھر اس میں پہلے پپیتا ملائیں تاکہ یہ خوب یکجان ہوجائے۔ اب پسی ہوئی ادرک، لہسن، نمک اور پھینٹا ہوا دہی اس میں شامل کرلیں اور یہ تمام مصالحہ گوشت پر اچھی طرح ملیں پھر انہیں کم از کم تین سے چار گھنٹے کے لیے چھوڑ دیں۔ اس کے بعد کسی طشتری میں پھیلا کر تندور میں دم پر اس طرح لگائیں کہ طشتری پر کوئی ڈھکن ڈھانپا جاسکے۔ کچھ دیر بعد اس کو اٹھا کر دیکھیں۔ تکے سرخ دکھائی دیں تو نکال لیں۔ مزیدار تکے تیار ہیں۔

صبا عیشل...... فیصل آباد

پشاوری پلاؤ

اجزاء:

بکری کا گوشت	ایک کلو
کڑھی پتا	چند عدد
چاول	ایک کلو (بھگودیں)
ٹماٹر	تین عدد (لمبائی میں کاٹ لیں)
آلو	دو عدد (چپس کی طرح کاٹ لیں)
ہری مرچ	چار عدد (لمبائی میں کاٹ لیں)
لال مرچ پسی ہوئی	ایک کھانے کا چمچہ
بادام	دس عدد
نمک	حسب ذائقہ
کشمش	آدھی پیالی
ہلدی	آدھا چائے کا چمچہ
دار چینی	ایک ٹکڑا
بڑی الائچی	دو عدد
سفید زیرہ (پسا ہوا)	ایک چائے کا چمچہ
کالی مرچ (کٹی ہوئی)	ایک چائے کا چمچہ
پیاز	دو گٹھی (باریک کٹی ہوئی)
کابلی چنے	ایک پیالی (چھ سے سات گھنٹے کے لیے بھگودیں)
ادرک، لہسن پسا ہوا	ایک کھانے کا چمچہ
گھی	ایک پیالی

ترکیب:

ایک دیچی میں گھی ڈال کر گرم کریں۔ پھر پیاز کو اس میں ڈال کر گولڈن براؤن کرلیں۔ جب پیاز گولڈن براؤن ہوجائے تو آدھی نکال کر اخبار پر پھیلا دیں، آدھی میں گوشت ادرک لہسن نمک ڈال کر پانی سوکھنے دیں۔ جب پانی خشک ہوجائے تو ہلکا بھون کر مرچ، ہلدی، دار چینی ڈال کر تین پیالی پانی ڈال کر ہلکی آنچ پر پکنے دیں۔ جب گوشت گل جائے تو اس میں آلو تل کر ڈال دیں، ساتھ میں چاول ڈال کر اچھی طرح مکس کرلیں۔ نمک بادام کشمش

بھی ڈال دیں اور دوبارہ اتنا پانی ڈالیں کہ چاول گل بھی جائیں اور بکھرے بکھرے بھی رہیں۔ جب پانی خشک ہو جائے تو توے کے اوپر دم دے دیں۔ اوپر سے ٹماٹر اور ہری مرچ ڈال دیں۔ جب بھاپ آجائے تو تلی ہوئی پیاز ڈال کر پیش کریں۔ منفرد پوٹھوہاری پلاؤ مہمانوں کو کھلا کر داد وصول کریں۔

سمیہ عثمان......ملتان

قیمہ بھرے ٹماٹر

اشیاء:۔

ٹماٹر سرخ	12عدد
انڈا	ایک عدد (پھینٹ لیں)
ڈبل روٹی کا چورا	تھوڑا سا
قیمہ	آدھا کلو (باریک)
تیل	حسب ضرورت
لہسن	12 جوئے
گرم مسالا	ایک چائے کا چمچ
ادرک	چھوٹا ٹکڑا
نمک اور مرچ	حسب پسند

ترکیب:۔

ٹماٹروں کا اوپر کا حصہ کاٹ کر اندر سے گودا اور بیج نکال دیں، مگر گودا زیادہ مقدار میں نہ نکالیں۔ لہسن ادرک کو پیس لیں۔ پتیلی میں تیل ڈال کر چولہے پر چڑھائیں اس میں پیاز لال کر کے نکال لیں، پھر اس میں قیمہ بھونیں چند منٹ بعد لال مرچ، گرم مسالا، نمک، ادرک، لہسن بھی ڈال دیں۔ مگر اب قیمہ کو مزید نہ بھونیں بلکہ اسے دم پر رکھیں۔ دس منٹ بعد پتیلی چولہے سے اتار کر اس پر ہری مرچیں کاٹ کر اور تلی ہوئی پیاز ملا کر مرکب کو ٹماٹروں کے اندر بھر کر لپیٹ دیں۔ باقی تیل کڑاہی میں ڈال کر کڑکڑائیں اور ٹماٹروں پر انڈے کی سفیدی اور زردی میں ملا ہوا ڈبل روٹی کا چورا لگا کر ہلکے سے تل لیں۔ جب یہ حصہ سرخ ہو جائے تو پلٹ دیں۔ لیجیے گرما گرم ڈش تیار ہے۔ ٹرائی ضرور کیجیے گا اور پھر مجھے داد دیجیے گا۔

حنا اشرف......کوٹ ادو

کلیجی قورمہ

اجزا:۔

کلیجی	آدھا کلو
پیاز	دو عدد
لہسن ادرک پیسٹ	ایک کھانے کا چمچہ
تیل	آدھا کپ
نمک	حسب ذائقہ
دہی	حسب ذائقہ
چھوٹی الائچی	تین عدد
لال مرچ پاؤڈر	ایک چائے کا چمچہ
دھنیا پاؤڈر	ایک چائے کا چمچہ
ہلدی پاؤڈر	آدھا چائے کا چمچہ
قصوری میتھی	ایک چائے کا چمچہ
گرم مسالا	آدھا چائے کا چمچہ
ہرا دھنیا، ہری مرچیں	حسب ضرورت

ترکیب:۔

سوس پین میں تیل گرم کر کے اس میں پیاز ڈال کر فرائی کریں۔ اس کے بعد اس میں کلیجی، لہسن ادرک پیسٹ ڈال کر دو سے تین منٹ تک بھونیں، اب اس میں نمک، لال مرچ، ہلدی، دھنیا پاؤڈر، قصوری میتھی اور دہی پھینٹ کر ڈالیں اور مکس کر کے ہلکی آنچ پر پکائیں، اگر ضرورت ہو تو پانی ڈالیں، کلیجی گل جائے تو بھون کر آدھا کپ پانی ڈالیں ابال آنے پر کٹا ہوا گرم مسالا ڈالیں اور مزیدار کلیجی قورمہ تیار ہے۔ سرونگ ڈش میں نکال کر ہرا دھنیا، ہری مرچوں سے گارنش کر کے نان اور سلاد کے ساتھ سرو کریں اور طلعت آپا کے لیے بہت سی دعاؤں کے ساتھ......

اریبہ منہاج......کراچی

بیوٹی گائیڈ

روبین احمد

ہونٹوں کی خوب صورتی

ہونٹ چہرے کا خوب صورت حصہ ہیں اور چہرے کی مکمل خوب صورتی کے لیے ہونٹوں کی خوب صورتی کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔ میک اپ کرتے وقت تو ہونٹوں کو لپ اسٹک کے استعمال سے خوب صورت بنایا جاسکتا ہے لیکن ان کی حفاظت ویسے بھی بہت ضروری ہے تاکہ بغیر لپ اسٹک کے بھی ہونٹ اچھے لگیں۔ اس مقصد کے لیے ہونٹوں پر بالائی استعمال کریں رات کو سونے سے قبل ہونٹوں پر بالائی لگائیں اس سے ہونٹ نرم وملائم ہوجائیں گے۔ ہونٹوں کا رنگ اگر سیاہ ہوجائے تو انہیں گلابی بنایا جاسکتا ہے۔ اس مقصد کے لیے ایک چمچ دودھ لے کر اس میں چٹکی بھر زعفران ملائیں اور پیس کر پیسٹ بنالیں اسے رات کو ہونٹوں پر لگادیں اور صبح دودھ میں بھگو کر اس سے ہونٹ صاف کرلیں دو ہفتے لگاتار ایسا کرنے سے ہونٹوں کا رنگ گلابی ہوجائے گا بعض اوقات بیماری کے باعث ہونٹوں کی رنگت پھیکی پڑجاتی ہے۔ ہونٹوں کی رنگت کو نکھارنے کے لیے لیموں کا رس اور مکھن برابر مقدار میں لیں اور انہیں ہونٹوں پر لگادیں۔ دن میں کم از کم دوبار ایسا کرنے سے ہونٹوں کی رنگت نکھر جائے گی' کچے ٹماٹر کا ٹکڑا لیں اور اسے ہونٹوں پر ملتی رہیں تقریباً دس منٹ تک ایسا کریں اور پھر ہونٹ دھولیں۔ چقندر کا ٹکڑا کاٹ کر ہونٹوں پر لگانے سے بھی ہونٹوں کی رنگت نکھاری جاسکتی ہے۔ اس کے علاوہ خوراک میں پھلوں کا استعمال بڑھا کر بھی ہونٹوں کی خوب صورتی میں اضافہ کیا جاسکتا ہے۔

خوب صورت گردن

گردن ہماری شخصیت کی عکاس اور اس کی حفاظت شخصیت کی تعمیر میں اہم کردار کرتی ہے۔ اس حوالے سے جس امر کا خاص خیال رکھنا ضروری ہے وہ یہ کہ چہرے کی حفاظت کے لیے کسی بھی طریقے کو آزماتے ہوئے گردن کو نظر انداز نہیں کریں۔ اس حوالے سے ان خواتین کو خاص خیال رکھنا چاہیے جو اپنے حسن کی حفاظت کے لیے گھر پر ہی ٹوٹکے آزماتی ہیں انہیں چاہیے کہ جو بھی ماسک بنائیں اس کی مقدار اتنی ضرور ہو کہ وہ گردن پر بھی لگاسکیں۔ اپنی گردن کی صفائی کا خصوصی خیال کریں اور ہفتے میں کسی بھی اچھے کلینزنگ لوشن کی مدد سے اس کی صفائی کریں بصورت دیگر گردن اور چہرے کے رنگ میں نمایاں فرق پیدا ہوجاتا ہے جو پرکشش شخصیت کی حامل خواتین کو بھی مضحکہ خیز بنادیتا ہے۔ گردن کی خوب صورتی میں اضافے کے لیے اس کی ورزش نمایاں کردار کی حامل ہے اس مقصد کے لیے کوئی بھی ہلکے وزن کی کتاب کو سر پر رکھیں اور سیدھا چلنے کی کوشش کریں خیال رہے کہ کتاب سر سے گرنے نہ پائے نیز اس دوران گردن کو بھی سیدھا رکھیں۔ اس ورزش سے گردن سڈول اور خوب صورت ہوجاتی ہے بعض خواتین کو بہت موٹے تکیے کی عادت ہوتی ہے انہیں چاہیے کہ وہ اس عادت سے پیچھا چھڑانے کی کوشش کریں بصورت دیگر گردن میں خم پیدا ہونے کا خطرہ ہوتا ہے نیز جو بھی تکیہ استعمال کریں اسے گردن کے نیچے بھی لگائیں تاکہ گردن کی جملہ تکالیف سے بچا جاسکے۔

آنکھوں کے نیچے سوجن

یہ مسئلہ عموماً موروثی ہوتا ہے' اس میں آنکھوں کے نیچے کی جلد پھول کر تھیلیاں سی بن جاتی ہیں ان کی موجودگی میں چہرہ کسی عمر رسیدہ فرد کا محسوس ہوتا ہے عام طور پر تیس سال کی عمر کے بعد آنکھوں کے نیچے کی جلد کی یہ کیفیت نمایاں ہوجاتی ہے تاہم کچھ وجوہات میں تیس سال سے قبل بھی آنکھوں کے نیچے کی جلد ایسے خراب ہوسکتی ہے بعض اوقات یہ تھیلیاں دوسری وجوہات کی بنا پر بھی پیدا ہوتی ہیں جن میں گردوں کی بیماریاں' پیشاب کی نالی میں انفیکشن اور جگر کے مسائل شامل ہیں۔ جلد میں پانی جذب کرنے کا رجحان زیادہ ہوتا ہے چونکہ آنکھ کے نیچے کی جلد زیادہ نازک ہوتی ہے اور اس میں نرمی زیادہ پائی جاتی ہے اس لیے اس میں رطوبت جمع ہوجائیں تو چھوٹی چھوٹی تھیلیاں سی بن جاتی ہیں'

اس مقصد کے لیے نہ صرف اندرونی علاج ضروری ہوتا ہے بلکہ آنکھوں کی جلد کی حفاظت بھی اہم ہوتی ہے۔ گردوں کے نظام کی اصلاح کے لیے پانی زیادہ استعمال کریں' چائے کافی اور دیگر مشروبات کم کردیں اور خاص طور پر چکنائی اور گرم غذا سے پرہیز کریں اس کے علاوہ ایک گلاس نیم گرم پانی میں لیموں کا رس ڈال کر پیا کریں۔

دھبے دار جلد سے بچائو

چہرے کی جلد بہت حساس اور نازک ہوتی ہے اس لیے اس پر خصوصی توجہ دینی چاہیے۔ کھانے پینے میں تھوڑی سی بے احتیاطی جلد پر دانوں اور داغ دھبوں کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے اس کے علاوہ موسمی تغیرات بھی جلد پر بُرا اثر چھوڑتے ہیں۔ ان داغوں کی عمومی وجہ مناسب مقدار میں پسینہ نہ آنا اور میک اپ کا غلط استعمال اور بے تحاشا بلیچنگ ہے۔ اس کے علاوہ نامناسب غذا' قبض آنتوں کی تکلیف اور بعض دواؤں کے اثرات کے نتیجے میں بھی جلد داغ دار ہوجاتی ہے۔ اعصابی تناؤ اور تھکن بھی جلد کو متاثر کرتی ہے اس لیے سب سے پہلے ضروری ہے کہ آپ اپنی تکلیف کی نوعیت کا پتا لگائیں اس کے علاوہ غذا پر دھیان دینا بھی نہایت ضروری ہے بعض لوگوں کے چہرے پر تیزابی دھبے نمودار ہوجاتے ہیں یہ سفید دھبوں کی مانند رخساروں اور ناک پر پڑتے ہیں ان دھبوں کی وجہ نامناسب غذا' اعصابی تناؤ اور جسم میں تیزابیت ہوتی ہے جو خواتین وزن کم کرتی ہیں وہ بھی اس تکلیف میں مبتلا ہوجاتی ہیں عموماً چکنی جلد مختلف مسائل سے دوچار رہتی ہے چکنی جلد سے نکلنے والے روغن میں تیزابی اجزاء شامل ہوجاتے ہیں جس کی وجہ سے چہرے پر سیاہ دھبے ابھرنے لگتے ہیں۔

آنکھوں کی چند ورزشیں

آنکھوں کی صحت اور تندرستی کے لیے ذیل میں دی گئی ورزشوں سے فوائد حاصل کریں اور اپنی آنکھوں کو خوب صورت بنائیں' آنکھیں بہت بڑی نعمت ہیں اور بہت سی خواتین اپنی آنکھوں کی دیکھ بھال ٹھیک طریقے سے نہیں کرتیں جس سے آنکھیں بے رونق اور خراب ہوجاتی ہیں اس لیے آنکھوں پر توجہ دینی ضروری ہے اپنی ہتھیلی پیالے کی شکل بنائیں اور آنکھیں بند کرکے ہتھیلی (اسی شکل میں) آنکھوں پر رکھ لیں۔ اس کے بعد آنکھیں کھول دیں اور ہتھیلی کے اندر چھائے ہوئے اندھیرے کو دیکھیں اس عمل سے آپ کی آنکھوں کو سکون ملے گا۔ مطالعہ کرتے یا لکھتے وقت تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد چند سیکنڈ کے لیے اپنی آنکھیں بند کرکے سکون حاصل کریں۔ بار بار پلکیں جھپکنا بھی ورزش ہے آنکھوں کی صحت وتندرستی اور اعصابی دباؤ سے بچنے کے لیے یہ ورزشیں انتہائی اہم ہیں۔

نرم وملائم ہاتھ خواتین کی خوب صورتی کے لیے اہم

اکثر سردیوں میں ہاتھوں کی جلد پھٹ جانے کی وجہ سے ہاتھ برے لگتے ہیں' ہاتھوں کی خوب صورتی برقرار رکھنے کے لیے ان کا نرم وملائم ہونا بہت ضروری ہے۔ ہاتھوں کے پھٹ جانے والی موسمی بیماری سے بچنے کے لیے ان تجاویز پر عمل کیا جاسکتا ہے۔

انڈے کے چھلکے اور پھٹکری کو پیس کر لگائیں اس سے ہاتھ نرم ہوجائیں گے۔ رات کو سوتے وقت بالائی سے ہاتھوں کی مالش کریں' انڈے کی سفیدی کسی کپ میں اچھی طرح پھینٹ لیں اب اس سے ہاتھوں پر اچھی طرح مساج کریں اور آدھے گھنٹے بعد دھولیں۔ لیموں کا رس اور گلیسرین برابر مقدار میں لے کر مکس کریں اب اسے ہاتھوں پر لگالیں اور سوجائیں۔ صبح ہاتھوں کو اچھی طرح دھولیں' اس سے ہاتھ نرم ونازک ہوجائیں گے۔ ٹماٹر کاٹ کر ہاتھوں پر اچھی طرح ملیں' اس سے ہاتھوں کا رنگ بھی صاف ہوجائے گا۔ زیتون کا خالص تیل لیں اور اس سے ہاتھوں کا اچھی طرح مساج کریں اس سے ہاتھ نرم اور خوب صورت ہوجائیں گے۔

ارم صابر..... تلہ گنگ

غزل

ملن کا تہوار ہو اور عید کا دن ہو
مسرتوں کی بہار ہو اور عید کا دن ہو
سجیں نقش و نگار سے دست میرے
حنا کی مہکار ہو اور عید کا دن ہو
کاجل کی لکیر سے مسکرا اٹھیں آنکھیں
تیرے لیے سنگھار ہو اور عید کا دن ہو
مچائیں شور کلائی میں آ کر میری
چوڑیوں کی کھنکار ہو اور عید کا دن ہو
ڈھل جائیں کدورتیں مل جائیں سب گلے
محبتوں کی پھوار ہو اور عید کا دن ہو

مونا شاہ قریشی...... کبیر والہ

شکوہ

یاد ہے تم کو
پچھلے برس کی چاندرات
چھتوں پہ
خوشی سے کھلکھلاتا شور
چاند کا مسکراتا چہرا
یاد ہے تم کو
جو کئے تھے وعدے تم نے
گواہ مان کہ چاند کو
اس چاندرات میں
کہ ہم کبھی جدا نہیں ہوں گے
ہمیشہ ساتھ رہیں گے
کبھی لڑیں گے بھی نہیں
ہمیشہ ہنستے مسکراتے رہیں گے
یاد ہے ناں تم کو
یہ بھی کہا تھا تم نے
اس عید پہ
اور آنے والی ہر عید پہ
میں سنگ تمہارے رہوں گا
مگر دیکھو......!
تم بھول گئے ناں؟
اپنے سب وعدے
چھوڑ گئے نہ مجھ کو تنہا

کنول خان...... ہری پور ہزارہ

ماں

جدا مجھ سے نا ہونا ماں
میری عیدیں تمہی سے ہیں
میں جب بھی یاد کرتی ہوں
جدائی کے وہ سب لمحے
امیدیں مر چکی تھیں جب
دن اگلا عید کا تھا ناں
مگر مجھ سے کوئی پوچھے
اذیت کے وہ سب لمحے
میں تب سوچتی تھی یہ
مجھے پھر کون عید کے دن
مہندی ہاتھوں پہ لگائے گا
میں آدھی مر چکی تھی ماں
تم ہی تو ہو زندگی میری
بند آنکھوں سے کہا تم نے
تمہیں میں یاد آؤں گی
تمہیں یاد ہے ناں ماں
دن اگلا عید کا ہی تھا
دعا ہوئی قبول کسی کی
ملی زندگی تمہیں پھر سے
اب جب بھی عید آتی ہے
میں رب سے فریاد کرتی ہوں
سایہ ماں کا مجھ پر
رکھنا ہمیشہ میرے اللہ آمین

سیدہ عروج فاطمہ...... ملتان

غزل

دل میں میرے جھانکو ذرا

دل میں موجود ہو تم سائیں

میری ہر چوڑی، کنگن میں

کھنکتا وجود ہو تم سائیں

میری پائل میرا کاجل

سب کا حسن ہو تم سائیں

میرے گیت کے ہر لفظ کا

سر اور ساز ہو تم سائیں

ہاتھوں کی مہندی کا

گہرا نقش ہو تم سائیں

میری دعا میں شامل ہو

میری عبادت ہو تم سائیں

سونی اداس راتوں میں

عید کا چاند ہو تم سائیں

ماورا بشارت چیمہ

عید قرباں

ہر سو چمکتی آنکھیں

خوشیوں کی برساتیں

اس کے پاس دو تکیں

تھی مگر خموش ساعتیں

غم لیے آنکھوں میں تکتا

ہر اک کی خوشیاں دیکھتا

نظر اوپر شکوہ لیے اٹھاتا

لب مگر اپنے خاموش رکھتا

ساری خلقت مگن خوشی

لب بستہ سے نکلی سسکی

حق نہیں غریب کا یہاں؟

منائے خوشی، کرے قربانی

لپٹ سوچ اس کی آہ وزاری

خموشی سی دل میں چھپی

سر اٹھا گئی اک حسرت سی

سب خوش، اک گونجی سسکی

نرمین غریب کو عید کیسی ملی

سسکی نکلی، خواہش مری

خدا تو نوازتا ہے ذات انسانی

انسان نہیں دیتا تحفہ قربانی

نرمین نعیم سرهیو...... حیدر آباد

نظم

عید آئی ہے

نام نہ لو

چپ رہو

فکر ہوئی تو

ستم ہوگا

آنسو بہا تو

ظلم ہوگا

حسرتیں جو

بے نام رہی

کسی معصوم کی تو

خواہشوں کا

قتل ہوگا......!

سو گر جواب عید آئی ہے

خاموشی سے اسے گذرنے دو......!

کوثر ناز...... حیدر آباد

غزل

دل سے مٹا دو سب ملال کہ عید آئی ہے

بس محبت کا رکھو خیال کہ عید آئی ہے

تیری دید سے سیراب ہوگئیں آنکھیں

چہرے پر چھا گیا گلال کہ عید آئی ہے

خوشی کا موقع ہے بھرپور سجاؤں گی

مجھے دکھنا ہے بے مثال کہ عید آئی ہے

اپنوں کے سنگ گزرے وہی تو عید ہے

آجاؤ جدا میں گزرے کئی سال کہ عید آئی ہے

یہ اشک نینوں میں لئے تو کاہے پھرتی ہے فرح

بھلا دے سارے اب ملال کہ عید آئی ہے

فرح بھٹو...... حیدر آباد

عید

دیکھونا......!

عید آئی ہے مجھے کوئی تحفہ لادو

مہنگا نہ سہی، سستا لادو

تجھ ایسا ہو کہ سدا یاد رکھوں
چلو ایسا کرو مجھے چوڑیاں لادو
چوڑیاں ہوں ایسی کہ ہر ایک چوڑی سے جھلکے تیرے پیار
کی حدت
چلو ایسا کرو مجھے محبتوں کے بھی رنگ لادو
رنگ ایسے کہ جن سے مہک اٹھے میری کلائی
چلو ایسا کرو تم مجھے اپنی خوشبو میں پروئے گجرے لادو
گجرے ایسے ہوں کہ کبھی مرجھائیں ہی نہ
چلو ایسا کرو میرے پیروں کی پائل لادو
پائل ایسی کہ انکی چھن چھن پر مور بھی رشک کھائیں
چلو ایسا کرو مجھے اپنے نام کی مہندی لادو
مہندی ایسی کہ رچ جائے میرے ہاتھوں میں لہو کی طرح
چلو چھوڑو یہ چوڑیاں، یہ گجرے، یہ پائل، یہ مہندی یہ سب
تو بیکار ہے جاناں
بس ایسا کرو مجھے اپنا وجود لادو

نادیہ خان بلوچ..... شہر کوٹ ادو

ہم نوا

اے میرے ہمنوا.....!
میری تجھ سے ہے التجا
میرے خواب میں نہ آیا کرو
میری الجھنوں کو نہ بڑھا
میں غم صحرا میں بھٹکی ہوئی
میری زمیں کو نہ دیکھا ہر تو آئینہ
میں تپش زمانہ میں جلی ہوئی
اے میرے ہم نفس
میرے شب و روز مجھے لوٹا دے
میری عید کو سنوار دے
تجھ سے نہیں کچھ بھی گلہ
میرے اشک نہیں آنکھ میں ٹھہرتے
ان کو گہری نیند تو سلا
اے میرے ہم نفس.....!
اے میرے ہمنوا.....!

رخسار رشید کشمیری

عید

مت پوچھو ہم سے
دیار غیر میں، ہم کیسے عید مناتے ہیں
کیسے گلے لگاتے ہیں
کس کے سنگ مسکراتے ہیں
کیسے درد چھپاتے ہیں
جب اپنے یاد آتے ہیں
پوچھتا ہے کوئی جب رونے کا سبب
تو کیا وجہ بتاتے ہیں
مت پوچھ مجھ سے
میرے ہمدم
کہ عید کا دن، ہم کیسے بِتاتے ہیں
یہ درد کا وہ قصہ ہے
جو ہم کسی کو نہیں سناتے ہیں
گزرتی ہے جو دل پر کسی کو نہیں بتاتے ہیں

افشاں شاہد..... کراچی

تم نے وعدہ کیا تھا

سنو لکش
کسی کو مجبور نہیں کرتے
اگر چاہت ہو دل میں
تو ہر دن عید کا ہے
جب بھی ملیں ہم
مگر میری مجبوری سمجھو
ابھی جانے دو
ابھی بہت دن ہیں عید میں
میں وعدہ کرتا ہوں
اس عید پر ضرور ملوں گا
اے وعدہ کرنے والے
تیرے انتظار میں
کتنی عیدیں گزار کر
مٹی اوڑھ لی ہے میں نے
عیدیں مناؤ تم، جس کے ساتھ
مگر ایک بار آجاؤ
اپنا وعدہ ایفا کرنے
مجھ پر فاتحہ پڑھنے

دلکش مریم.....چنیوٹ

غزل

بن بادل برسات جو ہو گی
پھر سے چاندنی رات جو ہو گی
مہکا مہکا دامن میرا
خوشبو کی سوغات جو ہوگی
موسم کا ہی ذکر کروں گی
تم سے تھوڑی بات جو ہو گی
تم بن ہر منظر ہے ادھورا
اب کہاں برسات یہ ہو گی
میری بھی قسمت بدلے گی
دل سے دل کی بات جو ہو گی
تم جو آؤ عید بھی ہو گی
اور پیا کی دید بھی ہو گی
ہر سو شہنائی گونجے گی
خوشیوں کی بارات جو ہو گی

فہمیدہ غوری.....کراچی

نظم

سنو جاناں
تم پہ جاں نثار ہے
عید ایثار ہے
تمہارا انتظار ہے
تم صاحب استطاعت ہو
انا کرو قربان کہ ملاقات ہو
عید کی مبارک ہر ساعت ہو

ریمل آرزو.....اوکاڑہ

قرب

سنو لفظوں کے جادوگر
تمہیں قربت ستارے کی
بتانے میں تو آساں ہے
کہ جذبوں کے بنایا تمیں
بنانے میں تو آساں ہیں
یہ قربت مل نہیں سکتی
خوشی میں ڈھل نہیں سکتی
کہ قربت میرے رب سے ہو
خلیل اللہ کو ہے حاصل
وہ لفظوں سے، بہانوں سے
کبھی بھی مل نہیں سکتی
کہ رب کے سامنے خود کو
جھکاتا ہے، بچھاتا ہے
چہرے کے سائے میں اپنے ہی
بیٹے کو لٹاتا ہے
اندھیروں میں جو چلنے کو
نہ جگنو ہو نہ تارہ ہو
تو اپنے من کے اندر ہی
خدا سے لو لگاتا ہے
پھر اک فرقان وہ دے گا
اور اپنا قرب بھی دے گا
سنو لفظوں کے جادوگر
عمل سے بات بنتی ہے
رضائے رب کے طالب ہو
تو اپنی "میں" مٹا ڈالو
کہ ہمدردی، خلوص دل
صلہ رحمی، یہ قربانی
اسی کی دین ہیں جذبے
انا کے مخمصے میں تم
انہیں گم کر کے مت کھونا
سنو لفظوں کے جادوگر
مبارک شب میں مت سونا

عرشیہ ہاشمی.....آزاد کشمیر

ان بہنوں کے نام جن کے شوہر دیار غیر میں ہیں
میں بھی عید مناؤں گی
چاند رات کو ساری لڑکیاں
میری سکھیاں
مہندی سے ہاتھ سجائیں گی
گوری گوری بانہوں میں
ست رنگی چوڑیاں چڑھائیں گی
پھر محبتوں کے خمار میں

صبح عید کے انتظار میں
سپنوں میں کھو جائیں گی
جب سحر عید کا اجالا ہوگا
رنگ برنگے پیرہن ہوں گے
ہاتھوں میں بجتے کنگن ہوں گے
وہ امنگوں سے سج رہی ہوں گی
تب میں اپنی سونی کلائیاں
اور
بے رنگ ہاتھ دیکھ کر سوچوں گی
جب تم آجاؤ گے ساجن
میں بھی عید مناؤں گی
تیرے نام کی مہندی سے
ہاتھ اپنے سجاؤں گی
ہاں! میں بھی عید مناؤں گی

شازیہ ستار نایاب

عید

ہار سنگھار سے دل اوب گیا ہے
تم بن میری عید ادھوری ہے پیا
گجرے پھول مہندی چوڑیاں
تم بن سب بے معنی ہیں پیا
تم دور دیس میں رہنے والے
میں تیری راہ تکتی پیا
پچھلی عید بھی تم بن گزری
عید قرباں پہ گھر آجاؤ ناں پیا
کب تک قربان کروں اپنی حسرتیں
اس بار تو لوٹ آؤ ناں پیا
ہار سنگھار سے دل اوب گیا ہے
تم بن میری عید ادھوری ہے پیا

فرحین ناز طارق...... چکوال

تم بن

تم بن ہماری عید ادھوری
یہ گائے دنبہ یہ اونٹ یہ بکری
قربانی یہ ان کی
تم بن ادھوری
یہ کنگن یہ گجرا
یہ کاجل یہ چوڑی
عید قرباں پہ ساجن
تیری دید ضروری
یہ تکہ یہ بوٹی
باربی کیو ادھوری
بس میری جاں اک تم ہو ضروری
تم بن ساجن ہماری عید ادھوری

شمائلہ زاہد...... کراچی

نظم

چاند سا مکھڑا لیے
دنیا کی بھیڑ میں
گم سم پریشان سا
آنکھوں میں حسرت کے
آنسوؤں کے موتی لیے
بیٹھا اک غریب بچہ
عید کے روز
تکتا ہر انسان کو
بھوک کی وجہ سے
ہے رو رہا
اس ادھوری عید کی
داستاں ہے سنا رہا

مریم رمضان...... چیچہ وطنی

نظم

زندگی میں جہنم دیکھی ہو جس نے
موت کا انتظار کیوں نہ کرے وہ
ہر سو نفرت ہی نفرت ہو جہاں
محبت کا اعتبار کیوں کرے وہ
عورت کو شر پھیلاتے دیکھا ہو جس نے
مرد کو کیوں بدنام کرے وہ
یہاں تو اپنے ہی دیتے ہیں دھوکہ
غیروں کا اعتبار کیوں کرے وہ
آشنا بھی گدھ کی مانند ہیں ہمارے
زخموں کو ہی نوچتے ہیں جو

اب تو جانور بھی کرنے لگے ہیں رحم

پر انسان ہی انسان پہ رحم نہ کریں تو

وہ جو سنتا ہے ہر اک کی عرش پہ

اس سے حالِ دل کیوں نہ بیان کرے وہ

عریشہ سہیل

کچھ لوگ ایسے بھی ہیں

جو شاعر کو برا کہتے ہیں

وہ کہتے پھرتے ہیں کہ

شاعر تو عاشق ہوتا ہے

وہ سوچتے یہ بھی ہیں کہ

شاعر کو روگ ہوتا ہے

پر وہ بھول جاتے ہیں

شاعر انسان ہی ہوتا ہے

بس تھوڑا احساس سا

جو دل کی بہت سنتا ہے

کچھ نازک مزاج سا

پر دل کا صاف ہوتا ہے

کبھی سب سے انجان تنہا

کبھی سب کے ساتھ ہوتا ہے

لوگ کیوں یہ بھول جاتے ہیں

جب ان کا دل اداس ہوتا ہے

تب کسی شاعر کی شاعری پڑھتے ہیں

پھر کیوں لوگ زمانے کے

شاعر کو برا سمجھتے ہیں

سحرش علی نقوی

عورت

خدا نے

چاند سے روشنی لے کر

سورج سے کرن لے کر

پھولوں سے شباہت لی اور

خوشبو لے کے کر

درخت سے نازک

ڈالیوں سے لچک لے کر

لومڑ سے چالاکی لے کر

شیر سے دل لے کر

بجلیوں سے کڑک لے کر

خدا نے صرف اور صرف

عورت کی تشکیل کی ہے

سیدہ سعدیہ...... بہاولپور

میں پاکستانی

میں پاکستان ہوں میں پاکستان ہوں

یہ میری قوم کے حکمران بھی سنیں

یہ میری قوم کے نوجواں بھی سنیں

آج میں دشمنوں کے ظلم و ستم سے چور چور ہوں

میں پاکستان ہوں میں پاکستان ہوں

آج میں بحر میں سب سے مظلوم ہوں

حق پہ ہوتے ہوئے بھی محروم حق سے ہوں

میں پاکستان ہوں میں پاکستان ہوں

بہہ رہا ہے بستی بستی میں میرے شاہینوں کا لہو

روز کر رہا ہوں میں اُن کی ماؤں کے آنسوؤں سے وضو

میں پاکستان ہوں میں پاکستان ہوں

اے دشمن تو میرے شاہینوں کو نہ للکار

یاد رکھ تو یہ جان ہتھیلی پہ لیئے ہیں تیار

میں پاکستان ہوں میں پاکستان ہوں

کرتا ہوں میں شام و سحر یہ التجا اے عفو

کر دے تو اُن کی ماؤں کا چاک دامن بھی رفو

سنی تم سب نے میری درد ناک داستان

میں پاکستان ہوں میں پاکستان ہوں

شیریں ملک...... کوئٹہ

آنچل فرینڈز رائٹرز اینڈ فیملی کے نام

السلام علیکم! کیسے ہیں سب اتنے حیران ہو کے کیا دیکھ رہے ہیں لگا نہ جھٹکا' کیسا لگا میرا سرپرائز۔ میری طرف سے آنچل کو عید مبارک۔ امی' بابا' رابعہ' اقصیٰ' مہوش آپی' ربیکا' سائرہ آپی' نائلہ آپی' عاطفہ آپی' صبح ملائکہ' طٰہٰ' فاطمہ احمد' آپی فرح قندیل' ارحم بھائی قاسم اور میری دوستیں مریم فدا' صائمہ' ماریہ' نوال' اقصیٰ' شبنم شہزادہ' نسرین' نورین' آمنہ' کلثوم' صباء آپی سب کو میرا پیار بھرا اسلام۔ کیسا لگا بتائیے گا ضرور' آپ سب کے لیے اور آنچل کے لیے ڈھیروں دعائیں' اللہ تعالیٰ سب کو خوش رکھے اور ایک بات بتانا تو بھول ہی گئی کہ میں تھرڈ ائر میں پاس ہوگئی ہوں مجھے سب مبارک باد دیں اور ہاں مہوش آپی ربیکا! آپ دونوں نے مجھے گفٹ دینے ہیں یاد رکھیے گا۔ سمیرا شریف' نازیہ کنول نازی' نگہت عبداللہ' اقراء صغیر احمد' راحت وفا' فاخرہ گل' نشناء کوثر سردار (میں آپ کی فین ہوں) سباس گل' سب کو میرا پیار بھرا اسلام' اچھا اب آپ سب مجھے اجازت دیں اللہ حافظ۔

آرزو چوہدری...... گجرات

آنچل فرینڈز کے نام

سمیرا آپی "ٹوٹا ہوا تارا" کی مبارک باد ایسا ہی زبردست قسم کا ناول لے کر پھر سے آجائیں آنچل میں' پلیز مدیرہ جی سمیرا آپی کا سلسلہ وار ناول آنچل میں شائع کرنا اور نگہت عبداللہ "تیرے عشق نچایا" کی آخری قسط وہ ملنگ کا کلام اور ناچنا مست ہو کہ زبردست منظر تھا' بہترین آپ کو بھی مبارک باد اور سانسوں کی مالا پہ آخری قسط بہترین تھی لیکن جنت کی مسکین سی باتیں اُف اور امجد صابری اور عبدالستار ایدھی جیسے لوگ اپنے عمل کی وجہ سے ہمیشہ ہمارے درمیان رہیں گے اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے آمین اور جس جس کا میٹرک کا رزلٹ آیا ہے جلدی سے اپنے اپنے مارکس بتاؤ جس جس کا اچھا ہے بہت بہت مبارک ہو اور جن کے مارکس کم ہیں نا الگوں آئندہ محنت کرو۔ بابا کے افراد ہیں تمہارے ساتھ ہیں اللہ تعالیٰ صحت والی زندگی دے آمین۔ فرحت اشرف کمسن یہ ریسیپی اگر مجھے آتی تو ضرور بتاتی لیکن امید ہے ڈش مقابلہ میں شرکت کرنے والی بہنیں ضرور بتائیں گی۔ شمع مسکان ویسے تمہارے والی سرورق والی شپ میں نے بھی دی تھی زبردست جواب ملا تھا۔ شمائلہ آپی کی طرف سے پرانے رسالوں میں ڈھونڈنا وہی جواب میری طرف سے تمہارے لیے ہے اور شمع مسکان کیا تمہاری منگنی ہوگئی؟ شاہانہ عابد (شہزادی) اب انٹری دے دو آنچل میں (دوستی میں سب تو چلتا ہے) دس منٹ نکال لو اپنی مصروف زندگی میں سے' تمام پڑھنے والیوں کو سلام' بشریٰ اسحاق رانا جیت کی مبارک ہو اور کامیابیوں کی دعائیں۔

لائبہ میر...... جعفرو

تمام قارئین اور آنچل اسٹاف کے نام

السلام علیکم! تمام قارئین آنچل اور اسٹاف کو میرا اسلام' کیسی ہیں آپ سب؟ امید ہے خیر خیریت سے ہوں گی' ہم بھی اللہ کے فضل سے ٹھیک ہیں۔ صائمہ سکندر سومرو' اقصیٰ و نیناں زرگر' طیبہ نذیر' مدیحہ نورین' صباحت مرزا' دعا ہاشمی' پارس شاہ' نورین شاہد' علمہ' اکمل' انا' احب' سباس گل' ام مریم' صوفیہ ملک' عائشہ ملک' بشریٰ نوید باجوہ' ثوبیہ مرزا' دلکش مریم' فائزہ بھٹی' شمع مسکان' مسکان قصور' فوزیہ سلطانہ' حرا قریشی' شاہ زندگی' جیا عباسی' عائشہ پرویز' ریحانہ راجپوت' فریحہ شبیر' نبیل ملک اعوان' عرشیہ ہاشمی' جازبہ عباسی' حمیرا نوشین' نادیہ اقبال' نورین اقبال' آپی فوزیہ' ثمینہ کوثر' ثمرینہ سعید (لانبڑہ) رضوانہ انور' بشریٰ رزاق (لاہوریاں)' ساریہ صفدر' سدرہ کول (دولت نگر)' اقصیٰ (ڈوگہ)' ثومیہ زمان (ڈوگہ) ثمیرہ آپی (ڈوگہ) صبا غفور (بزرگوال) کائنات مشتاق عرف روزی (ڈوگہ) آپ سب کو میری جانب سے عید مبارک' ڈھیر ساری دعا ہے' بہت اچھی اور مبارک گزرے۔

ساریہ چوہدری...... گجرات

سویٹ بھائی کے نام

20 اکتوبر کو ہمارے بھائی بلال اجمل کا برتھ ڈے ہوتا ہے سو میری طرف سے پیشگی برتھ ڈے سویٹ بھائی اللہ آپ کو صحت و تندرستی والی

لمبی زندگی دے ہر قدم پر کامیابیاں اور ڈھیر ساری خوشیاں دے آمین۔ ہم سب آپ کے لیے بہت اداس ہیں یہ برتھ ڈے بھی آپ ہمارے ساتھ نہیں منائیں گے لیکن ڈونٹ وری سویٹ بھائی! آپ کی یہ لولی سسٹر ابھی زندہ ہے اسکائپ پر لائیو آپ کا برتھ ڈے کیک کاٹا جائے گا اور ماما پاپا کی دعائیں' بہنوں کا پیار اور سڑیل نخرے باز آپ کے بھائی کا فیس بھی دکھایا جائے گا۔ دو پارٹیاں دینی ہیں آپ نے ہم سب کو یہ نہ ہو آپ پاکستان میں تشریف لاؤ اور کھو کھوی پارٹی دے کدی پارٹی' ہم نے معاف نہیں کرنا اینی ویز اگر آپ مکر گئے تو ہماری "بھابی نیلم شاہ" زندہ باد ہم ان کا خرچہ کروائیں گے آج کے لیے اتنا ہی کافی ہے کیونکہ مجھے گھر میں بھی رہنا ہے آپ کی ایماندار بہنیں۔

سمیرا معظمہ' مریم' ماریہ اینڈ عظمیٰ......سمندری

لولی سسٹر ماریہ کے نام

السلام علیکم! سب کیسے ہیں؟ امید کرتی ہوں سب فٹ اینڈ فاٹ ہوں گے' میں ہمیشہ اپنی خوشیاں اپنی فیملی کے ساتھ شیئر کرتی ہوں لیکن اس بار میں اپنے آنچل فرینڈز کے ساتھ شیئر کروں گی۔ مائی ڈیئر آنچل فرینڈز میری سب سے چھوٹی بہن ماریہ نے ایم اے انگلش پارٹ ون میں پوری جی سی یونیورسٹی میں ٹاپ کیا ہے جس کی وجہ سے ہم سب بہت خوش ہیں ہم کہیں بھی جائیں کہتے ہیں وہ ماریہ جس نے ٹاپ کیا ہے اس کی سسٹرز جارہی ہیں' ہماری بہن ماریہ نے ہمارے والدین کا سر فخر سے بلند کردیا ہے اب ہم سب یعنی کہ آپی سمیرا معظمہ' مریم اینڈ عظمیٰ کی دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔ ماما' پاپا تو ہمیشہ ہی تمہاری سائیڈ پر ہوتے ہیں چھوٹی ہو ناں' اب پارٹ ایل میں جھنڈے گاڑ دو اور گولڈ میڈل لے کر ہی آنا' ان شاء اللہ۔

عظمیٰ بٹ......سمندری

سویٹ آپی سنیاں سفیان زرگر کے نام

السلام علیکم! آپی کیا حال ہے جب تک ہمارا یہ خط شائع ہوگا بھائی سفیان باہر جاچکے ہوں گے اللہ سے دعا ہے کہ اللہ ان کے کاروبار میں دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ ہم سب بہن بھائیوں اور گھر والوں کی طرف سے شادی کی بہت بہت مبارک باد آپی سنیاں کی جتنی بھی آنچل فرینڈز ہیں آپی کو خوب ڈانٹیں کہ انہوں نے آپ کو اپنی شادی میں انوائٹ نہیں کیا انوائٹ تو پھر دور کی بات ہے بتایا بھی نہیں کہ ان کی شادی ہوگئی ہے ہاہاہا' سوری آپی ڈانٹ پڑوانے کے لیے۔ اب مجھے جلدی سے انتظار ہے اپنے بھانجے یا بھانجی کا' دعا ہے کہ آپ کی شادی شدہ زندگی ہنسی خوشی گزرے آپ کو کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ ہو۔ بھائی سفیان اب آپ نے آپی کا بہت خیال رکھنا ہے' اللہ سے دعا ہے کہ آپ کی جوڑی تاقیامت سلامت رہے' اگر کوئی ہم سے دوستی کرنا چاہتا ہے تو ہم حاضر ہیں' اللہ حافظ۔

صبا زرگر' ڈ کا زرگر......جوڑہ

سویٹ فرینڈز کے نام

السلام علیکم! میری سویٹ سویٹ فرینڈز کیسی ہیں اور لگتا ہے کہ مجھ کو بالکل بھول گئی ہیں۔ ڈیئر شازیہ اینڈ سعدیہ اخلاق آپ نے پوچھا کہ ماہ کہاں ہے تو ذہنی میں تو آپ کے آس پاس ہوں بس محسوس کرنے کی بات ہے۔ اقراء ماریہ آپ نے مجھے یاد رکھا' تہہ دل سے شکریہ' سویٹ اینڈ کیوٹ نینا خان ماہ سے دوستی کرکے کیا کرو گی نبھا نہیں پاؤ گی۔ آپ کے شہر کی ایک لڑکی نے دوستی کی تھی مگر وہ ایسا مجھے بھولی کہ آج تک میں اس کو مس کرتی ہوں' آپ بھی یقیناً ایسا ہی کریں گے' سوچ لو سویٹ ہارٹ۔ شاہ زندگی آپ نے کہا تھا کہ ماہ دل سے دل تک کا رابطہ رکھنا مگر آپ کے دل کے سگنلز نہیں ملتے کیا کروں' سوہنی شمع مسکان میں آپ کو کبھی نہیں بھول سکتی آپ کی دوستی ہی تو جینے کا سہارا ہے۔ امبر سکندر علی سوہرو تجی بتانا کتنا مس کرتی ہو سمیرہ گڑیا کیسی ہے؟ فوزیہ سلطانہ ڈیئر کوئی پیغام صرف میرے لیے بھی لکھو نا' پارس شاہ تم بھی بہت مصروف ہوگئی ہو۔ نورین شفیق کیا حال ہے جاناں! آئی تھنک کہ میں آپ کو یاد ہوں' ہے نا۔ ایمن وفا مائی پریٹی ڈول حور عین فاطمہ جہاں بھی رہو' خوش رہو۔ اچھا نہیں کررہی۔ عروسہ پرویز' روشنی وفا اینڈ کشف فاطمہ دوستی کرکے بھول جانے کی ریت کس نے ڈال دی۔ اسپیشل فرینڈز ایرش آشیر اینڈ زیست مکرم کہیں ہینڈسم ہم سفر کو پیاری تو نہیں ہوگئی پلیز کچھ تو کہو یوں خموشی اچھی نہیں ہوتی۔ ثانیہ مغل ڈیئر کہاں کھوگئی ہو' اقصیٰ' کنزہ کیسی ہو؟ کوئی رابطہ ہی نہیں' ارم کمال آپی اینڈ لائبہ میر سدا خوش رہو' میرے ساتھ بھی میرے بعد بھی

آپی پروین افضل کبھی ہمیں بھی یاد کرلیا کریں خوب صورت پری کیا آپ کا نمبرل سکتا ہے پلیز اب قصور وار ردا اشفاق دوستی کروگی مگر نبھاؤ پاؤ تو بتانا' اچھا دوستوں اجازت' فی امان اللہ۔

رشک حنا' ماہ رخ..... سرگودھا

ثمینہ ممتاز کے نام

پیاری دوست ثمینہ ممتاز تمہاری سالگرہ یکم نومبر کو ہے' اس لیے تمہیں آنچل کے ذریعے وش کررہی ہوں۔ پیاری ثمینہ اللہ تمہیں اتنی خوشیاں دے کہ تمہارا دامن کم پڑ جائے اور سناؤ ام ہاجرہ کا کیا حال ہے اور محمد طیبہ کیسا ہے؟ ہائے اقراء جانی کیسی ہو یار تھوڑی موٹی ہی ہو جاؤ۔ میری طرف سے عید مبارک' امی جان اینڈ بھائی احسن کیسے ہیں آپ سب۔ میری دعا ہے کہ اللہ میری امی کو صحت تندرستی عطا کرے' آمین اور پیارے بھائی احسن مشتاق اللہ تمہاری ساری خواہشیں پوری کرے' آمین اینڈ پر سب کو سلام۔

صائمہ مشتاق..... سرگودھا

اپنوں کے نام

خوب صورت پیارے بہن بھائیوں السلام علیکم! امی' ابو' باجی نگینہ' ماموں حسنین' بھائی اصغر' بھابی ثانیہ' بجی شہلا اور بھائی منیر' باجی مقدس بھائی سجاد کیا حال چال ہے سب کے سب یقیناً اچھے دن ہوں گے (ارے حیران ہونے کی ضرورت نہیں یہ ہم ہیں قباچہ)۔ عید کی مبارک تو ہم ہمیشہ دیتے ہی ہیں مگر اس بار سوچا کیوں نہ کچھ منفرد انداز اپنایا جائے اس لیے ہم نے آنچل کے ذریعے آپ لوگوں کو عید مبارک کہنے کا سوچا اور پھر لکھ بھی دیا۔ باجی نگینہ اور باجی مقدس کیسی چل رہی ہیں عید کی تیاریاں۔ عین زہرہ (جانِ انجمن) سلمان حیدر (خطرناک) بہت تنگ کرتے ہو مجھے اپنی ماؤں کو تنگ کیا کرو۔ طمتمین زہرہ (میری باربی ڈول نرم نرم ریشم جیسی) میری طرف سے دوسری سالگرہ مبارک ہو اللہ تمہاری لمبی عمر کرے ویسے بہت شرارتی ہوتی جارہی ہو مجھے بہت تنگ کرتی ہو (شرارتی بلی نہ ہو تو' ہاہاہا)۔ تقی صاحب تمہارا کیا حال ہے (شیطانوں کے سردار) اب مجھے تنگ نہ کرنہیں تو اور بھی بہت کچھ لکھ دوں گی۔ ابو آپ سنائیں کیسا ہو رہا ہے گزارا اللہ آپ کی لمبی عمر کرے آمین۔ امی آپ بتائیں آپ کا آپریشن ہوا تھا اب کیسا حال ہے؟ اللہ آپ کو جلدی صحت یاب کرے اور میں آپ کو پھر تنگ کرنا شروع کردوں اور بڑے مزے سے آپ کے ہاتھوں کے بنے پراٹھے کھاؤں (آئی لو یو ماں)۔ بھائی بھابی کیسا گزر رہا ہے زندگی کا سفر بھائی مجھے آپ کے ساتھ کرکٹ میچ دیکھنا بہت اچھا لگتا ہے اور ہاں یاد آیا 15 اکتوبر کو آپ کی سالگرہ بھی ہے میری طرف سے بہت مبارک (اب گفٹ دو مجھے ظاہری سی بات ہے آپ کی برتھ ڈے پر گفٹ تو بنتا ہے نا ہی ہی ہی) ہاں یاد آیا باجی نگینہ (ایسا نہ کیا کرو پہلے ہی ایسی ہوگئی ہو اور جل جاؤ گی اور ہم آپ کو دیکھتے ہی..... آگے آپ خود سمجھ دار ہیں۔ بھائی منیر باجی شہلا آپ سنائیں (ارے گانا نہیں کہہ رہی یہ تو مجھے پتا ہے کہ آپ دونوں مہدی حسن اور نور جہاں ہیں' سریلے خان' ہاہاہا)۔ عید پر جلدی سے ہماری طرف آنا تاکہ ہمیں انتظار نہ کرنا پڑے ویسے بھی آپ آجائیں تو باجی نگین اور باجی مقدس بھی آجاتی ہیں اور پھر مجھے بہت اچھا لگتا ہے جب ہم سب یوں مل کر کھانا کھاتے ہیں' کھیلتے ہیں اور پھر یہ دن ایسے گزر جاتے ہیں جیسے دو منٹ کے تھے۔ ہاں باجی نگینہ آپ سے میں نے ایک بات کہنی تھی بلکہ شکریہ ادا کرنا تھا کیونکہ آپ امی کا آپریشن ہونے پر ہمارے گھر رہیں اور مجھے امی کی کمی زیادہ محسوس نہیں ہونے دی۔ مجھے آپ کا یہ پیار دیکھ کر بہت اچھا لگا۔ باجی مقدس آپ کا آکر ہمارے ساتھ کام کروانا' کھانا پکانا مجھے اچھا لگا اور پھر باجی نگینہ اور آپ کا لڑنا اپنا اور باجی شہلا کا درمیان میں آکر لڑائی ختم کروانا بھی اچھا لگا۔ یہ پل مجھے شادی سے پہلے والا وقت یاد دلا گیا' باجی شہلا' بھائی آپ کا لاہور سے اسپیشل امی کو دیکھنے آنا اور پھر مجھے سموسے کھلانا' اچھا وقت گزارنا ہنسی مذاق کے ساتھ بھی اچھا لگا۔ بھابی کا بھی شکریہ کہ انہوں نے بھی ہمارا بھرپور ساتھ دیا (ارے لڑائی میں نہیں بلکہ کام وغیرہ میں) اچھا میری طرف سے آپ سب کو اور آنچل پڑھنے والی سہیلیوں کو عید مبارک' اللہ حافظ۔

ثناء اعجاز حسین قریشی..... ساہیوال

رائٹرز اینڈ فرینڈز کے نام

السلام علیکم جناب! کیسے ہیں آپ سب؟ امید واثق ہے

کہ خیریت سے ہوں گے نازی اینڈ اقراء آپی آپ دونوں بہت بہت پیارا لکھتی ہیں۔ نازی جی آپ جب جب اداس ہوتی ہیں تو میرا دل بھی افسردہ ہوجاتا ہے اور جب آپ مسکراتی ہیں تو میرا دل کرتا ہے دنیا بھر کی محبتیں چاہتیں آپ کے قدموں میں ڈھیر کروں اور آپ کی شاعری تو میرا جنون ہے بس اداس مت رہا کریں رب تعالیٰ آپ کو ہمیشہ آپ کے ہمسفر کے سنگ خوش رکھے آمین۔ اقراء جی آپ میرے لیے کیا ہیں یہ میں لفظوں میں بیان نہیں کرسکتی آپ کی تحریروں کی آپ کے لکھے ایک ایک لفظ کی میں دیوانی ہوں آپ کے لکھے ناولز میں تقریباً تین مرتبہ پڑھ چکی ہوں پھر بھی دل کرتا ہے کہ دوبارہ پڑھوں سچ میں میں بہت محبت کرتی ہوں آپ سے بس آپ سے ایک مان بھری ایک امید بھری محبت بھری درخواست ہے کہ نوفل نام چینج کرکے روحیان یا حاشر رکھ دیں پلیز آپی یہ نام کچھ سوٹ نہیں کرتا۔ میرا مان رکھ لیں ورنہ میرا معصوم سا دل ٹوٹ جائے گا پلیز آپی اللہ آپ کو دنیا و آخرت کے ہر امتحان میں سرخرو کرے آمین اور فرینڈز مسکان جاوید نور ایمان کہاں ہو بھئی آپ دونوں بھول گئی ہو مجھے واپس آجاؤ یار۔ حافظہ سمیرا آمنہ اور آپ دونوں کس سیارے پر ہو نظر نہیں آتی ہو یا رایہ تو دوستی نہیں ہے رشک حنا جاناں بہت بہت جزاک اللہ۔ مجھے ہمیشہ یاد رکھنے کے لیے کبھی آؤ ناں ملنے کرن ملک، نیلم شہزادی، کشف فاطمہ اینڈ نیلم شرافت، آئی مس یو سوچ، اللہ آپ سب کو خوش رکھے شمع مسکان، عائشہ نور اینڈ عائشہ خان کبھی مجھے بھی یاد کرلیا کرو اچھا جی اجازت دیجیے اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

سمیرا تعبیر...... سرگودھا

آنچل فرینڈز اور کچھ اپنوں کے نام

السلام علیکم! آنچل کی پریوں کیسی ہو سب امید ہے ایک دم فٹ فاٹ ہوں گی عقیلہ فضیلہ کہاں غائب ہوگئی ہو۔ شادی کیا ہوئی اتنی مصروف ہوگئی ہو ارے جلدی سے انٹری دو خوش رہو آپ دونوں سدا سہاگن رہو۔ طیبہ نذیر آپ کو بھی شادی کی مبارک باد اور دعا ہے ہمیشہ خوش رہو سہاگن رہو آمین۔ ارم کمال، انجم انجم، شاہ رسول، وثیقہ زہرہ، مدیحہ کنول، مدیحہ نورین مہک، تمنا بلوچ، حرا قریشی، مونا شاہ قریشی، شائستہ نورین انجم، مائزہ

بھی عقیلہ فضیلہ کی سالگرہ دعائے سحر انا احب مساں گل طیبہ نذیر پروین افضل شاہین، عائشہ کشمالے، ایس انمول، فریحہ شبیر، شمع مسکان آپ سب کے لیے ڈھیروں دعائیں ہمیشہ خوش رہو اور شاد رہو اور آپ سب کو عیدالاضحیٰ مبارک اور جنہوں نے قربانیاں کیں اللہ ان سب کی قربانیوں کو اپنی بارگاہ الٰہی میں قبول فرمائے۔ طیبہ آپی کیسی ہیں آپ؟ نور کیسی ہے؟ نور کی بہت یاد آتی ہے آپی نور کو ڈھیر سارا پیار دینا میری طرف سے اور عثمان بھائی کو سلام حمیرا رابی کیسی ہو آپ؟ حمیرا یہ سن کے بہت خوشی ہوئی کہ آپ نے ہر اتوار کو گھر میں درس و تدریس کا کام شروع کیا محلے کی عورتوں کو درس دیا کرو گی بہت اچھا کام شروع کیا ہے آپ کے پڑھنے کا فائدہ ہی تب ہے کہ آپ دین کو پھیلاؤ آج خالہ جان زندہ ہوتیں تو کتنی خوش ہوتیں کہ میری بیٹیاں بھی اس قابل ہوگئیں کہ لوگوں کو درس دیں اللہ تعالیٰ خالہ جان کو اعلیٰ مقام عطا کرے ان کے درجات بلند کرے 28 اگست کو ایک سال ہوگیا ان کی وفات کا پتا ہی نہیں چلا اللہ تعالیٰ آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے عقل و شعور عطا فرمائے ان کی قسمت میں نہیں تھا یہ دیکھنا ورنہ انہوں نے کتنی محنت سے آپ تینوں بہنوں کو چھوٹی عمر میں حفظ کروایا آپ کو اتنا پیار دیا شاید ہی کسی ماں نے آج تک کسی اولاد کو دیا ہو بس دعا کیا کرو اور پڑھ کے بخشا کرو اور ڈیئر خنساء کیسی ہو؟ آپ کے لیے ڈھیروں دعائیں سدا خوش رہو منگنی ہوگئی بہت بہت مبارک ہو۔ مدیحہ شہزادی بہت پڑھاکو بن گئی ہو ہر وقت پڑھائی پڑھائی سر پر سوار کرلی تم نے پڑھائی کو میڈم تھوڑا ہمیں بھی ٹائم دو ہاں ہاں اب تم کہو گی چار گھنٹے تو آپ کے ساتھ گزارتی ہوں پتا ہے وہ چار گھنٹے بھی کتابی کیڑا بنی رہتی ہو۔ میری تمام دعائیں تمہارے لیے ہیں ڈیئر خوش رہو ہمیشہ۔ پروین افضل جی آپ کے لیے تو خصوصی دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو نیک صالح فرماں بردار اولاد سے نوازے آمین۔ انا احب جی پیپی برتھ ڈے ٹو یو ایڈوانس میں 17 نومبر کو ہے ناں پتا نہیں تب میں لکھ پاؤں یا نہ اس لیے ایڈوانس میں ہی اور مزے کی بات بتاؤں میری بھی نومبر کے مہینے میں ہے 10 نومبر کو۔ او کے جی اجازت چاہتی ہوں دعاؤں میں یاد رکھنا آپ سب اور اپنا خیال رکھنا اللہ حافظ۔

حافظہ صائمہ کشف...... فیصل آباد

عنزہ یونس کے نام

تم کو دیکھا تو یہ خیال آیا
زندگی دھوپ تم گھنا سایہ

السلام علیکم! پیاری سویٹ فلاسفر کزن کیسی ہو؟ ان شاء اللہ ٹھیک ٹھاک ہوگی۔ میں نے سوچا اپنی دبنگ سی موڈی کزن کو آنچل کے توسط سے سالگرہ وش کردوں۔ مائے ڈیئر عنزہ رب تعالیٰ سے دعا ہے تم ہمیشہ یونہی ہنستی مسکراتی رہو آمین۔ تمہارے اندر اردو ادب کے حوالے سے اتنی کوالٹیز ہیں کہ اگر تم انہیں بروئے کار لاؤ تو دھوم مچ جائے گی اور اللہ کا واسطہ ہے غصے کو کم کیا ہے تو تھوڑا حسن مزاح بھی بیدار کرلو۔ اتنی خوب صورت آنکھیں خدا نے اس لیے نہیں دی کے گھورتی رہو بلکہ ان سے اچھا پڑھو اچھا لکھو۔ تم مجھے بہت عزیز ہو ہماری جوڑی تو ویسے ہی سپر ہٹ ہے۔ دسمبر آ رہا ہے امید کرتی ہوں تمہارا غصہ ورلڈ ٹریڈ سینٹر جتنا بلند نہیں ہوگا ان شاء اللہ ویسے شرارتیں بھی کبھی خوب کرتی ہو میم سمیعہ کی دیوانی ایک بات حقیقت ہے یو ر سو لکی میم! تمہیں بہت پیار کرتے ہیں دل سے ورنہ تم شعلہ جوالہ کے آگے کون ٹھہرے (ہاہاہا)۔ ارے نو غصہ پلیز او نلی مذاق عاصمہ عاشق، تنزیلہ، سدرہ مصباح بھلیو ٹے شاہ زندگی، عاصمہ تسیم، رمشہ سحر کیسی ہو بھئی میں اقراء بھول گئی ہو (آہم)۔

اقراء لیاقت...... حافظ آباد

دوستوں کے نام

میری پیاری پیاری اور نٹ کھٹ سی سہیلیو! اپنی پیاری سہیلی کا سلام قبول کرو اور امید کرتی ہوں کہ مزے سے چھٹیاں انجوئے کررہی ہوں گی؛ اس دفعہ میں نے سوچا کہ کیوں نہ ایک نئے طریقے سے تم سب کا حال معلوم کیا جائے حالانکہ ایس ایم ایس پر تو تم سب سے روز ہی بات ہوتی ہے۔ فریال میڈم کیسا لگا میرا یہ انداز؟ نایاب جی آپ کا مینا پن کم ہوا یا نہیں؟ عظمیٰ بٹ غصہ کم کیا کرو؟ ماریہ شہزادی تھوڑا وزن کم کرلو اتنی موٹی ہورہی ہو اور سدرہ یار پلیز خود پر دھیان دو۔ سماویہ رانی کدی میسج دا جواب وی دیا کرو کہ بھول گئے او؟ اور مسروہ رانی آپ کو تو چھٹیاں راس ہی آ گئی ہیں۔ لو جی یہ تو تھے تم سب کے لیے پیار بھرے جملے اور پلیز اینڈ نہ کرنا۔ آخر میں تم سب کے لیے ڈھیر ساری دعائیں سدا خوش رہو ہنستی رہو مسکراتی رہو اور میرا سر کھاتی رہو ہاہاہا۔ پھر ملیں گے ایک نئے انداز کے ساتھ تب تک کے لیے اجازت دیجیے اللہ حافظ۔

بحیرا نیلم...... گجرت

ڈیئر فرینڈز اور سویٹ فیملی کے نام

السلام علیکم! ڈیئر فرینڈز اینڈ مائی سویٹ فیملی وہ کیا ہے ناں روبرو تو میں بول ہی نہیں سکتی اور نہ بتا سکتی ہوں کہ مجھے آپ سے کتنا پیارا ہے؟ اے اللہ پاک میرے پیارے سے امی ابو اور لولی بہن بھائیوں کو ہمیشہ اپنی رحمت اور حفاظت میں رکھیے گا اور دوستوں آپ سب پلیز میری پیاری آپی کے لیے بہت دعا کیجیے گا وہ بہت بیمار ہیں تو ماہ سے وہ چل نہیں سکتیں۔ بہت پیاری اور خوب صورت ہیں اس لیے شاید نظر لگ گئی ہے اگر کسی دوست کے پاس کوئی وظیفہ ہو تو ہمیں ضرور بتایئے گا اور پلیز بہت دعا کیجیے گا۔ انا احب آپ کے بارے میں جان کر بے حد اچھا لگا اور دعا واقعی چھپی رستم ہے کوئی بات نہیں ڈیئر! ہمیں بہت خوشی ہوئی اور انا احب مطرب اور انا ئیا کو بہت پیار کیجیے گا ہماری طرف سے۔ بچے تو ہماری جان ہیں؛ کوثر خالد حمد و نعت لکھ کر آخرت کے لیے نیکیاں جمع کررہی ہیں۔ اللہ پاک آپ کے زور بازو میں اور طاقت دے آمین۔ اقصیٰ کشش آپ کا نام پیارا ہے۔ ماہ نور نعیم واقعی سباس بے حد پیاری اور اچھی ہیں؛ مجھے بھی بے حد اچھی لگتی ہے۔ ایس انمول ڈیئر اللہ پاک آپ کو خوشیوں سے ہمکنار کرے آمین۔ پروین افضل شاہین آپ بہت نائس ہیں؛ فریدہ آپی کیا واقعی آپ کی نند ہیں؟ اللہ پاک آپ کو اولاد جیسی نعمت سے جلد مالا مال کردے آمین۔ طیبہ نذیر بہنا آپ کو اللہ پاک سدا خوشیوں میں ہنستا مسکراتا رکھے آمین اور پلیز شادی کی تاریخ اور حوال ضرور شیئر کیجیے گا۔ نورین انجم ننھی گڑیا آپ کو کامیابی پر مبارک باد اللہ پاک آپ کو ہمیشہ ایسے ہی کامیابیوں سے ہمکنار کرے آمین۔ آپ کی مما بھی بہت اچھی ہیں؛ منزہ عطا آپ کا پیغام اچھا لگا۔ یعنی آپ کو پہلی دفعہ شرکت پر مبارک باد پیش کرتی ہوں آتی رہا کریں۔ ارم آنٹی آپ کتنا اپنے بچوں سے پیار کرتی ہیں ماشاء اللہ۔ لگتا ہے ننھا چاند واقعی بہت تنگ کرتا ہے؛ اپنی

بہنوں کو اور سمیرا اور تانیہ اللہ پاک ہر مقام ہر موڑ پر آپ کو سدا کامیابیوں سے ہمکنار کرے اور آپی سمیرا! آپ نے ہمیں خوشخبری سنائی آپ کا بے حد شکریہ اللہ حافظ۔

عائش کشمالے..... رحیم یار خان

آنچل کے چمکتے دمکتے ستاروں کے نام

میری طرف سے میری ساری پیاری پیاری بہنوں کو عید قرباں کی بہت بہت مبارک ہو۔ پروین افضل شاہین' کوثر خالد (آج کل ٹاپ پر جارہی ہیں ماشاء اللہ سے)۔ طیبہ نذیر (بھولنا نہیں وعدہ یاد رکھنا) حمیرا نوشین' اقصیٰ وسنیاں زرگر' ایس انمول' وثیقہ زمرہ' نیلم شہزادی' مسز نگہت غفار' شمع مسکان' سباس گل' سارہ خان' نجم انجم' نورین شفیع' ملالہ اسلم اور جو رہ گئی ہیں ان سے معذرت ان کے نام یاد نہیں رہے۔ سب میری طرف سے خوب عید کی خوشیاں منائیں جی بھر کے تکے کباب اور کوفتے کھائیں لیکن میاں معدے کا خیال رکھیں۔ گوشت کھانے کے ساتھ لیموں اور سلاد کا استعمال کریں۔ کولڈ ڈرنک سے اوئیڈ کریں یہ بہت سی بیماریوں کا سبب بن رہی ہے اور اپنے آس پاس کے لوگوں کا ضرور خیال رکھیں اور ان ساری باتوں کے ساتھ ساتھ مجھے مت بھولیے گا اپنی دعاؤں میں ہمیشہ یاد رکھیے گا۔

ارم کمال..... فیصل آباد

دل میں رہنے والوں کے نام

السلام علیکم! تمام آنچل قارئین اور رائٹرز کو میرا محبتوں بھرا سلام قبول ہو اور دل کی گہرائیوں سے بقرہ عید مبارک ہو۔ سب سے پہلے میرے کیوٹ اینڈ سویٹ برادر سبطین کو عید بہت بہت مبارک ہو۔ میری دعا ہے کہ اللہ آپ کو زندگی کے ہر سفر میں کامیاب کرے اور کوئی غم آپ کے قریب بھی نہ آئے آمین۔ اب آتے ہیں فرینڈ لسٹ کی طرف تو ڈیئر سدرہ' غزالہ' مہوش' فرزانہ اور علینہ آپ سب بے وفا مجھے یاد ہو۔ یار کبھی یاد بھی کرلیا کرو' اچھا جی اب آپ کو میری طرف سے عید مبارک ہو اور ہاں میری عیدی مجھے بھیج دینا' دیکھو آج میری وجہ سے آپ لوگوں کا نام آنچل میں جگمگا رہا ہے اب ہی ہی بند بھی کرلو۔ سدرہ ڈیئر آپ مجھے یاد رکھتی ہو شکریہ جناب کا' غزالہ جی آپ کو تو ڈبل مبارک پہلی عید کی دوسری بھائی وسیم کی سعودیہ عرب جانے کی۔ بہت خوشی ہوئی آپ ماں بن گئی ہیں اللہ پاک آپ کو اور بچے کو اچھا جی میں جن کا نام نہیں لکھ سکی وہ مجھے معاف کردیں اور ان کو بھی بہت مبارک ہو اللہ حافظ۔

غزالہ کی نند..... نامعلوم

ربیعہ اسا اور بٹ کے نام

ڈیئر ربیعہ! میں خیریت سے ہوں اور امید کرتی ہوں کہ آپ بھی اللہ کے فضل و کرم سے ٹھیک ٹھاک ہوں گی اُف اتنے عرصے بعد آپ سے مخاطب ہوں یقیناً مجھے بے وفا سمجھ بیٹھی ہوں گی آپ کہ اتنا عرصہ خبر ہی نہ لی۔ ستمبر کے شمارے میں تمہارے نام خط لکھا مگر شائع نہ ہوسکا خیر اب کان پکڑے موجود ہوں جو جی چاہے سزا دے لو (سوسوری ڈیئر) مگر بخدا میں مجبور تھی' میں شدید بیماری سے اٹھی ہوں' پورا سال بیماری سے لڑتی رہی اب الحمدللہ بالکل فٹ ہوں یقیناً یہ آپ سب کی دعاؤں کا اثر ہے جو آج ایک بار پھر سے زندگی کی طرف پلٹی ہوں ورنہ تو ناممکن سا لگتا ہے چھوڑو یہ سب بس مجھے یہ بتاؤ تم کیسی ہو؟ انکل جی کیسے ہیں؟ طلال بن طیب (تمہارا برادرزادہ) کیسا ہے؟ خدا جلد تم سب کو ملوائے' یار اکین سوری پلیز سچ خدا جانتا ہے میں تمہیں کتنا یاد کرتی رہی ہوں' ہر پل تمہاری صحت و عافیت کے لیے دعا مانگتی رہی۔ ہمیشہ خوش رہو' تمہاری سسٹر کیسی ہیں؟ اللہ تعالیٰ آنٹی کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین۔ کتنا عرصہ ہوگیا تم سے بات کیے مگر کل کی بات لگتی ہے جب ہم نے دوستی کا آغاز کیا تھا' کبھی سرگودھا آؤ تو میری طرف چکر ضرور لگانا یار تم کہاں گم ہو؟ میں پچھلے ماہ سال بھر کے آنچل اور دوسرے رسالے لائی مگر تمہارا ایک بھی خط میرے نام نہ تھا ایسا کرو جلدی سے اپنا تعارف بھیجو تاکہ تمہاری مصروفیات سے آگاہی حاصل ہوسکے اب انٹری ضرور دینا ایسا نہ ہو میں تن تنہا ہی انتظار کی سولی پر لٹکتی رہوں اور تم آرام سے گھر پر مزے مزے کی ڈشز پکا کر کھاتی رہو اور پھر موٹی ہوجاؤ' ویسے بٹ تو ہوتے ہی موٹے ہیں' ہے ناں؟ ہمیشہ مسکراتی رہو آمین' اللہ حافظ۔

عائشہ اختر بٹ..... سرگودھا

سمیرا آپی اور عینی کے نام

السلام علیکم! آپی کیسی ہیں آپ؟ سدا خوش رہیں یہ جان کر بہت خوشی ہوئی آپ ماں بن گئی ہیں اللہ پاک آپ کو اور بچے کو

لمبی زندگی عطا کرے آمین۔ آپ کے لیے بس اتنا کہوں گی دونوں جہانوں میں خوشحال زندگی کا محور ماں ہے۔ ماں ایک ایسی غزل ہے جو سننے والے کی دل میں اتر جاتی ہے۔ ڈیئر عینی کیسی ہو آپ؟ گھر والے سب کیسے ہیں امید ہے ٹھیک ہوں گے آپ کی بھتیجی شالو کیسی ہے؟ ڈیئر آپ کی بھتیجی شالو کی سالگرہ پر آپ سے ملاقات ہوئی عینی آپ مجھے بہت اچھی لگی ہو آپ سے مل کے اچھا لگا۔ سالگرہ پر بہت مزہ آیا آپ کی دونوں بھابیاں اچھی ہیں آپ کی بڑی بھابی شاہدہ ویسے ہی بہت اچھی ہیں۔ نئی بھابی سے مل کر اچھا لگا وہ نائس لگیں آپ کو آپ کے نکاح کی مبارک باد ہو بہت خوشی ہوئی سن کے۔ عینی ڈیئر اب تو پکی والی دوستی ہوگئی ہے مٹھائی تو بنتی ہے نہ ویسے میٹھا مجھے اتنا پسند نہیں اگر مٹھائی کی جگہ گول گپے ہو جائیں تو کیا ہی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے آپ نے میرے گھر ضرور آنا ہے میں آپ کا شدت سے انتظار کر رہی ہوں تمام پڑھنے والوں کو سلام اللہ حافظ۔

منزہ عطا...... کوٹ ادو

کٹھی میٹھی سی دوستوں کے نام

آنچل کی تمام دیوانیوں کو اس ناچیز کی طرف سے السلام علیکم! حسینہ یار اتنے بُرے بُرے منہ کیوں بنا رہی ہو میں ہی ہوں اور یاد بھی سب سے پہلے تمہیں ہی کیا ہے پر افسوس تم مجھے ہمیشہ بھول جاتی ہو۔ اب رو کیوں رہی ہو (ہاہاہا)۔ سمیعہ کنول کرن شہزادی آپ لوگ تو بالکل ہی انجان بن گئی ہو تم سے ایک مرتبہ بھی مجھے یاد نہیں کیا۔ صوفیہ ماریہ کائنات (انڈا) ارم اور میری سویٹ سی دوست رمشہ آپ لوگ کہاں غائب ہو۔ رمشہ تمہاری شادی کی سالگرہ گزر گئی اور تم نے کوئی ٹریٹ بھی نہیں دی (اس لیے کہ میں نے وش نہیں کیا سوری)۔ پارس شاہ آپ کہاں گم ہو طیبہ نذیر آپ کو شادی کی مبارک باد۔ اللہ حافظ۔

سمیرا سواتی...... بھیر کنڈ

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم کیسی ہیں آپ سب؟ امید خداوندی ہے کہ یقیناً ٹھیک ٹھاک ہوں گی اقصیٰ اکشش آپ نے دوستی کا ہاتھ بڑھایا ہم نے تھام لیا اب آپ خوش ہیں نا۔ آپی پرنس افضل شاہین کیسی ہیں آپ بھیا کے ٹھیک ہونے کی بہت بہت مبارک باد ہو۔ طیبہ نذیر بہنا سدا خوش رہیں نئی زندگی ہمیشہ خوشیوں سے بھری رہے آمین۔ عائش کشما لے نام اور نگارشات پسند کرنے کا بے حد شکریہ آپ بھی بہت اچھی ہیں۔ نورین انجم پانچویں کلاس مبارک ہو گڑیا! منزہ عطا آپ ہماری دوست ہیں بے فکر رہیے بہنا اور سباس گل ارم کمال جیا آپی سارہ یہ چوہدری فریدہ آپی تحریم اکرم کیسی ہیں آپ سب؟ میرا اسکول پپی والا ہاہاہا کیسی ہو تم سب۔ اقراء زرقا کنجوس ہو بہت تم دونوں کیوں کہ بی اے کے رزلٹ میں سیکنڈ ڈویژن ہے میری اور مجھے مبارک باد بھی نہیں دی۔ میں بہت خوش ہوں کہ بغیر اکیڈمی اور گائیڈنس کے بغیر ٹیچر کے میں اپنا گریجویشن مکمل کرلیا تھینک یو اللہ جی۔ تمام پڑھنے والوں کو ڈھیروں ڈھیر سلام اور بڑی عید کی بڑی خوشیاں مبارک ہو رب راکھا۔

مدیحہ نورین مہک...... گجرات

سویٹ فرینڈز کے نام

اسلام علیکم امید ہے سب خیریت سے ہوں گے۔ عائشہ فرزانہ سب خیریت سے ہوں گے۔ 21 اکتوبر کو میری سالگرہ ہے میں انتظار کروں گی کہ تم تینوں میں سے پہلے مجھے کون وش کرتا ہے۔ ساتھ گفٹ بھی دے دینا ہاہاہا۔ تم لوگوں کو تو پتہ ہے میں کتنی ندیدی ہوں ویسے تم لوگ مجھے مولوی صاحب کہتے ہو یار فرزانہ غلام فاطمہ بھی بہت یاد آتی ہے اور سر ضمیر کی باتیں لاجواب ہوتی ہیں اور فرزانہ تمہارے پاپا جان کا تو جواب نہیں ہاہاہا (کچھ یاد آیا) اللہ تم لوگوں کو سدا خوش رکھے) اور کیا کوئی آنچل کی دوست مجھ سے دوستی کرے گی مجھے آپ لوگوں کے جواب کا انتظار رہے گا۔

مریم رمضان...... چیچہ وطنی

یادگار لمحے
جویریہ سالک

بڑے لوگوں کی بڑی باتیں

❖ ہمارے خواب وہ سمندر ہیں جن کی قدر خاموشی سے ہے اور جن کا ہر جذبہ ہمارے قلموں کی روشنائی ہے (جلیل جبران)۔

❖ شہرت وہ ہے جو مرد اور عورت ہمارے بارے میں سوچتے ہیں اور کردار وہ ہے جو اللہ اور فرشتے ہمارے بارے میں جانتے ہیں (تھامس لیسن)۔

❖ ایماندار ہونے میں یہ نقصان ہے کہ ہر شخص آپ کی بات پر اعتبار کرلیتا ہے (فلپ سڈنی)۔

❖ اگر تم چاہو تو اپنے خیالات کو بدل کر زندگی بہتر بنا سکتے ہو (آسکر وائلڈ)۔

❖ وسعت نظر زندگی کی ضامن ہے (ریپوٹن)

ریمانور رضوان...... کراچی

ساون کی وہ راتیں

ساون کی وہ راتیں
بہت یاد آتی ہیں ساون کی وہ راتیں
تیرے ساتھ میری وہ ملاقاتیں
تیرے وہ وعدے......
تیری وہ وفائیں......
تیری وہ چاہتیں......
تیری وہ باتیں......
بہت یاد آتی ہیں ساون کی وہ راتیں

ایم فاطمہ سیال...... محمود پور

عشق ومحبت

❖ عشق جب پتلا ہوتا ہے تو خامیاں گاڑھی ہوجاتی ہیں۔

❖ عشق کامل آدمی کے دل کا بہلاوا ہے۔

❖ محبت کبھی مطالبہ نہیں کرتی وہ تو ہمیشہ دیتی ہے نہ کبھی جھنجھلاتی ہے نہ انتقام لیتی ہے۔

❖ سزا دینے کا حق صرف اسے ہے جو سزا دینے والے

سے محبت کرتا ہے۔

❖ محبت میٹھا زہر ہے۔

❖ نفرت شیطان کا حصہ ہے معافی انسان کا وصف ہے اور محبت فرشتوں کا۔

❖ محبت انسانیت کا دوسرا نام ہے۔

❖ محبت دل اور جسم چاہتی ہے جبکہ عشق بس روح۔

❖ محبت نہ ملے تو انسان جی لیتا ہے لیکن جسے وہ محبت سمجھتا ہے اگر وہ شخص آپ کا مان نہ رکھے تو انسان ایسے بکھرتا ہے کہ پھر ریزے بھی نہیں ملتے۔

نادیہ جہاں تبسم...... سیالکوٹ ڈسکہ

بکرا عید

سب غلاظت نکال بکرے کی
دور رکھ دے تُو کھال بکرے کی
پھیپھڑے پائے دل اکٹھے کر
خاص چیزیں سنبھال بکرے کی
بوٹیاں سب جما فریزر میں
روسٹ کر ران لال بکرے کی
اک پڑوسی یہ ہنس کے کہتا ہے
ہے سری باکمال بکرے کی
اک سوالی نے یہ صدا دی ہے
دے کلیجی حلال بکرے کی
گھر میں سسرالیوں نے آنا ہے
اوجھڑی سب ابال بکرے کی
یہ بھی اجر عظیم ہے راہی
کر بہت دیکھ بھال بکرے کی

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

سنو لوگو!

دل دل پاکستان، جان جاں پاکستان
چاند میری زمین، پھول میرا وطن
تیرے کھیتوں کی مٹی میں لعل و یمن
ہمارا پرچم یہ پیارا پرچم
یہ پرچموں میں عظیم پرچم
سوہنی دھرتی اللہ رکھے
قدم قدم آباد قدم قدم آباد تجھے
کتنے اچھے گیت لکھے ہیں ہم نے دیس کی شان میں سب

نے لیکن لوگو!
اچھے گیت ملی نغمے لکھ دینے سے گا لینے سے
اپنے اپنے فیس بک پر سجا لینے سے
ملک وملت کا اس مٹی کا
حق تو ادا نہیں ہوتا ہے
ہمیں اب گانوں سے نہیں ترانوں سے نہیں
فکر وعمل سے اور ارادوں سے اپنے ملک وقوم کی
فلاح کے لیے سب کچھ کرنا ہوگا
کیونکہ قومیں، قومی ترانوں سے نہیں
بہادر اور باعمل جوانوں سے، مثبت سوچ رکھنے والے
حکمرانوں سے پنپتی اور پروان چڑھتی ہیں۔
بقول اقبال......
عمل سے زندگی بنتی ہے
جنت بھی جہنم بھی
لہٰذا چودہ اگست اور چھ ستمبر کو فقط قومی ترانے نہ گائیں۔ قومی ترقی وملکی خوشحالی کے لیے کام واقدام بھی کریں تاکہ دنیا والے آپ کے وطن کے گن گائیں، پاکستان کے ترانے گائیں، پاکستان زندہ باد۔
سباس گل......رحیم یار خان

کالی رات

میں دکھی
وہ کالی رات ہوں
جسے......
پورے چاند کی
چاندنی بھی
روشن نہ کر سکی
اور......
ماند کر گئی

فصیحہ آصف خان......ملتان

انمول موتی

سنو......
جس نے نفس کو قابو میں کر لیا
نفس اس کا غلام بن گیا
روزین نصیر......چنیوٹ

نصیحت

اگر دنیا کے سامنے آنے کی
ہمت نہیں ہے تو نظریں ملانے کی
کوشش نہ کرنا اگر آنسو بہانے کی
عادت نہیں ہے تو پھر ہنسنے کی کوشش نہ کرنا
اگر پینے کا سلیقہ نہیں تو پلانے کی کوشش نہ کرنا
اگر وفا کرنے کا ارادہ نہیں تو ہمسفر بنانے کی کوشش نہ کرنا
اگر کسی کی بے رخی پسند نہیں
تو کسی سے دل لگانے کی کوشش نہ کرنا
مدیحہ رانا......ٹوبہ ٹیک سنگھ

غزل

بارہا تجھ سے کہا تھا مجھے اپنا نہ بنا
اب مجھے چھوڑ کے دنیا میں تماشا نہ بنا
نہ دکھا پائے گا تو خواب میری آنکھوں کے
اب بھی کہتا ہوں مصور میرا چہرہ نہ بنا
اک یہی غم میرے مرنے کے لیے کافی ہے
جیسا تُو چاہتا تھا مجھ کو میں ویسا نہ بنا
ایک بات اور پتے کی میں بتاؤں تجھ کو
آخرت بنتی چلی جائے گی دنیا نہ بنا
یہ خدا بن کے رعایت نہیں کرتے ہیں وہی
حسن والوں کو کبھی قبلہ و کعبہ نہ بنا
ثانیہ مسکان......گوجر خان

شاعری ٹائم

شاعر......
ہمیں تو اپنوں نے لوٹا غیروں میں کہاں دم تھا
میری کشتی وہاں ڈوبی جہاں پانی کم تھا
بیوی......
تم تو تھے ہی گدھے تمہارے دماغ میں کہاں دم تھا
وہاں کشتی لے کر ہی کیوں گئے جہاں پانی کم تھا
عشاء چوہدری......کلر کہار

اقوال زریں

- کسی کی دل آزاری سے بچنا چاہیے۔
- اعتماد ہی زندگی کی متحرک قوت ہے۔
- آزمائے ہوئے کو بار بار مت آزماؤ۔
- بدتر وہ ہے جس میں حیا کم ہو۔
- دنیا کی عزت مال سے اور آخرت کی عزت اعمال سے

ملتی ہے۔
○ کردار انسان کا وہ حسن ہے جسے زوال نہیں۔
○ ایک جھوٹ سے، بہت سے جھوٹ جنم لیتے ہیں۔
○ زندگی ایک حسین خواب ہے جب ٹوٹتا ہے تو پشیمانی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔
○ جس نے تمہارے ساتھ برا سلوک کیا اس کے ساتھ تم اچھائی کرو اور جس نے تمہیں ستایا اسے معاف کرو۔
○ ہمیشہ مسکراتے رہو زندگی خود بخود خوب صورت ہوجائے گی کیونکہ ہر غم میں مسکرانا بہاروں کا شیوہ ہے۔
○ بولنا عظیم ہے خاموشی اس سے عظیم تر۔
○ کسی بے قصور کو ذلیل کرتے ہوئے آپ اسے اس کی اوقات یاد نہیں دلا رہے ہوتے بلکہ اپنی اوقات دکھا رہے ہوتے ہیں۔

امیقہ سحر...... عبدالحکیم

اچھی باتیں

- حرام کاموں سے نفس کو روکنا بھی صبر ہے۔
- ذلت اٹھانے سے بہتر ہے "تکلیف" اٹھالو۔
- دنیا میں سب سے تیز رفتار چیز دعا ہے۔
- اپنے سوا اپنا کوئی بھی نہیں ہوتا اپنی قدر کیجیے۔
- سننے کی بہترین آوازوں میں سے ایک آواز ضمیر کی بھی ہے۔
- کبھی کبھی غلط لوگ زندگی کا صحیح مطلب سمجھا دیتے ہیں۔
- آخرت کے لیے محنت کرو تمہارے دنیاوی کاموں کے لیے اللہ ہی کافی ہے۔
- اگر سب راتیں شب قدر ہوتیں تو شب قدر بے قدر ہوتی۔

اقصیٰ آزاد...... خیرپور ٹامیوالی

چوڑی اور میں

کانچ کی نازک چوڑی کا ٹکڑا
ہاتھ میں پکڑے
سوچ رہی ہوں
اس میں اور مجھ میں
کیا فرق ہے صنم
یہ ہاتھ میں
چڑھتے ہوئے ٹوٹ گئی
اور میں......؟
دل سے اترتے ہوئے......

ایس اے صنم...... نواب شاہ سندھ

گلاب

گلاب کب کیسے اور کہاں پیدا ہوا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت مبارک سے لہو کے قطرے زمین پر گرنے لگے تو اللہ کو گوارا نہ ہوا کہ اس کے حبیب کا خون زمین پر گرے تو اللہ نے احد کے میدان میں فوراً گلاب کا پودا اگا دیا۔ خون زمین کی بجائے گلاب پر گرا جس سے گلاب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خون کی خوشبو سما گئی سبحان اللہ۔

رشک حنا...... سرگودھا

محبت

☆ لوگ کہتے ہیں محبت صرف ایک بار ہوتی ہے
پھر یہ سچ کیسے ہوسکتا ہے
میں جب جب اسے دیکھتی ہوں مجھے ہر بار اس سے محبت ہوتی ہے
☆ زوال یہ ہے کہ تیرا ساتھ نہیں
کمال یہ ہے کہ جی رہے ہیں
☆ وہ کہتا تھا تمہاری مسکراہٹ بہت حسین ہے وہ سچ کہتا تھا
اسی لیے تو وہ اپنے ساتھ مجھے نہیں میری مسکراہٹ کو لے گیا۔

صبا زرگر، زرقا زرگر...... جوڑہ

احساسات اور جذبات

احساسات و جذبات کو اہمیت دینی چاہیے لیکن ایک بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ کہیں ہم اپنے جذبات کو اہمیت دیتے ہوئے کسی دوسرے کے احساسات و جذبات کو پاؤں تلے کچل تو نہیں رہے۔ اپنی خوشی کے لیے کسی دوسرے کی عزت نفس کو مجروح نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہ سب ہمارے ساتھ بھی ہوسکتا ہے۔

شفقت شاہین...... کھوکھر بالا

لفظ لفظ خوشبو

✿ کبھی زندگی میں اس کا انتظار مت کیجیے جس کے ساتھ آپ رہ سکیں بلکہ اس کا انتظار کیجیے جس کے بغیر آپ رہ نہیں

سکتے۔

✿ دنیا کے نزدیک آپ شخص فرد ہو سکتے ہیں لیکن کسی فرد کے لیے آپ پوری دنیا ہو سکتے ہیں۔

✿ سچا دوست وہ ہوتا ہے جو آپ کے پہلے آنسو کو دیکھ لیتا ہے دوسرے کو روک لیتا ہے اور تیسرے کو تھام لیتا ہے۔

✿ تمہاری اور میری مسکراہٹ میں بس اتنا فرق ہے تم تب مسکراتے ہو جب تم خوش ہوتے ہو اور میں اس وقت مسکراتا ہوں جب تم خوش ہوتے ہو۔

✿ ایسی بات نہیں کہ میں تمہارے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا مگر بات صرف اتنی ہے کہ میں ایسی کوشش نہیں کرنا چاہتا۔

✿ مجھے تم سے محبت ہے اس سے زیادہ بہتر جملہ یہ ہے کہ مجھے تم پر اعتماد ہے کیونکہ ضروری نہیں کہ جس سے آپ محبت کریں اس پر ہمیشہ اعتماد کریں کیونکہ جس پر آپ اعتماد کر سکتے ہیں اس سے محبت بھی کر سکتے ہیں۔

✿ محبت بہت خوب صورت ہوتی ہے مگر میرے لیے صرف ''تم'' کافی ہو۔

✿ تقدیر فیصلہ کرتی ہے کہ آپ زندگی میں کس سے ملیں گے لیکن یہ فیصلہ دل کرتا ہے کہ آپ کی زندگی میں رہے گا کون۔

✿ تم سے ملنا قسمت تھی تمہاری دوست بننا فیصلہ تھا اور تم سے محبت میں مبتلا ہو جانا میرے اختیار سے باہر تھا۔

✿ کبھی کبھی میری آنکھیں میرے دل سے حسد کرتی ہیں کیونکہ تم ہمیشہ میرے دل کے قریب اور نگاہوں سے دور رہتے ہو۔

ثمیرا تعبیر...... سرگودھا

معلومات

☐ کرسی پہلی بار فرعون کے زمانے میں بنائی گئی۔

☐ خشک کاغذ میں بھی بیس فیصد پانی ہوتا ہے۔

☐ آسمانی بجلی کے صرف ایک شعلے سے دس لاکھ بجلی کے بلب روشن ہو سکتے ہیں۔

☐ نخرے باز مردوں کا تعلق پاکستان سے ہے۔

☐ بھارتی مرد چغل خور ہوتے ہیں۔

☐ اسکاٹ لینڈ کے مرد کنجوسی میں اپنی مثال آپ ہیں۔

☐ انسانی جسم پانی سے چھ گنا بھاری ہوتا ہے۔

☐ چیونٹی کے پیٹ میں دو معدے ہوتے ہیں۔

☐ انسانی آنکھ کا وزن سات گرام ہوتا ہے۔

☐ سات پہاڑوں کا شہر روم کو کہتے ہیں۔

سدرہ کشف...... خیر پور ٹامیوالی

اقوال:۔ خلیل جبران

✦ جب تمہارا غم و خوشی حد سے بڑھ جائے تو دنیا تمہاری نظروں میں حقیر ہو جائے گی۔

✦ امیروں کا امیر وہ ہے جو اپنے تخت درویشوں کے دلوں میں پاتا ہے۔

✦ حق کو سننے والا حق کے اظہار کرنے والے سے کچھ کم نہیں۔

✦ انسان کے بنائے ہوئے قانون کے سامنے انسان کا دماغ جھک سکتا ہے اس کی روح نہیں۔

✦ شرم و حیا کے ساتھ پسپائی سے، بے شرمی کے ساتھ کامیابی بدرجہ بہتر ہے۔

✦ حقیقتاً نیک وہ ہے جو اپنی ذات کو ان لوگوں سے علیحدہ نہیں کرتا جنہیں دنیا ''بد'' سمجھتی ہے۔

✦ سخاوت یہ نہیں کہ تم مجھے وہ چیز دو جس کی میرے مقابلہ میں چنداں ضرورت نہیں بلکہ سخاوت یہ ہے کہ تم مجھے وہ چیز دو جس کی تمہیں مجھ سے زیادہ ضرورت ہو۔

✦ محبت ایک نورانی کلمہ ہے جسے نورانی ہاتھ نے نورانی کاغذ پر لکھا ہے۔

✦ جو مرد عورت کی ادنیٰ کمزوریوں کو معاف نہیں کرتا وہ اس کی اعلیٰ خوبیوں سے بھی بہرہ مند نہیں ہو سکتا۔

✦ جس کے ساتھ تم ہنستے ہوا سے بھول سکتے ہو لیکن جس کے ساتھ روئے ہوا سے نہیں بھول سکتے۔

صائمہ سکندر سومرو...... حیدرآباد سندھ

آئینہ

شہلا عامر

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! اللہ تعالیٰ کے پاک وبابرکت نام سے ابتدا ہے جو وحدہ لاشریک ہے۔ عیدالاضحیٰ مبارک۔ عید نمبر ہونے کی وجہ سے پرچہ جلد پریس میں چلا گیا جس کی وجہ سے کافی ساری بہنوں کی ڈاک آئندہ ماہ کے لیے سنبھال کر رکھ لی گئی ہے لیکن آئینہ میں شامل ہونے کے لیے عیدالاضحیٰ کے پرچے پر تبصرہ کیجیے گا تاکہ مصنفہ بہنوں تک آپ کی تنقید و تعریف پہنچ سکے۔ اب چلتے ہیں آئینہ کی جانب جہاں آپ کے الفاظ جھلملا رہے ہیں۔

مانو...... ٹوبہ ٹیک سنگھ۔ السلام علیکم! امید ہے سب لوگ ٹھیک ہی ہوں گے اینڈ فرسٹ آف آل ٹو ڈے آئی ایم سو ہیپی کیونکہ میرا انٹرویو آنچل میں شائع ہوگیا۔ مجھے تو لگا کہ ریجیکٹ ہوگیا لیکن نہیں ابھی نظر میں آیا واقعی اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے خیر اچانک ملنے والی خوشی بہت پاورفل ہوتی ہے۔ ستمبر کا شمارہ منگوالیا ہے بھائی سے پر یہ کیا؟ آنچل کے ٹائٹل پر ماڈل کے سر سے آنچل غائب پر اس کی وجہ بھی سمجھ میں آگئی اگر دوپٹہ ہوتا تو ڈریس کا ڈیزائن سمجھ میں نہیں آتا رائٹ (آپس کی بات ہے میں تھوڑی جینئس بھی ہوں)۔ اشتہارات سے فارغ ہونے کے بعد سرگوشیاں سنیں پھر حمد و نعت کے بعد لگادی دوڑ ناک کی سیدھ میں لیجیے رک گئی "موم کی محبت" پر بھی شرمین کو چھوڑ کے جارہے ہیں اور عارض شرمین کے ساتھ اچھا نہیں کر رہا روئے گا سر پکڑ کے۔ دانش کدہ اس کے بعد ملیحہ احمد (میں بھی بہت بولتی ہوں) میمونہ شبیر پھر عائشہ اختر شاہانہ مزاج آئی لائک اٹ۔ آبرو چوہدری ساری لڑکیاں ہی بہت جلدی روتی ہیں اسی لیے تو عورتوں کی عمر لمبی ہوتی ہے ہاہاہا۔ انا احب سردیوں میں گھومنا واؤ مجھے بھی پسند ہے۔ "چراغ خانہ" دانیال کو پیاری اور پیاری کو مشہود پر آئی مس یو بوا۔ لیکن دانیال کی مما اور عالی جاہ کوئی مصیبت کھڑی کرنے والے ہیں۔ "اعتماد کی زنجیر" گناہ وہ جو تیرے دل میں کھٹکے تو ضمیر زندہ خیر آفاق نے توبہ کرلی۔ "تیری زلف کے سر ہونے تک" گول کی ہے ابھی۔ "ذرا پھر سے کہنا" ایک بہترین تخلیق ہے پھر "سہاگ کی نشانی" بھی ایک اچھی کوشش تھی۔ "مکافات عمل" دنیا کا دوسرا نام ہی مکافاتِ عمل ہے پر عاطف کی توبہ قبول ہوگئی۔ "ذرا مسکرا میرے گمشدہ" حیرت پر حیرت سکندر کیوں اجیہ اور اس کی امی سے نفرت کرتے ہیں اور حنین سے کیوں نہیں؟ غزنی شرمین دھاکہ "امید صبح بہار" جہاں خوشی کا وقت گزر جاتا ہے وہیں غموں کی رات (شب غم) بھی اتنی طویل تو ہوتی ہے پر گزر جاتی ہے باقی ڈائجسٹ ابھی زیر مطالعہ ہے اللہ حافظ۔

تمنا بلوچ...... ڈی آئی خان۔ السلام علیکم! ڈیئر شہلا آنی کیسی ہیں آپ؟ امید تو اچھی ہے اینڈ سویٹ سب آنچل فیملی آپ سے کیسے ہیں؟ بات ہوجائے آنچل کی تو اس بار بے انتہا انتظار کے بعد 30 کو ملا پھر جلدی سے کام ختم کرنے کے بعد آنچل کھول کے بیٹھ گئے۔ سب سے پہلے کمرشل سے گزرے پھر فرصت میں نازی آپی کا "شب ہجر نہ پا کے الجھے" ارے آپ اس ماہ کیوں غائب تھیں آپی؟ پھر سرگوشیوں سے ہوتے ہوئے در جواب آں میں جھانکا تو سحر آپی کے ماں بننے کی خوشخبری ملی دعا ہے کہ اللہ آپ کی خوشیاں قائم و دائم رکھے آمین۔ صائمہ اکرم چوہدری اور لائبہ میر کے والد کی رحلت کے بارے میں جان کر بے حد دکھ ہوا اللہ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین پھر وہاں سے "چراغ خانہ" کی طرف بڑھے پیاری اور دانیال کی دلی آرزو پوری ہونے پر خوشی کے ساتھ ساتھ ایک عجیب سا خوف ہے کہیں مشہود بھائی غصہ نہ ہوجائیں۔ "موم کی محبت" میں شرمین کو عارض کو معاف کردینا چاہیے اس بار بدلہ ہوا بوبی بھی اچھا لگا۔ اقبال بانو کی "اعتماد کی زنجیر" پڑھی، اچھی تحریر تھی پر اتنی محبت کے بعد بھی کیا مرد دوسری طرف مائل ہوسکتا

ہے اور عورت کا ظرف دیکھو کتنی آسانی سے معاف بھی کر دیا۔ دوست کا پیغام [illegible] سب کے پیغام اچھے تھے پر افسوس نجم باجی اور طیبہ نے ہمیں یاد نہیں رکھا۔ آئینہ میں بھی خوب رونق لگی تھی۔ باقی ابھی زیر مطالعہ ہے زندگی رہی اور اللہ نے چاہا تو پھر ملاقات ہوگی۔ مونا شاہ ناول کی قبولیت پر ڈھیروں مبارک باد۔ رشک حنا کہاں گم ہو یار جلدی سے انٹری دو نجم باجی، ماریہ کنول ماہی سامعہ ملک عائشہ پرویز ارم کمال پروین افضل اور غزل جنت آپ سب کو میری ڈھیروں دعائیں اور سلام۔ اب اجازت زندگی رہی تو پھر ملاقات ہوگی اللہ کے کرم سے اللہ حافظ۔

مدیحہ نورین مہک...... گجرات۔ السلام علیکم! ستمبر کا شمارہ 26 کو ملا ٹائٹل اچھا تھا سب سے پہلے حمد و نعت سے روح کو سرشار کیا در جواب آں میں آنٹی جی نے سب کو جواب دیئے تھے بڑی محبت و شفقت کے ساتھ ہمارا آنچل میں چاروں تعارف اچھے تھے۔ انا احب آپی کے متعلق پڑھ کے بہت اچھا لگا۔ بیاض دل پرنس افضل شاہین آپی، مسز نگہت غفار، نورین انجم کے اشعار پسند آئے۔ ڈش مقابلہ میں جیتنے والوں کو مبارک باد اور چکن نگٹس، ملتانی تکے پسند آئے۔ بیوٹی گائیڈ میں جلد کے حوالے سے لکھا گیا سب اچھا لگا سب ہماری جلد کے لیے آسان اور اچھے نسخے تھے۔ نیرنگ خیال میں مونا شاہ، نیر رضوی، راشد ترین بھائی، فریدہ فری کی شاعری پسند آئی۔ یادگار لمحے میں طیبہ نذیر، نوشین اقبال نجم انجم ارم کمال کے انتخاب پسند آئے، ہم سے پوچھیے میں ہم شامل نہیں تھے مگر محفل کی رونق عروج پر تھی، ماشاء اللہ افسانوں میں صباء عیشل، اقبال بانو کے افسانے پسند آئے اقراء صغیر احمد کو خوش آمدید کہتے ہیں اللہ آپ کو کامیابیوں سے نوازے آمین۔ جنہوں نے مجھے دعاؤں میں یاد رکھا اور میرا گریجویشن کا رزلٹ بہت اچھا آیا آئندہ بھی دعاؤں میں یاد رکھیے گا سب کو عید کی بہت بہت مبارک باد۔

منزہ عطا...... کوٹ ادو۔ السلام علیکم! شہلا آپی کیسی ہو آپ؟ امید ہے فٹ فاٹ ہوں گی اور تمام آنچل اسٹاف اور ریڈرز اینڈ قارئین کو پیار بھرا اسلام اینڈ عید الاضحی کی بہت بہت مبارک باد۔ اللہ تعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کی قربانی قبول فرمائے آمین۔ شہلا آپی، سمیرا آپی ماما بن گئی ہیں آپ یہ بتائیں اللہ پاک نے انہیں رحمت عطا کی ہے یا نعمت، اللہ پاک آپ کو نیک صالح اولاد نصیب فرمائے آمین۔ نازیہ جی آپ کو نہ دیکھ کر دل بہت اداس ہو گیا، نازیہ بہن اللہ پاک آپ کو صحت کاملہ عطا فرمائے آپ چھٹی نہ مارا کریں۔ میری ایک خواہش آپ نے پوری کرنی ہے آپ آنچل میں مکمل ناول دو دیا کریں پلیز افسانے کم ہوں ادھر کہانی شروع کی اُدھر ختم پلیز زیادہ مکمل ناول ہوں۔ پلیز آنٹی ہماری فرمائش پوری کریں یہ میری نہیں تمام قارئین کی خواہش ہے باقی آنچل کے تمام سلسلے بہت اچھے جا رہے ہیں اللہ پاک آنچل کو اور زیادہ ترقی دے آمین پاکستان زندہ باد۔

سمیرا تعبیر...... سرگودھا۔ السلام علیکم شہلا آپی! کیسی ہیں آپ اور آپ کا اسٹاف اپنے دکھ ٹینشنز بھلا کر مدتوں بعد آپ کے آئینہ دل میں دستک دی ہے امید ہے کہ آپ میرا خیر مقدم فرما کر اپنے آئینہ دل میں آنے کا راستہ دیں گی۔ آنچل ہمیشہ کی طرح 24 کو مل گیا تھا سرورق کچھ خاص نہیں لگا اندرونی صفحات پر نظریں دوڑائیں۔ قیصر آنی دھیمے سروں میں سرگوشیاں کرتی نظر آئیں قابل تحسین انداز میں ملک کے حالات پر روشنی ڈالی اللہ ہمارے وطن عزیز کو ہر حاسد ظالم آنکھ سے بچائے رکھے آمین حمد و نعت سے دل و دماغ کو منور کرنے کے بعد تھوڑا آگے بڑھے در جواب آں میں سمیرا آپی آپ کے متعلق جان کر خوشی ہوئی کہ آپ بھی ماما بن گئی ہیں اور گورنمنٹ جاب بھی مل گئی ہے میری طرف سے بہت بہت مبارک ہو آپ کو اللہ ہر طرح کی کامیابیوں سے نوازے آمین۔ تھوڑا اور آگے بڑھے تو دانش کدہ میں حسب روایت قرآن کریم کی تفسیر سے ایمان میں اضافہ ہوا تھوڑا اور آگے چلے تو ہمارا آنچل میں تمام بہنوں سے ملاقات اچھی لگی پھر اپنے موسٹ، فیورٹ ناول کی طرف جی جی بالکل اقراء صغیر جن کا تو میرے لیے نام ہی کافی ہے جن کے ناول کا بڑی

شدت سے انتظار تھا پہلی قسط ہی اتنی شاندار اور ہٹ تو پھر انتہا کیا ہوگی ویری ویل ڈن اقرا جی آئی لو یو سو مچ۔ نوفل نام کچھ سوٹ نہیں کیا' تھوڑا آگے بڑھے تو "شب ہجر" کو ناپا کر دل بے اختیار اداس ہوگیا۔ نازی آپ کی خیریت کے لیے بے اختیار ڈھیروں ڈھیر دعائیں مانگ ڈالیں۔ وطن کی محبت کا خوب حق ادا کررہی ہیں آپ' صیام اور عبدالہادی وری فیورٹ۔ "موم کی محبت" کی طرف بڑھے تو دل اکتا گیا' پلیز راحت جی آپ نے تو خوامخواہ لمبا کردیا ہے اس کو جلد سے ہیپی اینڈ کردیں اور ہمیں بوریت سے بچائیں۔ مکمل ناولز میں "چراغ خانہ" اچھی جارہی ہے' سعدیہ کمال کا تو دماغ خراب ہوگیا ہے پتا نہیں کیسی ماں ہے اولاد کی خوشیاں خود اجاڑ رہی ہے اور عالی کو تو اللہ ہی سمجھے۔ "ذرا پھر سے کہنا" نادیہ احمد نے بہت اچھا لکھا گو کہ موضوع کافی پرانا تھا پھر بھی اور آگے بڑھے "ذرا مسکرا میرے گمشدہ" فاخرہ گل بھی بہت اچھا لکھ رہی ہیں۔ اجیہ اور حنین دونوں کا کردار بہت اسٹرونگ ہے' بے چاری کو کیا کچھ سہنا پڑ رہا ہے باپ تو بیٹیوں کے لیے ایک مضبوط شفقت بھرا سائبان ہوتے ہیں' یہ پتا نہیں کیسا باپ ہے اجیہ پر بہت ترس آتا ہے۔ اربش کا کردار اچھا ہے شرمین اور غزنی دونوں ہی سخت زہر لگتے ہیں۔ نازیہ جمال نے سو سو لکھا' رشتہ داروں اور معاشرے کے ذہنیت کی عکاسی کرتی اچھی تحریر تھی۔ افسانے سارے ہی اچھے تھے خصوصاً "جنجال پورہ" بہت اچھی تحریر تھی ان لڑکیوں کے لیے جو سسرالیوں کو وبال جان سمجھتی ہیں اپنے شوہر کے علاوہ۔ "مکافات عمل" شمسہ فیصل نے تو آنکھیں کھول کے رکھ دیں نوجوان نسل کے لیے لمحہ فکریہ تحریر تھی ویل ڈن۔ "امید صبح بہار" بھی سو سو تھی' مستقل سلسلوں میں دوست کا پیغام آئے میں سب کے پیغام اچھے تھے افسوس کہ میرے نام کسی کا نہیں تھا۔ آئینہ میں انعم زرین' عائش کشمالے' انجم انجم تبصرہ ہمیشہ پسند آتا ہے مجھے آپ کا تبصرہ' فائزہ حرا قریشی' حافظہ صائمہ کے تبصرے جاندار تھے۔ یادگار لمحوں میں اپنا اور شمع مسکان' طیبہ نذیر' پروین افضل' عظمیٰ جبیں کا انتخاب اچھا لگا۔ ہم سے پوچھیے میں رکھ رکھ کے شمائلہ آپی کرارے جوابات دیتی ہیں آپی کے جوابات اور قارئین کے سوالات پڑھ کر بے اختیار بل پڑ گئے پیٹ میں۔ بیاض دل میں مہک ناز' شرین' نور صبا' مدیحہ کے اشعار اچھے لگے۔ اچھا جی جناب اجازت دیجیے اللہ حافظ۔

ارم کمال ...... فیصل آباد۔ پیاری سی شہلا جی سدا ہنستی مسکراتی رہیں آمین' السلام علیکم! امید ہے کہ خیریت سے ہوں گی میری طرف سے آنچل کے تمام قارئین کو اور خصوصاً آپ کو عید قربان کی بہت بہت مبارک ہو۔ آنچل کا اس ماہ کا ٹائٹل بہترین ٹائٹلز میں سے ایک تھا۔ سرگوشیوں سے ہوتے ہوئے در جواب آں میں پہنچے۔ پیاری پیاری بہنوں سے علیک سلیک ہوئی' دانش کدہ سے علم و عرفان کے موتی چنے۔ ہمارا آنچل میں عائشہ اختر کا اسٹائل دل لے گیا۔ سلسلے وار ناول "چراغ خانہ" میں دانیال جی پیاسے کے پیاسے رہے' خیر ہمیں بھی مزا آیا۔ سعدیہ جیسی ماؤں سے تو اللہ بچائے ورنہ مائیں تو اولاد کی خوشی میں خوش ہوتی ہیں اور اولاد کے دکھ ان کو زندہ در گور کردیتے ہیں۔ اقرا صغیر کا نیا ناول "تیری زلف کے سر ہونے تک" آغاز تو اسٹرونگ ہے آگے آگے دیکھتے ہیں کیا کیا موڑ آتے ہیں۔ "موم کی محبت" میں سب کو فٹا فٹ ٹھکانے لگا دیا' چلئے اچھا ہوا کچھ جمود تو ٹوٹا۔ "ذرا مسکرا میرے گمشدہ" میں اجیہ کا کردار میرا موسٹ فیورٹ ہے۔ "اعتماد کی زنجیر" اقبال بانو جب بھی آتی ہیں چھا جاتی ہیں ویسے اکثر عورتوں کو گھروں کو بسانے کے لیے بڑی جان مارنی پڑتی ہے۔ "ذرا پھر سے کہنا" دل و دماغ پر ثبت ہوگئی' عورت کا ایک غلط قدم اس کے ساتھ ساتھ اس کی اولاد کا بھی بیڑہ غرق کردیتا ہے۔ سویرا کو تو جنید مل گیا اس کی زندگی رنگوں سے بھرنے کے لیے لیکن ہر کسی کے ساتھ ایسا خوب صورت اتفاق نہیں ہوتا۔ "جنجال پورہ" پڑھ کر ایک ہی بات ذہن میں آئی کہ ایک لڑکی نے کہا میرا مسئلہ یہ ہے کہ مکھن کھاتے میرے دانت ملتے ہیں۔ "ہر راہ ادھر کو جاتی ہے" نازیہ جمال کی خوب صورت ترین کچھ کچھ فلمی اسٹائل سی تحریر بہت پسند آئی۔ ہومیو کارنر میں طلعت نظامی کی بدولت بہت اہم معلومات ملیں۔ بیاض دل میں کوثر خالد' پروین افضل شاہین'

نورین انجم مہک اور سدرہ شاہین کے اشعار اچھے رہے۔ ڈش مقابلہ میں فرائیڈ اچاری چکن اور سوہن حلوہ بہت زبردست رہے۔ نیرنگ خیال میں نائلہ اکرام مسز نگہت غفار ماہ نور نعیم لاریب انشال اور کشف بلوچ کی شاعری نے دل موہ لیا۔ دوست کا پیغام آئے میں سب کے پیارے پیارے پیغامات پڑھ کر دل جھوم اٹھا ان سب کا بے حد شکریہ جنہوں نے مجھے یاد رکھا۔ یادگار لمحے میں صائمہ ذوالفقار سائرہ خان عائشہ اے بی اور نجم انجم اعوان کے مراسلے بہت ہی اچھے لگے آئینہ میں مجھ سمیت سب ہی کے چہرے جگمگا رہے تھے۔ ہم سے پوچھئے میں بختاور افتخار آصفہ قیصرانی شبنم کنول اور عائشہ رحمٰن ہنی کے سوالات اور شمائلہ جی کے اسپائسی جوابات نے بھرپور مزا دیا ویسے ایک بات بتائیں شمائلہ جی روزانہ کتنی ہری مرچیں کھاتی ہیں؟ میری دعا ہے کہ ہمارا آنچل روز بروز نکھرتا اور سنورتا جائے اور ادب کے مینار پر اس کی آن اور شان سب سے جداگانہ ہو۔ اچھا جی اب اجازت پھر ملیں گے اگلے ماہ میری طرف سے سب کو بہت بہت عید قربان مبارک خوب زور و شور سے تکے کوفتے کھائیے بس ذرا معدے کا خیال رکھ لیجیے گا ورنہ آپ کے محلے کے ڈاکٹروں کی چاندی ہوجائے گی۔

عذبہ آرزو چوہدری...... گجرات۔ السلام علیکم! تمام آنچل اسٹاف اور قارئین کو چاہتوں بھرا سلام۔ میں پہلی بار آنچل میں شرکت کررہی ہوں شہلا عامر جی آپ مجھے خوش آمدید نہیں کہیں گی؟ فورتھ ائیر کی طالبہ ہوں آنچل کے سلسلہ وار ناول اچھے ہوتے ہیں۔ میرا موسٹ فیورٹ ناول "جھیل کنارہ کنکر" تھا باقی سب بھی اچھے ہیں۔ خود بھی رائٹر بننا چاہتی ہوں اور میں نے آنچل میں اپنی تحریر بھی بھجوائی ہے امید ہے کہ قابل اشاعت ہوگی۔ اب آتے ہیں "موم کی محبت" کی طرف تو راحت وفا آپ اچھا لکھ رہی ہیں کہانی میں نیا ٹوئسٹ تو لائیے۔ "ٹوٹا ہوا تارا" کا اینڈ بیسٹ تھا۔ "شب ہجر کی پہلی بارش" میں سدید کا پڑھ کر دکھ ہوا۔ صیام اور درمکنون کو ہی ایک دوسرے کا پارٹنر بنائیے گا۔ "تیرے نام کردی زندگی" اچھا ناول تھا۔ پڑھ کر مزا آیا افسانے بھی بس ٹھیک ہی تھے کاش کہ "یہ چاہتیں یہ شدتیں" کی طرح "ٹوٹا ہوا تارا" کا بھی ڈرامہ بننا چاہیے۔ اب مجھے اجازت دیجیے اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر آرزو! خوش آمدید۔

عنزہ یونس انا...... حافظ آباد۔ السلام علیکم! کیسے ہو آنچل فیلوز؟ آج میں بھی حوصلہ کرکے محفل آئینہ میں آ گئی خدا جانے جگہ ملتی ہے کہ نہیں۔ اس دفعہ آنچل 28 کو ملا حسب روایت سب سے پہلے الٹ پلٹ کے دیکھا سرورق میں مریم سے ملاقات اچھی رہی۔ ہلکی پھلکی سی ماڈل اچھی لگ رہی تھی پھر بھاگے بھاگے "موم کی محبت" تک پہنچے خدا کی پناہ ابھی تک دوڑے جارہی ہے بغیر سانس لیے۔ راحت جی پلیز اچھا سا اینڈ کردیں۔ شرمین کی ضد عارض کو دکھی کررہی ہے آپ ہی سمجھائیں اسے ورنہ ہم تو ابھی صفدر زریاب والا دکھ ہی نہیں بھولے۔ "چراغ خانہ" رفعت سراج کی اسٹوری سو پرہٹ ہے وہ لفظوں میں ایسے الجھاتی ہیں کہ بندہ چاہ کے بھی ان کے سحر سے نہیں نکل پاتا۔ اس دفعہ "شب ہجر کی پہلی بارش" کو نہ پاکر بہت برا لگا پورا مہینہ انتظار کرنے کے بعد جب مطلوبہ چیز نہ ملے تو بندہ ڈس ہارٹ تو ہو ہی جاتا ہے ناں؟ اقرا صغیر کی اسٹوری پڑھ کر مزہ آ گیا اب آگے چلیں گی تو کچھ کہہ پائیں گے نادیہ احمد نے "ذرا پھر سے کہنا" خوب لکھی بہت سے دکھوں کے بعد بالآخر سویرا کو جنید مل ہی گیا۔ نازیہ جمال کی بھی "ہر راہ ادھر کو جاتی ہے" کمال تھی۔ "ذرا مسکرا میرے گمشدہ" بھی لونگ ہے باقی سارے افسانے اچھے تھے۔ اقبال بانو جی کا خاص کر مرد واقعی بہک جاتا ہے اس کے علاوہ وہ ناولٹ جس سے میں بہت متاثر ہوئی۔ "جراتوں کے امین" عظمیٰ شاہین رفیق کا لفظ لفظ موتی تھا۔ میں نے بہت سے ہسٹری ناول پڑھے ہیں مگر بہت کم ناولز میں ایسی جاذبیت ہوتی ہے کہ قارئین خود کو اس ناول کے ساتھ ساتھ پاتے ہیں۔ وطن کی محبت سے سرشار عظمیٰ کی ایک چمکتا ستارہ ہیں۔ میرے پاس الفاظ نہیں ہیں کہ جس میں انہیں خراج تحسین پیش

کروں تم نے ظلم کا حق ادا کردیا ویل ڈن ماشاء اللہ۔

مٹی کی محبت میں ہم آشفتہ سروں نے
وہ قرض بھی چکائے ہیں کہ جو واجب بھی نہیں تھے

تم نے مٹی کے ساتھ محبت کا حق ادا کردیا شاید عظمیٰ شاہین رفیق پلیز پلیز لکھتے رہنا میں نے تمہیں اپنی دوست مان لیا ہے یہ جانے بغیر کہ تم میرے بارے میں کیا رائے رکھتی ہو تمہارا ناولٹ لفظ لفظ میرے دل پر نقش ہے پڑھ کے اپنے اندر ایک عجیب سا سکون محسوس ہوا کیپ اٹ اپ۔ صبا عیشل کا "بنت حوا" بھی اچھا تھا "اچھے گھرانے" کوثر ناز بھی خوب تھا۔ "مکافات عمل" شمسہ فیصل نے خوب صورت لکھا۔ "جنجال پورہ" بہت سبق آموز افسانہ تھا جوائنٹ فیملی پر لکھا افسانہ اچھا لگا۔ "سہاگ کی نشانی" سیما بنت عاصم کا بھی پیارا تھا اور "امید صبح بہار" سیدہ فرجین صغریٰ کا بھی پسند آیا۔ ہم سے پوچھیے میں ارم کمال چھا گئیں پیغام بھی کے اچھے تھے۔ بیاض دل میں اپنا شعر اچھا لگا یعنی عنزہ یونس انا کا ہاہاہا۔ نیرنگ خیال میں راشد ترین نے اچھا لکھا اچھا جی اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر عنزہ! خوش آمدید۔

آسیہ شاہین...... چکوال۔ پیاری آپی جان سلام! امید ہے آپ اور سبھی آنچل اسٹاف بخیریت ہوں گے سب سے پہلے تو میری طرف سے بھی ساتھیوں کو بقر عید کی پیشگی مبارک باد۔ اللہ ہر مسلمان کو قربانی کی استطاعت عطا فرمائے اور جو لوگ قربانی کریں گے اللہ ان کی قربانی کو شرف قبولیت کے درجات عطا فرمائے آمین۔ اب چلتی ہوں تبصرے کی جانب ماہ ستمبر کا ڈائجسٹ میرے ہاتھوں میں ہے سب سے پہلے سرگوشیاں کی بات کروں گی بہت عمدہ کہی آپی نے کہ ہمارے حکمران اپنے مفادات کے لیے دست گریباں ہیں اور سوائے ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچ کر اپنی جگہ بنانے کے ان کو کوئی اور کام ہی نہیں ہے اور اللہ بچائے سیلاب کی تباہ کاریاں واقعی دل دہلا دینے والی ہوتی ہیں۔ دعا ہے اللہ انہیں راہ راست پر لائے آمین۔ حمد و نعت سے دل منور ہوگیا در جواب آں میں آپی بہت خوب صورتی سے جواب دیتی ہیں ہر ایک کے حالات پر خوب صورتی سے بات کرتی ہیں۔ یہ نصف ملاقات مجھے سب سے زیادہ پسند ہے سورۃ مریم کی آیت ۲۷ کی تشریح بہت ہی عمدگی سے کی گئی والدین کا سایہ بہت عظیم نعمت خداوندی ہے اور اسلام نے والدین کے اسلام نہ لانے کفر پر جمے رہنے کے باوجود ان سے حسن سلوک اور احسان کے معاملے کی تاکید فرمائی۔ میرا پسندیدہ ناول "چراغ خانہ" پہلے ہی اوراق میں مجھے مل گیا پڑھ کر بہت پسند آیا۔ دانیال کا پیاری سے نکاح ہو جانا اور مشہود کا واپس آجانا اور اس کی اپنی تھا سنانا بہت ہی اچھی کہانی ہے۔ "اعتماد کی زنجیر" کہانی کا آغاز بہت عمدگی سے کیا گیا۔ اعتماد کی زنجیر اقبال بانو کی تحریر میاں بیوی کی محبت پر مبنی یہ کہانی دل گدگدانے والی تھی۔ بہت عمدگی سے ماور اور آفو نے اپنے درمیان پیدا ہونے والے بے اعتباری اور اندیشوں کے گڑھے کو بھرا تھا یہ بات حقیقت ہے کہ اعتبار ہی وہ فیول ہے جو کہ اس رشتے کو چلاتا ہے۔ "جنجال پورہ" از سلمیٰ غزل نام نے مجھے اپنی طرف متوجہ کیا تو فوراً سے پیشتر میں نے افسانہ پڑھنا شروع کیا جس میں مشترکہ خاندانی نظام پر رانیہ ارینہ سے بحث و مباحثہ کرتی ملی۔ ارینہ نے پہلے ساس اور پھر سسر صاحب پر تنقید کی اور نندوں شوہر دیورانیوں جٹھانیوں سب سے بے زار رانیہ کو سمجھانے کی غرض سے ارینہ نے جو طریقہ اختیار کیا اس پر داد۔ "سہاگ کی نشانی" از سیما بنت عاصم بہت خوب صورت الفاظ کا چناؤ کیا بہت ہی خوب صورت پیغام "مکافات عمل" از شمسہ فیصل کیا خوب لکھا جب انسان جوانی کی چوٹی پر کھڑا ہوتا ہے وہ سرکش گھوڑے سے بھی زیادہ خطرناک ہو جاتا ہے اور ایسے میں بغاوت کے پتھر زور سے لگتے ہیں واہ مبارک باد۔ "ذرا مسکرا میرے گمشدہ" از فاخرہ گل اچھا اور اربش نام بہت خوب صورت جبکہ سکندر کے رویے نے بہت افسردہ کیا۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ عورت کو نظر انداز کیا جاتا ہے خدارا

عورت کی عزت و تکریم کریں بہنت حوا کی بہت خوب صورتی سے لکھا۔ آج کل فیس بک پر بھی سب ہوتا ہے لیکن میرا خیال ہے کہ انسان خود ہی اپنے ہر عمل کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ ہر چیز کا اچھا استعمال بھی ہوتا ہے اور برا بھی۔ یہ تو اب ہم پر ہے کہ ہم کس طرف جائیں کہانی میں شاعری کا استعمال نہایت دلفریب لگا۔ نازیہ جمال کا ”ہر راہ ادھر کو جاتی ہے“ بہت عمدگی سے کاغذ پر اتارا گیا۔ ہر سین بہت عمدہ اور جملوں کی تراش خراش پسند آئی۔ بیاض دل میں مشا علی کا شعر پسند آیا۔ طلعت آغاز کی ڈشز کا مقابلہ خوب رہا اچھا ہے بڑی عید پر نئے نئے پکوان بنائیں گے۔ نیرنگ خیال ہر غزل اور نظم دل کے تار چھیڑتی رہی۔ آئینہ میں دوستوں سے آدھی ملاقات کے دوران کچھ شناسا سا نام نظر آئے تو انہیں پڑھ کر اچھا لگا جن میں مونا شاہ قریشی حرا قریشی اور فریدہ آپی شامل ہیں۔ ہم سے پوچھیے سلسلہ بہت اچھا لگتا ہے ہمیں شمائلہ جی خوب ہنساتی ہیں آپ کی صحت اور کام کی باتیں بھی اچھا لگا اب اجازت چاہوں گی اللہ نگہبان۔

عاصمہ ناصر گھمن...... سیالکوٹ گجر کلا۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! تمام آنچل اسٹاف اینڈ آنچل قارئین، ہمارا محبت بھرا اسلام قبول کیجیے۔ امید کرتی ہوں کہ سب بخیر ہوں گے آنچل کی بات کریں ویسا تو پورا آنچل ہی بیسٹ ہوتا ہے مگر ہمیں مکمل ناول اور نظموں غزلوں کا سلسلہ زیادہ پسند ہے اور سلسلے وار ناولز بالکل پسند نہیں کیونکہ ان کی بے جا طوالت بہت بور کرتی ہے اور نازیہ کنول نازی آپی آپ میری فیورٹ رائٹر ہو اور میں آپ سے بہت زیادہ پیار کرتی ہوں اور ریکوئسٹ ہے کہ سلسلے وار ناولز کی جگہ مکمل ناول زیادہ لکھا کریں۔ آنچل کے بارے میں کہنا چاہوں گی کہ یہ تمام ڈائجسٹوں میں سب سے بیسٹ ہے پہلے ہم خواتین اور شعاع وغیرہ بھی پڑھتے تھے مگر اب وہ سب چھوڑ دیئے ہیں کیونکہ آج کل ٹی وی اور کمپیوٹر کی وجہ سے زیادہ تر ٹائم وہیں پر صرف ہوتا ہے مگر آنچل پڑھنے کا ٹائم تو نکال ہی لیتے ہیں اوکے اب اپنے خط کا اختتام کرتے ہیں اور آنچل کے لیے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے ہمیشہ یونہی بلند چمکتا دمکتا رکھے اور پاکستانی لڑکیوں کو شرم وحیا کا آنچل اوڑھنے کی توفیق عطا کرے۔ اچھا اب اجازت چاہتے ہیں اللہ حافظ۔

فضہ جٹ مائرہ جٹ...... 132 جنوبی سرگودھا۔ السلام علیکم! آپی جی کیا حال ہے پانچ ماہ بعد آئی ہوں کیسا لگا؟ ٹائم ہی نہیں ملتا لکھنے کا اب بھی بڑی مشکل سے ٹائم ملا ہے سلائی کرتی ہوں نا پھر سکھاتی بھی ہوں۔ اب تو عید ہے عید پر رش بھی زیادہ ہوتا ہے لیکن ٹائم بھی نکال ہی لیا۔ ماڈل پیاری لگ رہی تھی حمد ونعت کے بعد حدیث بھی پڑھی بے شک ہر اس شخص کا حشر اس کے ساتھ ہوگا جس سے اس نے محبت کی ہوگی پہلے تو سمیرا آپی کو بہت مبارک ناول ختم ہونے پر ہمیں یہ ناول بہت بہت زیادہ پسند تھا۔ واہ جی واہ مکمل ناول وہ بھی چاروں چار ہی زبردست۔ ”موم کی محبت“ آپی جی کیا سب کو ہی باہر بھیج دینا ہے صفدر جب زیبا سے ملاقات کرتا ہے اس کے الفاظ بہت دکھ والے تھے۔ زیبا کا رونا مجھے بھی رلا گیا آپی جی آپ نے دونوں کو کیوں الگ کردیا ان کو پھر ایک کردیں نا۔ نازی آپی کا ناول کیوں غائب تھا ناولٹ بھی بہت پسند آیا ویسے بھی مجھے فوجی بہت پسند ہیں۔ یادگار لمحے سائرہ خان آپ نے جو لکھا بھائی کو بھی بہت پسند آیا۔ دوست کے پیغام آئے ہمارے نام تو کسی کا بھی پیغام نہیں ہوتا۔ عشنا کوثر آپی آپ کہاں غائب ہیں؟ آجایئے نا کوئی سردار والا ناول لے کر۔ سباس آپی آپ کہاں ہیں؟ فرحت آپ نے مجھے یاد کیا مجھے بہت خوشی ہوئی چلو کسی نے تو یاد کیا۔ فائزہ بھٹی چتو کی آپ سے پوچھا تھا مجھ سے دوستی کریں گی لیکن آپ نے جواب ہی نہیں دیا۔ خیر جیسے آپ کی مرضی ویسے تا آپ نے میرا دل توڑ دیا۔ رابعہ مبارک چتو کی آپ کہاں غائب ہیں پروین افضل شاہین مائرہ کو سلام۔ اسفان آپی کو بھی سلام اور علی کو پیار آپی اللہ آپ کو سدا خوش رکھے اور ہر پریشانی دور کرے سب کو عید مبارک۔ اللہ پاک آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی دے آمین اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر بہت جزاک اللہ۔

سدرہ رانی ...... ملتان۔ السلام علیکم! میری طرف سے تمام آنچل اسٹاف، میری شہلا آپی ریڈرز و رائٹرز سب کو پُر مسرت اور محبتوں بھرا اسلام عید مبارک دل کی گہرائیوں سے قبول ہو۔ ستمبر کا شمارہ ہمارے ہاتھوں میں ہے آنچل کے ٹائٹل پر ایک ادائے بے نیازی سے براجمان مریم اچھی لگی پھر سرگوشیاں اور حمد و نعت سے مستفید ہوتے ہوئے درجواب آں دل تھام کر نگاہ کی تو بہت سے چمکتے ستاروں کے درمیان اپنا نام جھلملاتا نظر آیا بے حد اچھا لگا پھر ہمارا آنچل میں میمونہ بشیر کا تعارف پڑھا آپ کے لیے دل کی گہرائیوں سے دعائیں نکلیں کہ ایک دن آپ ڈاکٹر بن کر ہم جیسے ہزاروں بلکہ لاکھوں لوگوں کے لیے مسیحا بن جائیں، آمین۔ پھر سلطنت کشمیر کی راج کماری کی راج دھانی اور محل کے اندرونی حالات پڑھ کر بے ساختہ کھلکھلا اٹھے اور بالوں کی چٹیاں بنائے کانوں میں ٹاپس ہاتھوں میں چوڑیوں کی کھنکھناہٹ بجاتی یہ سادہ سی مگر سرگودھا کی شہزادی ہمیں بہت اچھی لگی آخر میں انا احب کی زندگی کا سچ جان کر اچھا لگا۔ آپ سب لوگوں کا تعارف پڑھ کر (ایویں نہیں کہہ رہی) یقیناً بہت ہی مزہ آیا میری دعا ہے کہ آپ سب لوگ اسی طرح ہنستے مسکراتے قلم تھامے آنچل کی زینت بنے رہو۔ اب صبر رخصت ہورہا ہے ڈائریکٹ چھلانگ لگائی تو رفعت سراج کے "چراغ خانہ" تک جا پہنچے لیکن یہ کیا ناول ابھی وہیں کا وہیں ہے ہاں ایک اینٹ ضرور سرکی، سعدیہ آنٹی کی صورت اگر وہ اس عمر میں طلاق لیتی ہیں تو سارا کا سارا خسارہ انہی کو بھگتنا ہوگا۔ وہ خود ہی اپنی جذباتیت کے ہاتھوں تنہا رہ جائیں گی بعد ازاں "جراتوں کے امین" سپرہٹ ناولٹ پڑھ کر پاکستان سے محبت کے جذبوں کو پذیرائی ملی پاکستان اور اپنے فوجی جوانوں سے عقیدت ومحبت اور بڑھ گئی پھر میں چلی گئی افسانوں کی طرف جلدی جلدی سارے کے سارے افسانے اپنے دماغ میں انڈیل کر دل میں اتار لیے۔ سارے ہی زندگی کے کسی نہ کسی مقصد کو چھوتے ہوئے سبق دے گئے لیکن ان میں "اعتماد کی زنجیر" اور "جنجال پورہ" زیادہ متاثر کر گئے، پھر چلتے چلتے آئینہ خانے میں جا پہنچے وہاں سب کے تبصرے باری باری پڑھے سب نے ہی اچھا لکھا مگر حرا قریشی کے تبصرے کی کیا بات ہے، ویل ڈن۔ میں صرف اس وجہ سے آپ کی تعریف نہیں کر رہی کہ آپ میرے شہر ملتان کی ہو بلکہ واقعی آپ اچھا تبصرہ کرتی ہو اگر شمائلہ کاشف جی نہ ہوتیں تو بھی ہمیں ہنساتا کون، واقعی دنیا میں ہنسانا بہت مشکل کام ہے جو آپ بخوبی احسن طریقے سے سرانجام دے رہی ہیں۔ باقی کچھ سلسلے ابھی نہیں پڑھے جتنا پڑھا اس کے متعلق اپنا تبصرہ پیش کر دیا اس کے ساتھ ہی عابدہ دولت رانی صاحبہ کو اجازت دیجیے ان شاء اللہ اگلے ماہ پھر میں آپ کے ساتھ ہوں گی اگر آپ نے برداشت کیا تو ضرور واپس آؤں گی اللہ حافظ۔

عذرا بشیر، نور ...... جڑانوالہ۔ السلام علیکم! شہلا آپی قارئین اینڈ رائٹرز کو محبتوں بھرا اسلام۔ کچھ عرصہ پہلے آنچل میں "ذات شکست" پڑھی تھی اس اسٹوری نے ہمیں اتنا متاثر کیا کہ ہم آنچل کے مستقل خریدار بن گئے۔ مشتاق انکل بہت اچھی طرح ہماری دین و دنیا سنوار رہے ہیں، عمر خضر میں ہو۔ طلعت نظامی کا آرٹیکل بھی دل کو بھاتا ہے، بہت مفید باتیں بتا رہی ہیں نوجوان لڑکیوں کو۔ "ٹوٹا ہوا تارا" کی تعریف کے لیے الفاظ نہیں ملتے کہ کن الفاظ میں اس کی تعریف کروں، غرض یہ کہ شروع سے لے کر آخر تک زبردست تھا۔ جگ جگ جیو سمیرا جی! زور قلم اور زیادہ ہو۔ "جراتوں کے امین"، عظمیٰ شاہین رفیق الفاظ تو آپ کی تعریف کے لیے بھی نہیں ہے، اس اسٹوری کو پڑھ کر وطن کی محبت میں مزید اضافہ ہوا۔ میرا بھائی بھی شمالی وزیرستان میں دشمنان اسلام کے خلاف جاری ضرب عضب آپریشن میں شامل ہے۔ دعاؤں کی برسات کے ساتھ اجازت کے طلب گار ہیں، زندگی رہی تو شاید پھر کہیں ملیں گے، اللہ حافظ۔

جاذبہ عباسی ...... دیول، مری۔ سلطنت آئینہ کی ملکہ شہلا جانو اور اس مملکت کی تمام پریوں کو شہزادی جاذبہ کا خاص محبتوں بھرا اسلام۔ ملکہ شہلا جانو کیسی ہیں آپ؟ یار ہماری طویل غیر حاضری کا کوئی نوٹس ہی نہیں لیا آپ نے جی تو جناب اب چلتے ہیں آنچل کی طرف ارے ارے قیصر آرا آنٹی گھوریں تو مت، ہم تو صرف اپنے گھر میں پڑے آنچل

کی طرف جانا چاہیے (ہی ہی ہی) اب اس سے پہلے کہ ہمیں نہایت ادب و احترام سے اس محفل سے اٹھا کر باہر پھینک دیا جائے ہم اپنے تبصرے کا آغاز کرتے ہیں "موم کی محبت" نہایت خوب صورت انداز لیے ہر ماہ آنچل کی دنیا میں چار چاند لگا دیتی ہے۔ شرمین کی زندگی کے اتار چڑھاؤ' زیبا کی پُر سوز زندگی عارض کی محبت کا امتحان' صفدر کا اپنے فیصلے پر پچھتاوا' بہادر مگر کم سن اذان اور معصوم ننھے عبدالصمد کو بچانے اور کتنے عذابوں سے لڑنا پڑے گا۔ حقیقت کے بہت قریب اور سچائی پر مبنی کردار لیے اس کہانی کا ہر ماہ شدت سے انتظار رہتا ہے۔ "شب ہجر کی پہلی بارش" کا آغاز سلجھی ڈوروں پر مشتمل تھا مگر اب کہانی الجھتی جارہی ہے۔ سدید کی اتنی جلدی جدائی' مریہ کا زاویار سے یوں ملنا' شہرزاد' مکنون اور صیام کا ٹرائی اینگل۔ صمید حسن کا کردار' سارا منیر کی وحشت پتا نہیں کیا ہونے جارہا ہے نازی جی اللہ خیر کرے۔ انتہائی دلچسپ کہانی چل رہی ہے' لو جی اماں جان کو آخر پتا لگ ہی گیا کہ ہم کچن کے کام چھوڑ کر پھر سے لکھنے بیٹھ گئے ہاہاہا' اللہ حافظ۔

لائبہ میر...... حضرو۔ السلام علیکم! جناب صبح بخیر کالج جانے سے پہلے میں نے سوچا ہلکا پھلکا سا تبصرہ بھی کرتی چلوں۔ سو حاضر ہے در جواب آں میں سب کے جوابات پڑھے اچھا لگا لیکن کوثر خالہ آپ کی تصویر بھی ہم دیکھ نہ پائے افسوس ہوا اگر شائع ہوجاتی تو کتنا اچھا لگتا اور آپ ماشاء اللہ سے آج کل چھاتی جارہی ہیں' حجاب میں آپ کا آغوش' اور پڑھ کر بہت اچھا لگا۔ آج تک جتنی بھی بہنوں نے لکھا فرسٹ مجھے آپ کا لگا اور آنچل میں پیغام دیا (صبا! خوش رہیں) اور تعارف سب کے بیسٹ تھے عائشہ اختر زبردست یار اور رانا حسب تمہارے بارے میں جان کر اچھا لگا اور دعائے سحر کی تمہارے گھر منگنی کا سن کر دل خوش ہوا اچھا کیا جو راز سے پردہ اٹھا دیا تم نے ویسے دونوں (تمہارے شوہر اور دیور) کے نام بہت پیارے ہیں۔ "چراغ خانہ" میں انتظار ہے کہ کب دانیال مشہود کو بتاتا ہے اور اس کا ردعمل کیا ہوگا اور سعدیہ بیگم کا تو اللہ ہی حافظ ہے اوپر سے عالی جاہ کا دماغی فتور اور "اعتماد کی زنجیر" پڑھی ہی نہیں دیکھی ہی ابھی ہے۔ "تیری زلف کے سر ہونے تک" آغاز تو اچھا ہے' دیکھتے ہیں آگے کیا کیا ہوتا ہے۔ "ذرا پھر سے کہنا" سویرا کی قربانیوں کے بدلے ہی اسے جنید جیسا ہمسفر ملا۔ "موم کی محبت" میں کافی ہلچل ہوئی اچھا ہے۔ "سہاگ کی نشانی" مکافات عمل نام میں ہی پنہاں ہے سب۔ "ذرا مسکرا میرے گمشدہ" غزنی پر بہت غصہ آیا خوامخواہ اجیہ کی مشکلات میں اضافہ کررہا ہے بدتمیز۔ "امید صبح بہار" میں یہی کہ رات جتنی بھی طویل ہو صبح کو نہیں روک سکتی صبح نے طلوع ہونا ہی ہوتا ہے اور ضرور ہوتی ہے۔ "جرأتوں کے امین" تو میرے دل کے مکین ہیں نیا رائٹر لو آرمی۔ "اچھے گھرانے" "گڈ" "بنت حوا" اچھی نہیں لگی۔ "ہر راہ ادھر کو جاتی ہے" زبردست یار۔ ڈش مقابلہ میں انعامات کا سلسلہ اچھا لگا۔ اسماء سحر' فہمیدہ غوری' حرا قریشی مبارک ہو' بیوٹی گائیڈ ابھی پڑھا نہیں۔ نیرنگ خیال فریدہ فری' فصیحہ آصف' شمع مسکان' راشد ترین' آصف شہزاد کی شاعری اچھی لگی۔ طیبہ نذیر شادی مبارک ہو' پروین افضل بھائی کی صحت یابی کا سن کر خوشی ہوئی' شمع مسکان کہیں منگنی تو نہیں کرلی۔ عائش کشمالے کیسی ہو' نورین اینڈ نجم انجم کیا حال ہیں؟ عظمیٰ بٹ سوچنا پڑے گا ابھی ٹائم نہیں ہے جلدی میں ہوں سمیرا آپی مبارک ہو بیٹے کی بہت اور فریدہ فری آپ کا سن کر دلی افسوس ہوا آپ کی صحت یابی کے لیے دعا گو ہوں دل سے۔ نورالہدیٰ' مغل اور تمام اسٹوڈنٹ رزلٹ کا سناؤ کیا بنا' انیلہ سخاوت کیا ہورہا ہے سب کو بہت سا پیار' پھر ملیں گے ابھی کالج کو دیر ہورہی ہے اللہ کے سپرد۔

ثناء اعجاز حسین قریشی...... ساہیوال۔ رات کا پرسکون ماحول ہر طرف پھیل چکا تھا' ہر طرف خاموشی ہی خاموشی تھی اور اس خاموشی کو مینڈک کی آواز توڑ رہی تھی اور یہ خاموشی کے اس ماحول میں ایک پیارے سے ساز کی طرح گونج رہی تھی۔ بادل نے آسمان کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا' چاند کبھی نکل کر پوری زمین کو اپنی ٹھنڈی سی چاندنی میں نہلا دیتا تو کبھی بادلوں میں چھپ جاتا۔ چاند اور بادل کی یہ آنکھ مچولی ہمیں لکھنے پر مجبور کررہی تھی ہم نے سوچا یوں ہی

فارغ لیٹ کر وقت فضول میں ضائع کرنے کی بجائے کیوں نہ کچھ لکھ لیا جائے لیکن کیا لکھا جائے اب پریشانی یہ تھی سوچتے ہوئے آنچل کا سلسلہ آئینہ ذہن میں آیا تو دل سے کہا کہ اتنی ساری بہنیں اس سلسلے میں شرکت کرسکتی ہیں تو پھر ہم یہ جسارت کیوں نہیں کرسکتے کیونکہ جتنا انتظار تم کو ڈائجسٹ لے کر پڑھنے کا ہوتا ہے نا اس سے بھی زیادہ ان لوگوں کو جو اس میں اتنی محنت کر کے کچھ نا کچھ لکھتے ہیں اپنی محنت کا پھل وصول کرنے کا ہوتا ہے۔ تم لوگوں کے چند الفاظ اور حوصلہ افزائی ہی ان کی محنت کا پھل ہے اور یہی الفاظ ان کو اور زیادہ لکھنے پر مجبور کرتے ہیں تو پھر دل کی باتیں مناتے ہوئے آخر کار اٹھا ہی لیا' کاغذ قلم دوات کو اور کھول کر رکھ دیا اپنے دل میں دبی الفاظوں کی پوٹلی کو۔ اس دفعہ آنچل 26 کے بجائے 28 کو ملا جلدی سے ہر سلسلے پر نظر دوڑائی مگر اپنا نام نہ دیکھ کر بہت دکھ اور مایوسی ہوئی پھر سوچا چلو کوئی بات نہیں اگلی بار سہی (ارے امید پر دنیا قائم ہے) ہاں اور ہم اپنی ڈھٹائی پر ہاہاہا۔ سرورق پر نگاہ پڑی تو وہ ہم کو ہی دیکھ رہی تھی (نہیں بلکہ بتا رہی تھی کہ دیکھو میرے بال اتنے لمبے ہیں اور تمہارے چھوٹے ہیں)۔ ہم نے کہا چلو کوئی بات نہیں ابھی ہمارے بال بھی چھوٹے ہیں' ہماری طرح جب ہم آپ کی عمر کو پہنچیں گے تو ہمارے اس سے بھی زیادہ لمبے ہوگئے (دل کو دلا سا دیا' ہاہاہا) آنچل کے باقی سب سلسلے پڑھے۔ بہت اچھے تھے' اس بار سمیرا آپی اور نازیہ باجی کو نہ دیکھ کر بہت مس کیا اور ہم کو یہ دیکھ کر کہ ہم کو بھی کسی نے مس نہیں کیا دکھ ہوا۔ چلو کوئی بات نہیں ابھی تو ہم آنچل کی محفل میں آئے ہیں آہستہ آہستہ اپنی جگہ بن جائے گی کیونکہ ہم فوراً ہی ہر کسی کے دل میں جگہ بنا لیتے ہیں (بس غرور بھی نہیں کیا) چلو بھئی امید کرتے ہیں پہلا خط ہے اللہ حافظ دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

☆ ڈیئر ثنا! آپ کہانیوں پر بھی تبصرہ کرتیں۔ بہرحال خوش آمدید۔

حافظہ صائمہ کشف...... فیصل آباد۔ السلام علیکم! اشہلا آپی کیسی ہیں؟ امید ہے خیریت سے ہوں گی میری دعا ہے آپ سدا خوش رہیں' تمام آنچل اسٹاف اور قارئین کو پیار بھرا اسلام اور ڈھیروں دعائیں اس بار آنچل کا شدت سے انتظار تھا خدا خدا کر کے 25 کو ملا ٹائٹل پسند آیا سب سے پہلے سرگوشیاں سنیں اس کے بعد حمد و نعت سے فیض یاب ہوئے در جواب آں سے گزرتے ہوئے دانش کدہ میں سورۃ مریم' قصمن' طٰہٰ' فرقان' سورۃ القصص' النمل کی آیات کے ترجمہ تفسیر سے فیض یاب ہوئے علم میں اضافہ ہوا "ہمارا آنچل" میں چاروں بہنوں کے تعارف پسند آئے۔ عائشہ اختر' انا احب کا تعارف بھی اچھا لگا' دعائے سحر جی منگنی کروالی بتایا تک نہیں' مبارک ہو۔ اب چلتی ہوں سلسلہ وار ناول کی طرف سب سے پہلے "چراغ خانہ" دانیال کی ماں سعدیہ بیگم نے نیا تماشہ کھڑا کردیا ہے۔ بہت غلط کررہی ہے اور یہ کیا ابھی تک مشہود کو پیاری اور دانیال کے نکاح کا پتا نہیں چلا۔ رفعت جی یہ کم لکھا اس بار آپ نے لو جی اب اگلے ماہ تک انتظار کرنا پڑے گا' اس کے بعد "ذرا مسکرا میرے گمشدہ" فاخرہ گل کا ناول بہت اچھا جارہا ہے سکندر صاحب دوسرے لوگوں کے مسائل حل کرتے ہیں ان کی امداد کرتے ہیں لیکن اپنے گھر والوں کا ذرا بھی خیال نہیں یہ کیسا انصاف ہے بڑی بیٹی اور بیوی کو دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے چھوٹی سے بے حد پیار اجیہ کے بارے میں جان کر بہت دکھ ہوا۔ اب غزنی کو شک ہوگیا ہے شرمین بھی پیچھے پڑی ہوئی ہے اب پتا نہیں اس کا کیا پلان ہے اجیہ کے بارے میں اجیہ کو خدا ہی بچائے شرمین کے شر سے اور اربش اچھا لڑکا ہے اجیہ کو اربش ہی ملنا چاہیے اور حسنین کو غزنی۔ اس کے بعد "موم کی محبت" اذان شرمین کو چھوڑ کر چل گیا' بہت دکھ ہوا زینت آپا کی موت کا بہت دکھ ہوا عارض بھی جارہا ہے اور صفدر بھی یہ سب کیا ہے۔ بہت دکھی سا ناول ہوگیا ہے۔ شرمین مان کیوں نہیں جاتی کیوں پتھر دل ہوگئی ہے پلیز آپی شرمین کو عقل دیں وہ عارض کو روک لے اب بالکل اکیلی ہوگئی ہے کچھ عقل سے کام لے۔ اس کے بعد اقراء صغیر احمد کا ناول "تیری زلف کے سر ہونے تک" آغاز بہت اچھا ہے اقراء آپی اللہ تعالیٰ آگے بھی آپ کو اچھا لکھنے کی اور ہماری اصلاح کرنے کی توفیق عطا فرمائے اس کے بعد نادیہ احمد

کے ناول "ڈرا ہو ہر اسے ہمنا" پر چھلانگ لگائی بہت اچھا ناول تھا عظمیٰ کی ماں صفیہ نے کی اور اس کا خمیازہ بیٹی کو بھگتنا پڑا ویسے سویرا کے ماموں نے اچھا نہیں کیا دیکھ بھال کے رشتہ کرنا چاہیے تھا جاہل آدمی کے ساتھ بیاہ دیا اور مامی سعیدہ سب سے بڑی ظالم نکلی اس جاہل کو سب کچھ بتا دیا حالانکہ ایسا کچھ بھی نہ تھا۔ چلو سویرا کی قسمت اچھی تھی اس جہنم سے نکل آئی جنید جیسا اچھا لڑکا اس کی قسمت میں تھا۔ سلمیٰ غزل کا افسانہ "جنجال پورہ" بہت پسند آیا۔ اریبہ نے سچ کہا انسان تو ہے ہی ناشکر اگر نہ ملے تو ناشکرا اگر ملے تو بھی ناشکرا۔ اریبہ نے بہت اچھے انداز میں دوست کو سمجھایا اور یہ سچ ہے ایک مصلحت آمیز جھوٹ اس سچ سے بہتر ہے جو فساد پھیلانے کا باعث ہو اگرچہ اریبہ نے اپنے سسرال کی باتیں جھوٹ بول کر غلط بیانی کی لیکن اس نے اپنی دوست کو اس پریشانی سے نکال دیا خوش رہنے اللہ کا شکر کرنے کی تلقین کی اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی ہر حال میں شکر ادا کرنے والا بنائے۔ اس کے بعد نازیہ جمال کا ناول "ہر راہ ادھر کو جاتی ہے" اچھا ناول تھا' بہت پسند آیا' عمدہ کو بہت سی آزمائشوں سے گزرنا پڑا' در در کی ٹھوکریں ملی' عبدالشکور اور ہارون جیسے درندے نے نوچنا چاہا لیکن خدا ساتھ تھا نا اور ماں باپ کی دعائیں' سلوان حیدر اچھا انسان تھا اس نے بھی عمدہ کا انتظار کیا اور آوارہ لڑکوں کی طرح دوسری لڑکیوں کی طرف متوجہ نہیں ہوا ویسے شائم نے تو بہت چاہا کہ سلوان مجھے مل جائے خیر اینڈ بہت اچھا ہوا۔ صبا عیشل کا افسانہ "بنت حوا" بہت پسند آیا۔ فائقہ معصوم لڑکی کی موت کا بہت دکھ ہوا احمد ان نے اپنے کیے کی سزا پالی صنوبیہ نے صحیح سزا دی اسے اگر کوئی کسی کو بڑا وجہ دکھ دیتا ہے تو اسے بھی فوراً سزا مل جاتی ہے وہ الگ بات ہے کہ وہ سمجھ نہیں پاتا کہ کس گناہ کی سزا ہے۔ نازیہ کنول نازی غائب ہیں اس بار کمی تو محسوس ہوگی نہ۔ عظمیٰ شاہین کا ناول "جراتوں کے امین" بہت پسند آیا' عبدالواحد نے اپنے وطن کے لیے جان قربان کردی اور محسن کا ایک بازو اللہ کی راہ میں کام آیا' اللہ ہمارے ملک کے نوجوانوں کو جوش ولولہ عطا کرے اور اپنے وطن کی محبت عطا فرمائے' اس کے بعد "سہاگ کی نشانی" مکافات عمل' شمسہ فیصل کا افسانہ اور "امید صبح بہار" سیدہ فرحین کا افسانہ اور "اچھے گھرانے' اعتماد کی زنجیر" سب افسانے بہت پسند آئے۔ اس کے بعد بیاض دل پر پہنچی اس میں نورین انجم' نبیلہ ملک' مدیحہ نورین مہک' طیبہ نذیر' منیبہ نواز' ارم کمال' سائرہ خان' نجم انجم' اریشہ' شازیہ اختر کے اشعار پسند آئے۔ ڈش مقابلہ میں بھی اے ون تھے' بیوٹی گائیڈ نہیں پڑھا وہ کیا ہے کوئی خاص ضرورت نہیں ہے ناہم فٹ فاٹ ہیں۔ نیرنگ خیال میں نائلہ اکرم' حمیرا قریشی' تمثیلہ لطیف کشف' ازہ صدیقی' پری' زنیرہ رؤف کی غزلیں پسند آئیں' باقی سب نے بھی اچھا لکھا۔ یادگار لمحے میں سائرہ خان' طیبہ نذیر' بشریٰ افضل' شگفتہ پروین فضل' نجم انجم' مدیحہ نورین مہک' ارم کمال نے بیسٹ لکھا اور سمیرا سواتی اور سعدیہ رمضان نے ہنسنے پر مجبور کردیا اچھا لگا جی۔ آئینہ میں انعم زرین' عائش کشمالے اور مونا شاہ' عنبر مجید' نجم انجم' حرا قریشی کے طویل اور شاندار تبصرے پسند آئے۔ باقی سب نے بھی اچھا لکھا اور کام کی باتیں تو واقعی کام کی تھیں' زندگی رہی تو ان شاء اللہ اگلی بار پھر حاضر ہونے کی کوشش کریں گے اور فریدہ فری کے لیے خصوصی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں شفائے کاملہ عاجلہ عطا فرمائے' اللہ تعالیٰ صحت تندرستی عطا فرمائے' آمین' اب اجازت چاہتی ہوں اللہ تعالیٰ سب کو اپنے حفظ وامان میں رکھے آمین ثم آمین' اللہ حافظ۔

☆ اب اس دعا کے ساتھ آئندہ ماہ کے لیے اجازت چاہوں گی کہ اللہ سبحان وتعالیٰ ہماری قربانی اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے' آمین۔

aayna@aanchal.com.pk

ماہنامہ داستانِ دل ساہیوال

ادب کی دنیا میں ایک نیا نام

نئے لکھنے والوں کے لئے ایک بہترین پلیٹ فارم

اگر آپ لکھاری ہیں اور تحریر کسی مستند ادارے میں بھیجنا چاہتے ہیں تو ابھی داستانِ دل کو بھیجیں۔ آپ کی تحریر قریب کے شمارے میں پبلش کی جائے گی۔ آپ اپنے افسانے، ناولٹ، ناولز، کہانیاں، جگ بیتیاں، آپ بیتیاں، غزلیں یا پھر نظمیں ہمیں ای میل کے ذریعے، ڈاک کے ذریعے یہاں تک کہ وٹس ایپ کے ذریعے بھی بھیج سکتے ہیں۔ بس آپ کی تحریر اردو میں لکھی ہونی چاہیئے۔ اگر آپ نئے لکھاری ہیں تو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، آپ اپنی تحریر ہمیں بھیجیں ہم اس کو صحیح کر کے اپنے شمارے کا حصہ بنائیں گے۔ اگر آپ لکھنا نہیں جانتے تب بھی آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں آپ ہمیں کوئی بھی اچھی سی غزل یا اقوال زریں انتخاب کے لئے بھیج سکتے ہیں۔ وہ بھی داستانِ دل کا حصہ بنے گا۔ اس کے علاوہ آپ اپنی تحریر موبائل پر بھی میسج کر سکتے ہیں بس اردو میں تحریر ہو۔

ہمارے داستانِ دل کے سلسلے کچھ اس طرح سے ہیں

محبت نامے، ملک کی ممتاز شخصیات کا انٹرویو، افسانے ناولز، ناولٹ، غزلیں، نظمیں، حمد، نعت اور انتخاب

اس کے علاوہ آپ کی ہر تحریر کو ہمارے شمارے میں خاص جگہ دی جائے گی۔ آپ ہمارے سارے شمارے پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر پڑھ سکتے ہیں اور پڑھ کر اپنی رائے دے سکتے ہیں

ہمارا ایڈریس ہے۔

ندیم عباس ڈھکو چک نمبر L-5/79 ڈاکخانہ L.5/78 تحصیل و ضلع ساہیوال

وٹس ایپ نمبر: 03225494228

ای میل ایڈریس ہے abbasnadeem283@gmail.com

ہم سے پوچھیے

شمائلہ کاشف

صباء عیشل......فیصل آباد

س: کیسی ہیں شمائلہ (آپی کیسے کہوں؟ اگلی بار سعیدہ آپی سے آپ کی عمر پوچھ کر سوچوں گی آپی کہنا ہے یا نہیں)۔

ج: میں بھی اگلی بار ان سے پوچھوں گی کہ اس بکری کو جواب دینا ہے کہ نہیں۔

س: ویسے تو یہ محفل ہمیشہ سے پسند ہے پر پہلی بار شامل ہوں کیسا لگ رہا ہے آپ کو؟ (یقیناً اچھا ہی لگ رہا ہوگا)۔

ج: جھوٹ کی عادت نہیں ہے مجھے' پر انتہائی......

س: اس بار بقر عید ماہ ستمبر میں ہی آ گئی آپ کے نزدیک اس کی کوئی خاص وجہ؟

ج: تمہاری ہونے والی نند کی سال گرہ ہے اور تحفہ میں تمہاری قربانی مانگی ہے۔

س: شمائلہ جی یہ بقر عید پر لوگوں کو فریج کا سائز چھوٹا کیوں لگنے لگتا ہے؟

ج: تمہیں تو اپنے پیٹ کا لگتا ہے' بولو ناں ہاں۔

س: کبھی کبھی دل کرتا ہے عیدالاضحیٰ پر ایسے لوگوں کو بھی قربان کردوں جو......؟

ج: جو تم سے گوشت مانگتے ہیں۔

س: کبھی کبھی عید کے بغیر بھی...... کو قربان کردینا چاہیے؟

ج: ارمانوں کو' تمہارے پاس تو بے حساب ہیں۔

س: بقر عید کے تیسرے دن لوگوں کی اکثریت ڈاکٹروں سے ملنے ضرور جاتی ہے کیوں؟

ج: تمہاری طرح ان کا بھی ہاضمہ خراب ہوجاتا ہے۔

س: اللہ کا شکر ہے میں گوشت خور نہیں ورنہ......؟

ج: مجھے کچا کھا جاتی' اُف...... کتنا جلتی ہو میری خوب صورتی سے۔

نرمین نسیم سرمیو...... حیدرآباد

س: آپی یہ تو بتائیں لوگ قربانی کے گوشت کو عیدوں کی طرح کیوں دیکھتے ہیں؟

ج: کیونکہ اس مہنگائی میں سال میں ایک بار دیکھنے کو ملتا ہے۔

س: آپی ایک بات تو بتائیں عید پر سب نئے کپڑے بناتے ہیں' کیا قصائی بھی بناتے ہیں؟ ویسے سنا ہے آپ نے بھی قصائی کی سیٹ سنبھال لی ہے' آپ کے کیا ارادے ہیں؟ نئے کپڑے ہی پہن کر......؟

ج: تمہیں قربان کرنے آؤں گی دمی۔

س: بھلا یہ شعر کس مشہور شخصیت کے دل کی عکاسی کرتا ہے؟

عید آئی، ہم نے بکرے کا گوشت کھایا
اندر سے کچھ کچا تھا بچہ ذرا اور لا دینا

ج: اس پر مجھے پہلے آپ کا شبہ تھا اب یقین ہوگیا۔

س: عید قربان میں لوگ بکروں کی تو قربانی کرتے ہیں' یہ اناؤں کی قربانی کیوں بھول جاتے ہیں؟

ج: لوگوں کو چھوڑو تم بتاؤ تمہیں یاد رہتی ہے انا۔

س: آپی سوچتی ہوں آپ عید کے دن نئے کپڑے پہنے چھرے کو پیر میں پھسائے گوشت کاٹتی آپ کیسی لگتی ہوں گی؟

ج: ایمان سے تمہاری طرح قصائی نہیں لگتی۔

س: آج کل پاکستان میں عید کی بجائے ہر جگہ بارہ ستمبر بروز پیر کو چھٹی کو زیر بحث کیوں لایا جارہا ہے؟

ج: تم اس بحث میں پڑ کر اپنے دماغ پر زور مت ڈالو چلو تم لڈو کھاؤ' بس منی۔

س: یہ آخر تعلیمی ادارے اس بار عید کو پیر کو چھٹی کیوں نہیں کررہے؟

ج: ہر وقت بس چھٹیوں کی ہی باتیں کرنا کبھی پڑھ بھی لیا کرو۔

س: آپی ابھی میں نے دیکھا آپ کا فریزر...... آپ نے ابھی سے قربانی کے گوشت کے لیے فریزر خالی کردیا؟

ج: بیٹا جی اپنا ہی فریزر دکھا آئی ہو اس کا لیے تو سولہ

آپ نے سچ کہا۔

س: آپی گوشت زیادہ نہ کھائیے گا موٹی ہو جائیں گی؟ پھر موٹے ہونے کا رونا نہ روئیے گا؟

ج: ہماری چھوڑو تم کھا کھا کر گائے مت بن جانا کہیں اگلی مرتبہ......

س: آپی بتائیں نا جب بکرا آیا تو آپ بکرے کے وزن کو نظروں میں کیوں تول رہی تھیں؟

ج: اس لیے کہ تمہاری برات......

مریم رمضان...... چیچہ وطنی

س: میں نے سنا آپ نے روزی روٹی چلانے کے لیے قصائی کی سیٹ سنبھال لی؟

ج: میں تو اپنی جگہ پر ہوں اور تم جیسوں کو کھرے کھرے جواب دینے کے لیے البتہ تم یہ کام کرتی اچھی نہیں لگتی سا باس نیچے اتر آؤ۔

س: آپی جان محلے کے سارے بکرے آپ کو گھور کیوں رہے تھے؟

ج: پوچھ رہے تھے آپ نے ہماری بکری کہاں چھپائی اور میں تمہیں ڈھونڈ رہی تھی۔

س: آپ ہمسائے کے بکرے کا دل چرا کے کیوں بھاگی تھیں؟

ج: تمہارے لیے تا کہ تمہارے بے تاب دل کو بکرے کا دل تھام کر کچھ تو قرار آئے۔

س: ارے وہ آپ کا بکرا......

ج: تمہیں بکری سمجھ کر دانت دکھا رہا ہے۔

شمائلہ زاہد...... کراچی

س: اسلام علیکم شمائلہ جی پہلی بار شریک محفل ہوں؟

ج: وعلیکم السلام! عید مبارک اور بکرا بھی۔

س: آپی جی بکرا زیادہ نازک مزاج ہوتا ہے یا لڑکی؟

ج: شکر ہے لڑکی کہا اگر بکری کہتی تو میں تمہاری سائیڈ لیتی۔

س: لوگ زیادہ دن گوشت کھانے کے لیے غریبوں کو کیوں بھول جاتے ہیں؟

ج: ان لوگوں کو بارہ ماہ ہی غریب نظر نہیں آتے، تم گوشت کھاؤ فکر میں موٹی نا ہو۔

س: قربانی کے جانور اتنے موٹے کیسے ہو جاتے ہیں؟

ج: یہ راز تمہیں بتا دیں تا کہ تم بھی ان کی طرح پھول کر کپا ہو جاؤ۔

س: عید کا چاند دیکھ کر آپ قصائی کو فون کیوں کرتی ہیں؟

ج: تو پھر قصائی کی جگہ تمہیں بلاؤں اور خود کو بچاؤں۔

ماہم علی...... ڈیرہ غازی خان

س: آپی...... عید مبارک......

ج: خیر مبارک، گائے بکرے اونٹ سب مبارک۔

س: بقر عید پر سب سے اچھا کون سا گفٹ ہے جو رقیبوں کو دیا جائے؟

ج: مرغی کے پنجے اب منہ میں پانی بھر کے مت بیٹھ جاؤ۔

س: وہ آئے عید پر میرے گھر...... بھلا کیا لے کر؟

ج: زبان اوجھڑی اور مغز۔

س: آپی پھوپو صاحبہ کو ہر بار گوشت بھیجتیں تو انہیں اعتراض ہوتا ہے، کوئی ٹوٹکا بتائیں تا کہ وہ خوش ہو جائیں؟

ج: محلے بھر کا گوشت بھیجنے کے بجائے اپنے بکرے کا گوشت بھیج دیں بس۔

س: عید کے دن وہ مجھے دیکھ کر بولے...... کیا بولے؟

ج: تمہارا ہار سنگھار دیکھ کر بولے غضب ڈھا رہی ہو اپنے بکرے کی طرح۔

س: اگر جانوروں کے علاوہ کسی کی قربانی ہوتی تو آپ کسے قربان کرتی؟

ج: قسم لے لو تمہیں پہلی فرصت میں۔

ملائکہ خان...... نا معلوم

س: مجھے آپ بس اتنا بتا دیں کتنے شاپر لے کے آؤں؟

ج: پندرہ سے بیس لانا، اور دھیان رکھنا بس خالی نا ہوں۔

س: سچ بتائیں عید کے دن کتنے بکرے چاٹ جاتی

ہیں؟

ج: چاٹی تم ہوگی' میں تو محلے بھر کے کھاتی ہوں۔

س: بکرے کی کلیجی نہ ملنے پر آپ اتنا جلتی کیوں ہیں؟

ج: جلتی نہیں جلاتی ہوں اب دیکھو جل جل کر سیاہ ہو رہی ہو تم۔

س: لوگوں کے فریج گوشت سے بھر جاتے ہیں لیکن دل کیوں نہیں بھرتا؟

ج: دل تھوڑی بھرنا ہوتا ہے پیٹ بھرنا ہوتا ہے کم عقل۔

ایس دیا سید...... نامعلوم

س: سچ سچ بتائیں کتنے بکرے فریز کیے؟

ج: پاگل سمجھ رکھا ہے' گن کر فریز کروں گی کیا تم مانگنے نہیں کھڑی ہو جاؤ گی۔

س: ہمارے حصے کا گوشت کب بھیج رہی ہیں؟

ج: جب تم حصہ ڈالو گی تب بھی شاید......

س: آپ کے جواب پڑھ کے ہمیں تو آپ سے......؟

ج: سب کو ہو جاتا ہے عشق محبت پیار...... تم جلتی رہو۔

س: اجازت دیں' ہم چلے واپس...... خوش رہیں اور ایسے ہی مسکراہٹیں بکھیرتے رہیں آمین۔

ج: ارے جانے سے پہلے بکرا ذبح کرتی جاؤ' ایمان سے بالکل قصائی لگ رہی ہو۔

مدیحہ نورین مہک...... گجرات

س: عید پر مجھے بھول نہ جانا' عیدی اور گوشت بھیج دینا یاد ہے؟

ج: جی بالکل بھیجیں گے گائے کا بھیجا تاکہ تمہارا بھیجا بھی کام کرنے لگے۔

س: آپی گرمی میں دھند کیوں نہیں پڑتی؟

ج: دیکھا اپنی غائب دماغی کا حال' بس گائے کا دماغ ضرور کھانا یافت کرنا۔

س: آپی میں بی اے میں سیکنڈ ڈویژن سے پاس ہوگئی میرا گفٹ کدھر ہے؟

ج: فرسٹ ڈویژن میں پاس ہونے والوں کو انعام ملتا ہے تمہیں کیوں دیں۔

س: آپی اندھے لوگ کالا چشمہ کیوں لگاتے ہیں؟

ج: اندھے کو اندھیرے میں بڑی دور کی سوجھی' تمہیں بھی ایسی فضول باتیں ہی سوجھتی ہیں۔

س: مرغا اذان دیتا ہے مرغی کیوں نہیں دیتی؟

ج: مرغی تمہیں انڈے اور ڈنڈے دیتی تو ہے ناں یہ بتاؤ تم اسے کیا دیتی ہو۔

س: آپی مجھے گھور کیوں رہی ہیں آپ؟

ج: ایسے بے تکے سوالوں پر دل تو کرتا ہے گھورنے کی بجائے......

آسیہ شاہین...... نامعلوم

س: بڑی عید یعنی بقر عید پر آپ کو سب سے زیادہ کس چیز کا انتظار رہتا ہے؟

ج: تم جیسی پیاری سی بکری کے ساتھ ایک عدد بکرے کا۔

س: زندگی گلزار کیسے بن سکتی ہے؟

ج: گلزار سے شادی کرکے۔

س: اگر ہمیں اپنی پسند کا برینڈ نیو سیل فون خریدنا ہو اور اماں ابا سبز جھنڈی دکھائیں تو ہم کیا کریں؟

ج: سسرالیوں سے فرمائش کرکے اپنی پسند کی چیز حاصل کریں نہیں تو صبر۔

س: آج کل کے دور کی سب سے بڑی ضرورت کیا ہے؟

ج: دماغ...... جو تمہارے پاس بالکل بھی نہیں۔

انم...... برنالی

س: آپی دھوپ میں گرمی کیوں لگتی ہے؟

ج: تم سردی کی دھوپ میں بیٹھ جایا کرو گرمی نہیں لگے گی۔

س: آپی میں نے آپ کی طرح الٹے سیدھے سوالوں کی تعلیم حاصل کی ہے اس کے بارے میں کچھ کہیں گی ہم سے آپ؟

ج: شکر ہے کہ تم نے تعلیم تو حاصل کی ورنہ جاہل رہ کر تم نے غلیل سے چڑیا ہی مارنی تھی۔

س: بابا جی کوئی اچھی دعا دیں اس پیاری سی بچی کو۔

ج: بہت جلد اپنے سسرال کی شکل دیکھو سب بولیں آمین۔

کرن شہزادی...... مانسہرہ

س: آپی آپ اتنی ظالم کیوں ہیں جب بھی آتی ہوں دھکے دے کر باہر نکال دیتی ہیں؟

ج: نہا کر پرفیوم لگا کر آیا کرو اور جرابیں بھی دھو لیا کرو جن کی بدبو سے میرا دماغ پھٹا جاتا ہے۔

س: آپی آپ اتنے اوٹ پٹانگ سوالوں کے فر فر جواب دیتی ہیں کیا آپ روزانہ ناشتے میں کوے کا دماغ کھاتی ہیں؟

ج: ایمان سے تمہارا گوشت میرے لیے حرام ہے۔

اریبہ عارف...... یو ایس اے

س: آپی! کیا میں آپ کی محفل میں شریک ہو سکتی ہوں؟

ج: آ جاؤ محفل لگی ہوئی ہے۔

س: آپی یہ بتائیں کہ بھول اور قبول میں کیا فرق ہے؟

ج: جو آپ کو قبول کر کے بھول جائے۔

س: موٹی اور چھوٹی بیوی میں کیا فرق ہے؟

ج: وہی جو تم میں اور تمہاری......

س: روٹھے ہو تم، تم کو کیسے مناؤں...... بتائیں؟

ج: کان نے پیچھے دو لگا دو خود ہی مان جائے گا۔

س: وہ آئے ہمارے گھر میں خدا کی قدرت...... بھلا کون؟

ج: آنچل اور بھلا کون...... کیسی میں ہمت ہے کیا کہ وہ آپ کے گھر آئے۔

س: اچھا آپی اجازت کیا میں آئندہ ماہ شرکت کر سکتی ہوں؟

ج: اللہ حافظ اگر ساس نے اجازت دی تو۔

اقصیٰ ریحان...... شارجہ

س: مابدولت پہلی بار تشریف فرما ہیں۔ ویلکم تو کہیں گی نا......؟

ج: دل کم کیسے کرتے ہیں بتانا تو سہی۔

س: تھینکس! اچھا یہ تو بتائیں پلیز کہ ہمیں کسی پہ اعتبار کرنا ہو تو کیسے کریں......؟

ج: کس بات کا شکریہ اور تجربہ کر لیں لگ پتا جائے گا۔

س: اُف یہ گرمی...... اوپر سے سوالوں کی بوچھاڑ آپ گھبراتی نہیں کیا......؟

ج: آپ آمد سے پہلے تو نہیں گھبرائی تھی پر اب کچھ......

س: اچھا جی ہم چلتے ہیں واپس...... پھر ملیں گے...... چلتے چلتے...... پر کبھی الوداع مت کہیے گا...... نہیں ہم یہ بھی نہیں دیکھیں گے کہ ہم آپ کے ہیں کون؟ اور...... اور کچھ نہیں، ہم کیا کہہ سکتے ہیں جی...... آل از ویل...... آل از ویل بائے۔ اللہ حافظ۔

ج: لگتا ہے انڈین ٹی وی کا اثر کچھ زیادہ ہی ہو گیا۔

ندا جاوید...... سعودیہ

س: کیسی ہیں شمائل باجی کیا آپ کی محفل میں مجھ ناچیز کو جگہ مل سکتی ہے؟

ج: ناچیز کو مل سکتی ہے۔

س: آپی جب بہت زیادہ دل اداس ہو بغیر کسی وجہ کے رونا آئے تو کیا کرنا چاہیے؟

ج: سر کو زور سے دیوار پر مار لینا چاہیے۔

س: آپی میری کوئی بہن نہیں ہے اور مجھے یہ کمی بہت محسوس ہوتی ہے۔ کیا آپ یہ کمی پوری کریں گی؟

ج: لیجیے کمی پوری کر دی بس خوش۔

س: مجھے کوئی اچھی سی دعا دے کر اپنی محفل سے رخصت کریں اور آپی اپنا بہت سا خیال رکھیے گا۔ اللہ حافظ

ج: اللہ تعالیٰ جلدی سے آپ ایک اچھا سا دلہا دے۔

امبرین گل کراچی سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پردانے اور داغ ہیں آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے ہیں اس کے لیے کوئی مناسب علاج بتائیں اور میں نے چھ ماہ پہلے الفروڈائٹ منگوایا تھا کسی وجہ سے استعمال نہ کرسکی کیا وہ اب بھی قابل استعمال ہے۔

محترمہ آپ GRAPHITES-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال 3 وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔ الفروڈائٹ ایک سال تک قابل استعمال رہتا ہے۔

سندس کراچی سے لکھتی ہیں کہ مجھے ایک عرصے سے سیلان کی شکایت ہے اس کی وجہ سے ہڈیوں میں درد ہوتا ہے اس کے علاوہ ماہانہ نظام کی خرابی ہے اخراج بہت زیادتی سے ہوتا ہے۔

محترمہ آپ CALC PHOS 6X کی چار چار گولی 3 وقت کھانے سے پہلے کھالیا کریں اس کے علاوہ SABINA 200 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر آٹھویں دن ایک بار پیا کریں۔ بہن کے بریسٹ ٹیومر کا معاملہ کلینک پر آکر معائنہ کرائیں۔

فاریہ عمر فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ میرے سینے میں دونوں سائیڈ میں فرق ہے بہت علاج کرایا مگر فائدہ نہیں ہوا۔

محترمہ آپ 600 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال فرمائیں آپ کو BREAST BEAUTY گھر پہنچ جائے گا چھوٹی طرف روزانہ ہلکے ہاتھ سے مالش کرلیا کریں ان شاء اللہ مسئلہ حل ہوجائے گا۔

فرخندہ جمیل ہری پور سے لکھتی ہیں کہ میرے بریسٹ کا مسئلہ ہے اس کے لیے کوئی مناسب علاج بتائیں۔

محترمہ آپ APIS 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت کھانے سے پہلے پیا کریں اس کے علاوہ 600 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال فرمائیں BREAST BEAUTY آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔

عابد حسین سیالکوٹ سے لکھتے ہیں کہ مجھے معدے کی تکلیف ہے ڈکاریں بہت آتی ہیں کھانا ہضم نہیں ہوتا میں بہت پریشان ہوں۔

محترم آپ CARBO VEG 6 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر 3 وقت کھانے سے پہلے پیا کریں آپ کی دوسری تکلیف بھی ہاضمے کی خرابی کی وجہ سے ہے سب درست ہوجائے گا۔

س۔ س راولپنڈی سے لکھتی ہیں کہ ہمارا مسئلہ شائع کیے بغیر کوئی مناسب علاج تجویز فرمائیں ہم بہت پریشان ہیں۔

محترمہ آپ BIO PLASGEN 13 کی چار چار گولی 3 وقت کھانے سے پہلے تمام مریضوں کو دیا کریں۔

عمران اٹک سے لکھتے ہیں کہ میں نے ہیئر گروور کی 2 بوتل استعمال کی ہے بال گرنے تو بند ہوگئے ہیں مگر نئے بال نہیں آرہے ہے دوسرا مسئلہ میرا پیٹ بڑھ رہا ہے۔

محترمہ آپ CALC FLOUR 6X کی 4,4 گولی 3 وقت کھانے سے پہلے کھالیا کریں ہیئر گروور کا استعمال جاری رکھیں ان شاء اللہ گنجے سر پر بال آجائیں گے اپنے دوست کو COLLEN SONIA 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر 3 وقت کھانے سے پہلے دیا کریں۔

مسز مظہر تونسہ شریف سے لکھتی ہیں کہ میری بہنوں کا مسئلہ ہے نسوانی حسن کی بہت کمی ہے اس کا کوئی علاج ہے تو بتادیں۔

محترمہ آپ بہنوں کو SABAL SERULATTA-Q کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر 3 وقت کھانے سے پہلے پلایا کریں اس کے علاوہ 1200 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال فرمائیں 2 بوتل بریسٹ بیوٹی آپ کے گھر پہنچ جائے گی منی آرڈر فارم کے آخری کوپن پر 2 بوتل بریسٹ بیوٹی کے الفاظ لازمی لکھیں۔

فہیم انور ٹانک سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر مناسب علاج بتائیں۔

محترم آپ ROHODENDRON 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر 3 وقت کھانے سے پہلے پیا کریں اور بیگم کو USENEA BARB 3X کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر 3 وقت کھانے سے پہلے پلائیں یہ دونوں دوائیں کسی ہومیو پیتھک اسٹور سے جرمنی کی بنی ہوئی خریدیں۔

شبانہ سیالکوٹ سے لکھتی ہیں کہ مجھے پٹھوں میں درد کی شکایت ہے مکمل کیفیت لکھ رہی ہوں کوئی مناسب علاج بتائیں۔

محترمہ آپ RHUS TOX 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر 3 وقت کھانے سے پہلے پیا کریں بادی اشیا سے پرہیز رکھیں۔

عنایہ سلیم ملتان سے لکھتی ہیں کہ مجھے بھوک بہت کم لگتی ہے کچھ کھایا پیا نہیں جاتا صحت خراب ہوچکی ہے ہڈیوں کا ڈھانچہ بن گئی ہوں کوئی مناسب علاج بتائیں۔

محترمہ آپ COLCHICUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر 3 وقت کھانے سے پہلے پیا کریں دودھ دہی اور پھلوں کا استعمال زیادہ کیا کریں۔

ارم ناز فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ میں ایک موذی مرض میں مبتلا ہوں اس کی وجہ سے میری ازدواجی زندگی خطرے میں ہے کوئی مناسب علاج بتائیں کہ میری صحت بحال ہوجائے اور ازدواجی زندگی خوش گوار ہوجائے۔

محترمہ آپ THUJA 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر 3 وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔ ان شاء اللہ آپ کی صحت بحال ہوگی۔

رابعہ پاکپتن سے لکھتی ہیں میرے جسم پر سفید نشان پیدا ہوگئے ہیں بہن کے بال سفید ہورہے ہیں ایک بہن کو کندھے میں درد رہتا ہے۔

محترمہ آپ HYDROCOTYLE 60 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر 3 وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔ بہن کو کندھے کے لیے SENGUNARIA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر 3 وقت کھانے سے پہلے پلائیں مبلغ 700 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال فرمائیں HAIR GROWER

آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔

محمد علی حاصل پور سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔

محترم آپ AGNUS CAST 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر 3 وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔

جنید اکرم حاصل پور سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔

محترم آپ بھائی کو CALC PHOS 6X کی چار چار گولی 3 وقت کھانے سے پہلے دیا کریں اس کے علاوہ BARIUM CARB 200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر آٹھویں دن ایک دفعہ پلائیں اور JODUM IM کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر پندرہ دن میں ایک دفعہ پلائیں۔

محمد علی ہارون آباد سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔

محترم آپ ACID PHOS 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر 3 وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔

زرینہ ڈی آئی خان سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔

محترمہ آپ ANTUM TART 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر 3 وقت کھانے سے پہلے پیا کریں، 900 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال فرمائیں بال ختم کرنے والی دوا APHRODITE آپ کے گھر پہنچ جائے گی۔ اس کے علاوہ بھائی کے بیٹے کو ACID PHOS 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پلایا کریں مکمل صحت کے بعد دوا کا استعمال بند کردیں۔

نور الدین سیالکوٹ سے لکھتے ہیں کہ میں بہت پریشان ہوں مجھے ہرنیا کا مرض ہے آپریشن کرانے سے بہت خوف آتا ہے آپ کوئی مناسب علاج بتائیں۔

محترم آپ فوراً آپریشن کروالیں یہ معمولی آپریشن ہوتا ہے اس میں کوئی خطرے کی بات نہیں۔

صبا یاسمین چنیوٹ سے لکھتی ہیں کہ میری بچیوں کے سر میں بہت جوئیں رہتی ہیں میں بہت پریشان ہوں صاف کرتی رہتی ہوں ختم نہیں ہوتیں برائے مہربانی کوئی مناسب علاج بتادیں۔

محترمہ آپ بچیوں کے سر دھونے کے بعد ایک لوٹا پانی لیں اس میں 30 قطرے SABADILA Q کے ڈال کر اس لوٹے سے دوبارہ سر دھولیں کچھ دن روزانہ عمل کریں ان شاء اللہ جوئیں ختم ہوجائیں گی۔

رشید احمد میرپور ساکرو سے لکھتے ہیں کہ میرے سر کے بال سارے ختم ہوچکے ہیں صرف سائیڈوں میں ہلکے ہلکے بال ہیں یہ چیز ہمارے خاندان کے بڑوں سے چلی آرہی ہے کیا آپ کا HAIR GROWER مجھے بھی کچھ فائدہ پہنچا سکتا ہے۔

محترم آپ ہیئر گروور کا استعمال شروع کردیں آپ جیسے بہت سے لوگوں کے سر کی رونق بحال ہوچکی ہے۔

عزیزہ تسیم جہلم سے لکھتی ہیں میرے چہرے پر بال ہیں لیزر کا علاج کراتی رہی ہوں مگر ہر چھ ماہ بعد بال پھر نکل آتے ہیں کیا APHRODITE ان فالتو بالوں سے نجات دلاسکتا ہے۔

محترمہ آپ ایفروڈائٹ استعمال کریں تین چار

بوتل کے استعمال سے آپ کے چہرے کے بال ان پانی میں ڈال کر ہر آٹھویں دن پیا کریں۔ شاء اللہ مستقل طور پر ختم ہوجائیں گے۔

عائشہ عمران راولپنڈی سے لکھتی ہیں کہ میری دوست کے ساتھ 15 سال کی عمر میں زیادتی ہوئی تھی اس کی عمر اب 24 سال ہوچکی ہے اور عنقریب شادی کا پروگرام ہے وہ بہت پریشان ہے اس کے لیے اگر کوئی مناسب علاج ہے تو بتائیں۔

محترمہ آپ صبح 10 تا 1 بجے یا شام 6 تا 9 بجے فون نمبر 021-36997059 پر رابطہ فرمائیں آپ کو مناسب علاج بتادیا جائے گا۔

حسن آرا لاہور سے لکھتی ہیں کہ حسن نسواں کی بہت کمی ہے میری عمر 17 سال ہے برابر کی لڑکیاں مذاق بناتی ہیں میں کسی بھی محفل میں جانے سے گھبراتی ہوں مجھے کوئی ایسی مناسب دوا بتائیں کہ میں بھی محفلوں میں جاکر خوشی محسوس کروں۔

محترمہ آپ SABAL SEROLATTA Q کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں مبلغ 600 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال فرمائیں BREAST BEAUTY آپ کے گھر پہنچ جائے گی دونوں چیزوں کے استعمال سے ان شاء اللہ آپ کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔

ریٹائرڈ جسٹس ایم اے خان لاہور سے لکھتے ہیں کہ میرے گھٹنوں میں تکلیف رہتی چلنا پھرنا دشوار رہتا ہے کوئی مناسب علاج بتائیں۔

محترم آپ CALC PHOS 6X کی چار چار گولی تینوں وقت کھانے سے پہلے کھالیا کریں اور RHUSTOX 200 کے پانچ قطرے آدھا کپ

کلثوم بیگم چیچہ وطنی سے لکھتی ہیں کہ مجھے یوٹرس بڑھ جانے کی تکلیف ہے ڈاکٹر آپریشن بتاتے ہیں میں آپریشن سے خوف کھاتی ہوں کوئی مناسب علاج بتائیں۔

محترمہ آپ SPEPIA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔

سلطان احمد لالا موسیٰ سے لکھتے ہیں کہ خط شائع کیے بغیر کوئی مناسب علاج بتائیں۔

محترم آپ KALMIA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔

ملاقات اور منی آرڈر کرنے کا پتا۔

صبح 10 تا 1 بجے شام 6 تا 9 بجے فون نمبر 021-36997059 ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک دکان نمبر 5-C کے ڈی اے فلیٹس فیز 4 شادمان ٹاؤن نمبر 2، سیکٹر B-14 نارتھ کراچی 75850

خط لکھنے کا پتا

آپ کی صحت ماہنامہ آنچل کراچی پوسٹ بکس 75 کراچی۔

کام کی باتیں

حنا احمد

ذی الحج کے پہلے دس دن

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے تین دنوں کو "ایام التشریق" قرار دیا ہے جن کے متعلق فرمایا "یہ کھانے پینے اور اللہ کا ذکر کرنے کے دن ہیں۔" حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ کے نزدیک عشرہ ذی الحج سے زیادہ عظمت والے کوئی ایام نہیں اور نہ ان دنوں کے عمل سے زیادہ کسی دن کا عمل محبوب ہے لہٰذا تم ان دنوں میں تسبیح، تہلیل اور تکبیر و تحمید کثرت سے کیا کرو۔" (طبرانی) اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ بھی بتایا کہ ہم ان دس دنوں میں جو عمل زیادہ کریں وہ یہ چار عمل ہیں۔

تسبیح:۔ دین کی اصطلاح میں سبحان اللہ کہنے کو تسبیح کہتے ہیں۔

تہلیل:۔ لا الہ الا اللہ کہنا' دین کی اصطلاح میں تہلیل کہتے ہیں۔

تکبیر:۔ اللہ اکبر کہنے کو کہتے ہیں۔

تحمید:۔ الحمدللہ کہنے کو تحمید کہتے ہیں۔

اسلام کا تیسرا کلمہ ان ہی چاروں اجزا سے مل کر بنتا ہے۔ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مبارک کلمات کی بہت فضیلت بیان فرمائی۔

ایک حدیث میں فرمایا کہ "کیا تم میں سے کوئی ایسا شخص ہے جو روزانہ احد پہاڑ کے برابر عمل کرلیا کرے؟" صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس کی طاقت کس میں ہے؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہر شخص میں اس کی طاقت ہے۔" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا "اس کی کیا صورت ہے؟" ارشاد فرمایا "سبحان اللہ کا ثواب احد سے زیادہ لا الہ الا اللہ کا ثواب احد سے زیادہ الحمدللہ کا ثواب احد سے زیادہ اور اللہ اکبر کا ثواب احد سے زیادہ ہے۔" (مجمع الزوائد)

ایک اور حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "جن کلمات کی بہت ہی زیادہ فضیلت آئی ہے اس میں تسبیح و تہلیل اور تکبیر و تحمید کے ہر ذکر پر سو مرتبہ پڑھنے کی فضیلت سو غلام آزاد کرنے' سو گھوڑے جہاد میں دینے اور سو اونٹ قربان کرنے کے برابر بیان فرمائی ہے۔" اس حدیث میں لا الہ الا اللہ کے کلمات کو سو مرتبہ پڑھنے کا ثواب یہ بیان فرمایا کہ "وہ زمین و آسمان کے درمیان کو بھر دیتا ہے۔" (امام احمد)

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب ذی الحج کا مہینہ شروع ہوجائے اور تم میں سے کسی کا قربانی کرنے کا ارادہ ہو تو وہ اپنے بال اور ناخن نہ کاٹے۔" (صحیح مسلم)۔

یوم العرفہ اور یوم نحر

اس ماہ مبارک کی نویں تاریخ کو "یوم العرفہ" کہتے ہیں اس دن کو فضیلت اس عشرے کے تمام دنوں میں سب سے زیادہ ہے یہی وہ دن ہے جس میں تمام حاجی عرفات کے میدان میں ٹھہر کر حج کا سب سے بڑا رکن (وقوف عرفات) ادا کرتے ہیں۔ اس دن کا روزہ ایک خاص اہمیت رکھتا ہے اس دن کا روزہ رکھنے سے اگلے اور پچھلے ایک سال کے تمام صغیرہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں' دسویں ذی الحج کو "یوم نحر" کہتے ہیں۔

قربانی کا جانور

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات کے مقام پر لوگوں سے مخاطب ہوکر فرمایا "گھر کے ہر صاحب نصاب فرد پر ہر سال قربانی واجب ہے۔" (نسائی' ابن ماجہ' ابوداؤد)

بکری' بھیڑ اور دنبہ کا ایک سال کا ہونا ضروری ہے۔ گائے بھینس دو سال اور اونٹ کا پانچ سال ہونا ضروری ہے۔ ان عمروں سے کم کے جانور قربانی کے لیے کافی نہیں۔ جانور عیب دار نہ ہو' اپنی قربانی کا جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا افضل ہے۔ ذبح کرتے وقت بسم اللہ اللہ اکبر کہنا ضروری ہے۔ قربانی کے جانور کو چند روز پہلے سے پالنا افضل ہے۔ قربانی کے جانور کا دودھ نکالنا یا اس کے بال کاٹنا جائز نہیں اگر ایسا کیا تو ان کا صدقہ واجب ہے۔

عید الاضحی! کیا اہم اس اہم فریضے کا حق ادا کرتے ہیں؟

عید الاضحیٰ، عید قرباں، بقر عید، بکرا عید اور بڑی عید یہ سب عنوانات اس ایک تہوار سے منسوب ہیں جو دس ذی الحج کو آتا ہے۔ یہ دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بے مثال اور لازوال قربانی کے واقعے کی یاد میں منایا جاتا ہے۔ مساجد میں امام اور خطیب اپنے طویل خطبوں میں اس واقعے کی عظمت واہمیت پر روشنی ڈالتے ہیں اور نماز کے بعد جانوروں کی قربانی کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔

عید قرباں میں جانوروں کی قربانی کا بھی یہی مطلب ہے کہ مسلمان اللہ تعالیٰ سے اپنی محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں اس قربانی میں ایک اور راز یہ بھی پنہاں ہے کہ مسلمان معاشرے کو اس واقعے سے بڑی تقویت پہنچانا مقصود ہے۔ قربانی کے جانور کا جو فلسفہ ہے اس میں آپس میں میل ومحبت کا اظہار بھی ہوتا ہے۔

گوشت کے تین حصے کیے جاتے ہیں جن میں سے ایک قریبی رشتے داروں کا' دوسرا غریبوں اور ضرورت مندوں کا اور تیسرا حصہ قربانی کرنے والوں کا ہے۔ اس ترتیب اور حکم سے صاف ظاہر ہے کہ قربانی کا مقصد مسلمانوں کو یہ تعلیم دینا بھی تھا کہ پہلے تو وہ اللہ کی محبت کا اظہار کریں اس کا ذکر کریں اور پھر جانور قربان کرنے کے بعد اپنے قریبی رشتہ داروں اور غریب غرباء کی ضرورتوں کو بھی اتنا ہی مقدم جانیں جتنا وہ اپنی ضرورتوں کو سمجھتے ہیں۔

لیکن ہوتا کیا ہے؟

آج سب ہی مسلمان معاشرے کسی بھی مذہبی حکم یا فلسفے کو قطعی طور پر فراموش کرچکے ہیں۔ آج کے مسلمان ہر مذہبی حکم اور رکن کا ایک ایسا مقصد اور استعمال وضع کرچکے ہیں جس سے سب سے زیادہ فائدہ ان کا اپنا ہو یا پھر ان کی اپنی نمود ونمائش کو مختلف طریقوں سے تسکین ملتی ہو لہٰذا سب سے پہلے یہ ہوتا ہے کہ صاحب استطاعت لوگ قربانی کا جانور خریدنے سے پہلے اپنے گھر میں قربانی کا گوشت اسٹور کرنے کا جائزہ لیتے ہیں۔ فریج ٹھیک ہے تو اس میں گنجائش کتنی ہے اگر ٹھیک نہیں ہے تو اس کی نئے سرے سے مرمت کرائی جاتی ہے۔ اس طرح عید قرباں دراصل گوشت اسٹور کرنے کی مہم بن کے رہ جاتی ہے۔

قربانی صاحب استطاعت کرتے ہیں مگر اس کے دکھ وہ لوگ اٹھاتے ہیں جو قربانی نہیں کرتے۔ گلیاں کئی روز تک سڑتی الائش (بو) سے متعفن رہتی ہیں۔ نت نئے فیشن بھی اس الائش کا حصہ ہر سال بنتے ہیں پہلے صرف وہ افراد ہی انفرادی سطح پر جانوروں کی چہل قدمی پر متعین تھے جو اس جانور کے مالک بھی ہوتے تھے مگر آج کل جانور کے ساتھ چہل قدمی کے فاصلے میں جتنے بھی ایسے جان پہچان کے گھر آتے ہیں جن کے ہاں یا قربانی ہوتی نہیں یا پھر جن کا جانور صاحب مذکور کے جانور سے کم تر ہو وہاں رکنا فرض سمجھا جاتا ہے کہ اپنے جانور کی خوبیوں سے ایسے افراد کو آگاہ کرسکیں جو یا تو جانور کی خوبیوں سے واقف نہیں ہوتے یا پھر ان کے جانور کی خوبیاں کم ہوتی ہیں۔

سماجی رعب ودبدبہ ہمیشہ اپنے سے کم حیثیت والے لوگوں پر ہی قائم ہوسکتا ہے یوں کتنے ہی گھروں میں احساس کمتری کی تلواریں چلاتے ہوئے یہ لوگ ان گھروں سے صاف بچ کر نکل جاتے ہیں جہاں اس قسم کی تلوار انہیں چھلنی چھلنی کرسکتی ہے۔

اب فیشن میں کچھ نئی تبدیلیاں بھی آچکی ہیں اب باقاعدہ ایک پوری جماعت قربانی کے جانوروں کی چہل قدم کے لیے نکلتی ہے اور ایسی تنگ گلیوں میں باقاعدہ "جانور دوڑ" کا اہتمام کیا جاتا ہے جہاں کسی بندے بشر کا داخلہ باآسانی بند کیا جاسکتا ہو۔ دوڑ کے اہتمام میں باقاعدہ ریفری بھی مقرر ہوتے ہیں اور جانوروں کے پیروں اور گلوں میں گھنگھروں سے بھی زیادہ تیز بجنے والے ایسے سازو سامان باندھے جاتے ہیں جو ان کے قدموں کی آواز کے ساتھ کچھ اس طرح بجتے ہیں کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی۔ اور آج کل تو قربانی کے جانوروں کے ساتھ سیلفیز بنانے کی وبا بھی عام ہے۔ اللہ سب کو ایسی نمود ونمائش سے بچائے۔ (آمین)

www.paksociety.com
حنا کے رنگ
خدیجہ......زینب
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام
WWW.PAKSOCIETY.COM

پاک سوسائٹی پر موجود مشہور و معروف مصنفین

عُمیرہ احمد	صائمہ اکرام	عُشنا کوثر سردار	اشفاق احمد
نمرہ احمد	سعدیہ عابد	نبیلہ عزیز	نسیم حجازی
فرحت اشتیاق	عفت سحر طاہر	فائزہ افتخار	عنایتُ اللّٰہ التمش
قُدسیہ بانو	تنزیلہ ریاض	نبیلہ ابر راجہ	ہاشم ندیم
نگہت سیما	فائزہ افتخار	آمنہ ریاض	مُمتاز مُفتی
نگہت عبدُاللّٰہ	سباس گُل	عنیزہ سید	مُستنصر حُسین
رضیہ بٹ	رُخسانہ نگار عدنان	اقراء صغیر احمد	علیمُ الحق
رفعت سراج	اُمِ مریم	نایاب جیلانی	ایماےراحت

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود ماہانہ ڈائجسٹس

خواتین ڈائجسٹ، شُعاع ڈائجسٹ، آنچل ڈائجسٹ، کرن ڈائجسٹ، پاکیزہ ڈائجسٹ،
حناء ڈائجسٹ، رِدا ڈائجسٹ، حجاب ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ، جاسُوسی ڈائجسٹ،
سرگُزشت ڈائجسٹ، نئے اُفق، سچی کہانیاں، ڈالڈا کا دستر خوان، مصالحہ میگزین

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی شارٹ کٹس

تمام مُصنفین کے ناولز، ماہانہ ڈائجسٹ کی لسٹ، کِڈز کارنر، عمران سیریز از مظہر کلیم ایم اے، عمران سیریز از ابنِ صفی،

جاسُوسی دُنیا از ابنِ صفی، ٹورنٹ ڈاؤنلوڈ کا طریقہ، آن لائن ریڈنگ کا طریقہ،

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براوزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بک پر رابطہ کریں۔۔۔